جلد ۴

فتاویٰ مفتئ اعظم رضی اللہ عنہ

شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدارِ اہل سنت، امام المشائخ، مفتی اعظم ہند

آلِ رحمٰن ابوالبرکات شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان رضی اللہ عنہ قادری نوری

ناشر امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

www.muftiakhtarrazakhan.com

وارثِ علومِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نبیرۂ حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جانشین مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

جگر گوشۂ مفسرِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام
کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ
کے لئے وزٹ کریں

www.muftiakhtarrazakhan.com

/muftiakhtarrazakhan1011/

/muftiakhtarraza

+92 334 3247192

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض روحانی: حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین (حدیث)

علوم و معارف اور تحقیقات نادرہ کا گنج گراں مایہ

المکرمۃ النبویۃ فی الفتاویٰ المصطفویۃ

مسمی بہ

فتاویٰ مفتیِ اعظم

جلد چہارم

تصنیف منیف

امام الفقہاء والمشائخ تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت

حضور مفتی اعظم ابو البرکات محی الدین حضرت علامہ شاہ

محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

(متوفی: ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

امام احمد رضا اکیڈمی

صالح نگر، بریلی شریف (یوپی)۔ ۲۴۳۵۰۲

سلسلہ اشاعت ←──── (۷۹)

نام کتاب: المکرمة النبویة في الفتاوی المصطفویة

عرفی نام: فتاویٰ مفتی اعظم

مصنف: تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم حضرت علامہ
شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہٗ

تقدیم وترتیب جدید: محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

تخریج وترجمہ: محمد حنیف خاں رضوی، مولانا محمد جابر خاں،
مولانا محمد عرفان، مولانا اویس قرنی، مولانا محمد ندیم

تصحیح کتابت وفہرست: مولانا عبد السلام صاحب رضوی، محمد حنیف خاں رضوی

کمپوزنگ وسیٹنگ: محمد منیف رضا خاں برکاتی، مولوی محمد زاہد علی شاہدی
مولوی محمد نعیم نوری، محمد عفیف رضا برکاتی

تعداد اشاعت: گیارہ سو (۱۱۰۰)

سنہ اشاعت: (۱۴۳۶ھ/۲۰۱۴ء)

باہتمام: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف

ہدیہ عام: Rs: 3500/-

E-mail: mohdhanif92@gmail.com
Web: www.imamahmadrazaacademy.com

(ملنے کے پتے)

☆ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر رام پور روڈ بریلی شریف، پن 243502
☆ رضا اکیڈمی، ۵۲؍ڈونٹاڈ اسٹریٹ کھڑک، ممبئی پن 400009
☆ کتب خانہ امجدیہ ۴۲۵/۷ ٹیامحل جامع مسجد، دہلی ۶
☆ رضا دار الاشاعت، آنندوہار بریلی شریف (یو۔پی)
☆ قادری بک ڈپو، نواب چوک چھوٹی جامع مسجد اسٹیشن روڈ اسلام پور اتر دیناجپور (بنگال)

فہرست عنوانات

جلد چہارم

کتاب الحج

سعودی حکومت کے مظالم کے زمانہ میں التوائے حج کا فتویٰ

کتاب النکاح

کتاب الرضاع

کتاب الطلاق

فہرست مسائل

کتاب الحج

کتاب النکاح

کتاب الرضاع

کتاب الطلاق

اس جلد کا اجمالی تعارف

اس جلد کے عناوین وابواب حسب ذیل ہیں:

(۱) کتاب الحج کے فتاویٰ کے ساتھ تین رسائل نہایت معرکۃ الآرا ہیں:

(۱)"حجة واهره بوجوب الحجة الحاضرة" (۱۳۴۲ھ) (ص ۷)

(۲)" طرد الشيطان عن سبيل الرحمن" اس کا تاریخی نام" الطف التبيان فی حرمة كوشان"ہے۔(۱۳۶۵ھ) (ص ۴۸)

یہ حاجیوں پر سعودی حکومت کی جانب سے لگائے گئے ٹیکس کے عدم جواز پر ہے۔

(۳)" تنوير الحجة لمن يجوز التواء الحجة"(۱۳۴۵ھ)۔سعودی مظالم کی بنیاد پر التوائے حج کا فتویٰ۔ (ص ۱۹۲)

(۲) کتاب النکاح کے تحت دس ابواب ہیں:

عقد نکاح۔ ثبوت نکاح۔ ولایت نکاح۔ مہر۔ محرمات۔

نکاح مرتد۔ حق شوہر۔ مفقودہ زوج۔ نکاح معتدہ۔ کفو۔

(۳) کتاب الرضاع کے تحت تین ابواب ہیں:

رضاعت۔ ثبوت رضاعت۔ رضائی چچا کا حکم

(۴) کتاب الطلاق کے تحت چھ ابواب ہیں:

طلاق کا بیان۔طلاق مغلظہ۔طلاق بائن۔طلاق رجعی۔وقوع طلاق۔ایقاع طلاق

کتاب الحج

ابواب

حج کا بیان

حج فاسد ہو جانے پر دوبارہ کرنا یا قربانی کا بڑا جانور بھیج دینا جائز ہے

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ....

ایک شخص حج کو گئے عرفات شریف سے واپس جب منیٰ میں آئے تو قربانی وسر منڈا کے کپڑے پہن لیے۔ رات میں کسی کا خواب وغیرہ نہیں ہوا لیکن فجر کی نماز کو جب سو کر اٹھے تو پاجامہ میں تری پائی، پاجامہ تبدیل کر کے اپنے جسم کو دھولیا جہاں پر شک تھا لیکن غسل وغیرہ کچھ نہیں کیا، صرف وضو کر کے نماز پڑھا دی۔ اب تیرہ (۱۳) تاریخ کو مکہ معظّمہ میں آگئے۔ طواف وغیرہ کر لیا اور اب تک غسل وغیرہ نہیں کیا تھا، بعدہ دس یوم کے مدینہ طیبہ کو روانگی ہوئی، مدینہ طیبہ سے مشرف ہو کر حاجی اپنے مکان پر آگیا۔ اب عرض یہ ہے کہ حج میں کسی قسم کی کوئی خرابی تو واقع نہیں ہوئی، حاجی مذکور نہایت فکر مند ہے جواب بالصواب سے مشرف فرمائیے، مکرر سعی کر کے عرفات شریف گئے تھے۔

ازشہر محلّہ گھیر مولوی مسئولہ شفیع احمد صاحب ۱۶ر شوال ۵۶ھ

الجواب

اگر اس شخص کو یقین تھا کہ یہ تری منی ہے تو اتفاقاً اور اگر شک تھا تو بھی امام اعظم وامام محمد کے نزدیک اس پر غسل واجب تھا۔ جب اس نے بے غسل کئے طواف فرض کیا، اس پر اس کا اعادہ لازم ہے۔ اگر نہ جائے اور بدنہ بھیج دے، اونٹ یا گائے، تو اس سے بھی بری الذمہ ہو جائے گا، بدنہ بھیج دینا کافی ہوگا، مگر خود جا کر اعادہ افضل ہے۔ عالمگیری میں ہے:

"إن رأي بللاً إلا أنه لم يتذكر الاحتلام ،فإن تيقن أنه ودي لا يجب الغسل، وإن تيقن أنه مني يجب الغسل ، وإن تيقن أنه مذي لا يجب الغسل، وإن شك أنه مني أو مذي قال أبو يوسف رحمه اللّٰه تعالىٰ: لا يجب الغسل حتى يتيقن بالاحتلام .وقال؟ :يجب هكذا ذكره شيخ الإسلام"(١)

نیند سے بے دار ہونے کے بعد تری دیکھی لیکن احتلام ہونا یاد نہیں، اگر اسے یقین ہے کہ یہ تری ،ودی ہے، اس پر غسل واجب نہیں، اور اگر یہ یقین ہے کہ یہ تری منی ہے تو غسل واجب ہے، اور اگر یہ یقین ہے کہ یہ مذی ہے، غسل واجب نہ ہوگا۔ منی یا مذی ہونے میں شک ہے، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: غسل واجب نہ ہوگا، یہاں تک کہ احتلام ہونے کا یقین ہو، اور فرمایا؟ واجب ہے، ایسا ہی شیخ الاسلام نے فرمایا ہے۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"لو رجع إلىٰ أهله وقد طاف جنباً يجب أن يعود ويعود بإحرام جديد وإن لم يعد وبعث بدنة أجزأه إلا أن العود هو الأفضل .واللّٰه تعالىٰ أعلم"(٢)

اگر اپنے اہل کے پاس آگیا جب کہ حالت جنابت میں طواف فرض کر چکا تھا تو اس پر اعادہ لازم ہے نئے احرام کے ساتھ، اگر نہ جائے اور بدنہ بھیج دے یعنی اونٹ یا گائے تو اس سے بھی بری الذمہ ہو جائے گا اور بدنہ بھیج دینا کافی ہوگا، مگر خود جا کر اعادہ افضل ہے۔

---

(١) [الفتاوىٰ الهندية كتاب الطهارة جلد اول:١/٢١۔الفصل الثالث]

(٢) [الفتاوىٰ الهندية:١/٣١٢۔ كتاب المناسك، الفصل الخامس في الطواف والسعي والرمل ورمي الجمار، الباب الثامن في الجنايات]

شریف مکہ کے زمانہ میں حج کے التوا کا فتویٰ غلط ہے

حجة واهرة

بوجوب

الحجة الحاضرة

۱۳۴۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شریف مکہ کے زمانہ میں حج کے التوا کا فتویٰ غلط ہے

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بعض لیڈر جو بڑے جبّے قبّے والے مولوی بنے ہوئے ہیں آج کل ادائے فریضہ حج سے روکنے کی سخت جاں کاہ کوششوں میں مصروف ہیں۔ برابر اخباروں میں ایسے مضامین شائع کر رہے ہیں جن میں اس وقت حج کو جانا ناروا اور معصیت بتا رہے ہیں۔ شریف کے مظالم کی بے اصل وبے بنیاد من گھڑت داستانیں سناسنا کر مخلوق کو بہکا رہے ہیں۔ فتنۂ قرامطہ کے مظالم دکھا دکھا کر شریف صاحب کے سرزبردستی جو مظالم تھوپے ہیں ان سے ان کی تطبیق کر کے علما وائمہ سے اس وقت حج کو جانا ناجائز ہونے پر سندیں لا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے حکم شریعت کیا ہے؟۔ اوران کے اس فتوے پر جو لوگ عامل ہوں، اس سال حج کو نہ جائیں، بلاوجہ تاخیر کریں، ان کی بابت کیا حکم ہے؟۔ اخبار خلافت بمبئی حاضر ہے جس میں ممانعت حج کا مضمون ہے۔

از بمبئی، مرسلہ پیرن میاں صاحب افسر قادری مقتدری، شب ۲۹ رماہ مبارک ۱۳۴۲ھ

الجواب

﴿وَقُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ۔ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ﴾(۱)

اے میرے رب تیری پناہ شیطان کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔ (کنزالایمان)

(۱) [سورۃ المومنون: ۹۷، ۹۸]

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر فتنہ خصوصاً اس فتنۂ ملعونہ گاندھویہ سے محفوظ رکھے۔ مضمون ممانعت حج مطبوعہ خلافت اخبار ملاحظہ ہوا۔ مضمون نگار نے ممانعت حج کی بنا اس پر رکھی ہے کہ شریف ظالم اور اس کے مظالم قرامطہ جیسے ہیں، اور اس وقت علما نے ممانعت فرمائی تھی، اب بھی ممانعت ہونی چاہیے۔ اس قیاس، قیاس مع الفارق سے لکھ دیا کہ ''حج ناروا ہے'' شریف کے یہ مظالم گنائے ہیں:

(۱) دنیا کو معلوم ہے کہ شریف حسین نے جنگ یورپ میں عیسائیوں کا شرمناک اور خلاف اسلام ساتھ دیا، اور نصاریٰ کی دیرینہ مخالفت خلافت کو اپنی بغاوت سے قوی کر کے نظم اسلام و مسلمین کی پراگندگی میں کافی مدد کی، اور محض ذاتی منفعت کے واہمہ اور دنیاوی عزت و مفاد کے تخیل میں دین و آخرت، عزت واستقامت اور اپنی حقیقی شوکت ووقعت کو برباد کر دیا، جس کے بعد وہ سب کچھ ہوا جو عہد قرامطہ میں ہوا تھا، اور اب تک اس کے غارت گر آثار باقی وجاری ہیں۔

(۲) کیا انکار کیا جا سکتا ہے کہ نصرانیوں کی فوج ارضِ مقدس حجاز مکہ حرم میں نہ داخل ہوئی، اور بحر احمر کے ساحل پر نہ اتری۔

(۳) کیا فخری پاشا گورنر مدینہ کا فریب سے محاصرہ نہ کیا گیا اور مدینۃ الرسول کے شیوخ وسادات جلاوطن اور غارت نہ کیے گئے۔

(۴) کیا مخدرات مدینہ طیبہ پر مظالم نہ ہوئے۔

(۵) کیا کسوت کعبہ کی بے حرمتی، آتش زدگی، عہد شریف اور دور قرامطہ کا یکساں عمل نہیں۔

(٦) کیا سفک دم مثل شیخ رابق شریف نے نہ کیا۔

(۷) کیا لوٹ، نہب اور غارت میں شریف ابوطاہر سے کم رہا۔

(۸) کیا آج تک رشوت، ٹیکس، تغلب، بدنظمی اور حق گوئی پر شریف کا طرح طرح کے مظالم ڈھانا اور ستانا مشتہر ومعلوم نہیں۔

(۹) کیا مصائب حجاج کی مشہور خبریں اور متواتر بیانات شائع نہیں ہیں، اور پھر کیا شریف کا آج تک عملاً حامی نصاریٰ اور ان کے معاہدات اور حقوق واحکام اسلامیہ کے تحریرات کا پابند ہونا مسلّم وعیاں نہیں ہے۔

قبل اس کے کہ ہم اس کی جانب توجہ کریں، مناسب ہوگا کہ بعض احکام شرعیہ کا افادہ کریں۔

یہ یاد رکھو کہ بے علم جاہل کو فتویٰ دینا حرام ہے، اور اس فتوے پر عمل حرام، اس کا فتویٰ دینا گمراہی میں پڑنا، اوروں کو گمراہی وضلالت کے اندھے کنووں میں گرانا، اس کے اوپر چلنا، اندھے کے پیچھے لگنا

اور چاہ ضلالت میں ڈوبنا ہے۔ ایسا شخص جو بے علم فتویٰ دے ملعون ملائکہ سموات وارض ہے، اور جہنم پر سخت جری اور عذاب سے سخت بے باک۔

حدیث شریف میں فرمایا:

((أجرأكم على الفتيا أجرأكم على النار۔))(۱)

جو شخص تم میں فتویٰ پر زیادہ دلیر ہو وہ جہنم پر زیادہ دلیر ہے۔

اور ارشاد ہوا:

((من افتىٰ بغير علم لعنته ملائكة السماءِ والأرض۔))(۲)

جس نے بغیر علم فتویٰ دیا آسمان وزمین کے فرشتوں نے اس پر لعنت کی۔

نیز فرمایا:

((اتخذ الناس رؤساً جهّالاً .فسئلوا فأفتوا بغير علمٍ فضلوا و أضلوا۔))(۳)

لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جن سے مسائل پوچھے جائیں گے، وہ بغیر علم فتوی دیں گے، گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے۔

مانع خیر کے خیر سے روکنے پر عمل، قرآن عظیم کی کھلی مخالفت ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ۔مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ﴾(۴)

ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل بہت طعنے دینے والا، بہت ادھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا گنہگار۔ (کنز الایمان)

حج کے جب تمام شرائط پائے جائیں تو اگر چہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ علی الفور واجب ہوتا ہے، یا علی التراخی۔ امام ابو یوسف کے نزدیک علی الفور اس کی ادا واجب ہے، اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی۔ اور امام محمد کے نزدیک وجوب علی التراخی ہے، یہی مذہب امام شافعی ہے، اور

---

(۱) (کنز العمال۔ ۱۰/۱۰٦)

(۲) (کنز العمال ۱۰/۱۱۱)

(۳) (مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الاول ۱/۳۳)

(۴) [سورۃ القلم: ۱۰، ۱۱، ۱۲]

ایک روایت میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مثل قول امام محمد مروی مگر اصح اور احوط اول ہے اور اسی پر عمل ہے۔ جس سال شرائط پائے جائیں ہمارے نزدیک تاخیر جائز نہیں فوراً ادا کرنا چاہیے۔ امام محمد کے دلائل یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے حج فرض فرمایا اور اسے مطلق رکھا کہ فرماتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (۱)

اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے، جو اس تک چل سکے۔ (کنزالایمان)

پھر وقت حج بیان فرمایا کہ:

﴿اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومٰتٌ﴾ (۲)

حج کے کئی مہینے ہیں جانے ہوئے۔ (کنزالایمان)

تو حج اشہر حج میں فرض ہے، عمر میں کسی وقت ہو، اگر اسے فور سے مقید کریں تو مطلق کی تقیید ہوگی اور وہ بے دلیل جائز نہیں، نیز مکہ مکرمہ ۸ھ میں فتح ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں حج فرمایا، تو اگر وجوب علی الفور ہوتا حضور اتنی تاخیر نہ فرماتے، اس کے علاوہ اگر زید اجتماع تمام شرائط پر فوراً نہ جائے بلکہ دوسرے تیسرے اور چوتھے پانچویں سال حج کرے، تو اس کا یہ حج، حج ادا ہوگا، اگر وجوب علی الفور ہوتا اور اس سال ادا نہ کرتا تو اس حج کا وقت فوت ہو جاتا۔ تو چاہیے تھا کہ اس کا یہ حج، حج قضا ہوتا نہ کہ حج ادا، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

اور شیخین کریمین فرماتے ہیں: اپنے وقت پر حج کا امر مطلق ہے کہ اس میں دونوں احتمال فور وتراخی ہیں، اور احوط یہ ہے کہ احتمال فور پر اسے حمل کریں کہ جب فور پر حمل ہوگا تو مستجمع شرائط گناہ تاخیر کے خوف سے فوراً حج کرلے گا۔ اب اگر مراد احتمال فور ہی تھا تو وہ اس امر کو بجالایا جس کے ساتھ وہ مامور تھا۔ تراخی میں جو ضرر تھا اس سے محفوظ رہا۔ اور اگر احتمال تراخی مراد ہو تو فوراً بجالانا یہ اسے مضر نہ ہوگا بلکہ نافع ہوگا کہ اس نے خیر میں جلدی کی۔ اور امر ﴿سارعوا فی الخیرات﴾ پر عمل ہوا، اور اگر تراخی پر حمل کریں تو اکثر یہ ہوگا کہ بہ فور اجتماع شرائط حج نہ ہوگا بلکہ دوسرے برس، تیسرے برس، یا اس سے بھی زیادہ تک تاخیر ہوگی، تو اب تاخیر کرنے والے کو اس صورت میں کہ فور مراد ہو، تاخیر سے مضرت عظیمہ لاحق ہوگی، اگرچہ بصورت احتمال تراخی نہ لاحق ہو، تو اس کا فور ہی پر حمل احوط الوجہین ہے، تو وہی اولیٰ ہے۔

---

(۱) [سورۃ آل عمران: ۹۷]

(۲) [سورۃ البقرۃ: ۱۹۷]

بدائع الصنائع میں ایک اور وجہ کا بھی افادہ فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من ملك زاداً وراحلةً تبلغه إلى بيت الله فلم يحج فلا عليه أن يموت يهوديًا أو نصرانيًا۔))(۱)

جو کوئی مالک ہو زادِ راہ اور خرچ اور سواری کا کہ پہنچا دے اس کو مکہ معظمہ تک، باوجود اس کے حج نہ کیا پس فرق نہیں اس پر یہ کہ وہ مرے یہودی یا نصرانی ہو کر۔

تو یہ وعید اس کے بارے میں ہے جو اول اوقات امکان سے تاخیر کرے کہ فلم یحج پر "ف" تعقیب بلا فصل کے لیے ہے، تو معلوم ہوا کہ فور ہی مراد ہے، عامۂ مشائخ کے نزدیک یہی ہے کہ حج بہ فور باجتماع شرائط فرض ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حج سال میں ایک وقت معین پر ہوتا ہے کہ اس وقت کے فوت سے اس سال کا حج فوت ہو جاتا ہے، تو اگر پہلے تاخیر کی جائے گی زندگی کا حال معلوم نہیں کہ اس سال کے بعد زندہ ہی رہے گا، اور جب تک حج نہ کرلے گا نہ مرے گا۔ تو پہلی سال سے تاخیر اسی وقت حج کی تفویت ہوئی کہ اب حج کی ادا اس کے امکان میں نہیں یہاں تک کہ دوسرے برس وقت حج آئے اور دوسرے سال وقت حج پانے میں شک ہے، تو اس شک سے وہ فوات جو پہلے سال کی تاخیر سے ثابت ہو چکا مرتفع نہ ہوگا، اور تفویت حرام ہے، لہٰذا حج علی الفور لازم۔ امام محمد کا یہ فرمانا کہ وجوب حج اشہر حج میں ہے فور سے مقید نہیں، بلکہ مطلق ہے، سرآنکھوں پر۔ لیکن مطلق ہے تو اس میں احتمالین فور و تراخی دونوں ہیں اور ہم کہہ چکے کہ فور پر حمل اولیٰ ہے، اور مطلق کی تقیید وقت قیام دلیل جائز ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تاخیر فرمانا، اس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں ممکن ہے کہ حضور نے کسی عذر سے تاخیر فرمائی ہو اور حال عذر میں کلام نہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ مانع تاخیر احتمال فوات ہی تو ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تاخیر فرمانے میں یہ احتمال نہیں کہ حضور بطریق وحی یہ جانتے تھے کہ اپنی وفات شریف سے پہلے ضرور حج فرمالیں گے۔

باقی رہا امام محمد کا یہ ارشاد کہ اگر کوئی پہلی سال سے تاخیر کرے، مثلاً دوسری برس حج ادا کرے تو وہ

---

(۱) [مشكاة المصابيح، كتاب المناسك، الفصل الثاني: ۲۱،۲۵/۱-۴۵۷]

(۲) [الجامع للترمذی، باب ماجاء فی التغليظ فی ترك الحج، ۱۰۰/۱]

(۳) [اتحاف السعادة للزبيدی، ۲۶۷/۴]

(۴) [الموضوعات لابن الجوزی، ۲۰۹/۲]

مؤدی ہی ہوگا نہ کہ قاضی، یہ بالکل بجا ارشاد ہے۔ مگر وجوب علی الفور تو اسی لیے ہے کہ تاخیر میں اثم کا احتمال ہے اس واسطے کہ وجوب تعجیل فوات سے بچنے ہی کے لیے ہے، اس لیے نہیں کہ دوسری سال حج کا وقت نہیں تو جو دوسرے تیسرے سال تک زندہ رہا اور حج کرلیا، اب احتمال فوات زائل ہے تو ادا وقت حج میں حاصل۔

بالجملہ: ثابت ہوا کہ جب شرائط جمع ہوجائیں علی الفور حج کو جانا واجب ہے اور تاخیر گناہ ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں تو پہلی سال سے تاخیر تفویت ہوگی۔ اور تفویت حرام۔

هذا كله خلاصة مافي "البدائع" للامام أبي بكر ملك العلماء ابن مسعود الكاشاني قدس الله سره النوراني۔

ہدایہ میں فرمایا:

"ثم هو واجب على الفور عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ مايدل عليه، وعند محمدٍ والشافعي رحمهما الله تعالىٰ على التراخي؛ لأنه وظيفة العمر، فكان العمر فيه كالوقت في الصلاة. وجه الأول أنه يختص بوقت خاصٍ والموت في سنة واحدة غير نادرٍ فيتضيق احتياطاً، ولهذا كان التعجيل أفضل بخلاف وقت الصلاة؛ لأن الموت في مثله نادر۔"(۱)

پھر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حج علی الفور واجب ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایسی بات مروی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک علی التراخی واجب ہے؛ کیوں کہ حج تو عمر کا وظیفہ ہے، پس عمر حج میں ایسی ہی ہے جیسے نماز میں وقت ہے، اور اول کی وجہ یہ ہے کہ حج وقت مخصوص کے ساتھ خاص ہے، اور ایک سال کے عرصہ میں مرجانا نادر نہیں ہے، تو احتیاطاً تنگی کی گئی اور اسی وجہ سے جلدی ادا کرنا افضل ہے، برخلاف وقت نماز، اس لیے کہ اتنے وقت میں مرجانا نادر ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

"والثاني هو أن الحج لايجوز إلا في وقت معين واحد في السنة. والموت في السنة غير نادر، فتاخيره بعد التمكن في وقته تعريض له على الفوات، فلايجوز.

(۱) الهدايه: كتاب الحج ۱/۲۳۲]

ولذا يفسق بتاخير ويأثم وترد شهادته ، فحقيقة دليل وجوب الفور هو الاحتياط ، فلايدفعه أن مقتضى الأمر المطلق جواز التاخير بشرط أن لايخلى العمر عنه ، وأنه عليه الصلاة والسلام حج سنة عشر وفرضية الحج كانت سنة تسع ، فبعث أبابكر رضى الله تعالىٰ عنه حج بالناس فيها ولم يحج إلى القابلة ، فإن تاخيره عليه الصلاة والسلام ليس يتحقق فيه تعريض الفوات وهو الموجب للفور ؛لأنه كان يعلم أنه يعيش حتى يحج ويعلم الناس مناسكهم تكميلاً للتبليغ ، وليس مقتضى الأمر المطلق جواز التاخير حتى يعارضه موجب الفور، وهو هذا المعنى فلايقوي قوته بل مجرد الطلب المامور به ، فيبقى كل من الفور والتاخير على الاباحة الاصلية ، وذلك الاحتياط يخرج منها فتلخص من هذاأن الفورية واجبة والحج مطلقاً هو الفرض ، فيقع أداءً اذا أخره ويأثم بترك الواجب على نظير ماقد مناه في الزكاة سواء ، فارجع إليه وقس به ـاه مختصراً۔(۱)

اوردلیل ثانی یہ ہے کہ حج سال کے ایک وقت معین ہی میں جائز ہے،اور سال کے اندر مرنا نادر نہیں۔لہذا وقت حج میں حج پر قادر ہونے کے بعد اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا اس کو فوت کے لیے پیش کرنا ہے،لہذا تاخیر جائز نہیں۔اوراسی لیے [قادر علی الحج] اس میں تاخیر کی وجہ سے فاسق وگنہ گار ہوگا اور اس کی شہادت مردود ہوگی۔توحقیقتِ دلیل علی الفور حج کا واجب ہونا ہے،اور یہی احتیاط ہے،اور یہ اس بات کو دفع نہیں کرے گی کہ امر مطلق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تاخیر جائز ہے بشرطے کہ عمر اس سے خالی نہ ہو،اور یہ بات بھی اس کو [یعنی علی الفور وجوب کے احتیاط ہونے کو] دفع نہیں کرے گی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۰رہجری میں حج ادا فرمایا تھا حال آں کہ حج ۹رہجری میں فرض ہوا تھا۔آپ نے ۹رہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا،انھوں نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔لیکن سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس سنہ میں حج نہ فرمایا،اس لیے کہ ادائے حج میں آپ کی تاخیر اس کو فوت ہونے کے لیے پیش کرنا نہیں ہے [اور یہی چیز ادا علی الفور کا موجب ہے] کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ حج کی ادائیگی تک باحیات رہیں گے اور تکمیل تبلیغ کے لیے لوگوں کو احکام حج سکھائیں گے،اور امر مطلق کا مقتضیٰ جواز تاخیر ہے ہی نہیں کہ علی الفور وجوب ادا اس کے معارض ٹھہرے بلکہ اس کا مقتضیٰ تو صرف مامور بہ کی طلب ہے۔لہذا

---

(۱) فتح القدیر شرح ہدایہ مع الکفایہ، کتاب الحج، ۲/۳۲۶،۳۲۵

وجوب علی الفوراور وجوب علی التاخیر دونوں اباحت اصلیہ پر رہیں گے۔اور یہ احتیاط وجوب علی التاخیر کو اباحت سے نکال دے گی،لہذا یہی امر رہا کہ فوریت واجب ہے اور حج مطلقاً فرض ہے تو بصورت تاخیر بھی ادا ہی ہوگا لیکن بسبب ترک واجب آدمی گنہ گار ہوگا۔اس کی نظیر وہ مسئلہ ہے جو ہم نے زکاۃ میں ذکر کیا ہے،تو اس کی طرف رجوع کرو اور اس پر قیاس کرو۔

کفایہ میں فتاویٰ امام قاضی خان سے ہے:

"رواه هشام عن أبي يوسف رحمه اللّٰه أنه لايأثم بتاخير الزكاة ويأثم بتاخير الحج ؛لأن الزكاة غير موقتة ،أماالحج فريضة يتعلق أداء ها بالوقت بمنزلة الصلاة ، وعسى لايدرك الوقت في المستقبل۔(۱)

اس کو روایت کیا ہشام نے ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہ زکوۃ کی تاخیر سے گنہگار نہیں ہوگا، اور حج کی تاخیر سے گنہ گار ہوگا اس لیے کہ زکوۃ غیر موقتہ ہے،رہا حج تو یہ ایسا فرض ہے جس کی ادا وقت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جیسے وقت نماز کے لیے ہے،اور ہوسکتا ہے کہ آئندہ سال یہ وقت نہ ملے۔۱۲م

نیز کفایہ میں ہے:

"إن التاخير إنما لايحل ؛ لما فيه من التعريض للفوت ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يأمن ذلك۔"(۲)

تاخیر حلال نہیں،اس لیے کہ تاخیر کی صورت میں حج کو فوت کے لیے پیش کرنا ہے اور حضور اقدس اس سے محفوظ تھے۔۱۲م

خزانۃ المفتیین پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

"هو فرض على الفور وهو الأصح ، فلايباح له التاخير بعد الامكان إلى العام الثاني۔"(۳)

حج فی الفور فرض ہے اور یہی اصح ہے،تو قدرت کے بعد دوسرے سال تک اس کی تاخیر جائز

---

(۱) [كفايه : كتاب الزكوة ،]

(۲) [كفايه كتاب الحج ،مكتبة الرشيديه ،كوئٹه پاكستان۔ ۲/۳۲۵]

(۳) (الفتاوى الهنديه كتاب المناسك ۔ داراحياء التراث العربى ، بيروت لبنان ۱/۲۷۶،

نہیں۔۱۲م

نیز عالمگیری میں ہے:

"وثمرة الخلاف تظهر في حق المأثم حتى يفسق وترد شهادته عند من يقول على الفور۔"(۱)

اور اختلاف کا نتیجہ گناہ کے معاملہ میں ظاہر ہوگا کہ جو وجوب علی الفور کے قائل ہیں ان کے نزدیک تاخیر کرنے والا فاسق ومردود الشہادۃ ٹھہرے گا۔۱۲م

شرائط حج کا بیان بھی مناسب، لہذا ہم انھیں بھی بیان کریں۔

شرائط حج دو قسم پر ہیں: ایک وہ جو عورتوں مردوں سب کو عام ہیں، اور ایک مخصوص بالنساء۔ پہلی قسم کے شرائط یہ ہیں: بلوغ، عقل، اسلام، صحت بدن، امن طریق، مالک زاد وراحلہ وقت خروج از بلد۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو مکہ معظمہ کا رہنے والا نہ ہو سفر کرکے آئے۔

اور دوسری قسم کی صرف یہ دو شرطیں ہیں:

(۱) عورت کے ساتھ اس کے شوہر یا محرم کا ہونا۔ یہ بھی ان عورتوں کے لیے ہے جو کم سے کم تین دن کی مسافت پر ہوں اور جو اس سے کم مسافت کی ہوں یا خود مکہ معظمہ کی، ان کے لیے محرم یا زوج کی ضرورت نہیں۔

(۲) عورت معتدہ بعدت طلاق یا وفات نہ ہو۔ یہ شرائط ہیں ان کے سوا اور کوئی شرط نہیں۔ جب یہ سب شرائط پائے جائیں گے حج فرض ہوگا۔

کسی مسلمان کی فسق کی طرف نسبت بے ثبوت صحیح شرعی جائز نہیں۔ بعض کذابوں، گمراہوں، فاسقوں، فاجروں، گاندھی کے پیروؤں، لیڈروں کی بے سروپا خبروں پر اعتماد اور ان کا اعتبار جائز نہیں۔ وہ جن باتوں کو مشہور کریں ان سے شہرت واستفاضہ نہ ہوگا۔

قال تعالیٰ:

﴿إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ (۱)

اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔ (کنز الایمان)

---

(۱) [الفتاوی الهندیه۔ کتاب المناسك ۱/۲۷۶]

ایسی خبروں کے بھروسے کسی مسلمان سے سوئے ظن روا نہیں۔ بدگمانی گناہ وحرام ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿یٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾(۱)

اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ (کنزالایمان)

قال تعالیٰ:

﴿وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا﴾(۲)

بے شک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ (کنزالایمان)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إیاکم و الظن ، فإن الظن أکذب الحدیث)) (۳)

بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے۔۱۲م

جب ان احکام شرعیہ کے بیان سے بعونہ تعالیٰ فارغ ہو لیے، اب اس مضمون ممانعت حج کی طرف توجہ کیجئے اور مضمون نگار صاحب کی خبر لیجیے۔

جو نو (۹) باتیں مظالم شریف کی گنائیں اور انہیں عہد قرامطہ کے مظالم پر ڈھال کرنا جوازی حج کا جبروتی زبردستی حکم دیا۔

اولاً: تو ان میں سے کوئی بہ ثبوت صحیح شرعی ثابت نہیں۔ انہیں لیڈروں کی بے پر کی اڑائی خبریں ہوائی باتیں ہیں۔

ثانیاً: اگر پناہ بخدا وہ شریف سے ثابت ہوں تو امن کے ہوتے ان کے وجود سے فرضیت ووجوب حج پر کیا اثر کہ ان سے امن میں کوئی خلل نہیں۔

ثالثاً: ہم انشاء اللہ ثابت کریں گے کہ عہد شریف ہرگز قرامطہ ملعونین کا سا عہد نہیں تو جو حکم اس عہد خبیث کے لیے تھا ہرگز اس عہد شریف کے لیے نہیں۔

(ا) دنیا کو اگر معلوم ہے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ شریف نے ترکوں کی غلامی سے نکل کر اپنی

---

(۱) [سورۃ الحجرات:۱۲]

(۲) [سورۃ النجم:۲۸]

(۳) [مشکاۃ المصابیح،باب ما ینھی عنه من التاجر،الفصل الأول-۲۸۰۵/٤،۲٦۸۵

حکومت ان سے آزاد کرلی۔ شریف نے یہ کیوں کیا۔ کیوں نہیں؟ ممکن کہ یوں کیا ہو کہ ترکوں میں کوئی قوت باقی نہیں رہی تھی۔ ترکی سلطنت کے دل وجگر میں نصاریٰ گھس گئے تھے، اور ترکی کا بادشاہ شطرنج کا بادشاہ رہ گیا تھا۔ کسے معلوم نہیں کہ درۂ دانیال پر انگریزی قبضہ تھا؟۔ کون نہیں جانتا کہ خود قسطنطنیہ نصاریٰ سے ایسے متسلط تھے کہ بادشاہ کی وہ فوج جو مسجد جامع تک جانے آنے میں بادشاہ کے ہم راہ رہتی انگریزوں کے حکم سے ممنوع تھی؟۔ کیا انکار کیا جاسکتا ہے کہ خود قسطنطنیہ باب عالی کے سامنے ترکوں کی صف کھڑی کر کے نصاریٰ کے حکم سے اس کے گولی نہ ماری گئی؟۔ جب ترک خود اپنی قوم کی (جس پر ترک کٹتے مٹتے ہیں) امداد نہ کرسکتے تھے، جب ترکی قوم بھوکی مر رہی تھی اور سلطنت اس کی خبر نہ لے سکتی تھی۔ (باب عالی پر ہائی کمشنر نے دباؤ ڈال کر ایک ترکی لشکر کمالیوں کی سرکوبی کے لیے بحکم سلطان روانہ کرایا اور باب عالی کو بہ مجبوری روانہ کرنا پڑا)

جو بہ نسبت حجاز ان سے بہت زیادہ قریب اور ہاتھ کے نیچے تھی۔ ایسے سخت وقت اور اس سقیم حالت میں کہ حجاز میں قحط کی یہ کیفیت تھی کہ لحم میتہ بھی باقی نہ رہا تھا اور لوگوں کو تلاش پر وہ بھی دستیاب نہ ہوسکتا تھا۔ نصاریٰ ہندوستان سے اناج کے جہاز بھر کر لے جاتے اور یہاں چار سیر بکتا تھا وہاں دس سیر کا فروخت کرتے بلکہ مفت بانٹتے تھے، قوم بالکل مجبورانہ ان کی طرف جھک چکی تھی۔ پھر یہ کہ یہ ان گاندھویوں کو بھی مسلم ہے کہ شریف میں اگرچہ شریف کی قوم شریف کے ساتھ ہو انگریزوں سے لڑ جانے کی اب بھی قوت نہیں نہ کہ جب۔ ذرا سی سمجھ والا بے تامل سمجھ سکتا ہے کہ ایسی حالت میں شریف نے جس خوبی سے نصاریٰ کے نجس اقدام سے حرم الٰہی کو محفوظ رکھا یہی مقتضائے دانشمندی وحکومت تھا، ورنہ نصاریٰ سے لڑ جانے کا حاصل بظاہر اس کے سوا اور کیا تھا کہ حرم میں مسلمانوں کا خون بہا بہا پھرتا، اور معاذ اللہ اس پر نصاریٰ کا قبضہ ہوتا۔ کیا وہ ترک جو اپنے دارالسلطنت کو نصاریٰ کے قبضے میں سونپ چکے تھے، اس کی قوت رکھتے تھے کہ حجاز کو ان کے پنجہ ظلم سے محفوظ رکھتے، شریف کی اس شرافت اور عمدہ حکمت کو یہ کہنا کہ:

شریف حسین نے جنگ یورپ میں عیسائیوں کا شرمناک اور خلاف اسلام ساتھ دیا، اور نصاریٰ کی دیرینہ مخالفت خلافت کو اپنی بغاوت سے قوی کر کے نظم اسلام و مسلمین کی پراگندگی میں کافی مدد کی، اور محض اپنی ذاتی منفعت کے واہمہ اور دنیاوی عزت کے تخیل میں دین وآخرت وعزت واستقامت کو برباد کردیا۔

نہایت شرمناک اور خلاف شان اسلام حرکت اور مخالفت شرافت اور نظم مسلمین کے تفرقہ میں امداد اعانت کرنا اور محض اپنی ذاتی منفعت کے واہمہ اور دنیوی عزت کے تخیل میں اپنی حقیقی عزت ووقعت

کو برباد کردینا ہے۔ کیا محض بیہودہ لغو، نا قابل اعتبار خبروں کے بھروسے کسی مسلم کو ایسا کہنا نہیں، نہیں کسی کی نسبت ایسا خیال کرنا جائز ہے؟ کیا بدگمانی بحکم قرآن وحدیث حرام نہیں؟ کیا کتب فقہ میں یہ نہیں کہ توہین اشراف (سادات کرام) کفر ہے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں فرمایا:

الاستخفاف بالعلماء والاشراف کفر۔(۱)

علمائے کرام اور سادات عظام کی توہین کفر ہے۔

پھر یہ کہ بفرض غلط اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ شریف نے محض بے وجہ ترکوں کو نکالا، اور اپنے آپ حاکم بن بیٹھے اور انگریزوں سے ساز باز کرلیا۔ تو اس پر یہ کہنا کہ انہوں نے اپنی آخرت کو برباد کردیا کیسا ستم ہے۔ کیا ترکوں کو نکال دینا کفر ہے۔ اور معاذ اللہ یہ گاندھویہ کے طور پر کفر بھی ہو تو کیا توبہ کا دروازہ بھی شریف پر بند ہوگیا؟ کیا باب اجابت پر معاذ اللہ، معاذ اللہ، معاذ اللہ، گاندھویہ کا قبضہ ہے کہ شریف کی توبہ وہاں تک نہ پہنچنے دیں، اور ان کی توبہ کسی طرح قبول نہ ہونے دیں؟۔

کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾(۲)

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (کنز الایمان)

کیا آج تک ان بڑے بڑے مدعیان علم نے یہ نہ پڑھا کہ سید سے جب تک کفر نہ صادر ہو وہ واجب التعظیم ہے۔ مگر جنھوں نے دین ومذہب سب کو بالائے طاق رکھا، نہیں نہیں اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کو بت پرست گاندھی پر نثار کردیا۔ اسے مذکر مبعوث من اللہ مانا۔ ان سے اس کی کیا شکایت وہ تو اپنے اس مذکر کی شریعت پر ایمان لانا ہی چاہیں اور اس کے نزدیک شریف کافر۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر معاذ اللہ شریف سے کوئی کفر بھی ہوگیا ہوتا۔ تو ان کے کفر کا جب کہ امن پر کوئی اثر نہ ہوتا حج کیوں ناروا ہوتا۔ اب جب کہ بفضلہ تعالیٰ ان سے صدور کفر تو کفر، فسق بھی بطریق ثبوت شرعی ثابت نہیں، اور امن موجود جواز حج کیوں مفقود۔ اتنی سی عبارت میں اکاذیب مضمون نگار کا انبار اور اس کے افتراءات کا طومار ملاحظہ ہو۔

---

(۱) [مجمع الأنہر: فصل ان ألفاظ الکفر أنواع، ۱/۶۹۵]

(۲) [سورۃ الفتح: ۲]

(۱) عیسائیوں کا ساتھ دیا۔ دینے اور ہو جانے میں فرق ہے۔

(۲و۳) نصاریٰ کی مخالفت خلافت کو اپنی بغاوت سے قوی کیا، اول تو وہی کرنے اور ہو جانے میں فرق ہے، پھر یہ کہ شریف نے مخالفت خلافت نہ کی ترکوں کی مخالفت خلافت تو تم کر رہے ہو، جسے ترک خود تسلیم نہیں کرتے۔

(۴) محض ذاتی منفعت الخ یہ وہی بدگمانی ہے جو حرام ہے۔ تمہیں کیا علم ہے کہ شریف نے کس نیت سے ایسا کیا۔ کیا تم نے قلب شریف چیر کر دیکھا۔

(۵) سب سے بڑھ کر تو یہ سفید جھوٹ اور عظیم افتراء ہے کہ جس کے بعد وہ سب کچھ ہوا جو عہد قرامطہ میں ہوا تھا، ہم آگے عہد قرامطہ کے مظالم بیان کریں گے۔ مسلمان ان بیانوں سے اس کذب محض کی شناخت پر لعنت بھیجیں گے کہ:

قرآن عظیم میں ہے:

﴿فَنَجۡعَل لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ﴾ (۱)

تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔ (کنز الایمان)

کیا اس کا ثبوت صحیح شرعی دیا جا سکتا ہے کہ نصاریٰ کی فوج مکہ معظمہ میں داخل ہوئی۔ کیوں نہیں ممکن کہ یہ یاروں کی ہوائی باتوں کی طرح بے پر کی اڑائی خبر ہو۔ اخبار میں کسی خبر کا آجانا اس کے ثبوت کے لیے کیا کفایت کرتا ہے؟ ہم روزانہ دیکھ رہے ہیں کہ بہت سی بے اصل باتیں اخباروں میں چھپتیں اور ملک میں شائع ہوتی ہیں۔

ثانیاً: بالفرض اگر ایسا ہوا بھی تو اس کا کیا ثبوت کہ وہ سب شریف کی رضامندی اور اذن واجازت سے ہوا؟ اور یہ بھی سہی! تو یہ دیکھنا چاہئے کہ شریف کو روک دینے پر قدرت تھی یا نہیں۔ نہیں تو شریف پر کیا الزام ہے۔ کیا ایسی خبروں پر ایمان لے آنا کسی عاقل کا کام ہے؟ کیا ایسی باتوں سے کسی مسلمان کی نسبت بدگمانی کرنا مسلمان کی شان ہے؟ خصوصاً ابن الرسول، جگر پارۂ حضرت بتول صلی اللہ تعالیٰ علی ابیہا وعلیہا وابنیہا وسلم کی جانب بے وجہ ایسا بدگمان کیا حکم رکھتا ہے۔

ثالثاً: بالفرض شریف نے باوجود قدرت برممانعت انگریزوں کو داخلہ کی اجازت دی تو جب کہ اس سے امن میں کوئی خلل نہ ہوا۔ حاجیوں کی جان و مال پر کوئی خوف نہ ہوا۔ حج کو جانا ناجائز کیوں ہوا۔

(۱) [سورۃ آل عمران: ۶۱]

شریف کے کسی گناہ سے وجوب حج کیوں ساقط ہوگیا۔ کیا حج کے شرائط سے یہ بھی ہے کہ شریف معصوم۔ یا۔اس قسم کے گناہ سے بری ہو۔

رابعاً: تھوڑی دیر کو یہ بھی تسلیم کر لیجیے کہ اس وقت امن باقی نہ رہی، مگر جب کہ اب امن ہے تو اس گزشتہ بے امنی کا اس وقت کیا اثر۔ یوں ہی اگر فخری پاشا کا محاصرہ شریف نے کیا تھا تو جب یا اب اس سے حج پر کیا اثر ہوا، اور وہ کھلا کذب اور شدید افترا ہے کہ شریف نے مدینہ طیبہ کے شیوخ وسادات جلاوطن اور غارت کیے۔ جب مدینہ منورہ کا محاصرہ ہوا ہے، اس وقت خود فخری پاشا نے تمام سکان مدینہ طیبہ کو اپنے اہتمام سے شام پہنچادیا، یوں ہی حرم نبوی کا سارا بیش بہا اسباب، جب شریف کا تسلط ہوا ہے تو شریف نے انھیں پھر واپس بلایا، اور از سر نو مدینہ طیبہ کو آباد کیا۔ مضمون نگار کا یہ چھٹا جھوٹ اور سخت شدید افترا ہوا۔

یوں ہی مخدرات مدینہ طیبہ پر مظالم کی نسبت شریف کی طرف اس کا ساتواں کذب اور عظیم بہتان ہے۔ کسوت کعبہ ترکی گولی سے جلی، ترکوں نے قلعہ سے شریف کے مکان پر گولہ باری کی، انھیں کے گولہ سے کسوت کعبہ معظمہ کی یہ توہین ہوئی، اس کا شریف پر کیا الزام، اور اس وقت عہد شریف کیا معنی۔ اس وقت تک تو ترکی ہی عہد تھا۔ اور کیا کسی کے عہد میں کوئی جرم کرے اس کا الزام اس مجرم پر نہیں ہوتا بلکہ اس عہد والے پر ہوتا ہے۔

عہد قرامطہ میں قرامطہ ملعونوں نے خود کسوت کعبہ اتار لی تھی۔ اگر شریف ہی کے گولے سے معاذ اللہ ایسا ہوتا تو بھی یکساں عمل نہ ہوتا کہ جل جانے اور جلا دینے میں فرق ہے، اسے اور عہد قرامطہ کے عمل کو یکساں کہنا آٹھواں سیاہ جھوٹ ہے، اور سخت بہتان۔

شیخ رابق کے قتل کا ثبوت بھی شرعی درکار، اور بالفرض ایسا ہوا بھی ہو تو اس کا ثبوت لاؤ کہ وہ قتل قتل ناحق تھا۔ اور اگر یہ اس کا بھی ثبوت پیش کر سکیں تو اس سے امن عامہ میں کیا خلل ہوا۔ کیا حج کو اس سال جانا ناروا ہوتا ہے جب کبھی مکہ معظمہ یا اس کے حوالی میں کسی سے معاذ اللہ ناحق قتل واقع ہوگیا ہو۔ کیا ترکوں سے وہاں کبھی قتل ناحق نہ ہوا۔ کیا وہ فتنہ حرمت ومساوات جس میں عبد الحمید خاں معزول ہوئے، اس میں علمائے کرام حرم محترم فتوے دینے پر مجبور نہ کیے گئے، اور جب انھوں نے اس گمراہی کے جواز پر فتوے دینے سے انکار کیا تو ان کی تخویف کے لیے ان کی صف جو حرم محترم کے ساتھ کھڑی تھی اس پر فیر نہ ہوئے، کیا ان گولیوں سے بعض خاص حرم کی دیوار پر نہ لگیں، کیا سلطان عبد الحمید خاں مرحوم کی شاہی فوج

[illegible]

سے مسلمانوں کا خون بہے، اوران کی قوت آپس میں لڑکر فنا ہو جائے تو کیا کچھ نہ ہوتا۔ کیا کبھی ترکوں
عہد میں ناجوازی حج کا اس لیے فتویٰ دیا گیا۔ یا یہ عنایت شریف ہی کے حال پر ہے؟ ثبوت شرعی لاؤ
ریف نے کسے لوٹا، کس کے اموال چھینے، ورنہ بے وجہ بدگمانی سے توبہ کرو۔ یوں ہی رشوت کے لیے
شرعی درکار، کس سے لی، کیا لی، کس کے مال پر زبردستی قبضہ کیا۔ شرعی ثبوت دو یا توبہ کرو۔

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ وَلَن تَفْعَلُواْ فَاتَّقُواْ النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾(۱)

پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن
اور پتھر ہیں۔

افترا سے باز آؤ، جھوٹے اتہام نہ باندھو، بہتان نہ اٹھاؤ، افترا کرنے والا فلاح نہیں پاتا۔ سخت
ورسوا خائب وخاسر رہتا ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ لاَ يُفْلِحُونَ﴾(۲)

بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

وقال عزوجل:

﴿وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَى﴾(۳)

اور بے شک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔

شریف کو تو ان گندے اوصاف سے تم ملوث کرتے ہو کیا ترکوں کی رشوت خوری مشہور نہیں، کیا
تغلب معروف نہیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"وقد تکون بالتغلب وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمن۔"

اور کبھی غلبہ سے ہوتا ہے اور وہ سلاطین زمانہ میں واقع ہوا۔ اللہ ان کی مدد فرمائے۔ (مرتب)

کیا ان وجوہ سے زمانہ اتراک میں جو حج ہوئے وہ ناجائز ہوئے، انھیں کیوں ناروا نہیں بتاتے
رق کیا ہے؟۔

[سورۃ البقرۃ:۲٤]

[سورۃ النحل:۱۱٦]

[سورۃ طٰہٰ:٦۱]

رشوت وغیرہ کا الزام شنیع شریف کے سر زبردستی تھوپنا مضمون نگار کا نواں کذب وافترا ہوا۔ شریف سے معاذ اللہ اگر رشوت کا ثبوت بھی ہو، تو اس سے حج کیوں ناجائز ہوا، بلکہ کیوں ساقط ہوا۔ ہر خادم فقہ جس کی عقل کی آنکھیں فقہ کے نور سے روشن ہیں، جانتا ہے کہ اس کا حال اور اس کے امثال میں گناہ لینے والے پر ہے، دینے والے پر نہیں۔

خود فتح القدیر میں کسی اور جگہ نہیں وہیں تھا جہاں کی عبارت مضمون نگار نے نقل کی ہے:

"ثم الاثم فی مثله علی الآخذ لاالمعطی علی ماعرف من تقسیم الرشوة فی کتاب القضاء۔"(۱)

پھر اس جیسی صورت میں گناہ لینے والے پر ہے نہ کہ دینے والے پر، جیسا کہ "کتاب القضا" میں رشوت کی تقسیم کے بیان سے معلوم ہوا۔۱۲م

اور کسی عاصی کی معصیت کے سبب فرض ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اسی فتح القدیر کی اسی کتاب، اسی باب، صفحہ، اسی فقرہ مذکورہ کا پارہ ہے:

"وکون المعصیة منهم لایترك الفرض لمعصیة عاص۔"(۲)

اوران کی طرف سے معصیت کا ہونا، تو عاصی کے گنہ کے سبب فرض نہ چھوڑا جائے گا۔۱۲م

مضمون نگار صاحب کذب وافترا میں طاق تھے ہی، درخیانت ہم کمالے دارند۔ فتح القدیر کی جو عبارت انہوں نے نقل کی ہے اس میں بہت قطع برید فرمائی اور بالکل کا یا پلٹ کردی ہے اور مطلب بالکل خبط۔

فتح القدیر کی کامل عبارت یہ ہے:

"(قوله فلابد من أمن الطریق)أي: وقت خروج أهل بلده وإن کان مخیفاًفي غیره ، وهو أن یکون الغالب فیه السلامة ، وما أفتی به أبوبکر الرازی من سقوط الحج عن أهل بغداد. وقول أبي بکر الإسکاف: لاأقول :الحج فریضة فی زماننا ، قاله سنة ست وعشرین وثلث مائة .

وقول الثلجی :لیس علی أهل خراسان حج منذ کذا وکذاسنة ، کان وقت غلبة النهب والخوف فی الطریق، وکذا أسقطه بعضهم من حین خرجت القرامطة وهم

(۱) (فتح القدیر کتاب الحج ۲/۴۲۵)

(۲) [فتح القدیر، ۲/۴۲۵]

طائفة من الخوارج كانوا يستحلون قتل المسلمين وأخذ أموالهم، وكانوا يغلبون على أماكن ويترصدون للحاج، وقد هجموا في بعض السنين على الحجيج في نفس مكة فقتلوا خلقاً كثيراً في نفس الحرم، وأخذوا أموالهم، ودخل كبيرهم بفرسه في المسجد الحرام، ووقعت أمور شنيعة، ولله الحمد على أن عافى منهم.

وقد سئل الكرخي عمن لايحج خوفاً منهم فقال: ماسلمت البادية من الآفات أي: لايخلوا عنها كقلة الماء وشدة الحر وهيجان السموم، وهذا إيجاب منه رحمه الله تعالىٰ، ومحمله أنه رأىٰ أن الغالب اندفاع شرهم عن الحجاج، ورأى الصفار عدمه فقال: لاأرى الحج فرضاً منذ عشرين سنة من حين خرجت القرامطة، وما ذكر سببا لذلك وهو أنه لايتوصل إلى الحج إلا بارشائهم فتكون الطاعة سبب المعصية، فيه نظر: بل إنما كان من شأنهم ماذكرته ثم الإثم في مثله على الآخذ لاالمعطي على ماعرف من تقسيم الرشوة في كتاب القضاء، وكون المعصية منهم لايترك الفرض لمعصية عاص، والذي يظهر أن يعتبر مع غلبة السلامة عدم غلبة الخوف حتى إذا غلب الخوف في القلوب من المحاربين لوقوع النهب والغلبة منهم مراراً، أوسمعوا أن الطائفة تعرضت للطريق ولها شوكة والناس يستضعفون أنفسهم عنهم لايجب۔(۱)

یعنی صاحب ہدایہ کے اس قول سے کہ راہ میں امن ضروری ہے، ان کی یہ مراد ہے کہ وقت خروج اہل بلد راہ پرامن ہو، اگرچہ کسی دوسرے زمانے میں خوف ناک ہواور وہ طریق کا امن ہونا یہ ہے کہ اس میں سلامتی غالب ہوخوف مغلوب، اور وہ جو سلطان ابوبکر رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل بغداد سے سقوط حج کا فتویٰ دیا اور امام ابوبکر اسکاف قدس سرہ کا فرمانا کہ میں آج کل حج کو فرض نہیں کہتا، یہ انہوں نے ۳۱۶ھ میں فرمایا تھا۔ یا ثلجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ارشاد کہ اہل خراسان پر اتنے سال سے حج نہیں، یہ سب اس وقت تھا جب لوٹ کھسوٹ کا غلبہ تھا اور راستہ میں خوف تھا، اور ایسا ہی بعض فقہا نے حج کو جب سے قرامطہ ظاہر ہوئے ساقط فرمایا۔ یہ خارجیوں کا ایک گروہ تھا جو مسلمانوں کا قتل اور ان کے اموال چھین لینا حلال جانتا تھا، وہ اماکن مقدسہ پر قابض بن گیا تھا اور حاجیوں کی تاک میں رہتا تھا، اور بے شک یہ ناپاک گروہ ۳۱۷ھ میں حاجیوں پر خود مکہ معظمہ میں ٹوٹ پڑا اور حرم محترم میں خلق کثیر کو قتل کیا، ان کے اموال لوٹ لیے

---

(۱) (فتح القدير، كتاب الحج ۲۰/۶۲۶-۶۲۵)

اوران کا بڑا اپنے گھوڑے پر چڑھ کر مسجد حرام میں داخل ہوا اور بہت امور شنیعہ واقع ہوئے اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے اس پر کہ ان سے نجات دی۔

امام کرخی سے ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جو قرامطہ کے خوف سے حج نہ کرے، اس پر امام مذکور نے فرمایا کہ کوئی بادیہ آفات سے سالم نہیں ہوتا یعنی آفات سے خالی نہیں ہوتا۔ جیسے پانی کی کمی، گرمی کی شدت اور ہیجان سموم، ان کا یہ فرمانا واجب کرتا ہے [یعنی ان کے نزدیک اس صورت میں بھی حج واجب ہے] اوران کے قول کا محمل یہ ہے کہ ان کے علم میں حجاج سے ان کے شر کا اندفاع غالب تھا۔ اور صفار کی رائے میں ان کا شر مندفع نہیں تھا، لہٰذا انھوں نے فرمایا: میں بیس سال سے حج فرض نہیں جانتا جب سے قرامطہ ظاہر ہوئے۔ اور انھوں نے اس کا ایک ہی سبب ذکر فرمایا، وہ یہ کہ حج تک بے قرامطہ کو رشوت دیے پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو طاعت سبب معصیت ہو جائے گی، امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں: اس میں نظر ہے۔ بلکہ قرامطہ کے مظالم تو ویسے ہی تھے جو میں نے ذکر کیے [یعنی یہ نہیں کہ رشوت لے کر حج کے لیے کسی کو جانے دیتے تھے بلکہ وہ قتل وغارت، اور لوٹ مار وغیرہ مظالم شنیعہ کرتے تھے، تو یہ کہنا کہ حج تک وصول بے انھیں رشوت دیے نہیں ہوسکتا اور رشوت دینا جائز نہیں۔ تو رشوت دے کر جانا طاعت کو سبب معصیت بنانا ہے، یہ صحیح نہیں۔ یہ تو جب صحیح ہو جب کہ یہ ثابت ہو کہ قرامطہ رشوت لے کر جانے دیتے تھے، اور اگر ایسا ہو بھی تو] پھر یہ کہ اس صورت اور اس جیسی تمام صورتوں میں گناہ آخذ پر ہے معطی پر نہیں، جیسا کہ کتاب القضا میں بیان تقسیم رشوت سے معلوم ہولیا۔ اور ان سے اس معصیت کے ہونے سے فرض نہیں ترک کیا جائے گا، فرض معصیت عاصی کے سبب نہیں چھوڑا جاتا، اور ظاہر یہ ہے کہ اعتبار غلبہ سلامت کے ساتھ عدم غلبہ خوف کا ہے۔ یہاں تک کہ جب قلوب پر محاربین سے ان کے بار بار غلبہ پانے اور لوٹ مار کرنے سے خوف غالب ہو۔ یا لوگ یہ سنیں کہ راہ میں کوئی شوکت والا گروہ ہے اور یہ سننے والے اپنے آپ کو اس سے کمزور جانیں اس صورت میں واجب نہ ہوگا۔

مسلمان دیکھیں کہ اصل عبارت وہ اور اس کا مطلب یہ تھا، مضمون نگار صاحب نے کتر بیونت کر کے آدھی تہائی نقل کی اور اسے بھی لوٹ پوٹ کر مطلب بالکل خبط کرنا چاہا اور اپنی سمجھ پر کیا سے کیا بنالیا۔ مضمون نگار صاحب نے فتح القدیر کی عبارت مذکورہ کاٹ چھانٹ کر یوں بنائی:

”والذي يظهر أنه يعتبر مع غلبة السلامة عدم غلبة الخوف حتى لو غلب لوقوع النهب والغلبة من المحاربين مراراً أوسمعوا أن طائفة تعرضت للطريق ولها شوكة والناس يستضعفون أنفسهم عنهم لايجب ماأفتى به الرازى من سقوطة من

أهل بغداد، وقول الإسكاف في سنة ست وثلثين وثلث مائة لاأقول أنه فرض في زماننا، وقول الثلجي ليس على أهل خراسان مند كذا وكذا سنة حج، إنما وقعت غلبة النهب والخوف في الطريق. قال الصفار: لاأرى الحج فرضاً منذ عشرين سنة من حيث خرجت القرامطة؛لأنه لايتوصل إليه إلابارشائهم فتكون الطاعة سبب المعصية. قال الكمال: بتقديره أي الإرشاء، فالإثم على الاخذ على ماعرف من تقسيم الرشوة في كتاب القضاء۔"(۱)

مضمون نگار صاحب یہ سمجھے کہ اتنی خیانتیں کر کے اب یہ عبارت ان کے مقصود کی مؤید ہوگئی۔مگر خدا کادھرا سر پر،انھیں نصیبوں سے کیا خبر،عبارت اتنی کاٹ چھانٹ اور لوٹ پلٹ پر بھی ان کے مقصود کے خلاف ہی ہے۔اوران کی کج فہمی ناسمجھی کاپکار پکار کر اعلان کررہی ہے۔

اس کا بیان،ہم آگے کریں گے،پہلے مضمون نگار کی چوریاں بتادیں،سینہ زوریاں دکھادیں۔

پہلی خیانت:

لفظ"مماافتي به الرازي" سے پہلے یہ عبارت تھی:

"(قوله لابد من أمن الطريق) أي: وقت خروج أهل بلده وإن كان مخيفاً في غيره، وهو أن يكون الغالب فيه السلامة ۔اس کے بعد تھا۔ ومماأفتى الخ"

یہ عبارت اس لیے اڑادی کہ مضمون نگار صاحب کی اس میں موت ہے،وہ ان پر رد واضح ہے،جیسا کہ ظاہر ہے۔

دوسری خیانت:

خرجت القرامطة کے بعد قرامطہ خبثا کا چند سطروں میں ذکر تھا کہ:

"وهم طائفة من الخوارج (إلى قوله) ولله الحمد على أن عافى منهم"

یہ ساری عبارت کترلی۔اسے جس لیے اڑادیا ظاہر ہے۔

تیسری خیانت:

اس فقرۂ مذکورہ کے بعد تھا:

"وكذا أسقطه بعضهم من حين خرجت القرامطة۔"

یہ بھی صاف اڑالیا کہ لفظ بعض لوگوں کی نظر میں آجائے تو ساری کی کرائی محنت ہی برباد جائے۔

چوتھی خیانت:

"کان وقت غلبة النھب والخوف فی الطریق۔"

کہ کلام امام ابن الہمام تھا اسے:"إنما وقعت غلبة الخ" بنا کر قول ثلجی میں داخل کرلیا۔ یہ فقرہ یوں نہ بنایا جاتا تو ان کی حقیقت نہ کھول دیتا۔ اور خیانتوں کا سارا راز طشت از بام نہ کردیتا، لہذا اسے یوں بنالیا۔

پانچویں خیانت:

یہ عبارت جس میں قرامطہ کا ذکر تھا اس کے بعد فرمایا تھا:

"وقد سئل الکرخی عمن لایحج خوفاً منھم فقال: ماسلمت البادیة من الأفات أي لاتخلوا عنھا کقلة الماء وشدة الحر وھیجان السموم ،وھذا ایجاب منه رحمه الله ومحمله أنه رایٰ أن الغالب اندفاع شرھم عن الحاج۔"

یہ پوری عبارت صاف اڑادی کہ ارشاد حضرت امام کرخی مضمون نگار پر سخت قہر افگن تھا، اور ان کی ساری چنائی کا بیخ کن۔

چھٹی خیانت:

قول امام صفار تو نقل کیا کہ اسے نادانی سے موافق مقصود سمجھا مگر کلام ابن الہمام:

"وماذکر سبباً لذلك وھو أنه لایتوصل إلیه إلابإعطاء رشائھم فتکون الطاعة سبب المعصیة ،فیه نظر بل إنما کان من شانھم ماذکرته۔"

کھالیا۔ یہ نقل کرتے تو کیا اپنی ساری چنائی اپنے ہاتھوں ڈھاتے۔

ساتویں خیانت:

"ماذکرته" کے بعد تھا:"ثم الإثم علی الأخذ لاالمعطی۔"

یہاں سے "لاالمعطی" اتنا ہضم فرمالیا کہ مقصود کے خلاف اوران کا ردوا ضح تھا۔

آٹھویں خیانت:

"علی ماعرف من تقسیم الرشوة في کتاب القضاء" کے بعد تھا:

"وکون المعصیة منھم لایترك فرض لمعصیة عاص۔"

یہ آٹھ خیانتیں تو ان کی آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ اب تحریفیں دیکھیے:

تحریف (۱)

"كان وقت غلبة الخ" کہ کلام حضرت امام ابن الہمام اور "ماأفتى به أبوبكر الرازي" کی خبر واقع تھا، اسے "إنما وقعت غلبة الخ" بنایا اور قول ثلجی میں داخل کیا کہ چوری نہ کھلے، خیانت کا پتہ نہ چل سکے۔

تحریف (۲)

"ورأى الصفار عدمه فقال: لاأرى الحج فرضاً" کا "قال الصفار: لاأرى الحج فرضا" بنایا۔ "رأىٰ الصفار وعدمه ف" اتنا اڑا دیا کہ "عدمه" ان کی جعلی کارروائی معدوم کردیتا، اس فقرے کو نقل کرتے تو سارا کھیل بگڑ جاتا۔ یہ ان کی نویں خیانت ہوئی۔

تحریف (۳)

"وهو أنه لايتوصل إليه الخ۔ کا۔ لأنه"

بھی اس لیے بنایا کہ "هو" ان کے جعل وزور کو ہوا پر اڑا دیتا۔ لہذا اسے ہوا بتائی مگر اس کا شعور نہ ہوا کہ خود ان کے دل ہوا ہیں ﴿وأفئدتهم هواء﴾

تحریف (۴)

"ثم الإثم" کا "فالإثم" بنالیا۔

آپ نے ان مضمون نگار صاحب کے دیدے کی صفائی ملاحظہ فرمائی۔ خدا خیر کرے، آج ناجوازی حج کی علما پر افترا و بہتان، ان کے کلام میں خیانت وتحریف سے ٹھہرائی، کل اگر نماز کی طرف ان حضرات نے اپنی توجہ مبذول فرمائی تو فقہا تو فقہا ﴿وانتم سكارىٰ﴾ اڑا کر ﴿لاتقربوا الصلاة﴾ سے حرمت نماز پر سند لائیں گے۔ ولا حول ولاقوة إلاباللہ العلی العظيم.

یہ افترا اگر چہ چند افتراؤں پر مشتمل ہے، مگر ہم اسے ایک ہی رکھیں تو یہ دسواں افترا ہوا اور کیسا شدید وعظیم ہوا۔

تحریفیں بھی کیں، خیانتیں بھی کیں، مطلب خبط کرنے کو اوپر کی عبارت نیچے، نیچے کی اوپر بھی کی، یہ سب کچھ ہوا مگر للہ الحمد وہ ستم زدہ عبارت وہی فرماتی رہی جو اس ستم سے پہلے فرما رہی تھی۔ یہ اپنی نادانی اور کج فہمی سے اسے اپنے حسب منشا بن جانا سمجھے اور اسے نقل کر الٹے اور نہ جانا کہ ...

ان کے نیچے زہر ہلاہل اور سم قاتل ملا ہوا ہے۔

مسلمانو! علما نے تو یہ فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ اعتبار غلبہ اور لوٹ مار سے قلوب پر خوف غالب ہو گیا ہو، یا یہ سن کر کہ راہ میں ایک بہت عظیم گروہ پڑا ہوا ہے، لوگ اپنے آپ کو اس سے کمزور دیکھتے ہوں، تو واجب نہیں۔ یوں ہی فتویٰ امام رازی وقول اسکاف وقول ثلجی وغیرہ، ان کی وجہ بھی وہی کہ غلبہ نہب وخوف فی الطریق ہے، اور ہرگز کوئی نہیں کہہ سکتا کہ شریف سے اس وقت یا پہلے کبھی بار بار نہیں ایک دفع بھی لوٹ مار کا یا قتل کا خوف ہوا ہو۔ اور اگر پہلے ایسا ہوا بھی ہوتا تو جب کہ اب نہیں اب کیوں فرضیت ووجوب ساقط؟۔ علما نے سقوط وقت غلبہ خوف فرمایا تھا، یا یہ فرمایا تھا کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ خوف غالب ہو گیا ہو تو اگر چہ پھر خوف زائل ہو جائے، وجوب وفرضیت ساقط ہی رہیں گے۔

یوں ہی درمختار وشامی کی عبارتوں سے کون سا لفظ ان کے مقصود کے موافق ہے، بلکہ مخالف مقصود ہے، مگر الٹی سمجھ کا کیا علاج۔ یہ ان کا گیارہواں افتراء ہوا۔

آج کل کے مہذبین کے فتاویٰ بے تہذیبی کے خیال سے اگر چہ آپ مضمون نگار کو خائن، مفتری، کذاب، دروغ باف، سارق، بے شرم، بے غیرت، بے حیا، نہ کہیں۔ مگر آپ کا دل بھی نہ کہے گا؟۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل مضمون نگار صاحب کو اتباع حق کی توفیق عطا فرمائے اور غیرت وحیا دے۔ آمین

مصائب حجاج آج نئے ہیں؟۔ کیا مضمون نگار نے عہد شریف سے پہلے ترکوں کے عہد میں حجاج کے مصائب کی داستان نہ سنی، اس وقت ان مصائب سے حج ناجائز کیوں نہ ہوا؟۔ اب کیوں ہوا؟۔ وجہ فرق بتاؤ۔ شریف کو حامی نصاریٰ کہنا، ہم بیان کر چکے ہیں کہ بدگمانی سے ناشی ہے، اور بدگمانی ناجائز وحرام ہے۔ مضمون نگار کا یہ بارہواں افترا ہوا۔

تحریرات کی پابندی پر اگر وہ مجبور ہیں کیا اعتراض ہے، کیا خود ترک نصاریٰ کے پابند نہ رہے۔ پھر وہی کہا جاتا ہے کہ بالفرض اگر یہ سب باتیں معاذ اللہ شریف سے بہ ثبوت صحیح شرعی ثابت بھی ہوں جب بھی اس سے حج پر کیا اثر کہ امن میں فرق نہ ہوا۔ اور یہ بھی فرض کرلو کہ جب امن میں خلل ہوا تھا، تو اب یقیناً امن موجود ہے اور بروجہ کامل موجود ہے۔ والماضی لایذکر. ذرا سی عقل والا ادنیٰ تامل سے بلکہ بے تامل اس نتیجے پر پہنچے گا کہ حضرت شریف ۔زید مجدہ ودامت معالیہ وبورکت ایامہ ولیالیہ۔ اب جب کہ خود برسر حکومت آزاد ہیں، اور بہت سے لوگوں نے انھیں خلیفہ بھی مان لیا ہے، ایسے وقت وہ امن عام بلکہ حجاج کے آسائش وآرام کے خیال میں کمی کریں گے، قطعاً یقیناً پہلے سے بہت زیادہ

اس کا لحاظ رکھیں گے، نہ کہ الٹا انہیں لوٹیں، قتل وغارت کریں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

بعض حاجیوں کا بعض صاحبوں کے نام کچھ دن ہوئے جو خط آیا ہمیں دست یاب ہوا ہے، مناسب ہوگا کہ ہم اس خط سے نقل کریں۔

نقل خط:

جس وقت یہ جہاز جدہ پہنچا ہے دن کے بارہ بجے ہوں گے، شریف کی طرف سے بڑے بڑے لوگ یہاں موجود تھے۔ ایک خط شریف کا حاجیوں کے نام سنایا گیا۔ اس میں حاجیوں کی تکلیف اور نقصان پر اظہار افسوس، اور اپنی طرف سے دعوت کا اعلان، اور جدہ سے مکہ تک کرایہ سواری معاف، اور قرنطینہ معاف۔ شریف مکہ کی طرف سے جب جدہ کے حاکم جہاز پر گئے تو لوگوں نے جہاز والوں کی شکایت کی، اگر صبح کو یہ جہاز جو آٹھ بجے آ گیا تھا نہ واپس کرتے تو ہمارا مال بچ جاتا، اور ان چینا لوگوں نے ہمارا مال چرایا ہے۔ فوراً حکم دیا گیا کہ جہاز کی تلاشی ہو، چناں چہ نہایت بڑھیا بڑھیا ریشم کے تھان اور ٹرنک بہت سامان جہاز سے برآمد ہوا، اس وقت خیال ہوا کہ اس جہاز میں ہم لوگ شہ سدان سے بیٹھے ہیں، وہ جہاز جس میں فرنگستان سے بیٹھے تھے، سب سامان اس میں ہوگا، سنا گیا ہے کہ اس کی تلاشی کے لیے بھی تار دے دیا ہے، خلاصی وغیرہ سب حراست میں لے گئے۔ ہم لوگ کشتیوں پر سوار ہو کر جدہ آئے۔ جدہ والے ہم لوگوں کی مصیبت پر اظہار افسوس کرتے اور جان کی سلامتی پر مبارک باد دیتے ہیں، اتوار کو ہمارا قافلہ مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔ منگل کی صبح کو خیریت سے خداوند عالم کے گھر پہنچ گئے۔ تمام تکلیف اور نقصان اسے ایک نظر دیکھنے سے پاسنگ بھی نہ تھا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ عہد شریف قرامطہ کے عہد خبیث کی طرح نہیں، قرامطہ کفرہ ملحدین مفسدین فی الدین فرقہ خارجیہ سے تھے، وہ اموال حجاج و مسلمین بلکہ ان کے دما کو شیر مادر جانتے اور سب کی تکفیر کرتے تھے، ان کا ادعا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد امام حق امام محمد بن حنیفہ بن مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں، اپنی نسبت زبردستی ان کی جانب بتاتے اور ان کی طرف بے اصل اقوال باطلہ منسوب کرتے تھے۔ ناپاک فرقہ عہد مکتفی باللہ میں ظاہر ہوا اور ان کا امام اول یحییٰ بن مہرویہ جب بغاوت وفساد کا علم لے کر اٹھا، اس میں اور خلیفہ میں بازار حرب گرم رہا یہاں تک کہ یحییٰ قتل اور جہنم واصل ہوا، اس کی جگہ اس کا بھائی حسین نامی ہوا، پھر اس کا چچازاد بھائی عیسیٰ بن مہرویہ، اس نے اپنا لقب ''مدثر'' اس زعم باطل پر رکھا کہ وہی سورہ مدثر سے مراد ہے، اس نے اپنے ایک غلام کا لقب ''نون'' رکھا اور اپنے لیے منبروں پر دعائیں کرتا رہا اور اس نے شام میں فساد برپا کیے، مکتفی باللہ نے ان پر جہاد کیا اور یہ تینوں قتل

ہوئے، اوران کے سر اتار کرشہروں شہروں عبرت وبشارت مسلمین کے لیے پھرائے گئے، ان کے بعدان کے اخلاف رہےان سے بہت سے مفاسد ظاہر ہوئے جس کا بیان آگے آتا ہے۔

امام العالم العلامۃ قطب الدین الحنفی نے اپنی کتاب ''الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام میں فرمایا:

''ومن أعظم الحوادث في أيامه ظهور القرامطة الملحدين الكفرة المفسدين أعداء الدين، فأول من خرج منهم يحيىٰ بن مهرويه القرامطي، ومحل خروجهم ودار ملكهم هجر، هم أباحية يستحلون دماء الحجاج والمسلمين، يدعون أن الامام الحق بعد نبي ﷺ محمد ابن الحنيفة بن على بن ابى طالب رضى الله تعالىٰ عنه، وينتسبون إقليه بالباطل، ويسندون إليه أقاويل باطلة لا أصل لها، ويكفرون من عداهم، وهم الكفرة قاتلهم الله تعالىٰ (ولما ظهر بالخروج يحيىٰ المذكور)جهز إليه المكتفي بالله جيوشاً واستمر القتال بينه وبين عسكر الخليفة الى أن قتل وسيق الى

جهنم وبئس المصير۔ فقام بعده أخوه الحسين وأظهر شانه بوجه الاسود، زعم أنها آيته، وظهر ابن عمه عيسىٰ بن مهرويه وتلقب بـ"المدثر" وزعم أنه المراد بالسورة الشريفة القرآنية، ولقب غلاماً مظلماً بالمطور بـ"النون" وسمى أمير المؤمنين وزعم أنه المهدى ودعا لنفسه على المنابر وأفسد بالشام وعتافيها فحوربوا، وقتل الثلاثة وخرت رؤسهم وطيف بها في البلاد في سنة احدى وتسعين، وخلف من بعدهم خلف ظهر منهم مفاسد، سيأتي ذكرها استطرادا،وتعب المسلمون كثيراً أمرهم إلى الله أن اخذهم الله تعالىٰ۔

اس کے زمانہ کا عظیم حادثہ قرامطہ ملحدین، کافرین، مفسدین، دشمنان دین کا ظہور ہے، ان میں سب سے پہلے یحییٰ ابن مہرویہ قرامطی نے خروج کیا، ان کا جائے خروج ودار السلطنت ہجر ہے، وہ فرقہ اباحیہ سے تھے، حاجیوں اور مسلمانوں کے خون کو حلال جانتے، اور دعویٰ کرتے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد امام برحق محمد ابن حنفیہ ابن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، زبردستی اپنے آپ کو ان کی طرف نسبت کرتے، بے اصل باطل اقوال ان کی طرف منسوب کرتے، اپنے غیروں کی تکفیر کرتے، وہ کافر ہیں، اللہ انہیں غارت کرے، جب خروج میں یحییٰ مذکور ظاہر ہوا تو خلیفہ مکتفی باللہ نے اپنا لشکر بھیجا، خلیفہ اور اس کے لشکر کے درمیان جنگ کا بازار گرم ہوا، یحییٰ قتل ہوکر جہنم رسید ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی

حسین اس کے قائم مقام ہوا، اور اپنے سیاہ چہرے کے ساتھ اپنی شان ظاہر کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کی نشانی بتایا، اس کے بعد اس کا چچازاد بھائی عیسیٰ ابن مہرویہ ظاہر ہوا، اپنا لقب "مدثر" رکھا، اور گمان کیا کہ سورہ مدثر شریف سے وہی مراد ہے، ایک کالے کلوٹے غلام کا نام "نون" اور اپنا نام امیر المؤمنین رکھا اور اپنے آپ کو مہدی گمان کیا، اپنے لیے منبروں پر دعائیں کراتا، اس نے شام میں سرکشی اور فساد برپا کیا، ان سے جنگ ہوئی اور تینوں کو قتل کرایا گیا، اور ان کے سر اتار کر ۲۹۱ھ میں شہروں میں انہیں گھمایا گیا، پھر ان کے ناخلف رہے جن سے بہت سی برائیاں ظاہر ہوئیں (جن کا ذکر لزوماً آگے آئے گا) جن سے مسلمان بہت پریشان ہوئے ان کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے۔ یہاں تک کہ اللہ ان کی پکڑ فرمائے۔

اسی اعلام میں ہے کہ...

خلافت میں پہلا ضعف وہ ہے جو ایام مقتدر باللہ میں طائفہ ملحدہ قرامطہ ظاہر ہوا، اس کے معتقدات ایسے فاسد تھے جو کفر تک پہنچانے والے تھے، وہ فرقہ ملعونہ مسلمانوں کے خون مباح جانتا اور اپنی نسبت محمد بن حنیفہ سے بتاتا، اور تمام مسلمین کو گمراہ جانتا تھا، ان سب میں پہلا نجس خبیث جو ظاہر ہوا ابوطاہر قرامطی تھا، اس نے مقام ہجر میں ایک مکان بنایا جس کا نام دارالہجرہ رکھا، اس نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ حج کعبہ سے نقل کر کے وہاں لے جائے۔ اللہ نے اس پر لعنت فرمائی اور اسے سخت رسوا فرمایا، اور اس کا فساد مسلمانوں میں یہاں تک زیادہ ہوا اور مسلمانوں کا خون اتنا بہایا کہ ان کا حال سخت پریشان ہوگیا، اور ان کی شوکت بڑھ گئی۔ اواخر ۳۱۷ھ مکہ معظمہ یوم الترویہ میں جب کہ حجاج اس ابوطاہر خبیث کے فتنہ سے محض لاعلم تھے، اچانک ابوطاہر قرامطی نے ایک لشکر جرار سے انہیں آگھیرا، اور یہ خبثا اپنے ہتھیاروں اور سواریوں کے ساتھ حرم میں گھس گئے، اور انھوں نے طائفین ومصلین ومحرمین کو قتل کیا، مسجد حرام اور مکہ معظمہ اور اس کی گھاٹیوں میں تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کو شہید کیا۔ یہ ایسی مصیبت تھی کہ اس جیسی مصیبت اسلام پر کبھی نہ آئی۔ یہ خبیث بحالت نشہ اپنی ننگی تلوار لے کر دوڑ پڑا، پھر اپنے گھوڑے کو بیت شریف کعبہ معظمہ کے پاس لے جا کر سیٹی دی، اس نے وہاں پیشاب کیا اور لید کی، حاجی بیت حرام کے گرد طواف میں مشغول تھے، اور تلواریں انہیں کاٹ رہی تھیں یہاں تک کہ مطاف شریف میں ۱۷۰۰ سو طائف محرم قتل ہوئے، چاہ زمزم اور مکہ کے جس قدر کوئیں اور گڑھے تھے سب اس خبیث نے شہدا سے پاٹ دیئے، اس ناپاک نے کعبہ معظمہ کا دروازہ اکھیڑ ڈالا اور یہ کہتا جاتا۔

انا باللّٰہ و باللّٰہ انا　　　　یخلق الخلق و یفنیھم انا

میں قسم خدا کی، اور قسم خدا کی میں، میں ہی مخلوق کو پیدا کرتا ہوں اور میں ہی فنا کت گھاٹ اتارتا ہوں

حاجیوں سے پکار پکار کر کہتا اے گدھو تم تو کہتے تھے کہ۔

﴿وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِناً﴾(۱)

جو حرم آجائے وہ امن والا ہے۔

اب دیکھو کہ تمہاری امن کہاں ہے، اور ہم نے یہ کچھ کیا۔ اس پر ایک صاحب نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اپنی جان پر کھیل کر کہا، جو تو سمجھا ہے اور جن معنی کا انکار کر رہا ہے، آیت شریف کے وہ معنی نہیں بلکہ اس کے تو معنی یہی ہیں کہ جو حرم میں داخل ہو جائے اسے امان دو۔ یہ سن کر اس خبیث نے اپنے گھوڑے کی لگام پھیری، اور ان صاحب سے کچھ نہ کہا۔ اللہ عزوجل نے ان کے اس عمل یعنی اللہ کی راہ میں سر ہتھیلی پر رکھ لینے اور اپنی جان سے دریغ نہ کرنے اور اس کافر (جسے اللہ نے رسوا کیا) کے رد کی برکت سے ان کی صیانت وحفاظت فرمائی، نجس ابوطاہر نے میزاب جو سونے کا پرنالہ ہے، اس کے نکال لینے کا ارادہ کیا۔ ایک قرامطی اسے اکھیڑنے آیا، جبل ابوقبیس سے ایک تیر آیا جس نے اس کے ٹینٹوے کو چھید ڈالا، اور وہ قرامطی مردہ گرا، ابوطاہر نے دوسرے کو اس کی جگہ اس شنیع حرکت پر مامور کیا تو وہ سر کے بل چھت سے نیچے آرہا۔ یہ دیکھ کر پھر تیسرے کو قلع میزاب کی ہمت نہ ہوئی، اس پر ہیبت چھا گئی، یوں ابوطاہر نے میزاب کو رہنے دیا اور کہہ دیا اسے اس وقت تک چھوڑ دو جب تک مہدی آئے۔ (اس طائفہ کے زعم باطل میں یہ تھا کہ مہدی انہیں میں سے پیدا ہوگا)

مکہ معظمہ کے یہ حضرات کرام کبرائے فخام شہید ہوئے، امیر مکہ ابن محارب اور حافظ ابوالفضل محمد بن الحسن ابن احمد الجارودی الہروی، یہ صاحب ایسے وقت شہید ہوئے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے حلقہ باب کعبہ تھامے ہوئے تھے، آپ کا سر مبارک بیت اللہ کے دروازے کی چوکھٹ پر گرا۔

اور ان کے بھائی فقہائے حنفیہ کے امام ابوسعید احمد بن الحسین البروعی، اور حضرت شیخ ابوبکر بن عبدالرحمن بن عبداللہ رہاوی، اور شیخ الصوفیہ حضرت علی بن بابویہ صوفی، اور حضرت شیخ محمد بن خالد زید بروعی، اور بہت کثیر علماء وصوفیہ وصلحا وحجاج خراسان وملک مغرب کی جماعت شہید کی گئی۔ ان کے اموال چھینے گئے، اور ان کے اہل وعیال قید کیے گئے۔ لوگوں کے گھر لوٹے گئے، اور مکہ معظمہ کے سکان قتل کیے گئے، مگر وہ جو پہاڑوں میں چھپ رہے۔ مکہ معظمہ کے مفرورین میں سے قاضی مکہ یحیٰ بن عبدالرحمن بن ہارون قریشی ہیں، یہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ وادی رہجان کی طرف نکل گئے تھے، قرامطہ خبثا نے ان کا

---

(۱) (پ ۲۶، سورہ فتح، آیت ۲)

گھر لوٹ لیا۔ تمام اثاث البیت اور اموال جو اس ایک گھر سے قرامطہ کے ہاتھ لگے تھے، ڈیڑھ لاکھ دینار کے تھے یہ قاضی مکہ اور جو باقی رہ گئے سب فقرا ہو گئے، اس برس کسی نے حج نہ کیا، نہ کوئی عرفہ میں ٹھہرا مگر وہ بہت تھوڑے لوگ جو اپنی جانوں پر کھیل گئے اور جنہوں نے اپنی ارواح کی کوئی پرواہ نہ کی، بے امام عرفہ میں ٹھہرے، اور موت کے لیے تیار ہو کر اپنا حج پورا کیا۔ ابو طاہر خبیث نے جتنا سونا چاندی خزانہ کعبہ میں تھا سب لوٹ لیا، اور غلاف کعبہ بھی اتار لیا۔ اس نے چاہا کہ مقام سیدنا ابراہیم صلوۃ اللہ علی نبینا وعلیہ سے وہ پتھر جس پر حضرت کا نشان قدم ہے، لے جائے مگر اس پر قادر نہ ہوا کہ خدام کعبہ نے اسے چھپا دیا تھا، اور مکہ معظمہ کی گھاٹیوں میں غائب کر دیا تھا۔ اس کے نہ ملنے کا اسے بہت صدمہ ہوا۔ پھر اس نے جعفر بن ابی علاج النبیا کو بلایا، اور حجر اسود کو اس کی جگہ سے اکھیڑ دینے کا حکم دیا۔ جعفر نے بعد عصر بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۳۱۷ھ بروز شنبہ حجر اسود اکھیڑ لیا، یہ ابو طاہر خبیث۔ اللہ نے جسے قتل کیا جس پر لعنت فرمائی، جسے رسوا کیا، اپنے زندقہ کے سبب یوں کہنے لگا۔

فلو كان هذا البيت لله ربنا — يصب علينا النار من فوقنا صبا

لأنا حججنا حجة جاهلية — محللة لم يتق شرقاً ولا غربا

وإنا تركنا بين زمزم والصفا — جنائز لاتبغي سوى ربنا ربا

اگر یہ گھر ہمارے پالن ہار اللہ تعالیٰ کا ہوتا تو وہ ہم پر آسمان سے خوب آگ برساتا، اس لیے کہ ہم نے زمانۂ جاہلیت کے طرز پر بغیر احرام حج کیا ہے۔ اسے مشرق و مغرب کا خوف نہیں، اور ہم نے بیر زمزم اور صفا کے درمیان میں کچھ ایسی لاشیں چھوڑی ہیں جو ہمارے پروردگار کے علاوہ کسی دوسرے رب کے طلب گار نہیں ہیں۔

اس کافر نے قبۂ زمزم پر کعبہ معظمہ کا دروازہ اکھیڑ لیا، گیارہ دن مکہ معظمہ میں رہا، یا چھ دن پھر اپنے شہر "ہجر" کو پلٹ گیا، اپنے ساتھ حجر اسود کو لیتا گیا اس ارادہ پر کہ وہ حج کعبہ سے اپنی مسجد ضرار کی طرف منتقل کر لے گا۔ اس مسجد ضرار کا نام اس نے دار الہجرہ رکھا تھا۔ حجر اسود کو اس نے اس مسجد کے ساتویں ستون جو صحن جامع مسجد کی جانب غرب سے متصل تھا، اس پر معلق کر دیا، بیس سال سے زیادہ حجر اسود اس غرض سے کہ لوگ اس کے سبب اس کی طرف کھنچ آئیں گے اور اس امید پر کہ حج اس کے شہر کی طرف منتقل ہو جائے گا، اس کے پاس رہا مگر اللہ اور اسلام اور شریعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے انکاری ہے۔ یہ مصیبت تمام مصائب اسلام سے اعظم اور یہ ضعف جوان فجرہ ولئام نے اسلام کو پہنچایا سب سے زیادہ قوی تھا جس کے سبب بندگان خدا کے جگر پگھل گئے۔ یہ فتنہ اتنا عام ہوا کہ شہری و دیہاتی کوئی اس سے نہ بچا،

یہاں تک کہ اللہ نے اس طائفۂ فاجرہ کو برباد کیا، اور اللہ عزوجل کے ید قاہرہ نے اسے پورے طور پر پارہ پارہ فرمادیا۔ منحوس ابوطاہر آکلہ میں مبتلا ہوا، اور اس کا گوشت کیڑوں کے ساتھ جھڑتا تھا۔ نہایت سخت اور بہت بری موت مرا۔ دنیا ہی میں وہ انواع واقسام کے عذابوں میں مبتلا ہوا۔ اور آخرت کا عذاب تو نہایت سخت اور باقی رہنے والا عذاب ہے۔ [یہ تھی علامہ مذکور کی زبانی کافرہ قرامطہ فاجرہ کے مظالم کی کہانی، اور شریف کی ظلم رانی سخت کذابوں گمراہوں یا نامعتبر مجاہیل کی زبانی ''فشتان مابینھا'' [اول تو یہی فرق بہت عظیم فرق ہے۔ حکم معتبر پر ہوتا ہے، نا قابل اعتبار پر حکم نہیں دے دیا جاتا۔ پھر یہ کہ اگر یہ مظالم شریف کی من گھڑت داستانیں ہم تھوڑی دیر کو صحیح بھی مانیں تو بھی ان دونوں میں عظیم فرق اور بون بعد ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔ شریف نے حجاج نہ فقط حجاج تمام مسلمانوں کے خون اور ان کے اموال کب مباح جانے۔ مسلمانوں کی تذلیل وتکفیر کس کے سامنے اور کہاں کی۔ شریف نے کب کہا کہ میں مدثر ہوں، اور قرآنی سورۃ مدثر میری ہی شان میں ہے۔ شریف نے اپنے یا اپنی اولاد میں سے مہدی ہونے کا دعویٰ کب کیا۔ شریف کے کیا کیا معتقدات کفر تک مؤدی ہوئے۔ شریف نے اپنے کس مکان کو دار الہجرہ ٹھہرایا۔ شریف نے کعبہ سے حج اپنے اس دار الہجرہ کی طرف منتقل کرلیا یا کرنا چاہا۔ کتنے مسلمانوں کا اس لیے کہ وہ مسلمان تھے، شریف نے خون بہایا۔ شریف کے زمانے میں ان کے خوف سے حج کب منقطع ہوا۔ شریف نے یوم الترویہ یا کسی دن حاجیوں کو کب گھیرا۔ مارا، لوٹا اور مکہ معظمہ کی گلی گلی میں کب خون بہایا۔ خود مطاف وغیرہ میں کتنے حاجیوں کو شہید کیا۔ شریف کے آدمی حرم محترم میں اپنی سواریوں پر چڑھے ہوئے کب گھسے۔ شریف نے زم زم وغیرہ شہدا سے کب پاٹے۔ شریف نے باب کعبہ معظمہ پر اپنے گھوڑے کو سیٹی دے کر پیشاب پاخانہ کب کرایا۔ شریف نے باب کعبہ کب ڈھایا۔ شریف نے یہ اس کی مثل شعر کب پڑھا

انا باللہ و باللہ انا یخلق الخلق و یفنیہم انا

شریف نے کب کہا کہ فلو کان ھذا البیت للہ ربنا الخ، شریف نے کیا ان میں سے کسی سے کہا کہ گدھو تم کہتے تھے حرم میں جو داخل ہوا وہ امن والا ہے، اب تمہاری امان کہاں گئی۔ کیا شریف نے میزاب کے اکھیڑ لینے کا کسی کو امر کیا۔ کیا اکھیڑنے والے کو جبل ابوقبیس سے تیر لگا۔ یا۔ وہ چھت سے اوندھے منہ آرہا۔ شریف نے کتنے حفاظ، اور کتنے علما، ائمہ اور کتنے مشائخ وصوفیہ اور کتنے حجاج ومحرم شہید کیے۔ مکہ معظمہ کے کتنے گھر لوٹے اور وہاں کے بسنے والے قتل کئے۔ شریف نے وہ پتھر جس میں قدم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقش تھا، کب لینا چاہا، شریف نے حجر اسود کب اکھیڑا، اور اپنے دار الہجرہ میں کتنے دن لے جاکر رکھا وغیر ذلک۔

الحمد للہ آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ شریف کا عہد شریف ہرگز قرامطہ ملعونین کے عہد خبیث کی طرح نہیں جس میں امن کا نشان نہ تھا، شریف کا عہد عہد امن ہے۔

مسلمانو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مضمون نگار صاحب نے وہ صریح کذب کہ ''جس کے بعد وہ سب کچھ ہوا جو عہد قرامطہ میں ہوا تھا'' کتنا ڈبل کذب بے تکان بکا۔ جھوٹ ہو تو ایسا تو ہو۔ آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ یہ ایک جھوٹ کتنے جھوٹوں پر مشتمل ہے۔ مضمون نگار صاحب کا یہ تیرہواں کذب وافترا ہوا، جو درحقیقت اپنے متعدد کذبات افتراءات کا مجموعہ ہے، مگر ہم ان کی رعایت سے اسے ایک ہی رکھتے ہیں۔

مضمون نگار صاحب کے طرف دار شاید یہ خیال کریں کہ غیظ وغضب کی حالت میں عقل زائل ہوجاتی ہے، نادانستہ ایسا لکھ دیا ہوگا مگر ہم انھیں اطمینان دلاتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ فتح القدیر سے جہاں کی عبارت مضمون نگار صاحب نے کایا پلٹ کرکے نقل کی ہے، وہاں یہ عبارت بھی موجود تھی:

وكذا أسقط بعضهم من حين خرجت القرامطة من الخوارج كانوا يستحلون قتل المسلمين وأخذ اموالهم وكانوا يغلبون على أماكن ويترصدون للحجاج وقد حجموا في بعض السنين على الحجيج في نفس مكة فقتلوا خلقاً كثيراً في نفس الحرم وأخذوا أموالهم ودخل كبيرهم نفسه في المسجد الحرام ودفعت أمور شنيعة ولله الحمد على أن عافى منهم۔

براہ چالاکی اپنا یہ کذب صریح چھپانے کو صاف کتر لی۔ معاندین حق کا کام بغیر افترا و کذب وخیانت کب چلا ہے، جو ان صاحب کا یہ کام بے ان کے چلتا۔ اگر معاذ اللہ یہ عہد شریف قرامطہ کے عہد خبیث جیسا بھی ہوتا تو بعض علما نے حج کو ناروا کب بتایا تھا، جواب ناروا ہوتا۔ کیا واجب نہ ہونے، فرض نہ ہونے، ساقط نہ ہونے کے معنی ناروا، ناجائز ہونا ہیں۔ بعض علما نے اگر فرمایا تو یہ فرمایا:

''لاأرى الحج فرضا'' یا ''لایجب'' یا ''أفتى الرازی من سقوط الحج عن أهل بغداد'' یا انھوں نے ''لایجوز'' فرمایا۔

فتح القدیر سے وہ عبارت اوپر گزری، جو مضمون نگار نے اپنی منشا کے مخالف ہونے کے سبب چھپالی تھی کہ... ''وقد سئل الكرخي عمن لايحج خوفاً منهم فقال: ماسلمت البادية من الآفات، أي: لاتخلو عنها لقلة الماء وشدة الحر وهيجان السموم، وهذا إيجاب منه رحمه الله تعالىٰ ومحمله أنه رأى الغالب اندفاع شرهم من الحاج۔

کیا امام کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے جو شرعاً ناجائز ہے واجب بتایا۔

اعلام الاعلام میں ہے: لم یقطع طوافہ علی بابویہ وجعل یقول:

تری المحبین صرعی في دیارھم کفتیة الکھف لایدرون کم لبثوا!

تو عشاق کو ان کے دیار میں بے ہوش دیکھے گا، جیسے اصحاب کہف کہ انہیں خبر نہیں کہ وہ کہف میں کس قدر ٹھہرے۔

والسیوف تقفوہ حتّٰی أن سقط میتاً۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ حضرت شیخ علی بن بابویہ صوفی قدس سرہ اور حجاج جو حرم محترم میں شہید ہوئے، کیا ان کے حج ناروا ہوئے، اس لیے کہ اچانک گھیر لیے گئے تھے، مگر انہوں نے بھاگنے کی کوشش بھی تو نہ کی۔ بھاگتے تو ممکن تھا کہ سب شہید نہ ہوتے، وہ اسی طرح پاؤں جمائے طواف وصلاۃ میں مشغول رہے، اور تلواریں انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹتی رہیں۔ مضمون نگار صاحب کے نزدیک امام کرخی حرام کو واجب ٹھہرانے والے، اور یہ حجاج شہدا معاذ اللہ حرام کار خود اپنے ہاتھوں اپنی جانیں ہلاک کرنے والے ٹھہرے، والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ حیا دے، آمین

تعجب تو یہ ہے کہ یہ ہندوستان میں فرضیت جہاد کے فتوے دینے والے اور جوان کے شریک کار نہ ہوں انھیں نامرد بتانے والے، اب شریف سے کیوں اتنے خائف ہیں۔ اپنے آپ کیوں نامرد ہوئے جاتے ہیں۔ شریف ان کے نزدیک معاذ اللہ کافر ہیں، تو ان پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔ لوگوں کو حج سے کیوں روکتے ہیں۔ خود جائیں اوراوروں کو لے جائیں۔ شریف پر جہاد کریں، کرائیں اور شریف کے پنجہ ظلم سے کعبہ چھڑائیں۔ ان کے دست ستم سے مخلوق کو نجات دلائیں۔ یہ کیا جبنیت ہے۔ بنیں مرد اگر ہمت ہے۔

بالجملہ: حج جن پر فرض ہے انھیں یقیناً فوراً فوراً حج کو جانا واجب ہے۔ مضمون نگار کا وہ مضمون محض باطل وجزاف اور مضمون نگار مسلمان کا سخت بدخواہ، بحکم حدیث عذاب نار سے سخت بے باک اور اس پر نہایت جری، آسمان وزمین کے فرشتوں کا ملعون، خود گمراہ، اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا۔ خود بدگمانی کے جرم میں مبتلا اور دوسروں کو بھی مبتلا کرنے والا۔ سخت مفتری وکذاب ودروغ باف اور خیر سے روکنے والا:

﴿مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ﴾(۱) بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا گنہگار۔

کے مصادیق میں شامل او ﴿یصدون عن سبیل اللہ﴾ میں داخل ہے۔ اس کا وہ قول کہ ''حج ناروا ہے'' ضلال واضلال اور اس پر وبال ونکال اور خلاف اسلام ہے۔

---

(۱) [سورۃ القلم: ۱۲]

مسلمانوں کو اس کے کہے سے حج سے رکنا حرام حرام حرام ہے،

عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ۔ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ۔ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ﴾(۱)

ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا، بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا۔

روکنے والا فاسق فاجر مرتکب کبیرہ مردود الشہادۃ ہے، اس کا اصل مقصد اس ساری سعی باطل اور کوشش ناحاصل سے یہ ہے، کہ شریف کی خلافت کو کوئی طاقت نہ پہنچ جائے۔ یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے۔ اس نے آخر میں اپنے دل کی کھول دی ہے۔ ملاحظہ ہو:

ایک خاص امر یہ بھی لائق تدبر ہے، کہ یہ زمانہ معذوری خلیفہ کا ہے، یعنی بمعونت اقتدار خلافت اور قیام خلیفہ عملاً نہیں ہے۔ لہذا وہ مسلمان جواب تک اپنے خلیفہ کو بحال نہ کر سکے اور نہ کوئی دوسرا خلیفہ جمہوری فیصلہ سے اب تک منتخب ہوا ہے، نہ اس کا کوئی نائب حقیقی متعین ہوا ہے، لہذا وہ حج کو کسی طرح نہیں جا سکتے۔ پس حکم واضح جلی یہ ہے کہ ادائے حج ناروا ہے، اور طاعت کو سبب معصیت بنانا ہے۔

عقل مند نے یہ نہ سمجھا کہ ہر کس و ناکس سے تو اپنی خلافت پر دستخط نہ لیے جائیں گے، تو عامہ کے لیے یہ حکم کیوں کر صحیح ہوگا، اگر ہوا تو خواص کے لیے ہو، پھر یہ کہ ایسی زبردستی خلافت شریف کا اقرار کیا قابل اعتبار، وہاں جو شریف کے خوف سے دست خط کرے گا کیا یہاں وہ اس کا اعلان نہ کر سکے گا کہ میں نے بحالت اکراہ کیے تھے۔ میں ہرگز شریف کی خلافت نہیں مانتا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

یہ عقل اور فتویٰ نویسی کا شوق۔ شرم شرم شرم۔ مسموع ہوا ہے کہ مضمون نگار صاحب کے جد اور مرشد زادے یعنی حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قدس سرہ کے صاحبزادے مولوی عبدالقدیر صاحب حج کے لیے کچھ دن ہوئے روانہ ہوئے ہیں۔ فرمائیں کہ انھیں بھی حج کو جانا حرام تھا یا نہیں۔ اور ان کا اور ان کے ہمراہیوں کا یہ حج مردود ہوگا یا مقبول۔ انھیں ان کے جانے کا حال معلوم ہوا یا نہیں۔ معلوم ہونے پر انھیں روکا یا نہیں۔ نہ روکا تو کیوں، اور روکا اور وہ نہ رکے تو کیوں، ان کا اور ان کے ساتھیوں کے لیے کیا حکم ہے؟۔ جلد جواب دیں۔ فقط

هكذا ينبغي التحقيق والله سبحنه ولي التوفيق والله تعالىٰ اعلم

---

(۱) [سورۃ القلم: ۱۰، ۱۱، ۱۲]

تقدیم رسالہ ''طرد الشیطان''

از فقیہ عصر حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی

جامعہ نوریہ، شام پور، رائے گنج، اتر دیناج پور

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے سچّے مصداق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل میں تھا دیکھی نہیں شکل رضا نارسا کتنا ہوں قسمت دیکھئے
غیب سے ہاتف نے مضطر دی صدا مفتی اعظم کی صورت دیکھئے

نیپال کی دھرتی پر آج کا یہ سیمینار جس عظیم شخصیت سے منسوب ہے، وہ امام احمد رضا کے شہزادے، استاذی و مرشدی، حضور مفتی اعظم ہند **رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ** کی ذات گرامی ہے۔ عربی میں مشہور کہاوت ہے: **الولد سر لابیہ**۔ بیٹا باپ کا نمونہ ہوتا ہے۔

جب ہم اس حقیقت نما آئینہ میں امام احمد رضا کے شہزادے، استاذی و مرشدی، حضور مفتی اعظم ہند **رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ** کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ذات بلاشبہ امام احمد رضا کی حسین و جمیل تصویر نظر آتی ہے۔

اگر درجنوں ایم۔ فل اور پی، ایچ، ڈی کے مقالات اور پچاسوں کتب و معارف کے باوجود امام احمد رضا کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کیا جا سکا ہے، تو آپ کی شخصیت پر بھی بیسوں مقالات و کتب اور جہان مفتی اعظم جیسے ضخیم نمبر چھپ کر منصۂ شہود پر آچکنے کے باوصف تعارف کا حق ادا نہیں ہو سکا ہے۔

☆امام احمد رضا نے اپنی عمر کے چودھویں سال نصابی تعلیم سے فارغ ہو کر پہلا فتویٰ لکھا۔ تو **الولد سر لابیہ** کا جلوہ دیکھئے کہ مفتی اعظم نے تقریباً چار سال کے فرق سے اٹھارہ سال کی عمر میں نصابی تعلیم سے فراغت پا کر پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔

رضاعت ہی میں قلمبند کیا۔

☆ پہلا فتویٰ لکھنے پر امام احمد رضا کو ان کے والد گرامی نے انعام عطا فرمایا تھا، تو مفتی اعظم کو بھی پہلا فتویٰ تحریر کرنے پر امام احمد رضا نے انعام سے نوازا۔

☆ امام احمد رضا کو مرید ہوتے ہی ان کے پیرومرشد حضرت خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی مارہروی علیہ الرحمۃ نے اجازت وخلافت سے نوازا، تو مفتی اعظم کو بھی پیدا ہوتے ہی ان کے پیرومرشد جانشین خاتم الاکابر، سیدنا ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمۃ نے مرید کیا اور خلافت عطا فرمائی۔

امام احمد رضا نے فرمایا ہے: بحمد اللہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم! ایک پر لکھا ہوگا **لاالہ الااللہ**۔ اور دوسرے پر لکھا ہوگا **محمد رسول اللہ**، تو مفتی اعظم نے بھی کہا ہے:

خدا ایک پر ہو تو اک پر محمد　　اگر قلب اپنا دو پارا کروں میں

☆ امام احمد رضا ۱۳۲۳ھ میں جب دوسری بار حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے تو آپ کی عمر اکاون سال تھی۔ وہاں آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے متعلق سوال ہوا تھا، جس کا جواب آپ نے ڈھائی دن کے کل آٹھ گھنٹوں میں کسی کتاب کی طرف مراجعت کئے بغیر برجستہ املا فرمادیا تھا، جسے مطالعہ کے بعد علمائے عرب نے فرمایا تھا:

هذه مواهب لاتدرك بيدالاكتساب: انها من معجزات نبيناصلى الله تعالى عليه وسلم اظهرها الله تعالى على يدهذاالامام۔ یہ کتاب وہبی ہے، اکتسابی نہیں۔ یقیناً یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جسے خدا نے امام احمد رضا کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا۔

اور جو آج اپنے تاریخی نام سے موسوم **"الدولة المكيه بالمادة الغيبيه"** کی صورت میں دنیا کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

حضور مفتی اعظم بھی ۱۳۶۵ھ میں جب دوسری بار حج وزیارت کے لئے تشریف لے گئے، تو محض چار برسوں کے فرق سے آپ کی عمر پچپن سال تھی؛ اور وہاں آپ سے حج وزیارت کے لئے ادا کئے جانے والے ٹیکس سے متعلق سوال ہوا تو آپ نے بھی بروقت کسی کتاب کا مطالعہ کئے بغیر، چند ہی نشستوں میں برجستہ جواب املا فرمادیا۔ جس کے تعلق سے ماہنامہ نوری کرن بریلی کے ایڈیٹر جناب امید رضوی صاحب نے اسی

زمانہ میں یہ افسوس ناک خبر شائع کی کہ:

> حضور مفتی اعظم نے قیام حرمین کے زمانہ میں علمائے حرمین کے سوال پر چند گھنٹوں میں ایک اہم رسالہ تحریر فرمایا مگر افسوس کہ جس بکس میں وہ رسالہ تھا واپسی کے وقت جدہ میں چھوٹ گیا۔ملخصاً'' (نوری کرن ،شوال وذوقعدہ۱۳۷۹ھ مطابق ،اپریل ومئی۱۹۶۰ء)

اس کے بعد ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، (مفتی اعظم ہند ص۶۴) مولانا سید شاہد علی رضوی (مقدمہ خلفائے مفتی اعظم ص۹۹) اور دوسرے مقالہ نویس وسوانح نگار اپنے اپنے لفظوں میں اسی کو دہراتے رہے۔شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا کہ:۔

> جب حضرت مفتی اعظم حرمین طیبین حاضر ہوئے تو اس ناخدا ترس، خوں خوار درندے کی قلمرو میں بیٹھ کر مکہ معظمہ میں اس نجدی ٹیکس کے حرام وگناہ ہونے پر انتہائی مدلل ومفصل عربی زبان میں فتوی لکھا جس کا نام ''**القنابل الذرية على اوثان النجدية**'' ہے جسے مطالعہ کر کے علمائے حرمین طیبین نے متفقہ طور پر فرمایا۔''**ان ھــــــــذا الا الھام**'' (انوار مفتی اعظم ص۲۵۶)

جن حضرات نے جو تحریر فرمایا، وہ، یا تو سننے والوں سے سن کر تحریر فرمایا۔یا۔بیان کرنے والے سے سن کر۔اصل کتاب کسی کے بھی سامنے نہیں رہی، کیونکہ وہ جدہ میں کھو چکی تھی۔**الحمدللہ**! کہ یہ فقیر نہایت ہی کدوکاوش سے اس کی قلمی نقل کا عکس حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔کتاب کا نام **القنابل الذرية على اوثان النجديه** نہیں، **طرد الشيطان عن سبيل الرحمٰن** ہے؛ اور تاریخی لقب **الطف التبيان فی حرمة الكوشان**۔البتہ شام کے علمانے اسے **القنابل الزرية على الكوشونات والضرائب النجدية** سے تعبیر فرمایا ہے۔

کتاب کی تقریب یوں ہوئی ہے کہ ۱۳۶۵ھ میں نجدی حکومت نے پہلی بار حج وزیارت کے لئے ٹیکس نافذ کر کے اس کے خلاف کچھ کہنے کو کڑی سزا کا موجب قرار دے دیا تھا، جس کی وجہ سے حُجاج کرام

میں اضطراب و بے چینی کی کیفیت تھی۔ دنیا بھر سے تشریف لائے ہوئے علماومشائخ ،حالات کے پیش نظر رخصت پرعمل کرتے ہوئے مُہر بہ لَب تھے۔ جب حضور مفتی اعظم پہونچے تو ایک رات مصر،شام،سوڈان وغیرہ سے آئے ہوئے چند اجلۂ علمائے کرام،مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی (میرٹھی) **علیہ الرحمة** کی ہمراہی میں حضور مفتی اعظم کی قیام گاہ پرتشریف لائے اور بند کمرہ میں صورت حال پیش کی۔ اس پرآپ نے حدیث پاک **افضل الجهاد كلمة الحق عند سلطان جائر** سب سے بہتر جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے'' کے پیش نظر رخصت کی بجائے عزیمت کی راہ اختیار کی اور فرمایا کہ آپ حضرات استفتا کریں، میں جواب لکھتا ہوں۔ چنانچہ ان حضرات نے وہیں استفتا مرتب کیا اور مستفتی کے خانہ میں اپنا اپنا نام و پتہ نہ دے کر جگہ خالی چھوڑ دی۔ حضور مفتی اعظم نے اپنے قلم سے **بعض اجلة علماء مصر وشام وسوڈان** تحریر فرما کر جواب املا کرانا شروع کیا تو: **الولد سر لابیه** کا ظہور اس طرح ہوا کہ **الدولة المكية** ہی کی طرح بروقت کسی کتاب کا مطالعہ کئے بغیر،چند ہی نشستوں میں،قران کریم کی پچاس آیتوں،تفسیر کی آٹھ کتابوں کی عبارتوں، اٹھارہ کتابوں سے سینتالیس حدیثوں، بقید جلد وصفحہ چاروں مذاہب کی پندرہ کتابوں کی عبارتوں،اور اکیس اشعار پر مشتمل فل اسکیپ سائز کے ۴۵صفحات برجستہ املا کرادئے۔

☆امام احمد رضانے **الدولة المكية** میں عالمِ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو جس ایمانی وعلمی انداز میں ثابت فرمایا ہے، وہ تو خاص اسی کتاب کا حصّہ ہے ہی، نثر میں عربی ادب کی بھی وہ ایک شاہ کار ہے۔ فرماتے ہیں:

زهر وبهر ☆ مما تقرر☆☆ان

شبهة مسلوات علوم المخلوقين

☆طرا اجمعين☆☆بعلم ربنا اله

العلمين☆ ماكانت لتخطر ببال

المسلمين ☆☆اماترى العُميانُ ان

علم الله ذاتى☆وعلمَ الخلق

عطائى☆☆...... علم الله

غير مخلوق☆ وعلمَ الخلق

مخلوق ☆☆علم الله

غیر مقدور ☆ وعلم الخلق

مقدور ومقهور ☆☆ علم الله واجب

البقاء ☆ وعلم الخلق جائز الفناء ☆☆

الدولة المكية کے اندر محسنات لفظیہ میں صنعت تجع کا نمونہ آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا۔ اب **الولد سر لابيه** کا جلوہ دیکھئے کہ مفتی اعظم نے بھی **طرد الشيطان** میں حج وزیارت ٹیکس کی حرمت کو جس ایمانی وعلمی انداز میں ثابت فرمایا ہے، وہ تو خاص اسی کتاب کا حصہ ہے ہی، نثر میں عربی ادب کی بھی وہ کیسی شاہکار ہے۔ خطبہ کا آغاز مالک دوجہاں سے فریاد کرتے ہوئے جن دعائیہ لفظوں سے کیا ہے، وہ یہ ہیں:

اللهم

یامجیب، یاقریب یارقیب، یاحسیب ☆ اجب

دعوتی ☆ وتقبل قربتی ☆☆

دعا کے بعد حمد یہ الفاظ ملاحظہ کیجئے!

الحمدلله الموفق للسداد ☆ محرم

العناد واللداد ☆☆

اب بارگاہ رسالت میں صلاۃ وسلام کی نذر دیکھئے!

افضل الصلاة واكمل السلام ☆ على

الرسل العظام والانبياء

الكرام ☆☆ وملئكة الله الملك

المنعام ☆ ذي الجلال والاكرام ☆☆ وآل

الرسول عليه السلام ☆ واصحابه

الفخام ☆☆ ــــــــــــ مادامت

الليالي والايام ☆ الى يوم القيام، بل على

الدوام ☆☆

نجدی حکومت کے تعلق سے حضور مفتی اعظم کا تیور ملاحظہ کیجئے!

والعجب كل العجب! من هذه الطائفة

الطاغية ☆ الفئة الظالمة الباغية ☆☆ التي

تدعی انها هی
المسلمة المحقة ☆ وبالقرآن والحديث
هی العاملة الناصبة ☆☆ تزعم
انها للخير كاسبة ☆ ومن كل
شر مانعة ☆☆ ولكل فساد دافعة ☆ ومن كل
شرير ومفسد حاسبة ☆☆ وبالصلح
والصلاح والاصلاح والعدل
قائمة ☆ وللجور والجبر والجفاء
حاسمة ☆☆ ومن الظلم واقعة ☆ ولاساس
الشرك
قالعة ☆☆ وللكفر دامغة ☆ ولشجرة البدع
قاطعة ☆☆ ولاصولها قامعة ☆ وعن
الفسوق والفجور ناهية ☆☆ وللمصالح
جالبة ☆ وللمفاسد سالبة ☆☆ وللقبائح
نافية ☆ وللمحاسن طالبة ☆☆ ولاتعلم
انها في الواقع هي
الخاطئة الآثمة ☆ الجائرة الجابرة
الظالمة ☆☆ وانها هي الآتية بكل
داهية ☆ وانها هي المؤقظة للفتن
الداهية ☆☆

اور خطاب کا انداز دیکھئے!

يا باغية، يا طاغية، يا مرتكب
الحرام ☆ يا موذية الحجاج
الكرام ☆☆ .... اما حللت ما حرم الله
تحليلها ☆ اما صددت سبيل الله

بها☆☆ ....

این انت واین ایمانک ☆این عملک واین حدیثک وقرانک ☆☆اقرانک هو هذا القران المنزل الموجود فی ایدینا المسلمین☆ام عندک غیره کالقران الموهوم للروافض الملعونین☆☆

اسی طرح ابتدا سے انتہا تک پوری کتاب مسجع ومقفیٰ عبارتوں کا نہایت ہی حسین وجمیل مرقع ہے۔اس پر عربی ضرب الامثال اور محاوروں کی بہار تو دیدنی ہے ۔مستزاد یہ کہ حاشیہ میں عربی ضرب الامثال اور محاوروں کا ترجمہ بھی **یقال فی لساننا** کہہ کر اردو ضرب الامثال اور محاوروں ہی کی شکل میں دیا گیا ہے۔جیسے: یہ مُنھ اور مسور کی دال۔

بس اپنے ہی مُنھ میاں مٹھو ہو۔

صورت تو دیکھئے۔ وغیرہ۔

استفتا کرنے والے چونکہ کئی ممالک کے علما تھے اس لئے مفتی اعظم نے اس کی کئی نقلیں کرانی چاہیں اور مسوّدہ معاوضہ پر ایک خوش نویس کاتب کے سپرد فرمایا۔اتفاق کی بات کہ جس مکان کے نچلے حصہ میں وہ خوش نویس کاتب رہتے تھے اسی مکان کی اوپری منزل میں امام احمد رضا کے معاصر،طرابلس کے رہنے والے ایک معمر عالم قیام پذیر تھے جو آپ کا شہرۂ کمال سن کر پہلے تو زیارت کے متمنی تھے مگر پھر متنفر ہو گئے تھے اور ملاقات نہیں کی تھی؛ کیونکہ مولانا طیب مکی رام پوری،جن کو تقلید کے موضوع پر امام احمد رضا سے مکاتبت میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی تھی،انہوں نے یہ کہہ کر موصوف کے کان بھر دئے تھے کہ امام احمد رضا ایک نئے فرقہ کے بانی ہیں،جن کے نزدیک ہر وہ شخص گمراہ وبے دین ہے جو کسی ایک مسئلہ میں بھی ائمہ اربعہ سے اختلاف رکھتا ہو،اگرچہ اختلاف رکھنے والا ان ائمہ کا معاصر ہی کیوں نہ سہی،نیز ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ سبحانہ تعالیٰ کے علم کے برابر ہے ۔**معاذالله رب العالمین!**

ایسا ہوا کہ ایک روز عصر کے بعد وہ طرابلسی عالم کسی ضرورت سے نیچے اترے تو نقل نویس کی صاف ستھری تحریر پر نگاہ ٹھہر گئی ۔ آدمی خوش مذاق تھے،رُک کر پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں آگے بڑھے ،حیرت واستعجاب میں ڈوبتے چلے گئے کہ حکومت وقت کے علی الرغم امام احمد بن حنبل کی سُنّت پر عمل کی جرأت دکھانے

والی آج وہ کون سی شخصیت ہے، جس نے عزت وآبرو اور مال وجان کی پروا کئے بغیر یہ کارنامہ انجام دیا ہے، اور وہ بھی عربی ادب کے ایسے شاہ کار کی صورت میں۔ بے ساختہ بول پڑے: **ان ھذا الا الھام**۔ یہ تو الہام ربانی ہے۔

ابھی جواب کا کچھ حصہ پڑھنے کو باقی ہی تھا کہ نقل نویس نے مغرب کی نماز کے لئے کاغذات سمیٹنے شروع کئے تو عالم موصوف بیتاب ہوگئے اور مصنف کی زیارت کا شوق فراواں لیئے نقل نویس سے ایک ہی سانس میں پوچھ ڈالا: مصنف کون ہیں ؟ رہنے والے کہاں کے ہیں اور قیام کہاں ہے؟ نقل نویس نے عرض کی کہ مجھے مصنف کے نام ومقام اور جائے قیام کی واقفیت تو نہیں، البتہ وہ گاہے گاہے تصحیح نقل کے لئے تشریف لاتے ہیں، آج نہیں آئے ہیں، اس لئے امید ہے کہ کل تشریف لے آئیں۔ جب وہ آئیں گے، میں آپ کو اطلاع دوں گا۔

رات گذری اور دوسرے دن دوپہر کے قریب مفتی اعظم تصحیح نقل کے لئے نقل نویس کے پاس پہونچے، تو اس نے کل کا ماجرا سنا کر اس عالم کو اطلاع دینے کی اجازت چاہی۔ حضور مفتی اعظم نے فرمایا: وہ عالم دین ضعیف ہیں تو انہیں یہاں آنے کی زحمت کیوں دی جائے؟ مجھے ہی ان کے پاس لے چلو! اس پر نقل نویس آپ کو لے کے اوپر پہونچا اور اطلاع دی کہ کتاب کے مصنف آپ کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ اس غیر متوقع اطلاع پر عالم موصوف کی دلی کیفیت کا جو عالم ہوا ہوگا، اگر آپ حضرات اس کا کچھ اندازہ کر سکتے ہوں تو کیجئے! جن کی آنکھوں نے یہ منظر دیکھا خود ان کا بیان ہے کہ عالم موصوف پیرانہ سالی کے باوجود جوانوں کی طرح لپکے اور سلام کے بعد مفتی اعظم سے بغل گیر ہوگئے۔ اور جب ان کو معلوم ہوا کہ حضور مفتی اعظم اسی امام احمد رضا کے فرزند ہیں جن سے وہ بدگمان ہیں تو نہایت ہی ندامت اور حسرت وملال کے ساتھ بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

> افسوس! طیب مکی نے مجھے گمراہ کیا اور میں امام احمد رضا کی زیارت سے محروم رہ گیا۔ جن کے فیض یافتہ کا عالم یہ ہے، خود ان کا عالم کیا رہا ہوگا؟ کاش! میں طیب مکی کے بہکاوے میں نہ آتا۔
>
> امام احمد رضا کے شہزادے! آپ کی کتاب نے میری آنکھیں کھول دیں۔ **سبحان اللہ**! آپ نے کتاب کیا لکھی ہے؟ حق وصداقت، علم ویقین، حق گوئی وبے باکی اور جرأت وہمت کو مجسمی پیکر عطا کر دیا ہے۔ **ان ھذا الا**

الہام۔یہ تو الہام ربانی اور فیضان نبوی ہے۔

پھر جس نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا، سب کی زبان سے یہی نکلا کہ **ان ھـــذا الا الھــام**۔یہ تو الہام ربانی اور فیضان نبوی ہے۔اور جب یہ تذکرہ عام ہوا کہ **الـــولـــد ســـر لابیـــہ**۔ کے سچے مصداق، امام احمد رضا کے شہزادے، مفتی اعظم، مصطفیٰ رضا بریلوی نے اس جبری ٹیکس کو حرام قرار دیتے ہوئے نجدی حکومت کو برملا فاسق وفاجر اور ظالم وباغی کہا ہے تو دنیا بھر سے آئے ہوئے حُجاج ،جن میں خواص وعوام ، علما ومشائخ ،اُمرا ووزرا اور شاہان وملوک سبھی تھے ،اس جبری ٹیکس کے خلاف ہم آواز ہو کر سراپا احتجاج بن گئے جس سے متأثر ہو کر حکومت نے بروقت ٹیکس کی موقوفی کا اعلامیہ جاری کردیا:

بدل جائے نظام ہر دو عالم آنِ واحد میں ـــــــــــــ اگر ضد پر کوئی آجائے دیوانہ محمد کا

مگر افسوس! کہ حجاج کرام کے واپس ہوتے ہی نجدی حکومت نے یہ ٹیکس دوبارہ نافذ کردیا جو آج تک نافذ ہی چلا آرہا ہے اور زبانِ حال سے کہہ رہا ہے:

زمانہ مدتوں سے منتظر سا ہے ـــــــــــــ کہ پھر منصور کوئی دار پر آئے

والسلام

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی غفرلہ

جامعہ نوریہ، شام پور، رائے گنج، اتر دیناج پور، بنگال

۷۸۶

بحولہ تعالیٰ وقوته وعونه وكرمه وفضله عز جلاله

طرد الشيطان

عن

سبيل الرحمن

ملقب بلقب

الطف التبيان في حرمة كوشان

۱۳۶۵

شروع التسويد فی اواخر شوال ۱۳۶۵ھ

وشروع التبييض فی اوائل ذی القعدة

وتمام تبييض هذه النسخة الرابعة

فی ۲۹ ذی الحجة الحرام

۱۳۶۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ۔أللهم هداية الحق والصواب

أللهم يامجيب، ياقريب، يارقيب ، ياحسيب، أجب دعوتي ،وتقبل قربتي ، وإليك قربتي، وارقب قولي، وحاسبني حساباً يسيراً ، بحق كفى بربك هادياً ونصيراً، واعف عني ، وارحمني ، واغفرلي خطيئتى ، وتب علي، إنك أنت التواب، وأعطني على الصواب إن أصبت جزيل الثواب ، ياكريم ياوهاب ، وعافني عن الحساب، يوم الجزاء: الثواب والعذاب، سبحنك لاعلم لنا إلا ماعلمتنا إنك أنت العليم الحكيم۔

الحمد لله الموفق للسداد، محرم للعناد واللداد، الذى جعل مكة المكرمة والطيبة الطابة خيرالبلاد ، وجعل البيت الكعبة مثابة للناس ، وقبلة العباد ، وأمنا من الفساد ، فيه ايات بينت: مقام إبراهيم ومن دخله كان أمنا.وجعل الروضة المنيفة فى المدينة الشريفة لسيدالاسياد، قبلة الكعبةالكريمة اللطيفة إلى يوم التناد، وجعل الكعبة البيت الحرام للناس قياماً. وبهاجعل المسجد الحرام حراماً، والبلد الأمين أميناً، بل حوالي البلد حراماً أمناً، وفرض الحج على الأفراد الذين لهم زاد وراحلة وأمن الطريق وصحة الأجساد، بأحد أنواعه القِران والتمتع والافراد بقوله:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْن﴾(١)

والعياذ بالله المتين منه ومن كل كفر مهين، وبوّأ لسيدنا الكريم، الأوّاه الحليم، خليله ابراهيم۔ عليه الصلاة والتسليم ۔ مكان البيت ،

---

(١) [سورة ال عمران:٩٧].

وقال:

﴿لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ (١)

وأمره بالتاذين بقوله:

﴿ واذن فى الناس بالحج يأتوك رجالا وعلى كل ضامر يأتين من كلُ فج عميق . ليشهدوا منافع لهم ويذكروا اسم الله فى ايام معلومات على مارزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها واطعموا البائس الفقير ، ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا بالبيت العتيق ، ذلك ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه﴾(٢) (العزيز العلى العظيم) . وجعل المسجدالحرام سواءٌ العاكف فيه والباد .

وقال: ﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾(٣)

وسواء على السواء لكل من غني وأمير، ومفلس وفقير، وصغير وكبير، وعزيز وذليل وحقير، في الدنيا عند الناس من قطمير، ووضيع وشريف ، وقوى وضعيف، ومقيم ومسافر، وبلدي وبدوي، ومطيع مفترض ومتنفل ، حاج ومعتمر، وأمر ومؤتمر، وراع ومرعي، ومتورع ومتقي ، وعاص فاسق وفاجر، الا كل مشرك وكافر، ومرتد غادر، مناع للخير ، معتد أثيم ، عتل بعد ذلك زنيم ، بقوله:﴿فاذا انسلخ (١) الأشهر الحرم

---

(١)۔فيه رد شديد على هؤلاء المردودين عليهم ، فان الله تعالىٰ أمر بقتل الكفار وأخذهم واحصارهم والقعود لهم على كل مرصد بعد انسلاخ الأشهر الحرم ، وهؤلاء المردودون يحصرون المسلمين ، وللمؤمنين يقعدون ، ويرصدون الحاجين والمعتمرين ، ويصدونهم عن سبيل رب العالمين في الأشهر الحرم۔١٢ منه عفى عنه

---

(١) [سورةالحج:٢٦]

(٢) [سروة الحج:٣٠]

(٣) [سورةالحج:٢٥]۔

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ﴾[سورة التوبة:٥]

قال تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزكاة فخلوا ـ ١ سبيلهم ان الله غفور رحيم﴾ ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ(٢) فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ﴾(١)

وقوله: ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَن يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ الله شَاهِدِينَ عَلَى أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ﴾(الاية)(٢)

وقوله :﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ

ـ ١ ـ هذا رد بازغ من المولى العظيم على هؤلاء الصادين والسادين والطاردين والرادين الماردين مردة الشياطين ،المارقين من الدين مروق السهم من الرمية، والخارجين منه خروج الشعرة من العجين الذين لايخلون سبيل البلد الأمين، وبلد حجة للعالمين ، للحاجين والزائرين، حتى ياخذوا منهم المكس اللعين ـ ١٢ منه

ـ ٢ ـ فيه رد قاهر ظاهر، زاهر باهر، على هؤلاء المانعين أمرالله تعالىٰ عن المؤمنين، باحصار المشركين، بعد انسلاخ الأشهر الحرم والقعود لهم على كل مرصد الى توبتهم وبعد اسلامهم بتخلية سبيلهم، وأمر باجارة المبشرك المستجير واحضاره لسمع كلام الله ثم بابلاغه مأمنه، وهؤلاء يحصرون المومنين فى الأشهر الحرموو يقعدون بكل صراط يترصدونهم على كل مرصد، ولايخل أحدا أحد حتى يأخذ الكوشان أن أدى خلى والارد، ولايجير المؤمنين الا به، ولاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم ـ في أمثال المقام عندنا يقال في ضرب الامثال ع :ببيں تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا ، أى :انظربكم من تفاوت بين المسلمين من أين الى أين ـ منه عفى عنه۔

---

(١) [سورة التوبة:٦]۔

الحرام بعد عامهم هذا وإن خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله إن شاء إن الله عليم حكيم﴾(١)

وجعل ﴿إن الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت أو اعتمر فلا جناح عليه أن يطوف بهما ومن تطوع خيرا فإن الله شاكر عليم﴾(٢)

وامر الخليل، وابنه الجليل الجميل، سيدنا اسمعيل ـ عليهما الصلاة والسلام بالتبجيل بالتطهير۔ فطهر البيت للطائفين والمصلين والعاكفين للذكر والتذكير، بأيام الله القادر القدير، المتعال المقتدر، وتعظيم الشعائر﴿ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب﴾(٣)

وحرم تحليلها والشهر الحرام وغيرهما من الشعائر بقوله تعالىٰ:﴿ يأيها الذين آمنوا لا تحلوا شعائر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدى ولا القلائد ولا آمين البيت الحرام يبتغون فضلا من ربهم ورضوانا وإذا حللتم فاصطادوا ولا يجرمنكم شنآن قوم أن صدوكم عن المسجد الحرام أن تعتدوا﴾(٤)

وتعظيم حرمات الله والمشاهد والمشاعر من تعظيم المعبود الكريم الودود، الحميد المحمود الذي لم يكن له كفوا أحد ولا والد ولا مولود . ﴿ومن أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها أولئك ما كان لهم أن يدخلوها إلا خائفين لهم في الدنيا خزي ولهم في الآخرة عذاب عظيم﴾(٥)

﴿ألا لعنة الله على الظلمين﴾(٦)

﴿وسيعلم الذين ظلموا أي منقلب ينقلبون ﴾(٧)

---

(١) [سورة التوبة:٢٨]۔

(٢) [سورة البقرة:١٥٨]۔

(٣) [سورة الحج:٣٢]

(٤) [سورة المائدة:٢]

(٥) [سورة البقرة:١١٤]

(٦) [سورة هود:١٨]

(٧) [سورة الشعراء:٢٢٧]

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ يُخَادِعُونَ اللّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنفُسَهُم وَمَا يَشْعُرُونَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّهُ مَرَضاً وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ قَالُواْ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَـكِن لاَّ يَشْعُرُونَ﴾(١)

﴿وَأَذَانٌ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الأَكْبَرِ أَنَّ اللّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ﴾(٢)(الأمين المكين)،خصوصاً، ومن سائر الكافرين عموماً، كائناً من كان من الكفرة والمرتدين، عباد الشيطان، ابليس اللعين، وحرم الرفث فی الحج لتعظيمه والفسوق والجدال ، وبالباطل أكل الأموال في جميع الأحوال الا مخمصة ـ والادلاء به الى الحكام بلاواسطة أو بواسطة العمال ، بقوله ذي الجلال،﴿فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾(٣)

وقوله تعالیٰ:﴿وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُواْ بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُواْ فَرِيقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾(٤)

وأنزل أيضاً في القرآن في تحريمه قولاً كريماً، آخر عظيماً،﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً﴾(٥)

وحرم قطع الطريق، وجعله محاربة اللّٰه ورسوله ، وأعد للقاطع في الآخرة عذاباً أليماً ، عظيماً مهيناً، وفي الدنيا خزياً مبيناً، بقوله:﴿إِنَّمَا جَزَاء الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَاداً أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(٦)

---

(١) [سورۃالبقرۃ:٨،٩،١٠،١١،١٢]
(٢) [سورۃالتوبۃ:٣]
(٣) [سورۃالبقرۃ:١٩٧]
(٤) [سورۃالبقرۃ:١٨٨]
(٥) [سورۃالنساء:٢٩]
(٦) [سورۃالمائدۃ:٣٣]

وحرم البخس وسعي الفساد، والقعود بكل صراط للتخويف والصد عن السبيل لاسيما سبيل رب العباد بقوله:﴿وَلَا تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلَا تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾(١)

﴿وَلَا تَقْعُدُواْ بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُواْ إِذْ كُنتُمْ قَلِيلاً فَكَثَّرَكُمْ وَانظُرُواْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾(٢)

ألـلهم يـاأعـلى الـذات، يـاعـظيم الصفات، يارؤوف ، ياعطوف، ياقديم المعروف، ياكريم الآلاء والنعمات، لو جهك الكريم الحمد، ولك الشكر في جميع الحالات، لك الصلوات والتحيات والطيبات في جميع الآنات۔

والصلوات الزكيات الزاهرات، والتسليمات الباهرات، وأنمى البركات ،وأمنى التحيات على حبيبك أشرف البريات، محبوبك أفضل الكائنات ، نبي الحمدوالرحمة ، هادي سبيل السلام ، سيدالرسل الكرام ، محمدالمصطفىٰ، المجتبىٰ المرتضى ، الملتجى المرتجىٰ ، أفضل أنبيائك ، أعظم آلائك ، أحمدرضائك ، الذي أثنى عليك الثناء حتى جاء عين ثنائك ، درّك المكنون، وسرّك المخزون، سرور القلب المحزون، نورالأفئدة والعيون، عالم ماكان وما يكون، قرة الأبصار البصائر، المنزه عن الأشباه والأمثال والنظائر، سراج أفقك ، قاسم رزقك ، عروس ملكك ، وزينة عرشك ، مالك ملكك بتمليكك ، خليفة الله الأعظم ، ونائبه الأكبر الأفخم ، الذي تحت لو ائه خليفة الله سيدنا آدم ، الانسان الأكمل الا بجل الأكرم ، الذي علمته مالم يعلم ، الذي كان تحليله كتحليلك ، وتحريمه كتحريمك ، المأذون بالشفاعة الكبرى ، المتصرف في الكونيات بتكوين مكون الكائنات بماشاء في الدنيا والأخرى ، قاضي الحاجات ، واهب المرادات، كشاف المعضلات ، دفاع البليات والمصائب ، حلال المشكلات

---

(١) [سورةالاعراف:٨٥]

(٢) [سورةالاعراف:٨٦]

والنوائب ، الذي أنزلت عليه القرآن ، هو له لكل شئ تبيان ، ومثله معه يارحمٰن ، الذي جعلت له الدنيا وما هو كائن فيها الى يوم القيامة مثل أكف ينظر كالعيان ، صلى الله تعالىٰ عليه وآله وصحبه وبارك وسلم ، وشرف ومجد وكرم ، أللهم هذا هوالمحبوب الجميل، والمطلوب الجليل، عليه الصلوات والتحيات ، في جميع الساعات ، وسائر اللمحات، بألوف التكريم والتبجيل ، وصنوف التعظيم والتفضيل ، ﴿النَّبِیَّ الْأُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَالْإِنْجِیْلِ﴾(١)

﴿یَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ أُنْزِلَ مَعَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾(٢)

(والذين لم يتبعوه أولئك هم الخاسرون) فماحرم هذا الحبيب أحب أحباك ، أفضل خلفائك، هو مثل ما حرمت على عبادك ، ياخير مالك،"فانه ﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾(٣)

وهذا الحبيب الكريم، الرؤوف الرحيم۔ عليه الصلاۃ والتسليم۔ يقول: وما يقول هو بالله واجب القبول۔

((انّ الله تعالیٰ يدنو من خلقه فيغفر لمن يشاء الا لبغي بفرجها أو عشار)) (٤)

ويقول:((لايدخل صاحب المكس الجنة))(٥)

رواه الامام أحمد والدارمي وأبوداود وابن خزيمة فى صحيحه والحاكم عن عقبة

---

(١) [سورۃالاعراف:١٥٧]

(٢) [سورۃالاعراف:١٥٧]

(٣) [سورۃالنجم:٣]

(٤) (المعجم الكبير للطبراني۔باب: كلاب بن اليه٩/٥٤)

(٥) [مسند أحمد ٢١١/٨٢]

بن عامر رضی الله تعالیٰ عنه . [ويقول: ((ألا لاتظلموا . ألا لايحل مال امرئ مسلم الا بطيب نفس منه))-(۱)

ويقول: ((اياكم والظلم، فان الظلم ظلمات يوم القيامة)) (۲)

ويقولِ: ((من مشى مع ظالم ليعينه وهو يعلم أنه ظالم، فقد أخرج ربقة الاسلام عن عنقه)) -(۳)

ويقول: أعيذك يا كعب بن عجرة من أمراء يكونون من بعدي، فمن غشى أبوابهم، وصدقهم في كذبهم، وأعانهم على ظلمهم، فليس مني ولست منه، ولايرد يوم القيامة على الحوض)).(٤)رواه الترمذي والنسائي باسناد هما عن كعب بن عجرة رضى الله تعالىٰ عنه مرفوعاً الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم . [ويقول: ((الظلمة وأعوانهم في النار-)). رواه الديلمي عن حذيفة رضى الله تعالىٰ عنه -[ويقول :((ان الشيطان قد يئس(۱)أن تعبده الأصنام في أرض العرب، ولكن سيرضى منكم بما هو دون ذلك بالمحقرات وهي الموبقات، فاتقوا الظلم مااستطعتم، فان العبد ليجيء يوم القيامة بأمثال الجبال من الطاعات، فيرى أنهن سينجينه، وما يزال العبد

---

(۱)الله أعلم ماتقول هذه الطائفة التي تجعل المسلمين مشركين بعد هذا الحديث الشريف المبين- وأورد الامام الغزالي قدس سره العالي في مكاشفة القلوب هذا الحديث وقال: فاتقوا الله عبادالله! مظالم العباد بأخذ أموالهم والتعرض لأعراضهم وتضييق قلوبهم واسأة الخلق في معاشرتهم ۱۲منه

---

(۱) (سند أحمد -حديث عم ابى حرة-۲۹۹/۳٤)

(۲) (التفسير الوسيط للواحدى-سورة الحشر ۲۷٤/٤)

(۳) (الدر المنثور فى التفسير -باب ۲-۱۲/۳ ۱ الآحاد والمثانى ۳۳۳/٥)

(٤) (سنن الترمذى -باب ذكر فى الصل ۱ /۷٥۳اة)

(حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ۲۱/٤)

يجيء فيقول: ان فلاناً ظلمني بمظلمة فيقول أمح من حسناته وما يزال كذلك حتى لايبقى من حسناته شيء، ويقول: المفلس(٥)من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكوة، وقد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فان فنيت حسناته قبل أن يقضي ماعليه أخذ من خطايا هم وطرحت عليه، ثم طرح في النار)).(١)

[ويقول :((ان الناس اذارأو االظالم فلم يأخذوا على يديه أوشك أن يعمهم الله بعقاب))(٢).رواه ابو داود .

[ويقول:((كلا والله لتأمرن بالمعروف، وتنهون عن المنكر، ولتأخذن على يدي الظالم)).(٣)۔(رواه ابو داود)

---

(٥)قال الامام الغزالي في مكاشفة القلوب بعد هذاالحديث فانظر الى مصيبتك في مثل هذا اليوم اذ ليست تسلم لك حسنة من افات الرياء ومكائد الشيطان، فان سلمت حسنة واحدة في كل مدة طويلة ابتدرها تخصماء ك وأخذوها ولعلك لو حاسبت نفسك وأنت مواظب على صيام النهار وقيام الليل لعلمت أنه لا ينقضي عنك يوم الا ويجري على لسانك من غيبة المسلمين مايستوفي جميع حسناتك فكيف ببقية السيئات من أكل الحرام والشبهات والتقصير في الطاعاتو كيف ترجوالخلاص من المظالم(الى) فكيف أنت يا مسكين! في يوم ترىٰ صحيفتك خالية عن حسنات طال فيها تعبك وتقول: أين حسناتي فيقال: نقلت الى صحيفة حضمائك وترى صحيفتك مشحونة بالسيئات (الى) وتقول: يارب هذه سيئة ماقارفتها قط ،فيقال: هذه سيئات القوم الذين اغتبتهم وشتمتهم وقصدتهم بالسؤ وظلمتهم الخ ١٢ منه

---

(١) (تفسير البغوى ١٩/٧ ١) . (٢) (سنن ابى داؤد باب الأمر والنهى ١٢٢/٤)

(٣) (سنن ابى داؤد باب الأمر والنهى ١٢١/٤)

وأيضا روى بزيادة: أو ليضربن الله بقلوب بعضكم على بعض ثم يلعنكم كما لعنهم ـ

والعياذ بالله رب العلمين ـ

[ويقول :((لاضرر(٦)ولا ضرار)).

ثم افضل الصلاة وأكمل السلام على الرسل العظام والانبياء الكرام ، ملائكة الله الملك المنعام ، ذى الجلال والإكرام ـ وعلى الرسول ـ عليه السلام ـ اصحابه الفخام ، نجوم الهداية والمستنيرين بنور من هو منور بدر التمام، وعلى وليـاء أمته، وعلماء ملته الأعلام ، أئمة دينه ذوي الاحترام . لاسيما الامام الأعظم والهمام الأفخم ، أبي حنيفة الكوفي سراج الأمة . وقطب الإرشاد، مرجع لأوتاد، الغوث الاعظم ، والغيث الأكرم، محي الدين والشريعة سيدنا الشيخ عبدالقادر الجيلاني الحسني الحسيني كاشف الغمة ـ قدس الله سرهما النوراني، رضى الله تعالىٰ عنهما وعن سائر الأئمة مادامت الليالي والأيام، إلى يوم القيام، ل على الدوام .

أما بعد: فيأيهاالسائل ، المستفصل بين الحق والباطل ، قد ظهر لك مما تلونا عليك في الخطبة من الآيات الزاهرات، وألقينا عليك من الأحاديث الباهرات، إن هذه الأمور التي سألت عنها أمور الفسوق والفجور، ع: حرام ، حرام ، حرام ، حرام أىّ حرام ﴿ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾(١) صنيعات شنيعات ، بدعات قبيحات، خبيثات فظيعات ، كلها ظلم وجور بلا مجال الكلام

---

(٦)ـرواه الإمام أحمد وابن ماجه عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما ـ وفي حديث: ملعون من ضار مؤمنا أوماكربه ـ رواه الديلمي في مسند الفردوس ـ ١٢ منه(سنن ترى باب ما جاء فى الخيانة ٣٩٦/٣)

---

١) [سورةالنور: ٤٠]

هـذه الـضـريبة الـخبيثة ، الشـنيـعة القبيحة، اللعينة الفظيعة، المسماة بالكوشان ، لاشك أنها كقطع الطريق كبيرة فضيحة۔﴿مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ﴾(١)

فلاريب أنها من صنيع الشيطان ، وطغيان أى طغيان ، صد عن سبيل الرحمن ، وقطيعة الحج من أكثر المسلمين ، وسد بابه على أكثر المؤمنين ۔ أعاذنا الله تعالیٰ منه ومن كل عصيان ۔ واسعاف المرام الحرام ، للنصارى اللئام، من قديم الزمان ، أضاربوا هذه الضريبة لايخافون من قهر القهار الديان ، أن يخزيهم في الدنيا والاخرة في كل زمان ومكان ، ويخذلهم في جيع الأمكنة والازمان ، ويذلهم بكل ذلة ويهينهم بكل هوان ، ويلعنهم ويعذبهم ويسحتهم ويأمر ملائكته أن يضربوهم يوم القيامة فوق أعناقهم ويضربوهم كل بنان ، ثم يطرحوهم في أسفل طبقات النيران۔

ياللعجب! كيف عموا وصموا عن تلك الآيات القرآنية ، والاحاديث النبوية، هؤلاء الذين يزعمون اتباع الكتاب المبين والسنة السنية لسيدالمرسلين۔ صلى الله تعالیٰ عليه واله الطيبين، وصحبه الطاهرين، وبارك وسلم۔ ويدعون أنهم هم أهل الحديث والقرآن ، ليس الا ويكفرون غيرهم جهاراً ويشبهونهم سواء في الشرك بعبدة الأوثان ، ويصرون على أن من لم يتبع ملتهم المبتدعة مبتدع اصراراً مراراً وأنه مسلوب الإيمان ، ليس له حظ من الاذعان والإيقان، وكيف ذهلوا عن هذا الحديث لأبي داؤد۔ أما رأوا مع ذلك الادعاء وجود العينين لأكثرهم بالعيان ، حدثنا مسدد ، ثنا أبومعاوية ، عن هلال بن حبان ، عن ميسرة أبي صالح ، عن سويدبن غفلة قال: سرت ، أو قال: أخبرني من سار مع مصدق النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم. فإذا في عهد رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم . ألا لاتأخذ من راضع لبن ولاتجمع بين مفترق ، ولاتفرق بين مجتمع ، وكان إنما يأتي المياه ترد الغنم ، فيقول: أدوا صدقات أموالكم ، قال فعمد رجل منهم الى

---

(١) [سوره يوسف:٤٠]

ناقة كوماء، قال: قلت: يا أباصالح! ماالكرماء؟ قال: عظيمة السنام، قال: فأبىٰ أن يقبلها، قال: إني أحب أن تأخذ خير ابلي، قال: فأبىٰ أن يقبلها، قال: فخطمها له أخرى دونها، فأبى أن يقبلها، ثم خطم له أخرى دونها، فقبلها وقال: إني آخذها وأخاف أن يجد على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ويقول لي: عمدت إلى الرجل فتخيرت عليه ابله(سنن ابی داؤد باب فی زكاة السائمة) .]

وعن هذاالحديث عن أبي بن كعب قال: بعثني رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مصدقاً، فمررت برجل فلما جمع مالاً لم أجد فيه إلاإبنة مخاض، فقلت له :ادّ ابنة مخاض فإنها صدقتك، فقال: ذاك مالا لبن فيه ولا ظهر، ولكن هذه ناقة فتية عظيمة سمينة فخذها، فقلت له: ماأنا باخذ مالم أومر به، وهذا رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم منك قريب، فإن أحببت أن تأتيه فتعرض عليه ماعرضت عليّ فافعل، فإن قبله منك قبلته، وإن ردّه عليك رددته، قال: فإني فاعل، فخرج معي وخرج بالناقة التي عوض عليّ حتى قد منا على رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم فقال له: يانبي الله !أتاني رسولك ليأخذ مني صدقة مالي، وأيم الله ماقام في مالي رسول الله ولارسوله قط قبله، فجمعت له مالي فزعم أن ماعلي فيه ابنة مخاض، وذلك مالا لبن فيه ولاظهر، وقد عرضت عليه ناقة عظيمة فتية ليأخذها فأبى عليّ وها هي ذه، قد جئتك بها يارسول الله! خذها، فقال له رسول الله: ـصلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلمـ ذاك الذي عليك، فان تطوعت بخيراً جرك الله فيه، وقبلناه منك، قال: فهاهي ذه يارسول الله! قد جئتك بها فخذها، فأمر رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بقبضها ودعا له في ماله بالبركة .(١)ـوعن هذ الحديث عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بعث معاذاً إلى اليمن فقال: انك تأتى قوماً أهل كتاب فادعوهم إلى شهادة أن لاإله إلا الله وأنى رسول الله ـ فإن هم

(١) .(سنن ابی داؤد باب فی زکاة السائمة ١٠٤/٢)

أطاعوك لذلك فأعلمهم أن الله افترض عليهم خمس صلوات في كل يوم وليلة، فإن هم أطاعوك لذلك فأعلمهم أن الله افترض عليهم صدقة في أموالهم، تؤخذ من أغنيائهم وتؤد في فقرائهم، فإن هم أطاعوك لذلك فإياك وكرائم أموالهم، واتق دعوة المظلوم، فإنها ليس بينها وبين الله حجاب .(۱)۔

وعن هذاالحديث عن أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: (۷)المعتدي في الصدقات كمانعها.(۲)۔ .

وعن هذاالحديث : ومن سأل فوقها فلاتعطه.(۳)۔

الله الله ! أين هذا من ذاك، أين السمك من السماك، وأين الأرض من السماء، وأين الثرى من الثريا، وأين فرض الله الزكوٰة من هذه الضرائب الملعونة من الملعونات، واين التخيير من الأموال، من ذلك التجبر والجوز بسلب المال، وهل الأخذ من الفقراء، والانتهاب للأنفس والأهل والعيال، وغيرها ولصرفها في محرمات الأشغال، والأفعال، إلاموجب للوبال، وهل التمول وكنزالأموال إلامستحق للنكال، وهل القدر الكثير كاليسير۔يابصير۔

الله الله !العظمة والكبرياء لله، الصحابة الكرام خافوا غضب رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم على التخيير بعد علم الرضاء من أهل المال، بل التمني والرجاء والاصرار، وبعد هذا القيل والقال ماتخيروا، وبعد الإحضار لم يقبلوا منهم الكرائم، ولم يأخذوا إلاماوجب عليهم۔

ولما كان أخذ كرائم الأموال في الزكاة تعدياً وظلماً فظهر أن

---

(۷)۔رواه الامام أحمد في مسنده ،وأبوداود والترمذي وابن ماجه ۱۲منه

---

(۱) (سنن ابی داؤد باب فی زکاة السائمة ۱۰۴/۲).

(۲) (سنن ابی داؤد باب فی زکاة السائمة ۱۰۵/۲)

(۳) (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح الفصل الاول [illegible]

هذاالكوشان ظلم صرف ، وجور بحث ، وصريح الإعتداء ، ومحض الجفاء بلاامتراء ، ولما كان أدنى التعدي في أخذ الصدقة المفروضة كمنعها تبين أن هذا الكوشان منع الحج قطعاً . ولا حول ولاقوة إلا بالله العلي العظيم۔

والعجب كل العجب من هذه الطائفة التالفة الطاغية ، الفئة الظالمة الباغية ، التي تدعي أنها هي المسلمة المحقة ، وبالقرآن والحديث هي العاملة الناصبة ، تزعم أنها للخير كاسبة ، ومن كل شرمانعة ، ولكل فساد رافعة، ومن كل شرير ومفسد حاسبة ، وبالصلح والإصلاح والعدل قائمة ، وللجور والجبر والجفاء حاسمة ، ومن الظلم واقية ، ولأساس الشرك قالعة ، وللكفر دامغة ، ولشجرة البدع قاطعة ، ولأصولها قامعة ، وعن الفسوق والفجور ناهية ، وللمصالح جالبة ، وللمفاسد سالبة ، وللقبائح نافية ، وللمحاسن طالبة ، ولاتعلم أنها في الواقع هي الخاطئة الآثمة ، الجافرة الجابرة الظالمة ، وأنها هي الاتية بكل واهية ، وأنها الموقظة للفتن النائمة۔

انظروا بالله بعين الإنصاف يأيهاالناظرون ! وابصروا الله بغير الاعتساف، أهي في تجويزالكوشان وضربه محقة أم والله مبطلة ناهبة ، مجبرة غاصبة .

سلوها أين أنت ، وأين إيمانك ، وأين عملك ، وأين حديثك ، و قرآنك ، أقرآنك هو هذا القرآن المنزل الموجود في أيدينا المسلمين ،أم عندك غيره . كالقرآن الموهوم للروافض الملعونين ، ولما لم يكن في يدها إلا هذا، وهي تدعي أنها المؤمنة به وحدها لاغيرها ، فاسألوا عندك أن القرآن نزل لمحض ادعائك الايمان به فقط أم للعمل أيضا بما أنزل الله فيه من الأوامر والنواهي ، فان قالت للعمل به أيضاً، فأين مشت وراحت ، وذهبت وغابت ، وتركت الأيات البينات والأحاديث المذكورات ، مهجورة ، كأنها لم تكن في القرآن مذكورة ، ولافي الكتب مسطورة ، أوكانت مستورة، أم هي أنعمت عنها أو عمت ، فخسرت وخابت ، كفّت عن العمل بها ، وبالمناكير الكبيرة اتت، وبالنواهي العظيمة ، والدواهي الجسيمة جاءت۔

الله الله حالتها(٨)هذه ومعها تلك الدعاوى ، وما رأيت بعيني من المنكرات والمنهيات الكبرىٰ الدواهي العظمى الأخرى، عن أنواع هتك البلد الأمين، والمسجد الحرام الكعبة الشريفة، والروضة المنيفة، يهتزالعرش لها وتقشعر الجلود من تذكرها كما في القرآن العظيم﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ﴾(١)وتتشقق منه قلوب العباد ، وتتقطع الأكباد ، من تصورها۔

سلوها: أما جعل الله البيت مثابة للناس وقياماً ، والبلد امناً ؟ حتى حوالي البلد حرماًآمناً، فما معاني هذه الكلمات الكريمة ، الطيبة العظيمة ، عندك أفي عهدك الى الآن ، هو كما كان،(٩)لم تصدين ، من لم يؤدّك كوشان، بأيّ حق تمنعين ، ضيوف الله الرحيم الرحمن ، الماذونين منه باذنه العام ، والمدعوين

---

(٨)۔في مثل هذاالموضع عندنا يقال به في الأمثال ، یہ مونھ اور مسور کی دال،أي هذا الفم والعدس من يحيٰ المريض الذي اشتد مرضه أن ادعى أن الطبيب أجازلي بالعدس لايقبل قوله قط ولا يصدقه أحد ويقال له: هذا المقال أي لاينبغي ولايجوز لك العدس من تصدق قولك السخافة ويقال لمادح نفسه لتكذيبه ،بس اپنے مونھ میاں مٹھو ہو۔أى انما أنت تمدح نفسك كالببغاء المعلم يقول لنفسه میاں مٹھو۔میاں مٹھو۔ هل من أحد يعترف لك بقلبه من هذه المدائح بشئ ، وقد يقال أيضاً تكذيباً له صورت ببیں حالت مپرس ۔أي انظر الصورة ولاتسئل عن الحالة فإن في الصورة يعنى عن سوال الحالة، والحالة ظاهرة من الوجه، لأن الله تعالىٰ أقام الظاهر دليلاً على الباطن ۔ وقد يقال۔صورت تو دیکھے وقد يقال جی آپ کی صورت گولہ ہے يعني نعم صورتك شاهدة أي وجهك شاهد على حامدٍ وقد يقال جی فقیر کی صورت سوال ہے أي نعم صورة الفقير سوال أي إذا دعي أنه غنى فهو كذاب۔١٢منه

(٩)۔بلى هو كما كان والى القيامة يبقى كما كان ۔ولكن تغير الزمان۔١٢منه

بدعوة الداعي ذي الجلال والإكرام، على لسان خلفائه: خليله سيدنا ابراهيم وحبيبه خاتم النبيين، سيدالمرسلين، محمد محبوب رب الغلمين۔ صلى الله تعالىٰ عليهما وعلى سائرالرسل والملائكة المقربين واله وصحبه أجمعين۔ وكيف تخرج من تدخلهم بعد أداء تلك الضريبة من المطاف المسعى لما يريد المجيء من صنعته سلطان الحجاز المقدس وفوضت اليه حكومة القرى والبلدان، قبل مجيئه بكثير بل لغيره من كبار الحكام، بل لمن شاء من أهله وضيوفه العظام، ولم تشغل المسعى بمرور السيارات وقت السعي وبمكوثها فيه، فهل الأمن باق والتسوية بين الخاص والعام باقية، بعدهذا ياباغية، ياطاغية، يامرتكبة الحرام، يامؤذية الحجاج الكرام، بأنواع الايذاء وموهنتهم بأنواع الإهانة ومولمتهم بأنواع الألام، أما حللت ماحرم الله تحليلها، أما صددت عن سبيل الله بها۔

الله الله! نهى الله ـ سبحٰنه وتعالىٰ شانه ـ الصحابة الكرام عن أخذ مااستاقه شريح الكافر من مواشى المدينة وأموالها وذهب بها وقلّد تلك المواشي وهدى الى مكة ومنعهم (۱۰) أن يرد وهامنه ونهاهم أن يصدوه عن المسجد

---

(۱۰)۔إن قلت معلوم أن الكافر ليس بأهل للحج فاسترداد أموالنا منه قهراً بل وأخذ أمواله جبراًوإلحاق أي مكروه به في أشهرالحرم كيف يكون نقضاً لحرمات شعائر الإسلام حجة صورة الحج ليس بحج في الحقيقة قطعاً ولا حرمة له، لا لما له ولالنفسه مطلقاً، لافي غيرالأشهر الحرم ولافيها أبداً۔

فأقول: بلىٰ ومعلوم أن الشيء قد يكون منهياً عنه ذاتاً وقد يكون ممنوعاً منه سبباً فهذه الأمور كلها من حيث هي هي نظراً إلى ذواتها مباحة أصلاً ومنهياًمنها سبباً؛ لأن كلا منهاتكون سبباً لنقض حرمة أشهر الحرام، ومفضياً لهتك شعائرالاسلام ومنع الحج لأهل الإسلام كما قال عز جلاله: لاتسبو الذين يدعون من دون الله ويسبوالله عدواً.

هذا كتبته في حالة السفر منقطعاً عن الكتب فليراجع ولا تنقضى عجائب القرآن أبداً قال عزمن قائل امين ولم يقال حاين ـ ۱۲ منه

الحرام ويهتكوه، أو يقتلوه، وهذا الأخذ والهتك لو كان انتقاماً، والصد والقتل انتظاماً، ولكن اللّٰه سبحانه منع من الانتقام، في الشهر الحرام، وجعل كلا من القتل وغيره نقضاً لحرمات شعائر الاسلام، وجعل الكل عدواناً وإثماً مبيناً من الآثام۔

وهذه مدعية العمل بما أنزل الله وبما قال به رسول الله ـ جل وعلا وصلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم۔ تأخذ اموال المسلمين جبراً، وتصدامين البيت الحرام قهراً، وتود بعضهم جوراً، وتهتك في الحرم في أشهر الحرم حرمات المؤمنين، وتنتهك حرمات شعائر الدين المتين، وتنقض فيها حرمات الله وسنن الأنبياء والمرسلين جهراً ـ والعياذ بالله رب الغلمين۔

سلوها ! أهذه البدعات السيئات، الشنيعات القبيحات، عندك سنن مستحبات، مامورات مستحسنات، فإنك تدّعي اجتناب البدع المستقبحات، والمخترعات الدنيات، واتباعاً لسنن السنيات، وماعندك شيء من البدع من الحسنات، أهذا السلوك سلوك الدين، والعياذ بالله رب العالمين، ولاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم۔

سلوها ! عن قعودها بكل صراط وعلى كل مرصد لصد المسلمين، وأخذ المكس من الحاجين والمعتمرين المؤمنين، أليس هذا سنة الكافرين، وسلوك أعداء الدين، كانوا يجلسون في الطرق، ويجلسون على السبل، ويقعدون بكل صراط، ويقعدون على كل مرصد لتخويف الناس وصدهم عن الأنبياء والمرسلين، فسبحن اللـه نهاهم الله تعالىٰ عن ذلك بقوله تعالىٰ ﴿وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجاً﴾(١)

وهذه الفرقة تقعد بكل صراط وعلى كل مرصد تصد المسلمين الماذونين من رب العالمين، والمدعوين بدعوة موليٰهم الحق المتين، وضيوفه الحاجين

(١) [سورة الاعراف:٨٦]

والمعتمرين، حتى يؤدوا المكس ويعطوا الرشوة، فمن أدى وأعطى خلت سبيله، ومن لا يؤد المكس والخفارة والرشوة والجباية ردته هذ االصدو السد، والطرد والرد، مع إدعاءها الإسلام، واتباع السنة لسيد الأنام ـ عليه الصلاة والسلام ـ أعجب، وكم مرة أخبث، اشنع وافظع واقبح وافضح واخنع واشبع من صنيع اولئك الكفرة اللئام۔

الله الله! هو سبحٰنه وتعالىٰ شانه نهى عن بخس الأشياء ولو كان أدنى من أدنى من أدنى شيء، وهذه بخلافه تنتهب ولاتترك مماتفرض أدنى شيء۔

الله الله! تصد الذين أمرلهم ربهم بالتاذين للإتيان، والدخول في حرم الله المنان، ودعاهم أجمعين إلى بيت الرحمن، على لسان الخليل الجليل ـ عليه الصلاة والسلام ـ بالتعجيل، وجعل الكعبة لهم مثابة وأمناً وقياماً عنه ـ وتسد الطريق وتغلق عليهم الباب، وبعضهم الذين تدخلهم بعد تحصيل المكس منهم تخرجهم وتطردهم متى شاء ت، وتدخل الكافرين المحكوم عليهم بالإخراج منها، أعني: البريطاني والأمريكاني بالإكرام، والعز والاحترام، وتفتح لهم الأبواب وتذرهم فيها يتمتعون، متى شاؤا جاؤا ومتى شاؤ ا باؤا، عندنا يقال فی الامثال:

ع: ببیں کہ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی

أي: انظر عمن انقطعت وبمن اتصلت.

وتسبني منهم الأبنية. وسمعت مراراً من الثقات، أنها أعطتهم المعادن بالإجارات، وأذنت لهم ببناء المدارس لأطفال أهل البادية، وهم يعطون لكل طفل وظيفة شهرية، لكل واحد منهم من الريال ثلاثون، وهؤلاء النصارى إلى بيوت أهل البد و يذهبون، وعندهم يجلسون، ويحادثونهم وفيهم خفية يبشرون، ورأيت بعيني في بعض المنازل في طريق المدينة المنورة من مكة المحمية بعض القصور سألت عنها، فقيل لي: بنيت للأمريكة يسكن فيه المستأجرون الأمريكيون، ولاحول ولاقوة إلا بالله العلى العظيم۔

أما قال النبي: ـ عليه الصلاة والسلام ـ ((أخرجوا اليهود والنصارى من جزيرة العرب ـ(١)ـ

الله الله ! استحوذ على أكثر الناس الشيطان ، فانقلب الزمان ،حتى صار معنى الإخراج الإدخال ، ومعنى الاذن والدعوة الصد والسد والطرد والرد والإخراج والدفع .

ع : تغيرت البلاد ومن عليها۔

قال الشاعر :

كمهلكة تدعى بعكس مفازة و كافورة زنجية بان شيمهاهذا

وفي بلاد نايقال في الأمثال : ع برعكس نهند نام زنگی كافور

اى على العكس (بالعكس)يسمون الحبشى كافوراً۔

وأما حكم مانع دخول المسلم في البلد الحرام فظاهر أنه ظلام جائر جابر مؤذي ضيوف الحق رب العلمين ، وبالإيذاء لهم بغير الحق مؤذي الله وحبيبه ـعليه السلام ـ قال النبي ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ((من اذى مسلماً فقد اذاني ، ومن اذاني فقد اذى الله المعجم الصغير للطبرانى ١/ ٢٨٤))عامل بأعمال الشيطان ومتخلق بأخلاق الإبليس اللعين ملحد مرتكب الحرام ، مجرم بعظيم الأجرام ، منعه لدخول أهل الدخول ظلم في أي وقت كان ، لاسيما الصد عن أداء الفرض خصوصاً في أشهر الحرم محرم بأشد التحريم باليقين ، ثم صد القاصر عن الأداء والقادر سواء بسواء ـ هذا الصاد الظالم الجابر الجائر مرتكب الكبائر ، مضاد النواهي والأوامر، مستوجب لغضب الجبار، وقهر الواحد القهار ، والعياذ بالله العزيز الغفار۔

سألت أيهاالسائل! عن الفرق بين بعث الجند على أبواب المساجد وبين هذا الباطل ، لافرق فيهما في نفس الحرمة ، ونفس الظلمة ، كلاهما حرام ، وظلم

(١) (صحيح مسلم باب اخراج اليهود ٣/ ١٣٨٨))رواه مسلم

وعدوان وجور بلاكلام ، وإثم كبير الآثام، نعم فيهما فرق عظيم باعتبار الشدة وعظم الوزر ، فهذاالباطل أشد تحريماً فيهمامن بعث الجند واقامته على أبواب المساجد لمنع الصلاة فيها إلابعد أداء الضريبة ، وأكبر وزراً وأخبث وأقبح قطعاً يقيناً؛ لأن منع المصلين عن أداء صلاة الجمعة وغيرها في المساجد لايكون منعاً عن الفرض، فإن المسجد ليس بشرط لصحة صلاة الجمعة ولالغيرها يمكن أدائها في غيره بخلاف الحج والعمرة ؛ فإن كل أحد من المسلمين يعلم بالقطع واليقين ، أن تلك البقعة المباركة التي هذا المانع يصد عنها الحجاج والمعتمرين ، شرط لصحة أدائها ، لايمكن أداؤ هما إلا فيها۔

هذه المظلمة الكبيرة بدعة محدثة حدثت في عهد هذه الفرقة المبتدعة الجديدة باعتبار الإسم الجديد ، والقديمة في الحقيقة باسمها القديم، المستخرج من الحديث :((يخرجون من الدين خروج السهم من الرمية ، والشعرة من العجين ، ثم لايعودون صحيح مسلم باب :الخوارج شر الخلق ٧٥٠/٢))ماحدث مثل هذا الظلم الصريح في الأزمنة السابقة وفي العهد السالف لها أيضاً۔

اللّٰه اللّٰه !كل أحد يعلم أن طرق العالم ليست بمملوكة الأحد، ليس لها مالك الاالله الواحد الأحد الفرد الصمد ، قطعاً، وهى لسائر(١١)الناس اشتراكاً ، والدور تكون مملوكة ، والاختلاف في دور مكة ، والصحيح انها أيضا مملوكة ولكن لايجوز إجارتها في الموسم ، فكيف بهذه الضريبة اللعينة على الطرقات المحرمة من أعاظم المحرمات ، باتفاق جميع المسلمين ، بل والكافرين، أيضاً حتماً جزماً، هذه الضريبة العجيبة الخبيثة حرام قبيح ، وظلم فضيح ، واعتداء صريح ، موجبة للنكال، عظيمة الوبال، على كل حال ، توخذ من أي مسلم حاج أو غيره ، بل وأي كافر من مشرك ويهودى ونصراني ومجوسى إذاكان هو

---

(١١)۔في الحديث من أذى الناس في طريقهم وجبت عليه لعنتهم (المعجم الكبير للطبراني ابو الطفيل عامر بن واثلة ١٧٩/٣)رواه الطبراني كذا فى الكنوز۔١٢منه

مستأمن أو ذمی ،بل وإن کان هو حربی ؛ لأن ماله وإن کان غیر معصوم لکن لا یؤخذ منه أیضاً علی هذا الدخول . وجواز الطریق هذا۔(۱۲)ولما کان فی اعتقادها أنها هی المؤمنة وأفرادها هم الموحدون۔(۱۳)وسائر الناس کافرون ومشرکون ، فکیف تأخذالمکس في البلد الأمین من الکافرین والمشرکین ،

وهذاربنا عزوجل یقول:

﴿مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ أَنْ یَعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِیْنَ عَلٰی أَنْفُسِهِمْ بِالْکُفْرِ أُوْلٰئِکَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِی النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ﴾(۱)

ویقول:﴿إِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ (۲)

وهذا نبینا یقول:۔ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم۔((اخرجوا المشرکین (۳)۔

---

(۱۲)۔ولما سمع هذه الرسالة بعض الا خوان من علماء السودان في مکة الکرمة قال:مصداق ذلك"إن بیت المقدس الذي له حرمة عند جمیع أهل الأدیان السماویة لم تضع البریطانیة کوشان علی دخوله علی أی داخل کان"۔ ۱۲ منه

(۱۳)۔هؤلاء سموا أنفسهم موحدین وأهل التوحید، وجاء في الحدیث: ((الموحدون من أمتی یعذبون علی نقصان ایمانهم(حلیة الاولیاء وطبقات الأصفیاء ابراهیم بن ادهم ۸/۵٤))رواه الدیلمي في مسند الفردوس ، أورده الامام العلامة عبدالرزاق المناوی في کنوز الدقائق ، وهذا للموحدین الذین إیمانهم ناقص والذین لا إیمان لهم أصلاً یعذبون بکفرهم وإدعائهم الاسلام کذباً وجعلهم الکفر إیماناً والإسلام کفراً ، فلو فرض فی هذه الفرقة أحد أنه مؤمن لیس بشریك في کفریاتهم علم أن إیمانه ناقص یعذب علی نقصان إیمانه . والعیاذ بالله تعالیٰ ۔۱۲منه

---

(۱) [سورة التوبة:۱۷]

(۲) [سورة التوبة:۲۸]

ویقول:((لایحج بعد العام مشرك ولا یطوف بالبیت عریان)(۱٤)

وماذ تصنع هذه المدعیة ، لإتباع الكتاب والسنة السنیة بهذا الحدیث وهذه الآیات البهیة۔

لاشك أن الحراسة والحمایة فرض السلاطین ، وأخذ الأجرة علیها لیس من الدین، ولكن فیما نحن فیه أین الأجرة وأین السلطان ، إنما هي نهبة والآخذون كالناهبین ۔ وقطاع طریق الدنیا والدین۔

سلوها ! ماالفرق بینها وبین القرامطة الملعونین المتسلطین ، مثلها فی بعض الأحیان ، من سابق الزمان ، علی البلد الأمین۔

---

(۱٤)۔أمایطفن بالبیت بعض النساء وهن عاریات الساقین ، وبعض الرجال وهم رافعوا الازار إلی مافوق الركبتین تنكشف أفخاذهم وینامون في الحرم وإزارهم مرفوع إلی الإلیتین و كثیراً ماوقع إني نبهتهم علی هذا وأصلحت إزار النائمین بل القاعدین ، ولله الحمد .

وفي الحدیث :((غط فخذك فإن الفخذ عورة))

(مسند ابی یعلی ۲۲۹/۲))رواه الحاكم

وروی الامام أحمد: ((غط فخذك فإن فخذ الرجل من عورته))۔رواه البخاري

(مسند احمد ۲۹۵/٤۔))۱۲منه

---

(٤) (صحیح البخاری باب ما یستر من العورة ۸۲/۱)

(۲) لا يجوز . ولم عدلت عن لفظة الروضة وكتب مسجد الرسول ، ألا تعلم أن زيارة قبور الأنبياء بل والأولياء من أنواع البر۔ كما صرح به العلماء۔

وزيارة قبره ـ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ـ كزيارته عليه الصلاة والسلام ، قال: ـ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ـ ((من حج ولم يزرني فقد جفاني.(۱)

وقال :((من زار قبري بعد موتي كمن زارني في حياتي ـ(۲) رواه أبو الشيخ وابن حبان .

وقال :ـ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ـ ((من زار قبري كنت له شفيعاً أو شهيدا.(۳)

وقال ـ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ـ ((من زار قبري وجبت له شفاعتي ـ))(٤)

(۳) حرام شديد التحريم أخذ الرشوة مطلقاً من المسلمين ، ومن حكمه حكمهم ، والراشي والمرتشي كلاهما في النار إلا من أعطى للضرورة كهؤلاء الحجاج يعطون هذا المكس الملعون ، فالإثم في مثله على الآخذ لا المعطى كما صرح به في فتح القدير وغيره ، والدخول في جوف الكعبة ليس بضروري فالحذر الحذر ـ

في الحديث:((لعن الله الآكل والمطعم الرشوة.(٥)

---

(۱) (شرح سنن ابی داؤد للعباد، ۲۲۸/٤۰۔ شرح مسند ابی حنیفة ۲۰۱/۱)).

(۲) (المعجم الكبير للطبرانی ٤۰٦/۱۲))

(۳) (الدر المنثور ٥٦۹/۱))

(٤) (الدر المنثور ٥٦۹/۱)(الترغيب والترهيب ۲۷/۲)

وفي الحديث: ((لعن الله الراشي والمرتشي(١)

وفي الحديث :((كل جسد نبت من سحت فالنار أولى به(٢)

(شعب الايمان الفصل الثالث فى طيب المطعم ٥٠٤/٧))۔

(٤و٥) من المطاف إقصاء الطائفين، ومن المسعى إخراج الساعين، والإشغال به حرام عظيم الوزرو الوبال، موجب لأشد النكال، والعياذ بالله تعالى المتعال، ذى الإكرام والجلال۔

الأحاديث ونصوص الائمة العظام وعبارات العلماء الأعلام:

كتب سيدنا ومولانا إمام اهل المدينة السكينة سيدنا أبوعبدالله مالك بن أنس رضى الله تعالىٰ عنه إلى أميرالمؤمنين هرون الرشيد ووزيره يحىٰ بن خالد البرمكي في رسالة له يعظهما فيها:

اتق المطعم الوبي والملبس الوبي ؛ فإن ذلك تذهب انفته وتبقى عاقبته وأن سبحٰنه أدب رسله فقال:

﴿كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً﴾ (٣)

وقال النبي:۔ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم۔

((من أكل بأخيه المسلم أكلة أطعمه الله تعالىٰ مكانها أكلة من نار، ومن سمّع بأخيه المسلم سمّع الله به يوم القيامة، ومن لبس بأخيه المسلم ثوباً ألبسه الله تعالىٰ مكانها ثوباً من نار،(٤)

أقبل من اعتذر إليك ورجع عما كرهت فإنه بلغني عن النبي ۔ صلى اللّٰه

---

(١) (سنن ابن ماجة ٧٧٥/٢))۔

(٢) (حلية الاولياء وطبقات الاصفياء ابو بكر الصديق ٣١/١)

(٣) [سورة المؤمنون:٥١]

(٤) (مساوى الاخلاق للخرائطى ١١٢/١)

(تفسير الرازى، سورة البقرة ٥٧٣/٣

تعالیٰ علیہ وسلم ـأنه قال:

((من اعتذر(١٥)إلى أخيه المسلم فلم يعذره كان عليه مثل وزر صاحب مكس .(١)

وفي مراسيل أبي داود عن محمد بن جروان قال :قال رسول الله ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلم:

((من اعتذر إلى أخيه المسلم فلم يقبل منه كان عليه ماعلى صاحب مكس.(٢)

وقال سيدنا الإمام المطلبي محمد بن إدريس الشافعي رضى الله تعالىٰ عنه في كتاب الرسالة :وكذلك ماسن (أي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) من البيوع وغيرها من الشرائع؛ لأن الله تعالىٰ قال:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾(٣)

وقال:﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾(٤)

فإنما بين فيه عن الله ،وأيضاً في المراسيل عن عطية بن قيس كان حجرأزواج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بجريد النخل فخرج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في مغزى له و كانت أم سلمة موسرة فجعلت مكان الجريد لبناً فقال النبي: صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ((ماهذا؟ فقالت: أردت أن اكف عني أبصار

---

(١٥)ـهؤلاء يدعون إتباع السنة ومع هذا الإدعاء لايقبلون عذرأحد من الحجاج الذين إليهم يعتذرون ـ١٢منه

---

(١) (شعب الايمان ١٠/٥٥٦))

(٢) (المراسيل لأبى داؤد باب :فى الملاحم ١/٣٥١)).

(٣) [سورةالبقرة:١٨٨]

الناس ، فقال:يا أم سلمة! إن (١٦)شرما ذهب فيه مال المرء المسلم البنيان(١)

وفي "كشف الغمة عن جميع الأمة "أورد سيدى الإمام العارف الرباني، عبدالوهاب الشعراني ، قدس سره النوراني ، هذه الأحاديث۔

(١) قال ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما(١٧)خرج رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يوما فرأى قبة(١٨)مشرفة فقال :ماهذه ؟ قيل :لفلان ، فسكت وحملها في نفسه حتى جاء صاحبها فسلّم عليه في الناس فأعرض رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عنه صنع ذلك مراراً حتى عرف الرجل الغضب فيه والإعراض عنه ، فشكى ذلك لأصحابه وقال:

إني لأنكر ردّ رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ، فقالوا : خرج فرأى قبتك فرجع الرجل إلى القبة فهدمها حتى سواها بالأرض ، فخرج رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ذات يوم فلم يرها ، فقال :مافعلت القبة؟ فحدثوه بما كان من صاحبها ، فقال: صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم۔ أما إن كل بناء وبال على صاحبه يوم القيامة إلامالابد منه(٢)۔

---

(١٦)۔هل من أحد يقول لهم: اين اتباع السنة بعد هذه الأبنية الرفيعة من اللبنة التي بنيت فى الرياض وغيرها بلاحاجة حتى يقال: إن فلانا يبنى لكل أحد من أهله من الرجال والنساء والأطفال قصوراً حتى قيل لعله يستبنى لكل فارة بيته قصراً۔١٢منه

(١٧)۔أيها الناظرون قولوا لهم: اغمضوا عيونكم فإن في هذه الأحاديث موت ادعائكم اجتناب البدع الدنيئة واتباع السنن السنية ـ ١٢منه

(١٨)۔هل بقى فيهم أحد من الذين هدموا قباب القبور يهدم بعد ملاحظة هذه الأحاديث مابنيت من القصور في الرياض وغيرها ويسويها بالأرض ـ ١٢منه

---

(١) (المراسيل لأبي داؤد باب ماجاء فى البناء ١/ ٣٤٠) .

(٢) (سنن ابى داؤد باب ما جاء في البناء ٤/ ٣٦٠)

قال الإمام الشعراني بعد سرد الحديث قال العلماء: وهو مايقيه من الحر والبرد والسباع ونحو ذلك۔

(٢) كان صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يقول: ((إذا أراد اللّٰه بعبد شراً خضرله في الطين واللبن حتى يبني۔(١)

(٣) وفي رواية :((اذا (١٩)أراداللہ بعبده هواناً انفق ماله في البنيان۔(٢)

(٤) ((من بنى فوق ما يكفيه كلف أن يحمله يوم القيامة۔))۔(٣)

(٥) ((بنى العباس بن عبدالمطلب رضى اللہ تعالىٰ عنه غرفة ، وقال له النبي :۔صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم۔أهدمها فقال: أهدمها ، أوأتصدق بثمنها ، فقال: أهدمها .(٤)

وقال العارف بالله سيدي عبدالغني النابلسي قدس سره القدسي في الحديقة الندية (ج ٢ ص ١٧٤) في النوع الثامن عشرمن الأنواع الستين :إفشاء السر اقتطاع مال الغير قل أو جل له بغير حق شرعي بمكس ، أوغصب ، أو سرقة ، أوخيانة في وديعة ، أو بيع ؛ فإنه يجب الإفشاء لإظهار الحق وإبطال الباطل۔(٥)۔

وفيها :(ص ٩٩) ينبغي أن يقع النهي عما أجمع الأئمة كلهم على تحريمه والنهي عنه معلوم بالضرورة من الدين كحرمة الزنا ، والربا ، والرياء ، وشرب الخمر ، والظن السوء بأهل الاسلام ، والظلم ، والمكس ، وغصب الأموال ،

---

(١٩)رواه الحاكم١٢

---

(١) (فتح الباری لإبن حجر قوله باب ما جاء فی البناء ٩٣/١١))

(٢) (فتح الباری لإبن حجر قو له باب ماجء فی البناء ٩٣/١١)۔))

(٣) (التفسير المظهری سوره طٰهٰ ١٢٣/٦)(المعجم الكبير للطبرانی ١٥١/١٠)

(٤) (البر والصلة للحسين بن حرب باب ما جاء فی كفن اليتيم ١٣٦/١۔

(٥) (الحديقة الندية ١٧٤/٢)

والمصادرات بغير حق، والخيانة في البيوع والإجارات، ورشوات القضاة والأمراء، (إلى قوله:) والطعن في أولياء اللّٰه تعالىٰ المتقدمين، والخوض في دينهم، واعتقاداتهم بالجهل في معاني كلامهم، وعدم معرفة المطابقة بين كلامهم وكلام اللّٰه تعالىٰ ورسوله، وإنكار كراماتهم بعدالموت، واعتقاد أن ولايتهم انقطعت بموتهم، ونهى الناس عن التبرك بهم(١)۔

وفيها (ص ٢١٨) روى الإمام أحمد وابن حبان عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أنها سمعت رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يقول: ((ليأتين على القاضي العدل المجانب للظلم يوم القيامة ساعة، يسئل فيها بين يدى الله تعالىٰ عن كل ماعمل يتمنى أنه لم يقض في الدنيا في تمرة واحدة(٢)۔

فكيف حال القاضي الظالم الذي يأكل الرشوة ويبطل حقوق المسلمين۔

وفيها: روى الحاكم عن عوف بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: ((إن شئتم أنبأتكم عن الامارة وماهي، فناديت :وماهي؟ يارسول الله !(صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم) قال :أولها ملامة، وثانيها ندامة، وثالثها عذاب يوم القيامة بنار جهنم على تضييع حقوق العباد، وأكل أموالهم بالباطل (٣)

وفيها (ص ٢٢٣) روى ابن ماجة عن جروان ((من اعتذر(إلى قوله:) كان عليه مثل خطيئة أي ذنب مكس))يقال: مكس في البيع مكساً (إلى قوله:) والمكس الجباية، وهو مصدر من باب ضرب (إلى قوله:) وقد غلب استعمال المكس فيها يأخذه أعوان السلطان ظلماً۔(٤)

---

(١) (الحديقة۔الندية ٩٩/٢) .

(٢) (الحديقة الندية ٢١٨/٢))،

(٣) (الأحاد والمثانى لابن أبي عاصم ٣/٣)۔))

(٤) (الحديقة الندية ٢٢٣/٢)۔

وفيها(ص ٢٣٠) أخرج الخطيب البغدادي في مسنده عن أنس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال :قال رسول الله صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم ((من سود مع قوم فهو منهم ، ومن روع مسلماً لرضى سلطان جئ به يوم القيامة معهٗ۔(١)ذكره السيوطي في الجامع الصغير

وذكر أيضاً عن الطبراني عن سليمان بن صرد قال :قال رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: ((من كان يؤمن بالله واليوم الأخر فلايرو عن مسلماً))ً۔(٢)

وقال المناوي : فإن ترويع المسلم حرام شديد التحريم ، ومنه يؤخذ أنه كبيرةً۔(٣)

وإكراه العبد المؤمن بلاذنب "يعني قهره وجبره على معاطاة مالا يريده" (إلى قوله:) فإن ذلك إيذاء له ، وإيذاء المؤمن حرامً۔(١)(إلى قوله:) وفي حسن التنبه للنجم الغزي رحمه الله تعالىٰ :من أعمال الشيطان تخويف المؤمن وإزعاجه وترويعه و كل ذلك حرام . وقد قال رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:((من روّع مؤمناً لم يؤمن الله روعته يوم القيامة ، ومن سعى بمؤمن أقامه الله مقام ذل وخزي يوم القيامةً۔(٤)رواه البيهقي في الشعب عن أنس رضى الله تعالىٰ عنه .

وفيها (ص ٢٣١) ومن أعمال اللعين أيضاً وأخلاقه :إيذاء المؤمن في بدنه وأهله وماله والتصرف في ملك الغير بغير أذنه الخً۔(٦)

---

(١) (التيسير بشرح الجامع الصغير ٤٢٤/٢)))

(٢) (المعجم الكبير للطبرانى ٩٩/٧)

(٣) (فيض القدير ٢١١/٦)

(٤) (التيسير بشرح الجامع الصغير ٣٧٠/٢)

(٥) (شعب الايمان فصل قال :واذا كان اصلاح ذات ٤٤٩/١٣)))

(٦) (الحديقة الندية ٢٣١/٢)

وفيها (ص ۲۳۷) من الدلالة المذمومة الدلالة لشرطي: الشرطة بالسكون والفتح أيضاً الجند (إلى قوله:) والظلمة إذا ذهبوا للظلم والفسق فسألوا عمن يريدون ظلمه، أو الفسق به، أو داراً أو حانوتاً لأخذ الظلم وأذية المسلم، فلايجوز دلالتهم"۔(۱)

وفيها: (ص ۳۰٦) من آفات اليد أخذ الرشوة وإعطاء ها إلا لدفع الظلم."۔(۲)

وفيها: (ص ۳۲۸) إطعام الأمراء الذين يمسكون أموال الناس ويغصبونها، ويرتشون منهم، وأعوان الحكام الذين يأخذون أموال الناس بالباطل الخ"۔(۳)

وفيها(ص ۳۳۸)من آفات الرجل الذهاب إلى مجلس المعصية كمجلس الظلم والمكس ."۔(٤)

وفيها: (ص ۳٤۳)من آفات الرجل إتيان إلى بيوت الظلمة كالمكاسين وأهل الحسبة اليوم وأمراء أي: أحكام السياسة في زماننا المصرين على ظلم العباد الذين يأكلون الرشوة، وأموال الأيتام بالباطل، ويحكمون بالجور."۔(٥)

وفيها (ص ٤۹٤) قال في الخلاصة :السلطان و كل من ولي أمر المظالم وأخذ الرشوة إذا قدم لضيفه الخ ."۔(٦)

وفيها: الحاكم الذي له شهرة تامة بين الناس بالظلم لحقوق الناس والغصب للأموال، والاحتيال على إبطال حقوقهم ونحوها من الربا والمكس

---

(۱) (الحديقة الندية ۲/۲۳۷)

(۲) (الحديقة الندية۲/۳۰٦)

(۳) (الحديقة الندية۲/۳۲۸)

(٤) (الحديقة الندية۲/۳۳۸)

(٥) (الحديقة الندية۲/۳٤۳)

(٦) (الحديقة الندية ۲/٤۹٤)

في الأموال وقطع الطريق الخ .؟

وقال ابن حجرالمكي في "الزواجر عن اقتراف الكبائر" ونقل عنه العلامة الشامي في حاشيته "رد المحتار على الدرالمختار": قال البغوي :يريد بصاحب المكس الذي يأخذ من التجارإذا مروا عليه مكساً باسم العشر أي الزكاة ."۔(۱)

قال الحافظ المنذري :أما الآن فإنهم يأخذون مكساً باسم العشر ومكساًآخر(۲۰)ليس له اسم بل شيئًا يأخذونه حراماً وسحتاً ، ويأكلون في بطونهم ناراً ، حجتهم فيه داحضة عند ربهم ، وعليهم غضب ولهم عذاب شديد اه"۔(۲)

قال العلامة السامي الشامي بعد نقل هذه العبارة ، ثم قال :اعلم أن بعض فسقة التجاربظن أن مايؤخذ من المكس يحسب منه إذا نوى الزكاة، بل وهذا ظن باطل لامستند له في مذهب الشافعي ؛ لأن الإمام لاينصب المكاسين لقبض الزكاة بل لأخذ عشورات مال وجدوه قل أوكثر ، وجبت فيه الزكوة أولاً۔(۳)

ثم قال الشامي: قلت على أنه اليوم صارالمكاس يقاطع الإمام بشيء يدفعه إليه ويصير يأخذ مايأخذه لنفسه ظلماً وعدواناً ويأخذ ذلك ، ولومرالتاجر عليه أوعلى مكاس آخر في العالم الواحد مراراً متعددة ، ولو كان لاتجب عليه الزكاة فعلم أيضاً لايحسب من الزكاة عندنا ؛ لأنه ليس هو العاشر الذي ينصبه الإمام على الطريق ليأخذ الصدقات من المارين ، وقد مرأيضاً أنه لابد من شرط أن يأمن به التجار من اللصوص ويحميهم منهم ، وهذا يقعد على الأبواب

---

(۲۰)۔يقال له بالهندية چونگی وبالانجليزية تيكس۔ ۱۲منه

---

(۱) (رد المحتار على الدر المختار باب العاشر فى الزكاة ۲/ ۳۱۰)

(۱) (رد المحتار على الدر المختار باب العاشر فى الزكاة ۲/ ۳۱۰)

(۱) (رد المحتار على الدر المختار باب العاشر فى الزكاة ۲/ ۳۱۰)،

ويؤذى التجار أكثر من اللصوص وقطاع الطريق ويأخذ منهم قهراً۔(١)

وفي الدر المختار هل مايؤخذ من المكس والخفارة عذر قولان۔(٢)

قال العلامة السيد الشامي: قوله: من المكس والخفارة ، المكس مايأخذه العشار والخفارة مايأخذ الخفير وهو المجير ، ومثله مايأخذه الأعراب في زماننا من الصرالمعين من جهة السلطان لدفع شرهم۔(٣)

وأناأقول:۔ رحمك الله ورحمنا بك۔ ياسيدى العلامة ، والدراكة الفهامة ، ومثله مايأخذ من الحجاج، اليوم أمثال الحجاج ، بل الأ ظلمون منه أعراب زماننا أولاد مصاديق الأعراب أشد كفراً ونفاقاً واجدر أن لايعلموا حدود ما أنزل الله" وهم أسوأ حالاً وأقبح مالاً ، بكرات ومرات، من أولئك الأعراب في زمانك ، فإن هؤلاء يقعدون بكل صراط وعلى كل باب لا للتجار فقط بل يترصدون المسلمين الحجاج ويسدون باب الحج والعمرة والواجبات ، يصدون عن سبيل الله ويقطعون الطريق وبه يحاربون الله ورسوله۔جل جلاله وصلى الله تعالىٰ عليه وسلم واله ومن والاه۔ ويودون من لايؤديهم مافرضوا مالم يفرض الله، بل أذن له ودعاه ، فجاء من فج عميق، بإذن الرب لدعوة رب الأرباب ، إلى الكعبة المثابة البيت العتيق، من مكان سحيق، مع تحمل المصائب، واحتمال النوائب، الإمام الطريق، جاء طرباً مخلصاً لدينه معرضاً عن دنياه ، حنيفاً لمولٰه، من الذين جاء لهم في التنزيل ، من الحق الجليل، ﴿حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهِ﴾(٤)

لذكر اسم الله وأداء المناسك، بصرف الأموال ، وحمل الأثقال ، وهجر الأطفال ، والأهل والعيال، وترك التجارة والأشغال ، ووداع الأقارب

---

(١) (رد المحتار على الدر المختار باب العاشر فى الزكاة ٣١١/٢)۔

(٢) (الدر المختار كتاب الحج ٤٦٤/٢).

(٣) (رد المحتار على الرد المختار كتاب الحج ٤٦٤/٢)

(٤) [سورة الحج :٣١]

والأحباب، وخلص الأصحاب ، وخرج من الوطن المألوف ۔ لنيل الأجر والثواب، وطلب المغفرة للذنوب بلاحساب و كتاب ، إنشاء الوهاب، جاء لائتمار المعروف ، من ربه الرؤف العطوف، كريم الإحسان قديم المعروف، وجاء لفوز المرادات والمطالب المدارك، ولم أطل الكلام ههنا باستعارات عجيبة ....ولهذا نقل عن أبي حنيفة (كان لايفاضل بين العبادات قبل الحج ، فلما حج فضل الحج على العبادات كلها لما شاهد من تلك الخصائص اه اه اه ـ(١)

ورد فرجع مغتماً حزيناً، باكياً متأسفاً، على حرمانه وخسرانه بتفويت ماهو غاية متمناه ، جاء شوقاً ورغباً وعلى لسانه واشوقاه واشوقاه ، وباء رهباً وهو يصيح واحسرتاه واحسرتاه ، ولاحول ولاقوة إلا باللّٰه . يؤذون ضيوف الله وينهبونهم ويأخذون مايأخذونه منهم لأنفسهم ظلماً وقهراً ـ وجوراً وجبراً، وصدوا عن الحجة ـ(٢١)وسدوا المحجة، بفرض تلك الضريبةعلى كل غريب وغريبة ، قطعوا الطريق فانقطع الحج عن أكثر المسلمين ؛ لأن الأغنياء منهم أكثرهم عن فرائضهم غافلون ، وهم في ماأشتهت أنفسهم راغبون ومنهمكون ، عن اتباع أحكام الدين راغبون ، وفي الدنيا يرغبون ، هم ساهون فلايوفقون، والفقراء الذين لايستطيعون ، أداء الكوشان أكثرهم لايجيئون ، والذين منهم يردون ، فما بقي إلا المتوسطون ، وهم قليلون يجيئون ، ويؤدون الكوشان الملعون ويحجون. ثم بعضهم الذين يطيقون، يؤدون المكس على الزيادة باسم كراء الابل والسيارة يذهبون إلى المدينة المنورة ويزورون، ثم متى يردون يرجعون، فإنا لله وإنا إليه راجعون ، ليس في هذا الزمان ، الأمن في الطريق ولا في

---

(٢١)۔ كتبت هذا تفقهاً ثم بحمده تعالىٰ بكرمه عزوجل وجدت في التفسيرات الأحمدية التائيد الصريح ولله الحمد والمنه ـ ١٢ منه

---

(١) (البحر المحيط فی التفسير سورة الحج ٧/٢/٥٠٢)

نفس الحرم الأمان ، فإلى الله المشتكي وهو المستعان﴿سَاءَ مَايَحْكُمُوْنَ﴾(١) يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف ، ثم يدعون اتباع الكتاب والسنة ، و يزعمون أنهم بالنواهي ينهون ، وبالمعروف يأمرون۔

﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ﴾(٢)﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾(٣)يخزيهم الله في الدنيا والأخرى ويهينهم بأسوء الهوان ، وينتقم منهم أشد الانتقام بما كانوا يظلمون۔﴿بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾(٤)

وقال الإمام ابن الهمام المحقق على الاطلاق في فتح القدير: أسقطه بعضهم من حين خرجت القرامطة وهم طائفة (٢٢)من الخوارج كانوا يستحلون قتل المسلمين ، وأخذأموالهم وكانوا يغلبون على أماكن ويترصدون للحجاج (إلى أن قال:)ورأى الصفار عدمه ، فقال :لاأرى الحج فرضاً منذ عشرين سنة من حين خرجت القرامطة ، وما ذكر سبباً لذلك وهو أنه لايتوصل إلى الحج إلا بإرشائهم ، فتكون الطاعة سبباً للمعصية الخ۔(٥)

قال الإمام حافظ الدين البزازي في الفتاوى البزازية :قد افتى الو بري بخوارزم وابن الشجاع بخراسان وأبوبكر الرازي ببغداد بسقوط الحج في زماننا عن الرجال . وقال الصفار: لاأشك في سقوطه عن النساء ، وإنما الشك في

---

(٢٢)۔وهؤلاء أيضاًمن الخوارج كما صرح به العلامة ابن العابدين الشامي، أما فعلوا هذه الأمور كلها هؤلاء۔١٢منه

---

(١) [سورةالانعام:١٣٦]

(٢) [سورةالتوبة:٣٠].

(٣) [سورةالشعراء:٢٢٧]

(٤) [سورةالكهف:٥٠]

(٥) (فتح القدير لابن الهمام كتاب الحج ٤١٨/٢)

سقوطه عن الرجال لما يؤخذ من الأموال العظام في الطريق، فعلم أنه لا يتوصل إلابالرشوة المنعم . ثم قال :واختلف أن الأ من هل يرتفع باخذ الجباية في الطريق وقد ذكرناه؟ .

وقال العلامة المولى علاء الدين الحصكفي في الدر المختار، وفي مختارات النوازل لصاحب الهداية :لابأس ببيع بناء ها وإجارتها ، لكن في الزيلعي وغيره :يكره إجارتها . وفي آخرالفصل الخامس من التاتارخانية وإجارة الوهبانية قالا: قال ابو حنيفة :أي كره إجارة بيوت مكة في أيام الموسم ، وكان يفتى لهم أن ينزلوهم عليهم في دورهم لقوله تعالىٰ:﴿ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ﴾(١)ورخص فيها في غير أيام الموسم اه .فليحفظ

قلت: وبهذا يظهر الفرق والتوفيق وهكذا ينادي عمررضى الله تعالىٰ عنه أيام الموسم ويقول: ياأهل مكة !لاتتخذوا لبيوتكم أبواباً لينزل البادي حيث شاء ثم يتلوالآية فليحفظ ـ(٢)

قال العلامة الشامي: قوله: قال أبوحنيفة . أقول:في غاية البيان مايدل على أنه قولهما أيضاً حيث نقل من تقريب الإمام الكرخي مانصه :

وروى هشام عن أبي يوسف عن أبي حنيفة أنه كره إجارة بيوت مكة في الموسم ورخص في غيره ، وكذا قال أبو يوسف :وقال هشام أخبرني محمد عن أبي حنيفة أنه كان يكره كراء بيوت مكة في الموسم ويقول لهم :أن ينزلوا عليهم في دورهم إذا كان فيها فضل ، وإن لم يكن فلا ، وهو قول محمد .اه

فأفاد أن الكراهة فيه وفاقية ، وكذا قال في الدر المنتقى :صرحوا بكراهتها من غير ذكر خلاف . اهـ(٣)

---

(١) [سورة الحج:٢٥]

(٢) (الدر المختار فصل فی البیع ٣٩٣/٦)

(٣) (رد المحتار علی الدر المختار فصل فی البیع ٣٩٣/٦)

وفي رد المحتار: كراهة الإجارة لحاجة أهل الموسم اهـ(۱)

(۲۳)وقال الحافظ أبو عبد الله الدمشقي الحنبلي ابن القيم الجوزي في كتابه (۲) أحاديث اشتراك الناس في الماء دليل ظاهر على المنع من بيعه، وهذه المسئلة التي سئل أحمد عنها وهي التي ابتلى بها الناس في أرض الشام وبساتينه وغيرها، فإن الأرض والبستان يكون له حق من الشرب من نهر، فيفضل عنه أويبنيه دور وحوانيت ويؤجر ماء ها، فقد توقف أحمد ثم أجاب بأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن بيع الماء، فلما قيل له :إن هذه إجارة، قال :هذه التسمية حيلة، وهى تحسين اللفظ وحقيقة العقد البيع وقواعد الشرع تقتضي المنع " فإنه إنما كان له حق التقديم في سقي أرضه من هذا الماء المشترك، فإذا استغنى عنه لم يجزله المعارضةعنه، وكان المحتاج أولى به بعده، وهذا ك"من أقام على معدن فأخذ منه حاجته لم يجزله أن يبيع باقيه" بعد نزعه عنه، وكذلك من سبق إلى الجلوس في رحبة أو طريق واسعة فهو أحق بها مادام جالساً، فإذا استغنى عنها وأجرمقعده لم يجز، وكذا الأرض المباحة إذا كان فيها كلاء أو عشب فسبق بدوابه إليه، فهو أحق برعيه، فإذا طلب الخروج وبيع مافضل عنه

---

(۲۳)-إني متأسف كثيراً على أن ما عندي للحنابلة غير هذا الكتاب ج ۲ من زاد المعاد ولكن لما راجعته فوجدت فيه بحمد الله سبحٰنه ماهوأشد العذاب- على كل كذاب، مدعى الحنبلية واتباع السنة والكتاب وما أخذت عبارته وحررت للاستناد به بل لتشديد الرد على هؤلاء مدعى الحنبلية ماهذا عندي ياقوت من يواقيت العلماء بل فهمت حجراً فأخذته ووضعت هذا الحجر الثقيل في فيهم ولله الحجة البالغة-۱۲منه

---

(۱) (رد المحتار على الدر المختار فصل فى البيع ۳۹۳/۶)

(۲) (زاد المعاد ج۲ ص ۴۴۵وص۴۴۶)-

لم يكن له ذلك ، فهكذا هذا الماء سواء ،

فإن قيل :الفرق بينهما أن الماء في أرضه فهو منفعة من منافعها بملكه يملكها بخلاف ماذكرتم من الصور ، فإن تلك الأعيان ليست من ملكه ، إنماله حق الانتفاع، فيقال: حق أرضه في الانتفاع "لا في ملك العين التي أودعها الله فيها بوصف الاشتراك (إلى) فهذا القول تقتضيه قواعد الشرع وحكمته واشتماله على مصالح العالم"

وعلى هذا فإذا دخل غيره بإذنه فأخذ منه شيئًا ملكه ؛لأنه مباح في الأصل (إلى) فهل له منعه من دخول ملكه ، وهل يجوز له دخوله في ملكه بغيرإذنه ؟۔

قال بعض أصحابنا: لايجوز، وهذا لاأصل له في كلام الشارع ولا في كلام الإمام أحمد" بل قد نص أحمد رحمه الله تعالىٰ على جواز الرعي في أرض غير مباحة مع أن الأرض ليست مملوكة ولامستاجرة ، ودخولها لغير الرعي ممنوع منه "فالصواب أنه يجوز له دخولها لأخذ ماله أخذه ، وقد يتعذر عليه غالباً استئذان مالكها، ويكون قد يحتاج للشرب وسقي بهائمه ورعي الكلأ و مالك الأرض غائب فلو منعناه من دخولها إلابإذنه كان ذلك ضرراً بيناً به، وأيضاً لا فائدة لهذا الإذن ؛لأنه ليس لصاحب الأرض منعه من الدخول ، فلافائدة في توقف دخوله على الإذن ، وأيضاً فإنه إذا لم يتمكن من أخذ حقه الذي جعل له الشارع إلابالدخول فهو مأذون فيه شرعاً" بل لو كان دخوله بغير إذنه لغيرة على حريمه وعلى أهله ، فلايجوز له الدخول بغير إذنه ، فأما إذا كان في الصحراء أو دار فيها بئر ولاأنيس بها فله الدخول بإذن وغيره ، وقد قال اللّٰه تعالىٰ:﴿لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ﴾(١)

وهذا الدخول الذي رفع عنه الجناح هو الدخول بلا إذن ، ثم رفع عنهم الجناح في غير المسكونة ، فدل ذلك على جواز الدخول إلى بيت غيره وأرضه

غيرالمسكونة لأخذ حقه من الماء والكلاء فهذا ظاهر القرآن وهو مقتضى نص أحمد رحمه الله اه باختصار يسير۔(١)

قلت :هذا الكلام كلام من هو لهذه الطائفة إمام، أي إمام قدوة عظماء هم ، وزبدة علماء هم ، ولمحققيهم مقدام، وفيهم شيخ الإسلام؟ ردّ؟ أسدّ، سهم بالغ في كبد أشد . وسيف قاطع من سيف كل أحد أحدّ، خصوصاً العبارات التي ضربنا عليها الخط ـقاطعة لكل عرق ، ضارب لكل ضارب هذه الضريبة۔ كيف وهو في الخصام ألدّ، قاطع الشغف بالكلية، لهذه المتحنبلية ،

وأقول : وعلى الله أعول ، وبحوله على أعدائه أصول، هل من أحدلها يقول : ياهذه ! هذا السهم المستقيم البالغ الأسدّ الأشدّ الأحدّ من أمامك ، جعلناه أمامك ، أليس هذا ينبغي لك ، أمافيه سهمك وسهم مثلك ، لا لابل هو يصح عليك وينطبق على كل من هو مثلك لديك ،

كما قال الشاعر:

أليلى! أليلى! أي دفار هجرت من

اتته المعالي صفوها وصميحها

دعي عنك تهجاء الرجال واقبلي لك الحظ لا للاخيلية ، دعي عنك العوار، واقبلي القول الحق الظاهر الزاهر، كشمس نصف النهار،خذي الحق ولو وجدت مكتوباً على الجدار، وهذا أمامك عندك الناصح الأمين، فلم لاتقبلين قوله الحق الناصع المبين ، وما هو من عند نفسه ، وماأخرج لك من جيبه ، بل من ظاهر القرآن ، وعن إمام المذهب رضي عنه المنان، فاعترفني أنك إلى الآن، كنت من الخاطئين ،وأنك كنت من الضالين ، وأنك انت آثمة، جائرة جابرة ظالمة، فاسقة فاجرة ، باغية طاغية، بالذنوب مجاهرة، مغمورة بالطغيان، منغمسة في بحر العصيان، قولي ماتقولين ، وإلاقومي وأخرجي، واذهبي

---

(١) [illegible]

وتنحي، وابعدي عني، وتقنعي، واستتري مني، ومن كل مؤمن سني، كما قال الشاعر: تنحي واقعدي مني بعيداً أراح الله منك العالمينا

حياتك ماعلمت حياة سوء وموتك قد يسر الصالحينا

إنا لانشتهيك، ولانرغب فيك، إنا راغبون عنك، ونافرون منك، أنت في الحرام، بلا كلام، استبرئي من هذه الأنجاس والارجاس، وتوبي إلى الله الملك المنعام، اتقي دعوة الحجاج الكرام المظلومين، فإن دعوة المظلوم ليس بين الله وبينها حجاب(٢٤) كمافي الحديث الشريف المبين، ﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ، وَلَعَذَابُ الآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾(١)

ستعلم ليلى أى دين تداينت وأى غريم في التقاضي غريمها۔

ثم أقول: هذ الكلام كلام متكلمها، هو أقام عليها الطامة الكبرى، وألقى عليها الداهية والمصيبة العظمى، وأنام كل عين ساهرة بنوم الموت منها۔

الله الله! أين ذلك وأين هذا، بينهما بون كبون الأرض والسما، لما لم يجز منع المالك دخول غيره في ملكه لشربه بل لسقي أرضه بل لرعي دوابه وأخذ حقه

---

(٢٤)۔روى الإمام أحمد بلفظ: دعوة المظلوم لاتحجب۔(٢)

وقال الإمام الغزالي فى مكاشفة القلوب: وفي بعض الكتب يقول الله تعالىٰ:اشتد غضبي على من ظلم من لايجد له ناصراًغيري۔(٣) وما أحسن قول بعضهم :لاتظلمون إذا ماكنت مقتدراً،فالظلم يرجع عقباه إلى الندم، تنام عيناك والمظلوم منتبه يدعو عليك وعين الله لم تنم۔منه(٤)

---

(١) (سورة الشعراء:٢٢٧) (٢٥)

(٢) (مصنف ابن ابى شيبة ۔باب :فى الامارة ٦/٤٢٠)

(٣) (الترغيب والترهيب للمنذرى كتاب القضاء ٣/١٣٠)

الآخر غير المذكور ووجب على المالك الإذن له به ، فكيف هذا منع دخول الحرم وسد طريق الكعبة التي هي مثابة ، والروضة المباركة التي هي مرجع الإسلام والمسلم ومابة ، وللتائبين متابة ، وصد سبيل الرحمن ، إلى أداء الكوشان ، ورد الحجاج العاجزين ، عن أداء هذا المكس اللعين ، وطرد الزائرين من المدينه الكريمة، بعد المدة المقررة من الحكومة اللئهة، والأخذ (٢٥)ممن يقيم فيها بعد تلك المدة القليلة ، عشرة أيام للإياب والذهب في كل يوم خمسة ريال سعودية ، والعياذ بالله رب العلمين ، فظاهر أن هذا المنع وغيره أعظم وأشد وهو من صنيع الكفار ومن عمل الشيطان ، ومن هذه العبارة ظهر وبان حكم إجارة الطريق والمعادن (٢٦)أنها حرام وعد وان ، ولله الحمد في كل حين وان .

وقال في "شرح قرة العين" للشيخ العلامة زين الدين المليباري الشافعي تلميذ الشيخ ابن حجرالهيثمي المكي ـ قدس سرهما الملكي ـ ويشترط أيضاً للوجوب أمن الطريق على النفس ولو رصدى وإن قل مايأخذه ـ(١)

---

(٢٥)ـقال بعض الأجلة من علماء طرابلس الشام لما رأى هذه الرسالة فرحاً كثيراً ارتضاء حتى مسمى كتب اسم الرسالة القنابل الزرية على الكوشانات والضرائب السعودية كتب من قبيح أفعالهم وسوء أعمالهم وضعهم ضريبة عشر ريالات سعودية في سنة على المقيمين في المدينة المنورة وعدم قبول شهادة أحد لم يكن من رعيتهم ـ وهذا شرع جديد قاتلهم الله أنى يؤفكون ـ ١٢ منه

(٢٦)ـستكون معادن يحضرها شرار أمتي ـ وفي رواية شرار الناس ـ(٢) روى كلتا الرواية الإمام أحمد رضي الله تعالىٰ عنه وأورد هما الإمام المناوي في الكنوز ،اللّٰه اللّٰه ظهر تصديق الروايتين في هذا العهد بعد الألف ثلث مأة وبضع وخمسين سنة بعد ماتسلطت هذه الطائفة على الحرمين و جفرت المعادن و اعطتها بالاجارة لنصارى أمريكا ـ ١٢ منه

---

(١) (فتح المعين بشرح قرةالعين ١/٢٨٤)

(٢) [illegible]

((عبارات المفسرين الكرام))

قال العارف بالله سيدي الملّا أحمد جيون ـ قد س الله سره وأفاض علينا بره ـــ أستاذ سلطان المؤمنين، ناصر الملة، مروج الشريعة، هادم الجور والاعتساف، مربي أهل العدل والإنصاف، ملجأ الأفاضل الكرام، وملاذهم من حوادث الأيام، الحصن الحصين للإسلام، محي الدين، أورنك زيب عالمكير ـ رحمة الله تعالىٰ عليه ـــ في التفسيرات الأحمدية تحت قوله تعالىٰ: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَٰجِدَ اللَّهِ﴾الآية ـ(١)

في سورة البقرة ص٢٢ وهو نهي عن تمكينهم من الدخول فيها (إلى) قيل: نزلت في حق المشركين، فإنهم منعوا رسول الله ﷺ عام الحديبية عن دخول مكة وسعوا في خراب المسجد أي: منعوا عن العبادة والصلاة في مسجد مكة (إلى) والمقصود من ذكر الآية أنها تدل على أن هدم المساجد وتخريبها ممنوع، وكذا المنع عن الصلاة والعبادة وإن كان مملوكاً للمانع، وقد أوعد الله عليه وشنع الفقهاء تفسيرات احمديه ص٢٢)وفيها تحت قوله عزوجل ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ﴾الآية (٢)

عن أحمد بن حنبل هو سنة، وبه قال أنس بن مالك وابن عباس ـ رضى الله تعالىٰ عنهما ـ على مانص به القاضي البيضاوي وصاحب الكشاف؛ لأن مفهوم الآية الإباحة وإنما ترجح جانب الوقوع بفعل الرسول ـ عليه السلام ـ والصحابي، فيكون سنة، وعند مالك والشافعي ـ رحمهما الله تعالىٰ ـ ركن؛ لقوله ـ عليه السلام ـ ((اسعوا فإن الله كتب عليكم السعي ـ(٣)

---

(١) [سورة البقرة: ١١٤]

(٢) [سورة البقرة: ١٥٨]

(٣) (المعجم الكبير للطبراني ٢٢٥/٢٤))

(۲۷)وعندنا واجب ؛ لدوام الرسول على ذلك والصحابي من غير تركه أحياناً فكان واجباً يجب بتركه الدم كذا في "الهداية" وصرح صاحب المدارك بأن في قوله تعالىٰ:﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُم . وَمَنْ تَطَوَّعَ﴾(۱)

دليلا على رد قول مالك والشافعي الخ ، وفيها تحت قوله تعالىٰ :﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ﴾ الآية

والمعنى :لاتأكلوا بعضكم أموال بعض بالباطل ، كالسرقة والغصب والقمار والعقود الفاسدة ونحوها ، ومناسب هذا المعنى عطف قوله تعالىٰ:﴿وَتُدْلُوا بِهَا﴾على ﴿تَأْكُلُوا﴾ فهو داخل تحت النفي ، ويؤيده قرأة أبي ﴿وَلَاتَدْلُوا بِهَا﴾ يعني: لاتدلوا بتلك الأموال إلى الحكام ولاتقربوا بها إليهم لتأكلوا بحمايتهم طائفة من أموال الناس وتجعلوها سبباً لاتلاف أموال المسلمين ، كشهادة الزور واليمين الكاذبة، أو بالصلح مع العلم بأن المقضي له ظالم، وحينئذ فالمراد من الحكام حكام الشريعة كالقاضي (إلى قوله) والسلطان (إلى أن قال) وقيل:

المراد بالحكام حكام الظلم، ومعناه تدلوا بها أي: تلقوا بعضها إلى حكام السوء على وجه الرشوة لتأكلوا بحمايتهم طائفة من أموال الناس بالفساد والنمامة والغيبة والتجسس كمايفعله جليس الحكام على ماهو شائع في بلادنا وكثير في زماننا وهو حرام بالنص ـ نعوذ بالله۔

---

(۲۷)۔وروى الطبراني بلفظ ((اسعوا فإن السعي كتب عليكم))ذكره الإمام المناوي في الكنوز۔۱۲منه

---

(۱) [سورةالبقرة:۲٤۰]

(۲) [سورةالبقرة:۱۸۸]

لأن فيه ضرر المسلمين ، وقد (۲۸)لعن الله من ضر مسلماً في سورة النساء تحت قوله تعالیٰ:﴿وَلَا تَأْكُلُوا﴾الآية

اعلم أن الله تعالیٰ نهانا أولاً عن أكل الأموال بالباطل بوجه لايستحسنه الشرع ، نحو السرقة والخيانة . وجوّز ثانياً أكل مايكون بالتراضي من الجانبين بقوله تعالیٰ:﴿إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ﴾(۱)وهو استثناء منقطع معناه ولكن اقصد واكون تجارة عن تراض منكم (إلى)أي: تجارة صادرة عن تراض (إلى) والمآل أن هذ االتراضي هو الضابطة الكلية في بيان حل أكل الأموال وحرمتها (إلى) ولاتقتلوا أنفسكم بالقاء هاإلى التهلكة وبأكل الأموال بالباطل (إلى) أن التجارة عن تراض هو أن ترضى لغيرك ماترضى لنفسك، لما نزلت الأية امتنعوا عن أكل طعام الأقرباء ومن الدخول في منازلهم حتى نزل ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ﴾ الآية(۲)

وفيها: تحت قوله تعالیٰ:﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا. وَأَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ﴾(۳)

---

(۲۸)۔وجاء في الحديث! من ضار ضرالله به، ومن شاق شق الله عليه۔(٤)

رواه الإمام أحمد رضي الله تعالیٰ عنه۔ أورده الإمام المناوي في كنوز الدقائق۔ وفي الكنوز عن الرافعي ليس منامن غش مسلما أو ضره أو ماكره۔(٥)

---

(۱) [سورة النساء:۲۹]

(۲) [سورة النور:٦١]

(۳) [سورة النساء:١٦١،١٦٢]

(٤) (سنن الترمذی باب ماجاء فی الخيانة۳/۳۹٦)

وأكلهم أموال الناس بالباطل أي: الرشوة وغيرها .

وفيها تحت قوله تعالىٰ:﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾(١)

(إلى قوله تعالىٰ)﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (٢)

نقل في نزولها أن شريح بن هنه المشهور بالشقاوة جاء إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسأله عما دعا الخلق إليه ، فقال بتصديق رسالتي وإيمان ربي وأمره به ، فقال :أشاور ذلك فيما بين جيوشي وأقبل قولك بعد ـ ولما خرج من المدينة استاق مواشيها وأغار أموالها ، وذهب بها إلى مكة ، فعرفوها وتصدوا أن يردوها عنه فنزلت هذه الاية ، هكذا في الحسيني والزاهدي "لاتحلوا" أي لاتنقضوا حرمات الله من مرافق الحج ، ومرامى الجمار ، والإحرام ، والطواف ، والسعى ، والحلق ، والنحر وغيره . ولا حرمة الشهر الحرام بالقتل فيه ، ولا حرمة الهدى ذات القلائد بالغصب ، والمنع عن بلوغ محلها (إلى) ولا امين البيت الحرام (إلى) وقوله تعالىٰ :

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ﴾(٣)

(إلى) والمعنى لايكسبنكم بغض قوم لأن صدكم عن المسجد الحرام يوم الحديبية الاعتداء أي الانتقام منهم بالحاق مكروه بهم (إلى) أن الاشتغال بهذه الأفعال ممايصدالحج فلاتجعلوها فيما بينكم ـ الخ

الله الله ! لما كان استرداد الأموال ممايصد الحج ، فكيف هذ المكس بقصد الإلحاد اين استرداد أموال المسلمين من الكافرين قهراً ـ وأين نهب أموال المؤمنين جبراً، كيف لايكون هذا صداً بالأولىٰ، وفيها تحت قوله تعالىٰ:﴿ إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَاداً﴾(٤)

(١) [سورة المائدة:٢] (٢) [سورة المائدة:٢]

(٣) [سورة المائدة:٢]

(٤) [سورة المائدة:٣٣]

روى الإمـام الـزاهد رواية أخرى عن ابن عباس أنه وادع رسول الله ـصلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم أبابردة هلال بن عويمر الأسلمي ، فجاء أناس من بني كنانة يـريـدون الإسلام قطع أصحاب أبي بردة الطريق فنزل (إلى) قال :وقيل :هذا حكم كـل قاطع كافراً كان أو مسلماً ، والمراد من محاربة اللّٰه ورسوله محاربة أوليائهم وهـم الـمسـلمون يعني قطع الطريق (إلى) والمحاربة معلومة بأنواعها عادة ، وهو أن يكون بتخويف أو أخذ مال فقط الخ .

وفيها تحت قوله تعالىٰ :﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَاماً﴾ الآية(١) قيـاماً للناس انتعاشاً لهم في أمر دينهم ودنياهم ونهوضاً إلى أغراضهم في معاشهم ومعادهم الخ ،

وكـذا جعل الله الشهرالحرام الذى يؤدى فيه الحج قياماً ، والمراد به أشهر الحرام أعني :رجب وذا القعدة وذاالحجة ومحرم .

وفيها تحت قوله تعالىٰ:

﴿الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ ﴾الآية(٢)

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ ﴾ (٣)

مـاطـاب فـي الشريعة مماذكراسم الله عليه من الذبائح وما خلا كسبه من السحـت ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ مايستخبث كالدم (إلى) وماخبث في الحكم كالربا والرشوة ونحوهما من المكاسب الخبيثة .

وفيها تحت قوله تعالىٰ:﴿ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ﴾أي علـى كل ممر ومـجتـاز تـرصـد ونهـم بـه وعـن ابـن عبـاس فـي مـعـنـى

---

(١) [سورة المائدة:٩٧]

(٢) [سورة الاعراف:١٥٧]

(٣) [سورة الاعراف:١٥٧] (٤) [سورة التوبة:٥]

﴿وَاحْصُرُوْهُمْ﴾ حصرهم أن يحال بينهم وبين المسجد الحرام اه مختصراً۔

وفيها تحت قوله تعالىٰ:﴿جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَاءِ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَن يُرِدْ فِيْهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ﴾(١)والمعنى إن الذين كفروا يصدون عن سبيل الله وعن دخول المسجد الحرام الذي جعلناه مستوياً فيه المقيم وغير المقيم، والآية في حق سفيان بن حرب وأصحابه حيث صدوا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن دخول مكة عام الحديبية كما صرح به الزاهدي والحسيني، والمقصود أنه قال المفسرون :إنه إن أريد بالمسجد الحرام هو نفسه كما هو رأي الشافعي كان المعنى أنه قبلة لجميع الناس مستو فيه المقيم وغير المقيم في التوجه إليه۔ وإن أريد به مكة كما هو رأي أبي حنيفة كان دليلاً على أنه لايباع(٢٩)أراضي مكة ولاتستاجر (إلى) ونقل أنه يجوز بيع بناء مكة، ويكره بيع أراضي مكة عند أبي حنيفة؛ لقوله عليه السلام ((مكة (٣٠) حرم لايباع آراضيها۔(٢)الحديث . ويجوز عندهما اعتباراً بالبناء، ويكره إجارتها ولم ينقل فيه خلافاً، هذا حاصل كلامه . فعلم منه أن الخلاف بين أبي حنيفة وصاحبيه دون الشافعي، وأنه في بيع الأراضي دون البناء، فماوقع في الكشاف وغيره أنه لايباع دور مكة عندنا، فيه تسامح۔ والأظهر فيه ماقال الزاهدي :فيكون على هذا التاويل الناس فيه سواء في منازل مكة فينزلون حيث شاؤا، ولهذا قال ابو حنيفة :يكره بيع عقارمكة، وروي عن محمد بن الحسن أنه قال :

---

(٢٩)۔لاتنس ماقدمناه قدمر من الشامي تحقيق المسئلة فتذكره واحفظه۔١٢منه

(٣٠)۔وأيضاً في الحديث مكة مناخ لاتباع رباعها ولاتؤجر بيوتها(السنن الصغير للبيهقی ٤٠٨/٣) رواه البيهقي كما في الكنوز ۔١٢منه

---

(١) [سورة الحج :٢٥]

(٢) (مصنف ابن ابی شيبة ٣٢٩/٣))

یکره إجارة بيوت مكة في المرسم، وقال عمر(۳۱)۔رضى الله تعالى عنه۔من أكل كراء بيوت مكة في الموسم فإنما أكل في بطنه ناراً.

وعنه أنه قال: يا أهل مكة! لاتتخذوا لبيوتكم أبواباً لينزل البادي حيث شاء.۔(۱)

وقوله تعالىٰ:﴿ومن يرد فيه﴾ [سورة الحج:۲۵]ضمير فيه راجع إلى المسجد الحرام﴿بالحاد بظلم﴾۔(۲)(إلى) في الكشاف .

وقيل :إلحاد في الحرم منع الناس عن عمارته .

وفيها تحت قوله تعالىٰ:﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ﴾۔(٤)

وبيان وجوب الحج في قوله تعالى:﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾۔(٥)

وهو إن كان كلا مأمستأنفاً كان خطاباً لمحمد عليه السلام أمر في ذلك في حجة الوداع . وإن كان عطفاً على قوله :﴿وَلَاتُشْرِكُوابِيْ﴾ وقوله:﴿طَهِّرْبَيْتِيْ﴾ كان خطاباً لابراهيم۔عليه السلام۔ومعناه :ناد في الناس بدعوة الحج الخ .

وقال الإمام الجليل جلال الدين السيوطي الشافعي في "تفسير الجلالين"

---

(۳۱)۔وأيضاً فى الحديث من أكل من أجور بيوت مكة شيئًا فكانما يأكل ناراً(۳)رواه الديلمي في مسند الفردوس أورده عنه العلامة المناوي في كنوز الدقائق۔۱۲منه

---

(۱) (عمدة القارى شرح صحيح البخارى باب نزول النبى صلى الله عليه وسلم ۲۲۸/۹)

(۲) (سورة الحج :۲۵)

(۳) (شرح صحيح البخاري لابن بطال ۳۰۳/۵)

(٤) (سورة الحج :۲٦)الآية .

(٥) [سورة الحج:۲۷]

تحت قوله تعالىٰ:﴿وَمَنْ أَظْلَمُ﴾الآية أي: لا أحداً ظلم ممن منع مساجد اللّٰه أن يذكر فيهااسمه بالصلاة والتسبيح﴿وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾-(١)بالهدم والتعطيل . نزلت اخباراً عن الروم الذين خربوا بيت المقدس ،

أو في المشركين لما صدوا النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم عام الحديبية عن البيت .﴿أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ﴾ -(٢)خبربمعنى الأمر، أي: أخيفوهم بالجهاد فلايدخلها أحدامنا-(٣)

وفي "حاشية تفسير الجلالين" للعلامة العارف باللّٰه تعالىٰ الشيخ أحمد الصاوي المالكي - رحمه الله تعالىٰ - تحت قوله :خبر بمعنى الأمر ، فالجملة خبرية لفظاً إنشائية معنىً ، وقوله :أخيفوهم بالجهاد ، فالمراد من الآية أن الله تعالىٰ كلفنا بقتالهم ، ومنعهم عن المسجد الحرام وبيت المقدس الخ-(٤)

وقوله تعالىٰ:﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ﴾ هذا عام لكل من منع مساجد اللّٰه من ذكراسم اللّٰه فيها ، كان مسلماً أو كافراً ،فخزي المسلم في الدنيا (إلى) الموت على غير حالة مرضية (إلى) وكل اية وردت في الكفار تجر ذيلها على عصاة المسلمين ،-(٥)

وفي الجلالين في البقرة تحت قوله تعالى: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ﴾-(٦)

أي: لاياكل بعضكم مال بعض﴿بِالْبَاطِلِ﴾ الحرام شرعاً بالسرقة والغصب

---

(١) [سورةالبقرة:٤ ١ ١]

(٢) [سورةالبقرة:٤ ١ ١]

(٣) (تفسير الجلالين ٢٤/١) .

(٤) (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ٧٣/١) .

(٥) (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ٧٣/١)

(٦) [سورة البقرة:١٨٨)]

﴿وَلَاتُدْلُوْا﴾ تلقوا بها أي بحكومتها أو بالأموال رشوة الخ ـ(۱)

قال الصاوي :قوله :كالسرقة والغصب ، أي: والمكس والنهب من كل مالم يأذن فيه الشارع .ـ(۲)

وفي تفسير الجلالين:﴿وَلَاتَأْكُلُوْاأَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾الحرام في الشرع كالربا والغصب ﴿إِلَّاأَنْ تَكُوْنَ﴾تقع تجارة ؛ وفي قراة بالنصب ، أي: تكون الأموال أموال تجارة صادرة عن تراض منكم وطيب نفس ، فلكم أن تأكلوها .ـ(۳)

قال الصاوي :قوله :والغصب أي: والسرقة والرشوة . قوله: ﴿عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ أي: وأما إذا لم تكن عن تراض بل كانت غصباً أو غشاً أو خديعةً فليست حلالًا ، ويشترط أن يكون على الوجه المرضي في الشرع . قوله:أي: مانهى عنه ، وهو قتل النفس أو أكل الأموال بالباطل ـ(٤)

وفي "الجلالين" تحت قوله تعالىٰ:﴿وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ بالرشافي الحكم .ـ(۵)

قال الصاوي :قوله :بالرشا، جمع رشوة وهي مايعطيه الشخص للحاكم ليحكم له ، والمقصود من ذكر هذه الأمور الاتعاظ بها ، وبيان أنها حرام في شرعنا أيضاً ، ففي الحديث ((كل لحم نبت من السحت فالنار أولى به)) قالوا: وما السحت؟ قال :الرشوة في الحكم ، فالحاكم لايجوز له أن يأخذ شيئًا على حكم ـ

---

(۱) (تفسير الجلالين ۳۹/۱).

(۲) (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ۱۱٦/۱)

(۳) (تفسير الجلالين ۱۰۵/۱)

(٤) (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ۲۸۸/۱ـ۲۸۹) .

ومثله الضامن وذو الجاه والمقرض الخ .-(۱)

وفي "الجلالين" تحت قوله تعالىٰ:﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَاتُحِلُّوْا شَعَائِرَ اللّٰهِ﴾جمع شعيرة ، أي: معالم دينه بالصيد في الاحرام ﴿وَلَاالشَّهْرَالْحَرَامَ﴾ بالقتال فيه ﴿وَلَاالْهَدْيَ﴾ ماأهدى إلى الحرم من النعم بالتعرض له﴿وَلَاالْقَلَائِدَ﴾ جمع قلادة ، وهي ماكان يقلد به من شجرالحرم ليأمن أي: فلاتتعرضوا لها ولالأصحابها ﴿وَلَا﴾تحلوا ﴿آمِّيْنَ﴾ قاصدين ﴿الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾ بأن تقاتلوهم ﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا﴾رزقاً من ربهم بالتجارة ورضواناً منه بقصده بزعمهم الفاسد وهذا منسوخ بآية برأة ﴿وَإِذَاحَلَلْتُمْ﴾ الإحرام﴿فَاصْطَادُوْا﴾ أمرإباحة ﴿وَلَايَجْرِمَنَّكُمْ﴾ يكسبنكم ﴿شَنَآنُ﴾ بغض ﴿قَوْمٍ﴾ لأجل ﴿أَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوْا عَلَيْهِمْ﴾ بالقتل وغيره . -(۲)

قال الصاوي: قوله: أي: معالم دينه من مامورات ومنهيات ، والمعنى لاتتهاونوا بمعالم دينه ، وقوله :بالصيد في الإحرام خصه لقرينة ماقبله ومابعده، وإلافاللفظ عام كقوله: ﴿أَوْفُوْابِالْعُقُوْدِ﴾فأولاً أمرنا بالوفاء بها ، وثانياً نهانا عن التفريط والتهاون بالشعائر ، وهي كناية عن معالم الدين والإحلال تارة يكون بالفعل ، أوالاعتقاد۔ قول:﴿وَلَاالشَّهْرَالْحَرَامَ﴾ هو عما بعده من عطف الخاص على العام اعتناء بشان تلك الأمور قوله:﴿والقتال فيه﴾ سيأتي للمفسر أنه منسوخ بآية برأة ، وإن حمل على غير القتال كالظلم مثلاً فليس بمنسوخ ، قال تعالى:﴿فَلَا تَظْلِمُوْنَ فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ قوله :ماأهدى إلى الحرم ان حمل على هدايا الكفار فهو منسوخ بقوله تعالىٰ:﴿فَلَايَقْرَبُوْاالْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ وبقوله :﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾۔(۳)

---

(۱) (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ۳٤٤/۱)

(۲) (تفسير الجلالين ۱۳٥/۱)

(۳) [illegible]

وسبب ذلك أن رجلاً من ربيعة يقال له الحطم سريح بن هنداتي إلى المدينة (إلى) فلما خرج استاق جملة من غنم أهل المدينة وإبلهم، فلما كان في العام القابل جاء ومعه تلك الإبل والغنم (إلى) فأحب أصحاب رسول الله ﷺ أن يأخذوها منه، فنزلت قوله:﴿فلاتتعرضوا لها﴾أي: القلائد وهي ماقدربه من شجر الحرم وقوله:﴿ولالأصحابها﴾ أي: الهدايا المقلدات (إلى) ويحتمل أن معنى لأصحابها، أي: رجال المقلدين (إلى) لاتتعرضوا للهدى، وإن لم يكن مقلداً ولا للقلادة من المقلد ولاللمقلد من الهدايا، أو الرجال قوله:امين، أي: قوما أمين (إلى قوله) ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ﴾۔(۱)

هذه الآية نزلت عام الفتح حين تمكن النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم وأصحابه من مكة وأهلها، فنها هم اللّٰه تعالىٰ عن التعرض للكفاربالقتال والايذاء، والمعنى لاتعاملوهم مثل ماكانوا يعاملونكم به (إلى)واختلفوا في معناه، قيل: معناه :لايكسبنكم۔

وقيل :معناه :لايحملنكم (إلى) قوله:﴿إِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾۔(۱)في الآية وعيد شديد وتهديد عظيم۔۔(۲)

وفي "الجلالين" نزل في العرنيين لماقدموا المدينة(إلى) قتلوا راعي النبي۔ صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم واستاقوا الإبل﴿إِنَّمَاجَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾بمحاربة المسلمين ﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾۔(۳) بقطع الطريق۔۔(٤)

---

(۱) [سورة المائدة :۲]

(۲) [سورة المائدة :۲]

(۳) (حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ۱/۳۵۵۔۳۵۶)

(٤) [سورة المائدة :۳۳]

قال الصاوي: قوله: بمحاربة المسلمين أشار بذلك إلى أن الكلام على حذف مضاف، تقديره: يحاربون أولياء الله وأولياء رسوله، وهم المسلمون، وأفاد به أن هذا الأمر مستمر إلى يوم القيامة، قوله:﴿ وَيَسْعَوْنَ ﴾هذا تصوير للمحاربة، وقوله :﴿فَسَادًا﴾ مفعولا لأجله، أي: يسعون لأجل الفساد، قوله :بقطع الطريق، أي: لأخذ المال الخ .-(١)

وفي "الجلالين" تحت قوله تعالى:﴿ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾(٢)﴿وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ﴾ طريق ﴿تُوعِدُونَ﴾ تخوفون الناس بأخذ ثيابهم أو المكس منهم ﴿وَتَصُدُّونَ﴾ تصرفون ﴿عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾ دينه من امن به بتوعدكم إياه بالقتل . -(٣)

قال الصاوي: قوله: بأخذ ثيابهم، ورد أنهم كانوا يجلسون على الطريق.-(٤)

وقال الصاوي: تحت قوله تعالى:﴿وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾-(٥)

قوله: ﴿وما كانوا أولياؤه﴾ رد لهم نحن ولاة البيت فنصد من نشاء وندخل من نشاء .-(٦)

وفي "الجلالين" تحت قوله عزوجل:﴿فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ ولا تتعرضوا لهم .-(٧)

---

(١) [حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ١/٣٧٧]

(٢) [سورة الأعراف:٨٦] (٣) [تفسير الجلالين ٢٠٥]

(٤) [حاشيه الصاوى على تفسير الجلالين ١/٥٤٣]

(٥) [سورة الأنفال:٣٤] (٦)[حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ٢/١٥]

(٧) [illegible]

قال الصاوي، أي: لا لأنفسهم ولا لأموالهم فلاتأخذوا منهم جزية ولاأعشاراً ولاغيرذلك .-(١)

وفي "الجلالين" تحت قوله تعالىٰ:﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾(٢)بالأفراد والجمع بدخوله والقعود فيه. -(٣)

وقال الصاوي: تحت قوله تعالىٰ:﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾(٤)

قال العلماء :جملة بلاد الإسلام في حق الكفار ثلاثة أقسام۔

أحدها: "الحرم، فلايجوزللكافر أن يدخله بحال، وجوز أبوحنيفة دخول المعاهد۔

الثاني: الحجاز، فلا يجوز للكافر دخوله إلا بإذن ولايقيم فيه أكثر من ثلاثة أيام لما في الحديث ((لايبقين(٣٢)دينان في جزيرة العرب))

الثالث:سائر بلاد الإسلام، يجوز للكافر يقيم فيها بذمة وأمان، لكن لايدخل المساجد إلالغرض شرعي -(٥)

وقال الإمام البغوي الشافعي رحمه اللّٰه تعالىٰ في "معالم التنزيل"﴿من أظلم﴾ وقال:﴿مثابة للناس﴾مرجعاً لهم، قال مجاهد وسعيدبن جبير: يثوبون إليه من كل جانب ويحجون . قال ابن عباس رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما: معاذاً وملجأً . قال قتادة

---

(٣٢)۔ وفي الحديث لايجتمع دينان في جزيرة العرب[تفسير الرازى سورة البقرة ٥/٢٨٩] رواه القضاعي كما في كنوز الدقائق ۔١٢منه

---

(١) [حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ٢/٣٣]

(٢) [سورة التوبة:١٧]

(٣) [تفسير الجلالين ١/٢٤٢]

(٤) [سورة التوبة:٢٨]

(٥) [حاشية الصاوى على تفسير الجلالين ٢/٤٠]

وعكرمة :مجمعا، ﴿وأمنا﴾ أي: مأمناً يأمنون فيه من إيذاء المشركين (إلى) أن قال رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يوم فتح مكة :((إن هذا البلد حرمه اللّٰه يوم خلق السموات والأرض، فهو حرام بحرمة اللّٰه إلى يوم القيامة-ـ(١) ((الحديث)).

﴿وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ ـ(٢)

قال يمان: المسجد كله مقام إبراهيم . وقال إبراهيم النخعي :الحرم كله مقام إبراهيم .

وقيل :جميع مشاهد الحج مثل عرفة ومزدلفة الخ.ـ(٣)

وقال الكلبي ومقاتل: ﴿الطَّائِفِينَ﴾ هم الغرباء ﴿وَالْعَاكِفِينَ﴾ أهل مكة،ـ(٤)

وقال:﴿ شَعَائِرَ اللَّهِ ﴾أعلام دينه وكل ما كان معلماً عن القربات تتقرب به إلى الله تعالىٰ من صلاة ودعاء وذبيحة فهو شعيرة، فالمطاف والموقف والمنحر كلها شعائراللّٰه، ومثلها المشاعر، والمراد بالشعائر ههنا المناسك التي جعلها اللّٰه تعالىٰ أعلاماً عنه، فالصفا والمروة منها حتى يطاف بهما جميعاً. ـ(٥)

وقال تحت قوله عزوجل:﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ (٦)

قيل: البر متابعة الأمر، والتقوى مجانبة النهي .

---

(١) [تفسير البغوى ١/١٦٢/سورة البقرة:١٢٥]

(٢) [سوورة البقرة:١٢٥]

(٣) [تفيسر البغوى ١/١٦٣/سور البقرة ٢/١٢٥]

(٤) [تفسير البغوى ١/١٦٦]

(٥) [تفسير البغوى ١/٥٧]

(٦) [سورةالمائدة:٢]

وقيل :البر:الإسلام ، والتقوى: السنة . وقيل :الإثم :الكفر ، والعدوان: الظلم . وقيل :الإثم :المعصية ، والعدوان: البدعة .

سئل رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم عن البر والإثم ، قال :((البر: حسن الخلق ، والإثم: ماحاك في نفسك وكرهت أن يطلع عليه الناس، ـ(١)

وقال:لايأكل بعضكم مال بعض بالباطل من غير وجه الذي أباحه اللّٰه ،)) ـ(٢)

والأكل بالباطل أنواع: قد يكون بطريق الغصب والنهب ، وقد يكون بطريق اللهو كالقمار وأجرة المغنى وغيرهما ، وقد يكون بطريق الرشوة والخيانة، وقال تحت قوله تعالى:﴿جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ﴾ قبلة لصلاتهم ومنسكاً ومتعبداً كما قال:﴿وُضِعَ لِلنَّاسِ﴾ مستوياً﴿الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾(إلى) وأراد بالعاكف المقيم فيه ، والباد الطاري المثاب إليه من غيره ، واختلفوا في معنى الآية فقال قوم :سواء العاكف فيه والباد ، أي: فى تعظيم حرمته وقضاء النسك فيه ، وإليه ذهب مجاهد والحسن وجماعة ، وقالوا: المراد منه نفس المسجد الحرام ، ومعنى التسوية :هو التسوية في تعظيم الكعبة وفي فضل الصلاة في مسجد الحرام والطواف بالبيت . وقال الأخرون: المراد منه جميع الحرم، ومعنى التسوية أن المقيم والبادي سواء في النزول به ليس أحدهما أحق المنزل يكون فيه من الآخر غير أنه لايزعج فيه أحد إذا كان سبق إلى منزل وهو قول ابن عباس وسعيد بن جبير وقتادة وابن زيد . قالوا :هما سواء في البيوت والمنازل، وقال عبدالرحمن بن سابط :كان الحجاج إذا قدموا مكة لم يكن أحد من أهل مكة بأحق بمنزله منهم ، وكان عمربن الخطاب ينهى الناس أن يغلقوا أبوابهم في الموسم ، وعلى هذا القول: لايجوز بيع دور مكة وإجارتها ، وعلى القول الأول "وهو أقرب إلى الصواب" يجوز ؛لأن اللّٰه تعالىٰ قال:﴿أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ مِنْ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ـ(٣)

---

(١) [تفسير البغوى ٢١٩/١] (٢) [تفسير البغوى ٦٩/١]

(٣) [سورة الحج : ٤٠]

وقال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ((من دخل دار أبي سفيان فهو آمن)) فنسب الدار إليه نسب ملك، واشترى عمر دار السبحن بأربعة الاف درهم، فدل على جواز بيعها، وهذا قول طاوس وابن دينار، وبه قال الشافعي . وقوله عزوجل:﴿مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ﴾۔(۱)

أي: في المسجد الحرام وهو الميل إلى الظلم، والباء في قوله: ﴿بإلحاد﴾ زائدة، كقوله :نثبت بالدهن، ومعناه :من يرد فيه إلحاداً بظلم، قال الأعمش: ع :ضمنت برزق عيالنا أرما حنا، أي: رزق عيالنا، وأنكر المبرد أن يكون الباء زائدة، وقال: معنى الآية من يكون أراد به فيه بأن يلحد بظلم، واختلفوا في هذا الإلحاد، فقال مجاهد وقتادة :هو الشرك وعبادة غير الله، وقال قوم: هو كل شيء كان منهياً عنه من قول أو فعل حتى شتم الخادم، وقال عطاء هو دخول الحرم غير محرم وارتكاب شيء من محظورات الحرم من قتل صيد أو قطع شجرة (إلى) وروي عن عبد الله بن عمر أنه كان له فسطاطان: أحدهما في الحل والآخر في الحرم، فإذا أراد أن يعاتب أهله عاتبهم في الآخر الخ،

وقال تحت ﴿لَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ﴾۔(۲) قال السدي: كانوا عشارين، أي: جبايين، وقال العلامة البيضاوي ـ رحمه الله تعالىٰ ـ تحت قوله تعالى:﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ﴾۔(۳) ولا تنقصوا حقوقهم، وإنما قال اشياء للتعميم تنبيهاً على أنهم يبخسون الجليل والحقير والقليل والكثير، وقيل: كانوا مكاسين لايدعون شيئًا إلا مكسوه،﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ بالكفر والحيف ﴿بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾ بعد ما أصلح أمرها أو أهلها الأنبياء وأتباعهم بالشرائع، أو أصلحوا فيها﴿ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ إشارة إلى العمل بماأمرهم أونهاهم (إلى)﴿وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ﴾ بكل طريق من طرق الدين

---

(۱) [سورة الحج:۲۵] (۲) [سورة الاعراف:۸٦]

(۳) [سورة الاعراف:۸۵]

كالشيطان وصراط الحق وإن كان واحداً لكنه ينشعب إلى معارف وحدود وأحكام، وكانوا إذا رأوا واحداً يسعى في شيء منها منعوه، وقيل: كانوا يجلسون على المرصد(الى) وقيل: يقطعون الطريق﴿وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ يعني: الذي قعدوا عليه، فوضع الظاهر موضع المضمر بياناًلكل صراط ودلالة على عظم مايصدون عنه، وتقبيحاً لماكانوا عليه، أوالإيمان بالله ﴿مَنْ اٰمَنَ بِهٖ﴾ الخ (١)

وقال العلامة الفهامة الإمام الهمام ابن حجر المكى فى "فتح المبين لشرح الأربعين" تحت حديث ((كل المسلم على المسلم حرام، دمه وماله وعرضه))(٢) أدلة تحريم هذه الثلاثة مشهورة في الكتاب والسنة وإجماع الأمة (إلى) أخذ بعض الصحابة حبل آخرففزع، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:((لايحل لمسلم أن يروع مسلما))(رواه أبوداود وأحمد والترمذي)(٣)

((لايأخذ أحد عصاأخيه لاعباجادا)) (٤)أي: لايأخذ متاعه ليغيظه؛لأنه حينئذ وإن كان لاعباً في مذهب السرقة هو جاد في إدخال الأذى والروع عليه (إلى) والله يكره أذى المؤمن(رواه مسلم)(٥) وهو حديث كثير الفوائد، عظيم العوائد، مشير إلى جبل المبادي والمقاصد، بل هو عند تأمل معناه وفهم مغزاه حاوٍلجميع أحكام الإسلام منطوقاً ومفهوماً ومشتمل على جميع الآداب أيضاً إيماءً وتحقيقاً۔ وقول ابن المديني في بعض رواته: مجهول، غير مسلم له، أو أراد أنه مجهول الإسم، فإنه لايعرف إلابكنيته، ومن ثمّ وهم فيه الثوري۔

---

(١) [تفسير البيضاوى،سورة الأعراف:٣/٢٣]

(٢) [صحيح مسلم،باب تحريم ظلم المسلم:٤/١٩٨٦]

(٣) [سنن الترمذي،٤/٣٢]

(٤) [سنن الترمذي:٤/٣٢]

(٥) [صحيح مسلم،٤/٤٢٥]

وروى الترمذي بلفظ: ((المسلم أخ المسلم، لايخونه ولايكذبه ولايخذله، كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه، التقوى ههنا، بحسب أمرئ من الشرأن يحقر أخاه المسلم))(١)

وقال رضي اللّٰه تعالىٰ عنه تحت حديث ((لاضرر ولاضرار))(٢)

ظاهر الحديث تحريم سائر أنواع الضرر إلا لدليل؛ لأن النكرة في سياق النفي تعم (إلى) وفيه حذف ثان؛ إذ أصله لا لحوق أو إلحاق، أو لا فعل ضرر أو ضرار بأحد في ديننا، أي: لا لحوق له شرعاً إلا لموجب خاص بمخصص،

وقيدنا النفي بالشرع؛ لأنه بحكم القدر الإلهي لاينتفي واستثنى ماذكر؛ لأن الحدود والعقوبات ضرر وهو مشروع إجماعاً، إنما نفي الضرر فيما عدا مااستثنى؛ لقوله تعالى: ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (٣)

وقوله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم في الحديث الصحيح: ((بعثت بالحنيفية السمحة السهلة))(٤)

ونحو ذلك من النصوص المصرحة بوضع الدين على تحصيل النفع والمصلحة، فلولم يكن الضرر والضرار منفيين شرعاً لزم وقوع الخلف في الأخبار وهو محال.

وأيضاً قد صح: ((حرم الله من المؤمن دمه وماله وعرضه وأن لايظن به إلا خيراً)). (٥)

---

(١) [سنن الترمذى، باب ماجاء في شفقة المسلم: ٣/٣٨٩]

(٢) [شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٧/١٦]

(٣) [سورة البقرة: ١٨٦]

(٤) [تفسير البغوي: ١/٦٠١_ سورة النساء: ٢٦]

(٥) [التمهيد لما في المؤطا من المعاني والأسانيد، الحديث الرابع: ٢٠/١٥٧]

وقد صح أيضاً:((أن دماء كم وأموالكم وأعراضكم حرام عليكم بعضكم على بعض))(١)

وكل ماجاء في تحريم الظلم ،فعلم أن معنى الحديث مامر من نفي سائرالضرر والمفاسد شرعاً إلاماخصه الدليل ، وأن المصالح تراعى إثباتاً والمفاسد تراعى نفياً ؛لأن الضرر هو المفسدة ، فإذا نفاها الشرع لزم إثبات النفع الذي هي المصلحة ؛لأنهما نقيضان لاواسطة بينهما الخ.

هذا والحمدللّٰه ربنا أولاً وآخراً دواماً أمنا به وباليوم الآخر ، وكتب اللّٰه، ورسل اللّٰه ، وملائكة اللّٰه ، والبعث بعدالموت ، والقدر خيره وشره من اللّٰه إيماناً يباشر قلوبنا، ويشفي صدورنا ، وينور-إن شاء اللّٰه-قبورنا، هو نورنا يمشي بين أيدينا ، ويسعى أمامنا يوم نشّورنا ، حتى ندخل في الجنة في قصورنا۔

أيها السائل ! قد تعبنا كثيراً من نقل هذه العبارات، فتركنا الباقيات الكثيرات ، واكتفينا بتلك المارات ، من الآيات البينات والأحاديث الزاهرات ، والعبارات الباهرات، الناصات على تلك المحرمات ، وفيها الكفاية ، لأولى الدراية، ومن يرد اللّٰه به خيراً يفقهه في الدين ، ومن يرداللّٰه به خيراً يشرح صدره للإسلام ، ومن لم يجعل اللّٰه له نوراً فماله من نور-ومن أظلمه اللّٰه لن تنوره البدور، ولاحول ولاقوة إلا باللّٰه العلى العظيم

وعندنا يقال في ضرب الأمثال : درخانه اگر کس است یك حرف بس است ، أي: إن فى البيت أحد يكفيه حرف واحد ، ومن ليس فيه ، فالكتاب لايكفيه، لاسيما من هو من الخوارج الشوارد، عن الحق جاحد ، وللباطل جاهد، فلايكفيه جميع مافي القرآن ، والأحاديث لنبي عظيم الشان، لايفيده شيئًا من الدليل والبرهان ؛لأنه معاند ، والعناد داء، ليس له دواء ، يشفيه عند أحد حتى عند سيدنا لقمان، الحكيم ، على نبينا وعلى سائر الأنبياء ثم عليه الصلاة والتسليم .

---

(١) التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد [illegible]

قال بعض العرفاء:

وإذا البينات لم تغن شيئًا

فالتماس الهدى بهن عناءً

وقال الشاعر:

إذاكان الطباع طباع سوء

فلاأدب يفيد ولاأديب

وعند هبوب الناشرات على الحمى

تميل غصون البان لا الحجر الصلد

أيها السائل ! إنك لاتهدى المتضال"(۳۳)من اتبع الهوى، ليس له الهدى، إلا أن يشاء الله هداه، فيوفقه فيترك هواه، "ماعلى مثله يعد الخطا ؛ فإنه إلى حيث يهوي القلب يهوي به الرجل .

"ع "إن الهوى (۳٤)ليميل باست الراكب وإن الهوى شريك العمى"

وجاء في الحديث :

((حبك الشئ يعمى ويصم)). (۱)

وفي القرآن: ﴿إِنَّكَ لَاتَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ﴾ إنك لاتهدى من صار مثل ما

---

(۳۳)۔قال الميداني في مجمع الامثال: أي من ركب الضلال على عمد لم تقدر على هدايته يضرب لمن أتى أمرًا على عمد وهو يعلم أن الرشاد في غيره۔(۱)۱۲منه

(۳٤)۔أي: من هوى شيئًا مال به هواه نحوه۔۱۲منه

---

(۱) [سنن أبي داؤد، باب في الهوى،٤/٣٣٤]

(۱) [مجمع الأمثال للميداني ، باب ۳۲۸ انك لاتهدى المتضال: ۱/٦٦]

یضرب له في الأمثال: "أنه لهتراهتار"۔(۱)(۳۵)'انك لاتجنی(۳۶)من الشوك العنب .۔(۲)

أما سمعت :"إذاتعود السنور كشف القدور، فاعلم أنه لا يصبر عنها"۔(۳)

أما سمعت :"لاتلتمس تقويم مالايستقيم، فإن العود الذي لاتنحني لايعمل منه القوس، هل فيهم أحد ؟"يستمع القول فيتبع أحسنه" فيهدي ويرى مأمنه، يؤدب فيتأدب، ومن القبائح يجنب، فيتجنب، هل فيه احد ؟"إذا قيل له اتق الله" لاتاخذه العزة بالإثم" إن تجد أحداً يسمع فاسمعه، وقل :ضرب مثل فاستمعه ،"إذا طلبت (۳۷)الباطل ابدع بك" و "وإذا ظلمت من دونك فلاتأس

---

(۳۵)۔الهتر:العجب والدهية، يضرب للرجل الداهي المنكر . قال بعضهم: الهتر في اللغة العجب، فسمي الرجل الداهي به كأن الدهر أبدعه وأبرزه للناس ليعجب منه، والهتر:الباطل . فاذا قيل: فلان هترأي: من رهائه يعرض الباطل في معرض الحق، فهو لا يخلو أبداً من باطل، وأضافه إلى أجناسه إشارة إلى أنه تميز منهم بخا صية بفضلهم بها۔منه(٤)

(۳۶)۔أي: لاتجد عند ذي المنبت السوء جميلاً ۔منه(٥)

(۳۷)يقال: ابدع الرجل إذا حسر عليه ظهره ومعنى المثل إذا طلبت الباطل لم تظفر بمطلوبك ۔منه(٦)

---

(۱) [مجمع الأمثال: ۲۷/۱] (۲) [مجمع الأمثال: ۵۲/۱]

(۳) [مجمع الأمثال: ۸۷/۱]

(٤) [مجمع الأمثال: ۲۷/۱]۱۲ مجمع الأمثال۔

(٥) [مجمع الأمثال: ۵۲/۱]۱۲ ميداني

(٦) [مجمع الأمثال [illegible]

عذاب من فوقك "و "اذا جاء أجل البعير حام حول البير"

أما سمعت ماجاء في التنزيل ، من الحق الجليل ، على المحبوب الجميل۔ عليه الصلاة و السلام بالتبجيل۔

﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ﴾(۱)

فأيش أنت "لافي العير ولافي النفير" ياأبا الفضول ، و"إذا أراد اللّٰه هلاك النملة انبت له جناحين" و "إنما(۳۸)تغرمن ترى" "ويغرك من لا قوى ، وإياك وأعراض الرجال" . وبغير الحق التعرض للأموال،"وإن الذليل من ذل في سلطانه" و"إذا أردت أن تطاع ، فسل مايستطاع"،

أما سمعت:

ماذا أخاضك يامغرور فى الخطر
حتى هللك فليت النمل لم تطر

وبئس المطاعم جين الذل تكسبها
القدر منتصب والقدر مخفوض

و ياطالب الرزق الهني بقوة
هيهات أنت بباطل مشغوف

أماسمعت من القرآن الكريم: ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُورُ﴾(۲)

---

(۳۸)۔ أي: إذا غررت من تراه ومكرت به أو غدرت فأنك مغرور لاهو لأنك جازي ويروى بالعين والزاى يعني: أنك تغلب من تراه ويغلبك اللّٰه جل جلاله ۔ ۱۲ منه

---

(۱) [سورة الفيل:۱۔۲۔۳]

(۲) [سوره لقمان:۳۳]

فلا تأس من مكر الله يامغرور ، ياكفور، إنه لايأمن منه إلا القوم الكافرون ، لاتفتر بهذا الاستدراج والإمهال، لاتحسبهما خيراً لك لافي الحال ولا في المآل.

قال الشاعر:

دع التهافت في الدنيا وزينتها ولايغرنك الاكثار والجشع

وقال بعضهم:

نهارك يامغرور نوم وغفلة وليلك نوم والردى لك لازم

يغرك مايفنى تفرح بالمنى كماغرّفي اللذات في النوم حالم

وشغلك فيها سوف تكره غيه كذلك في الدنيا تعيش البهائم

أما سمعت من القرآن الحكيم: ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ. وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ﴾-(۲)، ﴿فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾(۳)

أماسمعت من القرآن العظيم ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾(۱) والعياذ بالله رب العٰلمين ،

أما سمعت مايقال:"ياضال، ياقبيح الفعال، ياذميم الخصال، ياشنيع الأفعال ، ياسي الأحوال" خف من الله ، وتب إلى الله ، وامن ياطريد ، بأن بطش ربك لشديد ، ماأنت امن منه ومأانت منه ببعيد ، وأيقن بأنك من هذا الإحلال لحرمات الله ذي الهيبة والقدرة والجلال في تباب ، من حرمها وأمرأن يعظمها يأخذك فيسحتك بعذاب ، متى شاء في الدنيا أو يوم الجزاء ، لاتلقي في التهلكة نفسك ، وفي الهلاك روحك وجسمك ، أرح صدرك ، وارحم ظهرك ، وارم وزرك ، ولاتكسر عظمك من حمل هذه الأثقال ، التي هي في الوزر كالجبال ،

---

(۱) [الأعراف:۱۸۲،۱۸۳]

(۲) [الطارق:۱۷]

والعياذ بالله العزيز المتعال ،

أماسمعت :

إذا ما الظلوم استوطأ الأرض مركبا
ولج غلواً في قبيح اكتسابه

فكله إلى صرف الزمان فإنه
سيبدى له مالم يكن في حسابه

وقال آخر:

سل الأيام ما فعلت بكسرى
وقيصر والقصور وساكنيها

هذا ـ واستغفر لذنبك إنك كنت من الخاطئين ، الجائرين الحابرين الآثمين الظالمين، واستغفر الله الذي لا إله إلا هو ، من كل ذنب أذنبته ، وإذا لم تستح فاصنع ماشئت .

إذالم تخش عاقبة الليالي
ولم تستحى فافعل ماتشاء

فلا والله في الدين خير
ولا الدنيا إذا ذهب الحياء

أيها السائل: إذ قد ظهر لك ـ بحمد لله سبحانه وعز شأنه بكرمه ومنه وبعونه عز جلاله وعم نواله ـ حكم تلك الضريبة ، وحكم مانع الآفاقي من جواز الطريق، والدخول في الحرم والكعبة المثابة البيت العتيق ، وأحكام جميع الأسئلة ، وحققنا بمالا مزيد عليه ، وبينا بياناً شافياً كافياً فلانطيل ، بمزيد التفصيل ، وقد ظهرت الأحكام بالظهور التام ، كظهور الشمس في وسط السماء ، مابقى أدنى خفاء ـ

فنضع القلم ، والله سبحانه وتعالىٰ اعلم ، وعلمه جل مجده أتم وأحكم ، والحمدلله تعالىٰ على ماهدانا وعلم ، وصلى الله تعالىٰ على الحبيب الأكرم ،

والمحبوب الأعظم، وعلى سائرالأنبياء، واله وصحبه وأزواجه والأولياء والعرفاء والأئمة والعلماء أجمعين وبارك وسلم، ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم، وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم.

وفي الآخرالتمس من الأخوان كما قيل:

يا ناظراً فيه سل بالله مرحمة

على المصنف واستغفر لصاحبه

وأطلب لنفسك من خير تريد بها

من بعدذلك غفراناً لكاتبه

وأخردعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين ـ والصلاة والسلام على حبيبه سيد المرسلين، محمد طه يسٓ وآله وصحبه أجمعين وبارك وسلم آمين

قاله الفقير محمد المعرف بمصطفیٰ رضا القادري النوري الرضوي البريلوي غفر اللّٰه تعالیٰ له وحقق أمله وأصلح عمله امنين

وكان الفراغ من نسخ هذه النسخة الجليلة يوم الإثنين الثاني عشر من شهر صفر سنة ١٣٦٨ھ في المدينة المنورة، علیٰ ساكنها أفضل الصلاة وأزكى التحية، علیٰ يد أفقر العباد إلیٰ ربه الغني محمد نور بن عبد الله الأندونيسي عفى الله تعالیٰ عنه .

ترجمہ

رسالہ طرد الشیطان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اے پروردگار دعاؤں کو قبول فرمانے والے،نگہبان،حساب لینے والے،میری دعا قبول فرما،اپنی بارگاہ میں میری نزدیکی کو شرف قبولیت عطا فرما،اپنا ہی قرب خاص نصیب فرما،میرے کلام کی نگہداشت فرما،اے اللہ میرا آسان حساب لے،تجھے واسطہ ہے اپنے فرمان کا:

﴿کَفٰی بِرَبِّکَ ھَادِیاً وَّنَصِیْرًا﴾ (۱)

تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے والے کو اور مدد دینے کو۔

مجھے معاف فرما،مجھ پر رحم کر،اگر خطا سرزد ہو جائے تو اس کو درگزر فرما کہ بلاشبہ تو توبہ قبول کرنے والا ہے،اور اگر میں درست ہوں تو اس درستگی پر مجھے اجر عظیم وصواب دید عطا فرما،اے کریم آقا روز محشر مجھے حساب سے محفوظ ومامون فرما،تیری ذات پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا،بے شک تو ہی علم وحکمت والا ہے۔

تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو حق ودرستگی کی توفیق بخشنے والا اور عداوت وہٹ دھرمی کو حرام وممنوع قرار دینے والا ہے،جس نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کو سب سے بہتر وپاکیزہ شہر بنایا،خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے مرجع وقبلہ اور فتنہ وفساد سے محفوظ فرمایا،جس میں کھلی نشانیاں ہیں،ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ،اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امان پا گیا،مدینہ منورہ میں سید الانبیا کے روضہ اقدس کو کعبہ معظمہ کا قبلہ قرار دیا،اللہ ان پر قیامت تک درود وسلام نازل فرمائے۔

ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا اور اس میں مسجد حرام کو جائے ادب اور امن والے شہر کو امین (مامون) بنایا،بلکہ اس شہر مکہ کے گرد ونواح کو عزت اور امن وامان بخشا،حج قران،تمتع اور افراد میں سے ایک اپنے ان بندوں پر فرض کیا جنہیں زاد سفر،سواری،پرامن راستہ اور صحت وتندرستی فراہم

ہو جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ﴾(١)

اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے اور اس سے اللہ کی پناہ اور ہر ذلیل و حقیر کفر سے، وہ رب جس نے ہمارے کریم آقا یعنی اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا۔

اور فرمایا:

﴿أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾(٢)

میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں، اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لیے۔

اور انہیں اپنے اس فرمان سے اعلان کرنے کا حکم دیا:

﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ. لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ. ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ. ذٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ﴾ (٣)

اور لوگوں میں حج کی عام ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہے تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور اللہ کا نام لیں جانے ہوئے دنوں میں اس پر کہ انہیں روزی دی بے زبان چوپائے، تو ان میں سے خود کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ، پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔ بات یہ ہے اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے اور اس نے ادب والی مسجد کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک ساحق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی۔

اور فرمایا: ﴿وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾(٤)

---

(١) [سورة آل عمران: ٩٧] (٢) [سورة الحج:٢٦]

(٣) [سورة الحج: ٣٠] (٤) [سورة الحج: ٢٥]

اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اور رب تعالیٰ نے یہ حکم سب پر یکساں نافذ کیا...

خواہ امیر و مالدار ہو یا محتاج و مفلس۔ چھوٹا بڑا ہو یا محبوب و ذلیل اور لوگوں کی نظروں میں قطمیر (کتے) سے بھی زیادہ حقیر۔ خواہ کمینہ و شریف ہو یا طاقتور و ناتواں۔ مقیم و مسافر ہو یا شہری و دیہاتی۔ فرماں بردار حج فرض و نفل ادا کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا۔ حاکم و محکوم ہو اور حکمراں و رعایا ہو یا متقی و پرہیزگار ہو یا گنہگار و فاسق و فاجر ہو، مگر اللہ نے مذکورہ حکم سے مستثنیٰ فرمایا ہر کافر و مشرک اور دھوکہ باز مرتد، بھلائی سے بڑا روکنے والا۔ حد سے بڑھنے والا گنہ گار، درشت خو، اس پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔

اپنے اس فرمان سے:[۱]

پھر جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکاۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔[۲]

بے شک بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے[۳] تو اسے

....

[۱] اس آیت کریمہ میں نااہلوں کا شدید رد ہے چنانچہ اللہ رب العزت نے حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کے بعد کفار کو قتل کرنے، انھیں پکڑنے، قید کرنے اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھنے کا مومنوں کو حکم دیا اور یہ نامراد لوگ مسلمانوں کو قید کرتے تھے، مومنوں، حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی تاک میں بیٹھتے تھے اور حرمت والے مہینوں میں اللہ کے راستے سے انھیں روکتے تھے۔ منہ ۱۲

[۲] یہ رب کائنات کی طرف سے ان لوگوں کی واضح تردید ہے جو مسلمانوں کا راستہ روکتے اور بند کرتے ہیں اور انھیں باہر نکالتے ہیں، ان سے مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دین سے اس طرح نکل چکے ہیں جیسے تیر شکار کو چھید کر پار نکل جاتا ہے اور دین سے اس طرح خارج ہو چکے ہیں جیسے بال آٹے سے نکل جاتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو حجاج کرام اور زیارت کرنے والوں کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کا راستہ آزاد نہیں چھوڑتے جب تک ان سے ٹیکس وصول نہ کرلیں۔ منہ ۱۲

[۳] اس آیت کریمہ میں روشن اور واضح تردید ہے ان لوگوں کی جو اللہ کی ذات کا انکار کرتے ہیں۔ رب قدیر نے مومنوں کو حکم دیا کہ وہ حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کے بعد مشرکوں کو قید کرلیں اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھیں ان کے توبہ کرنے تک۔ اور اسلام لانے کے بعد ان کا راستہ چھوڑنے کا حکم دیا اور پناہ مانگنے والے مشرک کو پناہ دینے کا حکم دیا اسے اللہ کا کلام سننے کے لیے حاضر کرنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچانے کا حکم دیا اور

پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو، اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔ اور فرمایا:

مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر۔

اور فرمایا:

اے ایمان والو مشرک نرے (بالکل) ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں، اور اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ تمہیں دولت مند کردے گا اپنے فضل سے اگر چاہے گا، بے شک اللہ علم وحکمت والا ہے۔

اور بتایا:

صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں، تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرلے اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے۔

اور سیدنا ابراہیم وسیدنا اسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ وہ طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے اللہ کے دنوں میں خانہ کعبہ کو ذکر ونصیحت کے لیے خوب صاف ستھرا رکھیں اور اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا حکم دیا کہ...

جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے۔

اور اللہ رب العزت نے ان نشانیوں، ادب والے مہینے کو اور ان کے علاوہ دوسری نشانیوں کے حلال ٹھہرانے کو حرام قرار دیا اپنے اس فرمان سے:

اے ایمان والو حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں اور نہ ان کا مال، آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کرکے آئیں اپنے رب کا فضل اور اس کی خوشی چاہتے۔ اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرسکتے ہو اور تمہیں کسی قوم کی عداوت کہ

....

کفار حرمت والے مہینوں میں مومنوں کو قید کرتے ہیں، تمام راستوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور تاک میں لگے رہتے ہیں، کوئی کسی کا راستہ نہیں چھوڑتا ہے یہاں تک وہ ٹیکس لے لے، اگر وہ ادا کردیتا ہے تو اس کا راستہ چھوڑ دیا جاتا ہے ورنہ لوٹا دیا جاتا ہے۔ اور یہ مومنوں کو ٹیکس لے کر پناہ دیتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہمارے یہاں مقام امثال میں ایک کہاوت بیان کی جاتی ہے: ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

یعنی [illegible]

انھوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے۔

اور اللہ تعالیٰ کی حرمتوں، جگہوں اور علامتوں کی تعظیم کرنا، یہ اس رب کی تعظیم کے قبیل سے ہے جو کرم فرما، محبت کرنے والا، تمام خوبیوں کا مالک ہے، جس کی تعریف کی گئی، جس کے جوڑ کا کوئی نہیں اور نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ کوئی بیٹا۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب۔ ظالموں پر خدا کی لعنت۔

اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں، فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں، ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، بدلہ ان کے جھوٹ کا، اور جو ان سے کہا جائے: زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں، سنتا ہے وہی فسادی ہیں مگر انہیں شعور نہیں۔

اور ندا کردینا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی جو امانت دار اور صاحب مرتبہ ہے خاص طور پر، اور تمام کافروں سے بیزار ہے عام طور پر خواہ جو بھی ہوں۔ کفار و مرتدین سب کے سب شیطان و ابلیس لعین کے چیلے اور اس کے پیرو ہیں۔ رب قدیر نے حج کی تعظیم کی وجہ سے اس میں تذکرہ صحبت، فسق و فجور، جنگ و جدال، سوائے بھوک کی حالت کے تمام حالتوں میں ناحق طریقہ سے اموال کھانے، اور حاکموں کے پاس عمال کے واسطے سے یا بغیر وسیلہ کے مقدمہ پہنچانے کو حرام و ممنوع قرار دیا، اپنے اس فرمان عالیشان سے:

تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو اور نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت۔

اور فرمایا:

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر۔

نیز قرآن مقدس میں اس کی حرمت سے متعلق ایک عمدہ بات نازل فرمائی:

ضامندی کا ہو اور تم اپنی جانیں قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

اور رہ زنی حرام فرمائی، اسے اللہ و رسول کے ساتھ جنگ قرار دیا، اور رہزن کے لیے آخرت میں ردناک و ذلت آمیز عذاب تیار کیا اور دنیا میں کھلی رسوائی رکھی، اپنے اس قول سے:

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کئے جائیں۔ یا سولی دیے جائیں۔ یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے وٗں کاٹے جائیں۔ یا زمین سے دور کر دیے جائیں۔ یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اور اللہ رب العزت نے اشیا میں کمی کرنے، فساد کے در پے رہنے، ڈرانے اور دھمکانے کے لیے راستے میں بیٹھنے، اور اسے روکنے بالخصوص بندوں کے پالن ہار رب ذوالجلال کے راستے سے روکنے سخت ممانعت فرمائی اپنے اس قول سے:

لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، یہ تمہارا بھلا ہے اگر ایمان لاؤ۔ اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیر کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس یں کجی چاہو۔ (ٹیڑھا راستہ ڈھونڈو) اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو سادیوں کا کیسا انجام ہوا۔

اے اللہ بلند اور عظیم ذات وصفات کے مالک، اے مہربان و مشفق، اے مشہور قدیم ذات الے، اے نعمتوں کے عطا کرنے والے، حمد ہے تیرے وجہ کریم کو اور تیرا ہی شکر ادا کرتے ہیں ہر حال یں، تمام نمازیں، قولی عبادتیں اور مالی عبادتیں ہر حال میں تیرے ہی لیے ہیں۔

اور صلاۃ وسلام و فیوض برکات نازل ہوں تیرے پیارے محبوب پر جو مخلوق میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور کائنات میں سب سے زیادہ فضل والے ہیں، ہدایت وسلامتی کے راستوں پر چلانے والے، جنہیں تو نے حمد و رحمت والا نبی بنا کر مبعوث کیا، یعنی سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تیرے نبیوں اور مخلوق میں اعلیٰ و برتر ہیں، تیری رضا و خوشنودی کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے، تیری اتنی حمد و ثنا کی کہ اس کا حق ادا کر دیا، وہ تیرے پوشیدہ موتی اور راز ہائے بستہ ہیں، قلب مغموم کا چین، آنکھوں اور دلوں کا نور، عالم ما کان و ما یکون، آنکھوں اور بصیرتوں کی ٹھنڈک، امثال و نظائر اور تشبیہات سے پاک وصاف، تیرے کنارۂ آسمان کے آفتاب، تیرے رزق کو تقسیم کرنے والے، تیری سلطنت کے دولہا ، تیرے عرش کی زینت، تیری حکومت کے مالک ومختار، اللہ کے سب سے بڑے خلیفہ اور اس کے سب سے

عظیم الشان نائب، جس کے جھنڈے تلے سب سے زیادہ کامل اور بزرگ انسان، جن کا حلال کرنا گویا تیرا حلال کرنا ہے، اور انکا حرام قرار دینا گویا تیرا حرام قرار دینا ہے، جنہیں شفاعت کبریٰ کا اذن ملا، جو خالقِ کون کی طرف سے کائنات کی اشیا میں تصرف کرنے والے ہیں دنیا وآخرت میں جتنا چاہیں، ضرورتوں کو پورا کرنے والے، مرادوں کو عطا کرنے والے، پریشانیوں کو کھولنے والے، بلاؤں اور مصیبتوں کو دفع کرنے والے، مشکلوں کو حل کرنے والے، جن پر تونے قرآن نازل کیا، وہ قرآن مقدس کی ہر چیز کا بیان ہیں، ان کی مثال قرآن مقدس کے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھنے والے کے مانند ہے جیسے مشاہدہ، جن کے لیے تونے دنیا بنائی اور وہ تمام چیزیں جو اس جہان میں قیامت تک وجود پذیر ہونے والی ہیں، صلاۃ وسلام نازل فرمائے اللہ تعالیٰ ان پر، ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر، اور فیوض وبرکات نازل فرما، انھیں عزت وبزرگی عطا فرما۔ اے اللہ! یہی وہ خوب صورت محبوب اور عظیم مطلوب ہیں، ہر گھڑی ان پر ہزاروں اعزاز واکرام کے ساتھ صلاۃ وسلام وفیوض وبرکات نازل فرما۔

بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔

وہ انھیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا، ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا، ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

اور جن لوگوں نے ان کی غلامی نہیں کی تو وہی لوگ نقصان میں ہیں، اے سب سے بہتر مالک ومولیٰ! تیرے اس حبیب نے جو تیرے عاشقوں میں تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے اور تیرے خلفا میں سب سے زیادہ فضل والا ہے اس نے وہی چیزیں حرام کی ہیں جو تونے اپنے بندوں پر حرام کیں ہیں، کیوں کہ...

وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔

اور یہ مہربان کرم فرمانے والے حبیب۔ صلاۃ وسلام نازل ہو ان پر۔ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں واللہ اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ فرماتے ہیں:

کہ اللہ رب العزت اپنی مخلوق سے قریب ہوگا پھر جسے چاہے گا بخش دے گا مگر زانیہ اور (ناجائز

اور فرماتے ہیں:

ٹیکس لینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، امام دارمی اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

خبردار! لوگوں پر ظلم و زیادتی نہ کرو، سنو کسی مسلمان مرد کا مال اس کی رضا و خوشنودی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ اور ارشاد فرماتے ہیں:

ظلم سے بچو کیوں کہ روز قیامت ظلم تاریکیاں لائے گا۔

اور فرماتے ہیں: جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کے لیے چلا حالاں کہ وہ اسے ظالم جانتا ہے تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ نکال دیا۔

اور فرماتے ہیں:

اے کعب بن عجرہ! میں تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں ان حاکموں سے جو میرے بعد ہوں گے۔ تو جو شخص ان کے دروازوں پر آئے گا اور ان کی کذب بیانی کو سچا جانے گا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کرے گا تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور نہ تو اس سے ہے اور نہ ہی وہ شخص روز قیامت حوض کوثر پر لایا جائے گا۔

یہ حدیث پاک امام ترمذی و امام نسائی نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت کعب بن عجرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

اور فرماتے ہیں: ظالم اور ان کے معین و مددگار سب کے سب جہنم میں ہوں گے۔

امام دیلمی نے اس حدیث کو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

کہ شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے[۴] کہ سرزمین عرب میں کبھی بتوں کی پوجا کی جائے گی،

---

[۴] اللہ تعالیٰ ان باتوں کو زیادہ جانتا ہے جو یہ گروہ کہتا ہے اور جو مسلمانوں کو مشرک ٹھہراتا ہے اس حدیث مبارک کے بعد۔ اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے اس حدیث پاک کو اپنی کتاب مکاشفۃ القلوب میں بیان کیا۔ اور فرمایا: اے اللہ کے بندوں اللہ سے ڈرو لوگوں پر ظلم کرنے سے، ان کا مال لے کر ان کی عزت و آبرو کے درپے ہو کر ان [illegible]

لیکن عنقریب وہ تم سے راضی ہو جائے گا ان چیزوں پر جو اس سے کمتر اور چھوٹی ہیں حالاں کہ وہ چیزیں معاصی اور گناہ ہیں، چناں چہ جہاں تک ہو سکے ظلم سے بچو کیوں کہ روز قیامت بندہ پہاڑوں کے مثل نیکیاں لائے گا پھر وہ گمان کرے گا کہ وہ نیکیاں عنقریب اسے نجات دلائیں گی اور بندہ آئے گا پھر کہے گا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا تو اللہ رب العزت فرمائے گا، اس کی نیکیاں مٹادو اور ایسا ہوتا رہے گا یہاں تک کہ اس کی نیکیوں میں سے کچھ باقی نہ رہے گا۔

اور فرماتے ہیں کہ:

میری امت کا مفلس۵ وہ شخص ہوگا جو روز قیامت، نماز، روزہ اور زکاۃ لے کر اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا، کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا تو اس شخص کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، پھر اگر اس کی نیکیاں ان چیزوں کے پورا ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں جو اس پر ہیں تو ان لوگوں کے گناہوں کو اس شخص پر ڈال دیا جائے گا اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

اور فرماتے ہیں:

کہ لوگ جب کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں پھر اس کا ہاتھ ظلم سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سارے لوگوں پر عذاب مسلط فرمادے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں:

ہاں ہاں خدا کی قسم بے شک ضرور تم بھلائی کا حکم کروگے اور برائی سے لوگوں کو روکوگے اور ظالم کا ہاتھ ظلم سے باز رکھوگے۔

....

۵ امام غزالی علیہ الرحمہ نے مکاشفۃ القلوب میں اس حدیث پاک کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اس دن کی پریشانی کو دیکھ جس وقت تیری کوئی نیکی ریاکاری کی آفتوں اور شیطان کے مکر وفریب سے محفوظ نہ رہ سکے گی، تو اگر کوئی نیکی ایک طویل عرصہ تک محفوظ رہی تو تیرے مدمقابل اس میں تجھ سے سبقت لے جائیں گے اور اس کو حاصل کرلیں گے اور شاید اگر تو اپنے نفس کا محاسبہ کرے صوم وصلاۃ کا پابند ہو کر، تو ضرور تجھے اس بات کا علم ہو جائے گا کہ تجھ پر کوئی ایسا دن نہیں گزرا مگر اس حال میں کہ تیری زبان پر مسلمانوں کی غیبت جاری تھی جو تیری تمام نیکیوں کے بدلے اپنا حق وصول کررہی تھی

یا اللہ تعالیٰ بے شک ضرور تم میں سے ایک دوسرے کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ تم پر لعنت کرے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں پر لعنت وملامت کی۔ رب تعالیٰ کی پناہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لا ضرر ولا ضرار))(٦) نہ تو کسی سے نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ۔

پھر افضل درود اور کامل سلام نازل ہو رسولانِ عظام، انبیائے کرام، اور مالک عزت وبزرگی، بہت انعام فرمانے والے حقیقی بادشاہ اللہ عزوجل کے فرشتوں پر۔ اور رسول اکرم علیہ السلام اور آپ کے عظیم المرتبت اصحاب پر، جو رشد وہدایت کے ستارے اور اس ہستی سے نور اخذ کرنے والے ہیں جو منور اور بدر کامل ہے۔ اور اولیائے امت، معزز ومشہور علمائے ملت اور محترم پیشوایان دین پر۔ خصوصاً امام اعظم، ہمام افخم، سراج الامۃ ابو حنیفہ کوفی اور قطب الارشاد، مرجع الاوتاد، غوث اعظم، غیث اکرم محی الدین والشریعۃ کاشف الغمۃ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی حسنی حسینی قدس اللہ سرہما النورانی، اللہ تعالیٰ ان حضرات سے اور جملہ پیشوایان دین سے ہمیشہ راضی رہے۔

اما بعد: اے سائل! حق وباطل کے درمیان وضاحت چاہنے والے! ہم نے خطبہ میں روشن وتابناک ونمایاں آیات قرآنیہ واحادیث طیبہ جو پیش کی ہیں ان سے ظاہر ہو گیا کہ یہ تمام امور جن کے بارے میں تم نے استفسار کیا ہے گناہ وفسق کے کام، حرام، حرام، حرام ہیں۔ ''ظلمات بعضها فوق بعض'' (اندھیرے ہیں ایک پر ایک) قابل نفرت کرتوت، بدنما اور ناپسندیدہ بدعتیں اور انتہائی قبیح، بدطینت ہیں۔ لاریب یہ سب ظلم وزیادتی ہے، یہ خبیث عادت، قبیح حرکت، قابل نفرت، ملعون جسے ''کوشان'' کہا جاتا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ مثل راہ زنی، گناہ کبیرہ اور رسوائی وبدنامی کا کام ہے۔ ﴿مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری۔) یقیناً یہ شیطانی کام، زبردست اور حد سے بڑھی ہوئی سرکشی اور اللہ رب العزت کی راہ سے روکنا ہے، اکثر مسلمانوں کو دولت حج سے محروم اور اس کا سد باب کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اور ہر نافرمانی سے پناہ میں رکھے۔

(٢) قدیم زمانے سے رذیل وکم ظرف نصاریٰ کے مقصد حرام کو بڑھاوا دیا جا رہا ہے۔ کیا یہ لوگ

---

(٦) اس حدیث کو امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ حدیث میں ہے: ''ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے۔ یا اسے دھوکہ دے'' اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے۔ ١٢منہ۔

اس ٹیکس میں مزاحمت کرکے قہر وغضب والے کے قہر سے خوف نہیں کھاتے کہ وہ انھیں دنیا وآخرت میں اور ہر زمانے اور مقام میں ذلیل وخوار اور رسوا وبے نقاب کردے۔ اور انھیں خوب حقیر وذلیل فرمادے۔ خیر سے محروم، عذاب میں مبتلا اور ہلاک کردے، روزِ جزا فرشتوں کو حکم دے کہ ان کے سروں اور انگلیوں کے پوروں کو کچل کر جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں پھینک دو۔

یا للعجب۔ (تعجب ہے) مذکورہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے کیوں کر اندھے اور بہرے بنے پڑے ہیں، گمان یہ کررکھا ہے کہ کتابِ مبین اور سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ الطیبین وصحبہ الطاہرین، وبارک وسلم، پر ہم ہی عمل کررہے ہیں، اور اس بات کا دعویٰ بھی کہ یہی کتاب وسنت کے علم بردار ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ اپنے سوا لوگوں کی بانگ دہل تکفیر کرتے ہیں۔ بت پرستوں کے برابر مشرک قرار دیتے ہیں اور اس بات پر مُصر ہیں کہ جو ان کے اس نئے دین وملت کا پیروکار نہیں وہ سخت قسم کا بدعتی ہے، ایمان سے عاری، اس کے پاس اذعان ویقین کا کوئی حصہ نہیں۔ اور کس طرح ابوداؤد کی اس حدیث سے غافل پڑے ہیں: سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ: میں ساتھ گیا یا مجھے اس شخص نے بتایا جو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مصدّق کے ساتھ گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحریر مبارک میں تھا کہ دودھ پلانے والا جانور نہ لیا جائے اور علاحدہ مال کو اکٹھا نہ کیا جائے، اور نہ اکٹھے مال کو متفرق کیا جائے، اور وہ اس وقت آتا جب بکریاں پانی پینے جاتیں، اور کہتا کہ اپنے مال کی زکاۃ ادا کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے اپنی ''کوماء'' اونٹنی دینا چاہی، میں نے کہا: اے ابوصالح! کوماء کیسی ہوتی ہے؟ بتایا کہ اونچے کوہان والی، مصدّق نے لینے سے انکار کردیا، اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ میرا بہترین اونٹ لیں، اس نے لینے سے انکار کردیا تو زکاۃ دینے والے نے اس سے تھوڑا سا گھٹیا پیش کیا، اسے بھی لینے سے انکار کردیا تو اس سے تھوڑا سا گھٹیا اور پیش کیا، اسے قبول کرلیا اور کہا کہ میں نے اسے لے لیا ہے کیوں کہ ڈرتا تھا کہ مبادا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہوکر فرمائیں کہ تم نے اس آدمی کا اچھا اونٹ چھانٹ لیا تھا۔

اور اس حدیث نبوی سے بھی جو حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، غافل ہوئے بیٹھے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے مصدّق بنا کر بھیجا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا تو اس نے اپنا مال میرے پاس جمع کیا، اس پر میرے نزدیک صرف ایک سالہ اونٹنی لازم آتی تھی، میں نے کہا: اپنی زکاۃ میں ایک سالہ اونٹنی دے دو، اس نے کہا کہ وہ کیا کام آئے گی کہ نہ دودھ دے اور نہ سواری کے مطلب کی، ہاں یہ جوان اونٹنی لے لو، جو خوب موٹی تازی ہے، میں

کے قریب ہیں اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو جو مجھ سے کہا ہے حضور کی خدمت اقدس میں عرض کر دیجیے، ایسا کیجیے، اگر حضور نے قبول فرمالی تو میں لے لوں گا، اور انکار فرمایا تو نہیں لوں گا۔ اس نے کہا: میں ایسا کرتا ہوں، وہ اسی اونٹنی کو میرے ساتھ لے کر نکلا جو مجھے دینے لگا تھا، یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگئے، عرض گزار ہوا کہ: یارسول اللہ! آپ کا مصدق میرے پاس آیا میرے مال کی زکاۃ لینے، اور خدا کی قسم اس سے پہلے میرے مال کو اللہ کے رسول نے دیکھا اور نہ آپ کے مصدق نے، میں نے اپنے مال کو اس کے سامنے جمع کیا تو اس کے خیال میں مجھ پر ایک سال کی اونٹنی لازم آتی تھی جس کا نہ دودھ ہوتا ہے نہ سواری کے کام آتی ہے، میں نے یہ جوان موٹی تازی اونٹنی پیش کی کہ اسے لے لیا جائے تو انھوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا، یارسول اللہ! میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں، اسے لے لیجیے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم پر لازم تو وہی ہے، لیکن تم اس بہتر کو اپنی خوشی سے دیتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمھیں اجر دے گا اور ہم اسے قبول کر لیتے ہیں۔ وہ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ! وہ یہی ہے جسے لے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اسے لے لیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو لے لینے کا حکم فرمایا اور اس کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔

اس حدیث کو بھی، جو حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فراموش کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کرتے ہوئے فرمایا: تم ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں، لہذا انھیں یہ گواہی دینے کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو انھیں بتانا کہ ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی گئی ہیں، اگر وہ تمہاری اس بات کو بھی مان لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں زکاۃ فرض فرمائی ہے جو ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دی جائے گی۔ اگر وہ اسے بھی مان لیں تو ان کا مال چھانٹ کر لینے سے پرہیز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچتے رہنا؛ کیوں کہ اس کے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کو بھی بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زکاۃ لینے میں زیادتی کرنے والا (۷) زکاۃ نہ دینے والے کی طرح ہے۔

---

(۷) اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ۱۲ منہ

اس حدیث پاک سے بھی انھوں نے نگاہیں پھیر لی ہیں ''جو زیادہ طلب کرے اسے ہر گز نہ دینا''
اللہ اللہ! کہاں یہ اور کہاں وہ؟ کہاں پستی اور کہاں بلندی۔ کہاں زمین اور کہاں آسمان۔ کہاں ثریٰ اور کہاں ثریا۔ کہاں اللہ تعالیٰ کا زکاۃ فرض کرنا کہاں یہ لعنت انگیز ٹیکس۔ کہاں یہ منتخب مال لینا اور کہاں ظلم وزیادتی سے چھینا ہوا مال۔ غربا وفقرا کو ماخوذ کرنا، اپنے اور اہل وعیال کے لیے (زبردستی) مال لے کر حرام کاری میں صرف کرڈالنا، وبالِ جان اور سزا وعذاب کا باعث ہے۔ یوں ہی دولت مندی وذخیرہ اندوزی، عذاب خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ اور کیا وافر مقدار میں مال معمولی چیز ہے؟ اے علم وبصیرت والے!۔

اللہ اللہ! عظمت ورفعت کا مالک اللہ ہے، صحابہ کرام تو اہل مال کی جانب سے رضامندی معلوم کر لینے کے بعد بلکہ ان کی آرزو وخواہش اور اصرار کے بعد بھی منتخب مال لینے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیظ وغضب سے خائف رہتے۔ اس قیل وقال کے بعد بھی منتخب نہ کرتے، اہل مال، مال پیش بھی کردیتے پھر بھی قیمتی اور عمدہ مال نہ لیتے، جو ان پر واجب ہوتا وہی لیتے۔

زکاۃ میں عمدہ وقیمتی مال لینا ظلم وزیادتی قرار پایا، تو ظاہر ہوگیا کہ یہ ''کوشان'' خالص ظلم وسرکشی، نری زیادتی وبے انصافی ہے اور کھلم کھلا جبر وتشدد ہے۔ جب زکاۃ کی وصولیابی میں ادنیٰ تعدی قابل برداشت نہیں اور ایسا کرنے والا گویا روکنے والا ہے، تو پتہ چلا کہ یہ ''کوشان'' درحقیقت سعادت حج سے محروم کردینے کے مترادف ہے۔ **لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلي العظيم**۔ (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے)

تعجب بالائے تعجب تو اس باغی، جفاکار، سرکش اور مفسد جماعت پر ہے جسے اس بات کا غرہ ہے کہ وہی درحقیقت مسلمان اور قرآن وسنت پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اور اس بات کا بھی زعم ہے کہ وہی خیر وبرکت کے حاصل کرنے والے، شر وفساد کو روکنے والے، ہر شر انگیزی وبداطواری پر قدغن لگانے والے، ہر شریر اور فسادی کی گرفت کرنے والے ہیں۔ صلح وآشتی اور عدل وانصاف کے یہی علم بردار ہیں، ظلم وزیادتی اور زور وجبر کے دفع کے یہی ذمہ دار ہیں۔ لوگوں کی ظلم وجور سے حفاظت یہی کرتے ہیں، شرک کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے والے، کفر کو مٹانے والے، شجرِ بدعات اور اس کی جڑوں کو کاٹنے اور خاتمہ کرنے والے، فسق وفجور سے منع کرنے والے، منافع کو حاصل کرنے والے، خرافات وضرر رسانیوں کو ختم کرنے والے، برائیوں کو دور کرنے والے، حسن وخوبیوں کے طلب گار (یہی حضرات ہیں) اور یہ معلوم نہیں کہ واقعۃً گناہ گار، خطاکار یہی جماعت ہے، ظالم وجابر، قاہر وغاصب یہی لوگ ہیں۔ ہر طرح کی خرافات وبکواس انھیں کا شیوہ ہے۔ سوئے فتنوں کو ابھارنا اور جگانا انھیں کا وطیرہ ہے۔

ناظرین! اللہ ذرا نگاہ انصاف سے دیکھو، ظلم وتشدد کی عینک ہٹا کر غور کرو! ''کوشان'' اور اس کے ٹیکس کے جائز قرار دینے میں کیا یہ لوگ حق بہ جانب ہیں؟ یا ''باخدا'' باطل پر ہیں۔ ظلم وبربریت، جبر وتشدد ان کا مشن ہے۔ ذرا ان سے پوچھو تو! کہاں ہو تم اور کہاں ہے تمہارا ایمان؟ کہاں ہیں تمہارے اعمال، اور کہاں ہیں تمہارے قرآن وحدیث۔ وہ قرآن جسے اللہ نے نازل فرمایا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ کیا اس کے علاوہ اور کوئی قرآن ہے؟ یا تمہارے پاس ملعون رافضیون کے عقیدے کے مطابق کوئی موہوم قرآن ہے؟ اور جب ان باطل پرستوں کے پاس بھی صرف اور صرف یہی قرآن ہے۔ اور دعویٰ ہے کہ تن تنہا یہی اس پر ایمان رکھتے ہیں، تو ذرا ان سے پوچھ کر دیکھو! کیا تمہارے نزدیک قرآن مجید کا نزول محض تمہارے ادعائے ایمان کے لیے ہوا۔ یا اس کے اوامر ونواہی پر عمل کرنے کے لیے بھی (اس کا نزول ہوا)؟۔ اگر کہیں عمل کرنے کے لیے بھی، تو کہاں چلے گئے اور کہاں روپوش ہو گئے! روشن آیات قرآنیہ اور مذکورہ احادیث طیبہ کو یکسر ترک کر دیا، گویا ان کا قرآنِ عظیم میں ذکر ہی نہیں، نہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، یا نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔

یا اندھے بنے ہوئے ہیں۔ یقیناً یہ خائب وخاسر اور تارک عمل ہو گئے۔ ناپسندیدہ اور بری چیزوں کو انجام دینا ان کا محبوب شغل ہو گیا، ممنوعات شرعیہ اور طرح طرح کی حیلہ سازیوں وحرام کاریوں کے مرتکب ہو گئے۔

اللہ اللہ! (۸) ان کی یہ حالت اور وہ بڑے بڑے دعوے، اور دوسری اور بھی بڑی بڑی

....

(۸) ان جیسے موقعوں پر ہمارے یہاں کہاوتوں میں کہا جاتا ہے: ''یہ منہ اور مسور کی دال'' یعنی کوئی شخص سخت بیمار ہو گیا، اگر یہ کہے کہ ڈاکٹر نے مجھے مسور کی دال کھانے کو کہہ دیا ہے اس کی یہ بات بالکل تسلیم نہ کی جائے گی اور نہ اس کو کوئی سچا کہے گا، اس سے یہ بات کہی جائے گی یعنی ''لا ینبغی'' تمہارے لیے مسور کی دال کھانا ٹھیک نہیں، اس پوزیشن میں کوئی تمہاری اس بات کی تصدیق کرے گا؟ یوں ہی وہ شخص جو اپنی تعریف کرتا ہو، اس کی تکذیب کے لیے کہتے ہیں: ''بس اپنے منہ میاں مٹھو ہو'' بس اپنی تعریف خود ہی کر رہے ہو سکھائے طوطے کی طرح، جو اپنے آپ سے کہتا رہتا ہے: ''میاں مٹھو، میاں مٹھو''۔ کیا کوئی اور بھی ہے جو دل سے تمہاری ان خوبیوں کا معترف ہو۔ نیز ان کی تکذیب کے لیے یہ بھی کہا جاتا ہے: ''صورت ببیں حالت مپرس'' یعنی صورت دیکھو، حالت نہ پوچھو، کیوں کہ صورت دیکھنے سے حالت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور حالت چہرے سے ظاہر ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کو باطن پر دلیل بنا دیا ہے۔

اور کبھی کہا جاتا ہے: ''صورت تو دیکھئے'' اور کبھی یوں کہا جاتا ہے: ''جی آپ کی صورت گولہ ہے'' یعنی ہاں آپ کی صورت یعنی چہرہ حامد پر شاہد ہے، اور کبھی یہ کہا جاتا ہے: ''جی فقیر کی صورت سوال ہے'' یعنی ''جب یہ دعویٰ کیا جائے کہ وہ مال دار ہے'' تو وہ جھوٹا ہے۔ ۱۲ منہ۔

برائیاں، شدید ناگوار اور تکلیف دہ باتیں سامنے آئی ہیں، مثلاً مکہ مکرمہ، مسجد حرام، کعبۂ معظمہ، حسین اور پرشکوہ روضۂ نبوی (سبز گنبد) جیسے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی، کہ اس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔ جسے سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے:

﴿تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ﴾(۱)

اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں) جس کے تصور ہی سے قلب وجگر کانپ جاتے ہیں۔

ان سے پوچھو! کیا اللہ تعالیٰ نے گھر (کعبہ معظمہ) کو لوگوں کے لیے مرجع اور مکہ مکرمہ کو امان والا نہ بنایا؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شہر مکہ کے ارد گرد اور آس پاس کا علاقہ بھی حرم اور امان والا ہے۔ تو تمہارے نزدیک ان کلمات طیبہ عظیمہ کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ مذکورہ کلمات طیبہ اب تک اس معنی میں ملحوظ نہیں ہیں جس معنی میں ہوا کرتے تھے؟۔

تو ''کوشان'' نہ دینے والے کو تم کس وجہ سے روکتے ہو(۹)۔ نہایت مہربان، رحم والے پروردگار کے مہمانوں کو کس بنیاد پر آنے سے منع کرتے ہو، جنھیں اللہ رب العزت کی طرف سے عام اذن ہے، جنھیں بلایا گیا ہے عظمت وجلال والے داعی کی دعوت پر۔ اللہ تعالیٰ کے خلفا حضرت سیدنا ابراہیم اور اس کے محبوب خاتم النبیین سید المرسلین محمد محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہما وعلیٰ سائر الرسل والملائکۃ المقربین وآلہ وصحبہ اجمعین، کی زبان بابرکت نشان سے۔

تو یہ ٹیکس دینے کے بعد کیوں کر تم لوگوں کو مطاف ومسعیٰ میں داخل ہونے سے روکتے ہو، جس وقت حجاز مقدس کا حکمراں، جسے تم نے منتخب کر رکھا ہے اور جس کے ہاتھوں میں گاؤں، بستیوں اور شہروں کی حکومت کی باگ ڈور تھمادی ہے، حاضری کا ارادہ کرتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے بڑے بڑے کارندوں، بلکہ ان کے اہل وعیال اور مہمانوں تک کی آمد کے وقت (مذکورہ حرکت کرتے ہو) اور کیوں بہ وقتِ سعی گاڑیوں کے سرٹیفکٹ سے مسعیٰ کو مشغول رکھتے ہو اور وہاں گاڑیاں کھڑی کر کے ازدہام میں

---

(۹) کیوں نہیں! آیات طیبہ کا مطلب وہی ہے جو ہوا کرتا تھا، بلکہ گردش زمانہ کے باوجود اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی، قیامت تک ان کا حکم ایسا ہی رہے گا۔ ۱۲ منہ۔

---

(۱) [سورۃ الزمر: ۲۳]

اضافہ کرتے ہو۔

تو کیا اس کے بعد امن وامان قائم ہے؟ خاص وعام کے درمیان مساوات موجود ہے؟ اے باغی وسرکش لوگو! حرام کارو! حجاج کرام کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے والو اور انھیں مختلف قسم کے مصائب وآلام اور رنج وغم سے دوچار کرنے والو! جسے اللہ نے حرام فرمایا تم نے اسے حلال ٹھہرالیا ہے؟ راہ خدا سے روکنے کا بیڑا اٹھالیا ہے؟

اللہ اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو صحابہ کرام کو مدینہ منورہ کے ان مویشیوں اور اموال کے لینے سے بھی منع فرمادیا جنھیں شریح نامی کافر ہانک کر اور ان کے گلے میں ہدی کی علامت کے طور پر پٹا پہنا کر حرم مکہ میں لے گیا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مویشیوں کو لینے سے منع فرمادیا (۱۰) اور نہی فرمادی کہ وہ اسے مسجد حرام جانے سے روکیں، اس کی بے عزتی کریں، یا اس کو قتل کریں۔ اسے پکڑنا، بے عزتی کرنا اگرچہ بدلہ لینے، سزا دینے، یوں ہی حرم شریف جانے سے روکنا اور قتل کرنا نظم ونسق برقرار رکھنے کے لیے ہے، پھر بھی اللہ سبحانہ نے شہر حرام میں انتقام لینے سے منع فرمایا، قتل وغیرہ ہر ایک کو شعائر اسلام کی حرمتوں کے لیے نقض قرار دیا اور ایسا کرنے کو سرکشی اور گناہ عظیم سے تعبیر فرمایا۔

یہ گروہ قرآن وسنت پر عمل کرنے کا زبردست داعی ہے اور حالت یہ ہے کہ مسلمانوں کے مالوں کو

---

(۱۰) اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ بات محقق ہے کہ کافر تو حج کا اہل ہی نہیں تو اشہر حرم میں اسے اپنے اموال بزور لینا بلکہ اس کے اموال زبردستی لے کر اپنے مال میں ملا دینا کیوں کر اسلامی شعائر کی حرمتوں اور عظمتوں کی خلاف ورزی ہوگی۔ اس کا حج صورۃً تو حج ہے مگر حقیقت میں حج نہیں اور اس کی کوئی حرمت نہیں، اس کے مال کی، نہ اس کی ذات کی مطلقاً، نہ اشہر حرم میں نہ اس کے علاوہ کبھی بھی۔

جواب: ہاں! یہ بات معلوم ہے کہ شی کبھی ذات کے اعتبار سے منہی عنہ ہوتی ہے تو کبھی سبب کی وجہ سے۔ تو یہ امور مذکورہ من حیث ھی ھی، ذات کی طرف نظر کرتے ہوئے مباح ہیں اور باعتبار سبب ممنوع، کہ ان میں سے ہر چیز اشہر حرم کی حرمت وتقدس کے نقض کا سبب اور شعائر اسلام کی بے حرمتی اور اہل اسلام کو حج محروم کرنے کا باعث ہوگی۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ عدوا﴾ (انھیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی سے)

یہ تحریر میں نے حالت سفر میں قلم بند کی ہے، میرے پاس مراجعت کے لیے کتابیں بھی نہ تھیں قرآن عظیم کی حیرت انگیزیاں کبھی ختم نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے "آمین" (نہ ان کا مال وآبرو جو عزت والے گھر کا قصد کرکے آئیں) فرمایا "حاجین" (جو اس کے گھر کا حج کرنے آئیں) نہیں فرمایا۔ ۱۲ منہ۔

جبراً لوٹنا، عزت والے گھر کا قصد کرنے والوں کو بزور روکنا، ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا، اشہر حرم میں مسلمانوں کی حرمتوں اور عظمتوں سے کھیلنا، دین متین کے شعائر کی حرمتوں کو پامال کرنا، اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور انبیا ومرسلین کی سنتوں کی زبردستی خلاف ورزی کرنا، ان کا اہم مشن ہوگیا ہے۔ العیاذ باللّٰه رب العالمین۔ (اللہ رب العالمین کی پناہ)

ان سے ذرا پوچھ کر دیکھو! کیا یہ بدعات سیئہ، حرکات قبیحہ، تمہارے مذہب میں سنن مستحبہ اور امور مستحسنہ کا درجہ رکھتی ہیں؟ تمھیں تو بدعات سیئہ قبیحہ اور حقیر وذلیل اختراع شدہ چیزوں سے احتراز واجتناب کا بڑا زبردست ادعا ہے۔ نیز تم بلندرتبہ اور روشن وتابناک احادیث نبویہ کے اتباع کے بھی مدعی ہو، کیا تمہاری یہ روش دین کے موافق ہے؟ العیاذ باللّٰه رب العالمین ۔ (اللہ رب العالمین کی پناہ)۔ ولاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم۔ (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے)

اور اس بارے میں بھی ان سے سوال کرو جو وہ ہر راستہ اور گھات پر مسلمانوں کو روکنے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں، صاحب ایمان حجاج کرام اور عمرہ کرنے والوں سے ٹیکس وصول کرتے ہیں، کیا یہ کافروں اور دین کے دشمنوں کا طور طریقہ نہیں ہے؟ وہ لوگ جگہ جگہ گھات لگا کر مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں، انبیا ومرسلین کی راہ مستقیم سے روکتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں اس حرکت سے منع فرمایا، ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجاً﴾ (۱)

ترجمہ: اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انھیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو۔

اس جماعت کی یہ حالت ہے کہ راستے پر گھات لگا کر ان مسلمانوں کو جنھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن مل چکا ہے اور حق تعالیٰ کی دعوت پر حاضر ہوئے، روکتے ہیں، اور اس کے معزز مہمان حجاج ومعتمرین کرام کے لیے رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں یہاں تک کہ ٹیکس اور رشوت دے دیں، تو جو ٹیکس ورشوت دے دے اس کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور جو محصول واجرت اور رشوت وزرخراج نہیں دیتے انھیں

دھتکار کر جانے کا راستہ بند کر دیتے ہیں، جب کہ ادعا ہے اسلام اور اتباع سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا، جو نہایت تعجب خیز ہے۔

ان کمین وکم ظرف کافروں کی حرکتیں کتنی خبیث، شنیع، قابل نفرت، قبیح ومکروہ، نہایت شرم ناک، رسوا کن اور ذلیل ورذیل ہیں۔

اللہ اللہ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چیزوں کی قیمتوں اور ناپ تول میں ادنیٰ سے ادنیٰ کمی کرنے کو منع فرمایا اور اس کے برخلاف ان لوگوں نے لوٹ مار مچا رکھی ہے، جو ٹیکس اور محصول مقرر کر رکھا ہے، اس سے ایک پائی بھی چھوڑنے کو تیار نہیں۔

اللہ اللہ! یہ لوگ ان مہمانان خدا کے لے سدّ راہ بنے ہوئے ہیں جنھیں رب تعالیٰ نے اپنے حرم اقدس میں حاضری کا عام اذن دے رکھا ہے، اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر خانۂ کعبہ میں حاضر ہونے کی دعوت عام پیش فرمادی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کعبہ معظّمہ کو لوگوں کے لیے مرجع امان اور ٹھہرنے کے لیے بنایا، اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ انھوں نے آنے والوں کے لیے راستہ ودروازہ تک بند کر رکھا ہے، اور بعض تو اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ ٹیکس لینے کے بعد بھی حرم شریف میں داخل ہونے والوں کو بڑی بے دردی سے جب چاہتے ہیں دھتکار کر دھکے دے کر باہر کر دیتے ہیں، اور محکوم کافروں مثلاً: برطانویوں اور امریکیوں کو بڑے اعزاز واکرام اور عزت واحترام سے حرم میں داخل کرتے ہیں، اور اس میں ان کے لطف اندوز ہونے کے لیے حرم کے دروازوں کو وا کر رکھا ہے، جب چاہتے ہیں آتے اور جاتے ہیں، ہمارے یہاں کہاوتوں میں کہا جاتا ہے: ''ببیں کہ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی'' یعنی دیکھ کہ تو نے کس سے قطع تعلق کیا اور کس کے ساتھ منسلک ہوا ہے۔

میں نے بارہا معتمد لوگوں سے سنا: ان لوگوں نے انھیں اہم اور نہایت کار آمد زمینیں اجاروں پر دے رکھی ہیں اور بدویوں کے بچوں کے لیے اسکولز تعمیر کرنے کی اجازت دے دی ہے، اور وہ ہر بچہ کو تیس ریال ماہانہ وظیفہ دیتے ہیں، اور یہ عیسائی ان بدویوں کے مکانوں میں آمدورفت اور ان کے ساتھ نشست وبرخاست رکھتے ہیں، آپس میں گفت وشنید اور در پردہ خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے ہیں، اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے مکہ مکرمہ سے جاتے ہوئے مدینہ منورہ کے راستوں میں بعض منزلوں پر محل نما بلڈنگیں دیکھیں، میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ لگا یہ عمارتیں امریکیوں کے لیے تعمیر کی گئیں ہیں، اس میں امریکی متاجرین ٹھہریں گے، قیام کریں گے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ۔(نہ گناہ سے بچنے کی کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی

طرف سے)۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أخرجوا اليهود والنصارىٰ من جزيرة العرب))

یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال کر باہر کردو۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اللہ اللہ! اکثر لوگوں کے دل ودماغ پر شیطان نے قبضہ جما رکھا ہے، زمانے میں انقلاب آگیا یہاں تک کہ اخراج (نکال باہر کرنا) کا مطلب ادخال (داخل کرنا) اور اذن ودعوت کا مطلب صدّ (روکنا، باز رکھنا) وسدّ (رکاوٹ وبندش) طرد (دھتکارنا) وردّ (واپس لوٹانا) اور اخراج ودفع (دور کرنا) ہوگیا ہے۔

ع: تغيرت البلاد ومن عليها

(شہر اور اہل شہر سب زمانے کا شکار ہوگئے)

شاعر کہتا ہے:

كمهلكة تدعى بعكس مفازة وكافورة زنجية بأن شيمها هذا

(جیسے جائے ہلاک کو برعکس مفازہ یعنی جائے نجات کہتے ہیں اور زن زنگیہ کو جس کی سیاہیاں ظاہر ہیں کافورہ نام سے موسوم کرتے ہیں)

ہمارے علاقہ میں کہاوتوں میں کہا جاتا ہے:

ع: برعکس نہند نام زنگی کافور یعنی برعکس حبشی کو کافور نام سے موسوم کرتے ہیں۔

شہر حرام میں مسلمان کے داخلہ پر پابندی لگانے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص نہایت ظالم، جفا کار اور ستم شعار ہے۔ اللہ رب العزت کے عظیم مہمانوں کو اذیت دینے والا ہے، اور انھیں ناحق ایذا دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من اذىٰ مسلماً فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى الله))

(جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی)

شیطانی کاموں پر عمل پیرا ہیں، ابلیس لعین کے اخلاق واطوار کو اپنائے ہوئے ہیں، بے

داخل ہونے والوں کو داخل ہونے سے روکنا، کسی بھی وقت ہو، ظلم وتعدی ہے۔ خاص کر فرض کی ادائیگی پر روک لگانا، خصوصاً حرمت والے مہینوں میں نہایت حرام، اشد حرام ہے۔ ادا سے قاصر اور قادر کو روکنا، دونوں کا حکم برابر ہے۔ یہ گناہوں کے مجرم، جفا کار، ظالم وجابر اور رکاوٹوں کی دیوار کھڑی کرنے والے، امر ونہی کے کھلے مخالف ہیں۔ (کسی پر بھی عمل پیرا نہیں) اللہ جبار، واحد قہار کے قہر وغضب کے مستحق ہیں۔ والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ (نہایت بخشنے والے، غالب، اللہ کی پناہ)

اے سائل! تو پوچھ رہا ہے کہ مسجدوں کے دروازوں پر فوج لگانے اور اس ناحق وباطل کے درمیان کیا فرق ہے؟ نفس حرام وظلم وسرکشی کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں، دونوں حرام، ظلم وعدوان ہیں۔ اور بلا ریب جفا شعاری اور ستم رسانی میں برابر اور دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔ ہاں گناہ کی شدت وقوت کے اعتبار سے فرق ہے۔ مسجدوں کے دروازوں پر فوج کے آدمی لگا دینا اور وہاں اس لیے جمے رہنا کہ اس میں لوگوں کو نماز پڑھنے سے روکیں جب تک کہ ٹیکس نہ دے دیں، تو بہ نسبت اس کے یہ باطل، اشد حرمت وخباثت رکھتا ہے، جرم وگناہ اور قباحت وشناعت میں اس سے بڑھا ہوا ہے۔ کیوں کہ مسجد میں نمازیوں کو نماز جمعہ وغیرہ نہ ادا کرنے دینا فرض سے منع کرنا نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ مسجد نہ تو صحت نماز جمعہ کے لیے شرط ہے نہ اس کے علاوہ کے لیے، کیوں کہ یہ نمازیں (عبادات) خارج مسجد بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔ حج وعمرہ میں ایسا نہیں۔ ہر مسلمان کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ بقعہ مبارکہ، (مبارک سرزمین) جہاں جانے سے یہ لوگ، حجاج ومعتمرین کو روکتے ہیں۔ ادائیگی حج وعمرہ کی صحت کے لیے شرط ہے، انھیں اس مبارک سرزمین کے علاوہ کسی اور جگہ ادا نہیں کیا جاسکتا، یہ زبردست ظلم وزیادتی ایک نئی بدعت ہے جو اپنے نئے نام کے اعتبار سے اس نئے بدعتی فرقہ کے زمانے میں وجود میں آئی اور حقیقت میں اپنے قدیم نام کے اعتبار سے قدیم ہے۔

جس کا پتہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((یخرجون من الدین خروج السھم من الرمیة، والشعرة من العجین، ثم لا یعودون))(۱)

وہ دین سے اس طرح نکل جائیں جیسے تیر نشانہ سے اور بال آٹے سے، پھر دوبارہ دین میں داخل نہ ہوں گے۔

---

(۱) [صحیح مسلم: باب الخوارج شر الخلق: ۲/ ۲۷۵۰

اس جیسا صریح ظلم وتشدد تو گزشتہ زمانوں اور اس جدید فرقہ کے عہد سابق میں بھی نہ ہوا۔

اللہ اللہ! ہر انسان جانتا ہے کہ دنیا کے راستوں پر کسی کا مالکانہ حق نہیں، اللہ واحد، یکتا، تنہا، بے نیاز ہی مالک حقیقی ہے۔ اور اس پر مشترک طور پر تمام لوگوں کا حق ہے، (۱۱) مکانات لوگوں کے تحت ملکیت ہیں۔ مکہ مکرمہ کے مکانوں میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ بھی لوگوں کے زیر حق ملک ہیں۔ البتہ زمانہ حج میں انھیں اجارے پر دینا جائز نہیں، تو نہایت قابل احترام وتقدس مآب راستوں، جن کی حرمت وعظمت پر جملہ مسلمانوں بلکہ کافروں تک کا اتفاق ہے، پھر یہ قابل لعنت وملامت ٹیکس کیوں کر درست ہو سکتا ہے۔ یہ خبیث، نفرت انگیز، عجیب ٹیکس، حرام قبیح، شرم ناک ظلم وتشدد، صریح زیادتی اور ہر حال میں دردناک عذاب اور سخت وبال کا باعث ہے۔ کسی بھی مسلمان سے لیا جائے حاجی ہو، غیر حاجی ہو بلکہ کسی کافر تک سے لینا بھی حرام، وہ مشرک ہو یا کہ یہودی ونصرانی اور مجوسی، جب کہ وہ مستامن یا ذمی ہو، بلکہ اگرچہ حربی ہو، (اس سے بھی لینا حرام) کہ اس کا مال گرچہ معصوم نہیں لیکن اس سے بھی اس ''دخول'' (۱۲) اور راستہ کے اس جواز پر ٹیکس لینا حرام ہے۔

اور جب ان کے عقیدے کے اعتبار سے وہی ایمان والے اور ان کے ہی افراد موحد ہیں۔ (۱۳)

---

(۱۱) حدیث شریف میں ہے: جس نے لوگوں کو ان کے راستوں میں اذیت وپریشانی میں ڈالا اس پر ان لوگوں کی لعنت واجب ہوگی۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، ایسا ہی کنوز میں ہے۔ ۱۲ منہ۔

(۱۲) جب یہ رسالہ بعض سوڈانی علمائے کرام نے مکہ مکرمہ میں ملاحظہ کیا تو فرمایا: اس کا مصداق تو یہ ہے کہ بیت المقدس جس کی حرمت وعظمت تمام آسمانی دین والوں کے نزدیک مسلم ہے، میں حاضری کے موقع پر برطانیہ نے کسی پر بھی ''کوشان'' مقرر نہیں کیا ہے، حاضر ہونے والا کوئی بھی ہو۔ ۱۲ منہ

(۱۳) یہ حضرات خود کو پکا موحد اور اہل توحید کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: ((الموحدون من أمتي يعذبون علٰى نقصان إيمانهم)) (میری امت کے ان موحدوں کو جن کے ایمان میں کمی ہے عذاب دیا جائے گا) اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے۔ جسے امام علامہ عبد الرزاق مناوی نے کنوز الدقائق میں ذکر کیا ہے۔ یہ ارشاد گرامی ان موحدوں کے لیے ہے جن کے ایمان میں کمی ہے۔ اور وہ جن کے پاس ایمان نام کی کوئی چیز ہی نہیں، انھیں ان کے کفر کی پاداش میں عذاب دیا جائے گا، اور جو خلاف واقعہ اسلام کا ادعا کرتے ہیں اور کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر قرار دیتے ہیں (وہ تو بدرجہ اولیٰ اس وعید کے مستحق ہوں گے)

تو معلوم ہوا کہ اس کا ایمان ناقص ہے اور اس نقصان ایمان کی پاداش میں عذاب دیا جائے گا۔ والعياذ بالله تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ) ۱۲ منہ

اور ان کی نظر میں تمام لوگ کافر و مشرک ہیں تو پھر مکہ معظمہ میں کافروں، مشرکوں سے ٹیکس کیوں کر وصول کرتے ہیں۔ یہ ہمارا پروردگار عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسٰجِدَ اللهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾(۱)

ترجمہ: مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجد آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر۔

اور فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾(۲)

ترجمہ: مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔

اور یہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ))(۳)

مشرکوں کو نکال باہر کرو۔

اور فرماتے ہیں: (۱۴)

((لا يحج بعد العام مشرك ولا يطوف بالبيت عريان))(٤)

اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، اور نہ کوئی ننگے ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کرے۔

---

(۱۴) بعض خواتین خانہ کعبہ کا طواف اس طرح کرتی ہیں کہ ان کی پنڈلیاں برہنہ ہوتی ہیں، یوں ہی بعض مرد حضرات کہ ان کا ازار گھٹنوں سے اوپر تک ہٹا ہوا ہوتا ہے ان کی رانیں کھل جاتی ہیں، حرم شریف میں سوتے ہیں اور ازار سرین تک اٹھ جاتا ہے، بہت دفعہ ایسا واقع ہوا، میں نے انھیں اس پر آگاہ کیا اور سونے والوں بلکہ بیٹھنے والوں تک کا ازار میں نے ٹھیک کیا۔ وللّٰہ الحمد۔ (اللہ ہی کے لیے ہیں تمام تعریفیں) حدیث میں ہے ((غط فخذک فإن الفخذ عورة)) (اپنی ران کی پردہ پوشی کرو کہ ران عورت ہے۔ یعنی چھپانے کی چیز ہے) اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے، اور امام احمد نے ''غط فخذك فإن فخذ الرجل من عورته'' (اپنی ران کو چھپاؤ کہ مرد کی ران اس کی عورت ہے) کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ۱۲ منہ

---

(۱) [سورۃ التوبہ:۱۷] (۲) [سورۃ التوبہ:۲۸]

(۳) [صحیح مسلم : باب ترك الوصية:۳/۱۲۵۷]

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔
روشن کتاب اور بلند رتبہ سنت کے اتباع کا ادعا کرنے والے یہ لوگ، اس حدیث اور ان مذکورہ روشن آیات کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے؟

کوئی شک نہیں کہ حفاظت ونگرانی سلاطین اسلام کا فرض ہے، اور اس پر اجرت وصول کرنا دین نہیں ہے، لیکن مانحن فیه (جس امر میں ہم گفتگو کر رہے ہیں) میں کہاں اجرت، اور کہاں سلطان؟ یہ تو سراسر لوٹ مار ہے، وصول کرنے والے، زبردستی چھیننے والے، دین ودنیا کے لٹیرے ہیں۔ ان سے پوچھو! ان کے درمیان اور ان ملعون قرامطہ کے درمیان کیا فرق ہے؟

(۲) "لایجوز" جائز نہیں، لفظ "الروضة" چھوڑ کر "مسجد الرسول" لکھا، آخر کیوں؟ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ انبیائے کرام بلکہ اولیائے عظام کی قبروں پر حاضری نیک عمل ہے، جیسا کہ علما نے صراحت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت گویا آپ کی زیارت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من حج ولم يزرني فقدجفاني))(۱)
جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

اور فرمایا:

((من زار قبري بعد موتي كمن زارني في حياتي))(۲)
جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، گویا اس نے میری حیات میں میرا دیدار کیا۔

اس حدیث کو ابوالشیخ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من زار قبري كنت له شفيعاً أوشهيداً))(۳)
جس نے میری قبر کی زیارت کی تو میں اس کا شفیع یا شہید (گواہ) ہوں گا۔

---

(۱) [شرح سنن أبي داؤد للعباد، ٢٢٨/٤٠. شرح مسند أبي حنيفة، ٢٠١/١]

(۲) [المعجم الكبير للطبراني، ٤٠٦/١٢]

اور فرمایا:

((من زار قبري وجبت له شفاعتي))(۱)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۳) مسلمانوں سے مطلقاً رشوت لینا حرام، شدید حرام۔

راشی و مرتشی (رشوت دینے اور لینے والا) دونوں دوزخی ہیں، مگر وہ جسے ضرورت کے پیش نظر دینا پڑ جائے۔ جیسے یہی حجاج کرام جنھیں یہ ملعون ٹیکس دینا پڑتا ہے (تو یہ حضرات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں) تو اس صورت ناگزیر میں گناہ رشوت لینے والے پر ہے، دینے والے پر نہیں، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں اس کی صراحت ہے، اور جوفِ کعبہ میں داخل ہونا ضروری نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:

((لعن الله الآكل والمطعم للرشوة))(۲)

رشوت کھانے اور کھلانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اور حدیث میں فرمایا:

((لعن الله الراشي والمرتشي))(۳)

رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

حدیث میں ہے:

((كل جسد نبت من سحت فالنار أولىٰ به))(٤)

ہر وہ جسم جس کی نشو ونما رشوت جیسی ناجائز اور حرام کمائی سے ہو تو نار دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے۔

(۴و۵) مطاف (خانہ کعبہ کے طواف کرنے کی جگہ) سے طواف کرنے والوں کو ہٹا دینا، مسعیٰ (سعی کے مقام) سے سعی کرنے والوں کو نکال باہر کرنا اور اس کو مشغول و مصروف کرنا، اشد حرام

---

(۱) [الدر المنثور، ۱/٥٦٩]

(۲) [كنز العمال ٦/١٢٠. جامع الأحاديث، ١٧/٣٧٠]

(۳) [سنن ابن ماجة، ٢/٥٧٧]

(٤) [شعب الایمان، الفصل الثالث فی طیب المطعم، ٧/٥٠٦]

وگناہ ہے،اور سخت عبرت ناک سزا کا باعث ہے۔العیاذ باللّٰه تعالیٰ المتعال،ذي الاكرام والجلال۔(اکرام واحترام کے مالک، بلند و برتر اللہ کی پناہ)

آیات کریمہ واحادیث نبویہ ونصوص ائمہ کرام وعبارات علمائے عظام

ہمارے آقا و مولیٰ، ساکنان مدینہ منورہ کے امام، حضرت ابوعبداللہ مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفۂ ہارون الرشید اور اس کے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی کو ایک خط ارسال فرمایا، جس میں ان دونوں کو ان الفاظ سے نصیحت فرمائی:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾(۱)

ترجمہ: پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من أكل بأخيه المسلم أكلة أطعمه اللّٰه تعالىٰ مكانها أكلة من النار، ومن سمّع بأخيه المسلم سمّع اللّٰه به يوم القيامة،ومن لبس بأخيه المسلم ثوباً ألبسه اللّٰه مكانها ثوباً من نار))(۲)

جو اپنے مسلمان بھائی کا ایک لقمہ (ناجائز طریقہ سے) کھائے، اللہ تعالیٰ اسے اس کی جگہ آگ کا لقمہ کھلائے گا، اور جو اپنے مسلمان بھائی کو رسوا کرے، اللہ اسے قیامت کے روز رسوا کرے گا)

مجھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ خبر پہنچی ہے، آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معذرت کرلے اور پھر وہ اسے قبول نہ کرے(۱۵) تو اسے اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا محصول وصول کرنے والے کو اس کی خطا پر ہوتا ہے۔(۳)

---

(۱۵) یہ لوگ اتباع سنت کا دعویٰ کرتے ہیں اس کے باوجود کسی حاجی کا عذر قبول نہیں کرتے جو ان سے معذرت کرتے ہیں۔منہ ۱۲

---

(۱) [سورة المؤمنون:۵۱]

(۲) [تفسير الرازي،سورة البقرة:۵۷۳/۳.مساوي الأخلاق للخرائطي،۱۱۲/۱]

(۳) [... الإيمان،١٠/٥٥٦]

مراسیل ابی داؤد میں ہے: محمد بن جودان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من اعتذرالی أخيه المسلم فلم يقبل منه كان عليه ما علىٰ صاحب مكس۔))(۱)

جو اپنے بھائی سے معذرت کرلے اور پھر وہ اسے قبول نہ کرے تو اسے اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا محصول وصول کرنے والے کو اس کی خطا پر ہوتا ہے۔

سیدنا امام مطلبی محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الرسالہ میں فرمایا:

"وكذلك ماسن (أي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم)من البيوع وغيرها من الشرائع۔" اسی طرح بیوع وغیرہ جو شرعاً جائز ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾(۱)

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔

اور فرماتا ہے: ﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾(۱)

اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

نیز مراسیل میں عطیہ بن قیس سے مروی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجرے کھجوروں کی شاخ کے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنگ کے لیے باہر تشریف لے گئے، اور حضرت ام سلمہ خوش حال تھیں، انھوں نے جرید (کھجور کی شاخ) کی جگہ مٹی کی پکی اینٹیں لگالیں، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض گزار ہوئیں! میں نے چاہا کہ میں لوگوں کی نگاہوں سے خود کو پوشیدہ رکھوں، آپ نے ارشاد فرمایا: اے ام سلمہ!(۱۶)

---

(۱۶) کیا کوئی ان سے کہہ سکتا ہے؟ کہاں ہے سنتِ رسول کا اتباع؟ اینٹوں سے بنی ہوئی عظیم الشان عمارتوں کے بعد جو ریاض وغیرہ میں بلاضرورت تعمیر کی گئیں ہیں، یہاں تک کہا جاتا ہے کہ: فلاں اپنے اہل یعنی مرد، عورتوں اور بچوں تک کے لیے محلات تعمیر کرتا ہے۔ اور یہاں تک بھی کہا گیا ہے: شاید وہ اپنے گھر کے چوہے تک کے لیے محل تعمیر کرے گا۔۱۲منہ

•

---

(۱) [المراسيل لأبي داؤد، باب في الملاحم: ۱/۳۵۱]

(۱) [سورة البقرة:۲۷۵] (۱) [سورة البقرة:۲۷۵]

سب سے بری چیز جس میں مسلمان کا مال خرچ ہو جائے وہ عمارتیں ہیں۔(۱)

(کشف الغمة عن جميع الامة) میں سیدی الامام عارف ربانی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی نے مندرجہ ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:(۱۷)

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف لائے تو ایک اونچے اور بلند قبہ(۱۸) (چھوٹا خیمہ یا شامیانہ جو اوپر سے گول ہو) پر آپ کی نظر پڑی، فرمایا: یہ کیا ہے؟ عرض کیا: یہ فلاں شخص کا ہے، یہ سن کر آپ خاموش رہے اور دل ہی دل میں ناراض ہوئے، یہاں تک کہ مالک مکان آ گیا، اس نے لوگوں کی موجودگی میں آپ کو سلام کیا، آپ نے اعراض فرمایا، اس نے کئی بار آپ کو سلام پیش کیا، یہاں تک کہ اس نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے ناراض اور اسی وجہ سے اعراض فرما رہے ہیں، اس نے حضور کے اس طرز عمل کو صحابہ سے جاننا چاہا اور کہا: یقیناً میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے لگاؤ سے اجنبیت و توحش محسوس کرتا ہوں، لوگوں نے بتایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف لائے، آپ نے تمہارے قبہ کو ملاحظہ فرمالیا (اسی وجہ سے غضب و اعراض فرما رہے ہیں) یہ سن کر وہ شخص واپس اپنے قبہ کے پاس پہنچا اور اسے منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا، پھر کسی روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ نے وہ قبہ نہ دیکھ کر فرمایا: قبہ کا کیا ہوا؟ صحابہ کرام نے وہ تمام باتیں جو مالک قبہ سے ہوئی تھیں بیان کر دیں، ارشاد فرمایا: بروز قیامت ہر عمارت، صاحب عمارت کے لیے وبال و مصیبت کا باعث بنے گی، مگر وہ جو ضروری ہو۔''(۲)

امام شعرانی نے حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا: علما نے فرمایا: یہ وہ قول ہے جو اس کی جہنم کی

....

(۱۷) ناظرین ذرا ان سے کہو! اپنی آنکھوں کو میچ لو کیوں کہ احادیث نے تمہارے اس بے جا دعوے کہ ''ہم بے ہودہ بدعتوں سے اجتناب اور روشن و آب دار سنتوں کا اتباع کرتے ہیں'' کا خاتمہ کر دیا ہے۔۱۲ منہ

(۱۸) کیا ان میں ان لوگوں میں سے جنھوں نے مزارات مقدسہ کے قبوں (گنبدوں) کو منہدم کر دیا کوئی شخص باقی ہے؟ جو ان احادیث طیبہ کو دیکھنے کے بعد ریاض وغیرہ میں تعمیر شدہ محلات کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دے۔۱۲ منہ

---

(۱) [المراسيل لأبي داؤد، باب ماجاء في البناء، ۱/ ۳٤۰]

(۲) [سنن أبي داؤد، باب ماجاء في البناء، ٤/ ۳٦۰]

حرارت وبرودت اور موذی جانوروں وغیرہ سے حفاظت کا ضامن ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ (۱۹) شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لیے مٹی اور اینٹوں میں فراوانی پیدا فرما دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ عمارت کھڑی کر لیتا ہے۔''(۱)

(۳) اور ایک روایت میں ہے: ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ ذلت وخواری کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اپنا مال تعمیروں میں خرچ کر ڈالتا ہے۔''

(٤) ''من بنى فوق ما يكفيه كلف أن يحمله يوم القيامة''(۲)

جو بقدر کفایت عمارت سے اوپر تعمیر کرے، بروز قیامت اسے اس عمارت کو اٹھانے کا مکلف بنایا جائے گا۔

(۵) ''حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ علیہما نے ایک کمرہ تعمیر کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا: اس کمرے کو منہدم کر دو، عرض کیا: میں اسے منہدم کر دوں۔ یا اس کی قیمت کے برابر صدقہ کر دوں؟ ارشاد فرمایا: اسے منہدم کر دو۔''(۳)

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی، حدیقہ ندیہ، ج۲، ص:۱۷۴ پر انواع ستین کی اٹھارھویں نوع میں فرماتے ہیں:

جب کوئی کسی مال میں ناحق کٹوتی کرے، کم یا زیادہ، مثلاً ٹیکس، غصب، سرقہ، خیانت یا بیع کے ذریعہ تو وقت اظہار حق اور ابطال باطل کے راز سے پردہ اٹھانا واجب ہے۔

اسی میں (ص:۹۹) پر ہے: ضروری ہے کہ نہی کا تعلق ایسی چیز سے ہو جس کی حرمت وممانعت پر تمام ائمہ دین کا اتفاق واجماع ہو اور اس کا ضروریات دین سے ہونا معلوم ہو،

مثلاً: زنا، ربا، ریاکاری، شرب نوشی، مسلمانوں کے ساتھ بد گمانی، ظلم وتعدی، ٹیکس، غصب

....

(۱۹) اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے۔۱۲منہ

---

(۱) فتح الباري لابن حجر، قوله باب ماجاء في البناء: ۹۳/۱۱

(۲) التفسير المظهري. سورة طه: ۱۲۳/٦ [المعجم الكبير للطبراني ۱۰۰/۱۵۱]

(۳) البر والصلة للحسين بن حرب، باب ماجاء في كفل اليتيم، ۱۳٦/۱

مال، ناحق ضبطی مال و جائیداد، بیوع و اجارات میں خیانت اور قاضیوں اور امرا کا رشوت لینا، (یہ سب ممنوع و حرام ہیں۔) (الی قولہ:) اولیائے متقدمین کی شان میں زبان دراز کرنا اور ان کے دین اور عقیدوں پر ان حضرات کے معانی کلام کو نہ جاننے اور ان کے کلام اور اللہ و رسول کے کلام کے مابین مطابقت کی عدم معرفت کی وجہ سے بے مقصد اور لایعنی بحث کرنا، بعد وفات ان کی کرامات کا انکار کرنا، بعدِ وفات ان کی ولایت ختم ہوگئی، اس کا عقیدہ رکھنا، اور لوگوں کو ان نفوس قدسیہ سے برکت حاصل کرنے سے روکنا۔ (یہ سب امور گناہ و گمراہی کا باعث ہیں)

اسی میں (ص ۲۱۸) پر ہے: امام احمد و ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا: ''منصف اور ظلم و زیادتی سے احتیاط برتنے والے قاضی پر بروز قیامت ایک ساعت ایسی ضرور آئے گی جس میں اس سے اللہ کے روبرو اس کے کیے ہوئے (فیصلہ کیے ہوئے) ہر عمل کے بارے میں پرسش ہوگی، وہ تمنا کرے گا کاش! دنیا میں اس نے ایک کھجور تک کے بارے میں فیصلہ نہ کیا ہوتا، تو اس قاضی کا کیا حال ہوگا جو رشوت خور ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرتا ہے،۔

اور اسی میں ہے: حاکم نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میں تمھیں ''امارہ'' اور اس کی حقیقت کی خبر دوں؟ میں نے عرض کیا: کیا ہے ''امارہ'' کی حقیقت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! ارشاد فرمایا: ''امارہ'' کا پہلا درجہ ملامت ہے، دوسرا درجہ ندامت ہے جب کہ تیسرا درجہ قیامت کے روز جہنم کا عذاب ہے، حقوق العباد کے ضائع کرنے اور ناحق لوگوں کے مال کھانے کی پاداش میں۔ (۱)

اسی میں (۲۲۳) پر ہے: ابن ماجہ نے جودان سے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من اعتذر إلى أخيه بمعذرة فلم يقبلها كان عليه مثل خطيئة صاحب مكس)) (۲)

جو شخص اپنے بھائی سے معذرت کرلے اور پھر وہ اسے قبول نہ کرے تو اسے اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا

---

(۱) [الأحاد والمثاني لابن أبي عاصم، ۳/۳]

محصول وصول کرنے والے کو اس کی خطا پر ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے:"مکس فی البیع مکسا" (اس نے قیمت کم کی)(الی قولہ:)والمکس الجبایة: (مکس، جبایہ یعنی مال اور ٹیکس کی وصولیابی کا نام ہے)یہ باب ضرب یضرب کا مصدر ہے،(الی قولہ:)اور"مکس"کا بیشتر استعمال"جبایة"میں ہونے لگا جسے حاکم کے اہل کار ظلماً و جبراً وصول کرتے ہیں۔

اسی میں (۲۳۰) پر ہے: خطیب بغدادی نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے کسی قوم کی کثرت بڑھائی وہ انہی میں سے ہوگا۔اور جس نے کسی مسلمان کو''خوشنودیٔ حاکم کی وجہ سے''خوف زدہ کیا اسے بروز قیامت اسی کے ساتھ حاضر کیا جائے گا'' اس حدیث کو امام سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے۔(۱)

نیز امام سیوطی نے طبرانی سے، انھوں نے سلیمان بن صرد سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز کسی مسلمان کو نہ ڈرائے گا، نہ خوف زدہ کرے گا۔''(۲)

امام مناوی نے فرمایا: مسلمان کو ڈرانا، گھبرا دینا اور خوف زدہ کرنا سخت حرام و گناہ ہے، اور آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ بندۂ مومن کو بلا کسی جرم و قصور مجبور کرنا''یعنی بندۂ مومن پر اس کی خواہش کے برخلاف کوئی چیز دینے پر بے جا دباؤ ڈالنا(الی قولہ:) تو یقیناً یہ اذیت دینا ہے اور مسلمان کو اذیت پہنچانا حرام و گناہ ہے۔(الی قولہ:) علامہ نجم الغزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی''حسن التنبہ''میں مذکور ہے: بندۂ مومن کو خوف زدہ کرنا، پریشان کرنا اور ڈرانا شیطانی کام اور حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو کسی مومن کو خوف زدہ کرے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے خوف سے مامون نہ فرمائے گا۔ اور جو کسی بندۂ مومن کی چغل خوری کرے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز ذلت و رسوائی کی جگہ کھڑا فرمائے گا'' اس حدیث کو بیہقی نے شعب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔(۳)

---

(۱) [التیسیر لشرح الجامع الصغیر،۲/۴۲۴]

(۱) [المعجم الکبیر للطبرانی،۷/۹۹]

(۱) [شعب الایمان،فصل :واذا کان اصلاح ذات بین:۱۳/۴۴۹]

اسی میں (ص:۲۳۱) پر ہے: بندۂ مومن کے بدن، اہل وعیال اور مال میں اذیت دینا، اور ملک غیر میں بلا اذن دخل اندازی، یہ سب شیطانی حرکتوں اور اس کی بری خصلتوں میں سے ہے۔

اسی میں (ص:۲۳۷) پر ہے:

حقیر اور قابل مذمت دلالی، پولیس کی دلالی ہے، الشرطۃ: ''را'' کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور فتحہ کے ساتھ بھی ایک لغت ہے۔ ''المنجد'' (فوج اور اعوان وانصار کے معنی میں ہے) (الی قولہ:)

اسی میں (۳۰۶) پر ہے: ہاتھ کی آفتوں میں سے رشوت لینا اور رشوت دینا ہے، مگر جب کہ دفعِ ظلم کے لیے دی جائے۔ (تو جائز ہے)

اسی میں (۳۲۸) پر ہے: ان امرا کو کھلانا جو لوگوں کے مالوں کو لیتے، دبوچتے اور غصب کرتے اور ان سے رشوتیں لیتے ہیں۔ اور حکام کے اہل کاروں کو کھلانا، جو لوگوں کے مالوں کو ناحق کھاجاتے ہیں۔

اسی میں (۳۳۸) پر ہے پیَر کی آفتوں میں سے گناہ کی مجلس میں جانا ہے، ظلم وتعدی اور ٹیکس کی مجلس کی طرح۔ اسی میں (۳۴۳) پر ہے پیَر کی آفتوں میں سے ظالموں کے گھروں میں آنا ہے، مثلاً: چونگی وٹیکس وصول کرنے والے، آج کے اہل حسبہ اور امرا یعنی زمانۂ حاضر میں سیاسی حکمراں جو بندوں کے اوپر ظلم وزیادتی کرنے پرڈٹے رہتے ہیں، رشوتیں اور ناحق یتیموں کے مال کھاتے ہیں اور ظلم وتعدی کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں۔

اسی میں (۴۹۴) پر ہے:

اسی میں ہے: وہ حاکم جو لوگوں کے درمیان حقوق العباد کے ساتھ ناانصافی، غصب اموال اور لوگوں کے حقوق کو پامال کرنے کے لیے دجل وفریب اور حیلہ سازی کرنے کی وجہ سے شہرت تامہ رکھتا ہے، مثلاً: اموال میں سودخوری، چونگی اور ڈاکہ زنی وغیرہ۔

علامہ ابن حجر مکی نے ''زواجر'' میں ارتکاب گناہ کے بارے میں فرمایا: ان سے علامہ محمد بن عابدین شامی نے اپنے حاشیہ ''رد المحتار علی الدر المختار'' میں نقل کیا: علامہ بغوی نے فرمایا: ''صاحب مکس'' سے مراد وہ ہے جو تاجروں سے جب وہ اس کے پاس سے ہوکر گزرتے ہیں، عشر یعنی زکاۃ کے نام سے کوئی مکس (ٹیکس) وصول کرتے ہیں۔

حافظ منذری نے فرمایا: لیکن اب وہ ایک تو عشر کے نام سے کوئی ٹیکس وصول کرتے ہیں اور ایک دوسرا ٹیکس جس کا کوئی نام ہی نہیں (۲۰)

---

(۲۰) [illegible] ''چنگی'' اور انگریزی میں ''ٹیکس'' [illegible]

(چنگی وصول کرتے ہیں) بلکہ ایسی چیز لیتے ہیں جو حرام وگناہ ہے اور اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں ان کی بات اور دلیل پروردگار عالم کے نزدیک نا قابل قبول ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔ اھ

علامہ شامی قدس سرہ السامی نے مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا، پھر فرمایا: جاننا چاہیے کہ بعض فاسق قسم کے تاجر یہ سمجھتے ہیں کہ ''وہ ٹیکس جو وصول کیا جاتا ہے، جب زکاۃ کی نیت کرلے تو اسے زکاۃ کی قبیل سے سمجھا جائے گا'' یہ سمجھنا سراسر باطل ہے۔ مذہب شافعی میں اس کی کوئی سند نہیں، کیوں کہ امام ٹیکس وصول کرنے والوں کو زکاۃ لینے کے لیے مقرر نہیں کرتا بلکہ موجودہ مال میں کم ہو یا زیادہ عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کرتا ہے، اس مال میں واجب ہو یا نہ ہو۔

پھر علامہ شامی قدس سرہ السامی نے فرمایا: میں کہتا ہوں: لیکن آج ٹیکس وصول کرنے والے امام سے کسی چیز پر جسے وہ امام کو ادا کریں معاہدہ کرلیتے ہیں اور اپنے لیے اندھادھند وصولی کرنے لگتے ہیں۔ اور اگر تاجر اس کے یا ٹیکس وصول کرنے والے کے پاس سے ایک سال میں چند بار گزرے تو ہر بار وصول کرتے ہیں، اگرچہ اس پر زکاۃ واجب نہ ہو۔ تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مال کی ادائیگی ہمارے نزدیک زکاۃ کی قبیل سے نہیں سمجھی جائے گی، کیوں کہ وہ عشر (دسواں حصہ بطور ٹیکس) لینے والا نہیں، جسے امام راستوں پر گزرنے والوں سے صدقات کی وصولیابی کے لیے مقرر کرتا ہے، نیز گزر چکا ہے کہ یہ شرط ضروری ہے کہ اس بنا پر (یعنی ٹیکس دینے کے صلہ میں) تاجر حضرات چوروں سے مامون اور ان کی عزتیں محفوظ رہیں۔

اور یہاں حال یہ ہے کہ یہ لوگ دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور تاجروں کو چوروں اور ڈاکوؤں سے زیادہ ایذا و تکلیف پہنچاتے ہیں، اور زبردستی وصولی کرتے ہیں۔

درمختار میں ہے: جو ٹیکس اور اجرت پہرہ وصول کی جاتی ہے، کیا اس میں کوئی عذر اور حجت ہے؟ اس میں دو قول ہیں: علامہ شامی فرماتے ہیں: ان کا قول: من المکس (ٹیکس) والخفارة (اجرت پہرہ) ''مکس'' وہ جسے عشر (دسواں حصہ بطور ٹیکس) وصول کرنے والا لے، اور ''خفارة'' (اجرت پہرہ) وہ جسے خفیر (محافظ) لے، خفیر، مجیر (نوکری کرنے والا) ہے۔

میں کہتا ہوں: اے ہمارے سردار، علامہ دراکہ، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے طفیل ہم پر رحم فرمائے۔

﴿الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ﴾(۱)

---

(۱) [سورۃ التوبۃ: ۹۷]

ترجمہ: گنوار کفر اور نفاق میں زیادہ سخت اور اسی قابل ہیں کہ اللہ نے جو حکم اپنے رسول پر اتارے اس سے جاہل رہیں۔

ان کا حال نہایت برا اور مال کتنا خراب اور عیب دار ہے۔ یہی اعراب (گنوار) ہیں تمہارے زمانے کے کہ یہ لوگ ہر راستہ اور ہر دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں، صرف تاجروں کے لیے ہی نہیں بلکہ حج کرنے والے مسلمانوں کی تاک میں لگ جاتے ہیں، حج وعمرہ اور واجبات کا دروازہ مسدود کردیتے ہیں، اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور ڈاکہ زنی کرتے ہیں اور اس کے سبب اللہ اور اس کے رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے اعلان جنگ کرتے ہیں، جو لوگ کچھ ادا نہیں کرتے انھیں واپس کردیتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس چیز کو ضروری قرار دے رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے لازم نہیں فرمایا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے حرم اقدس میں حاضری کے لیے لوگوں میں عام ندا کردی، تو وہاں لوگ دور کی راہوں سے رب تعالیٰ کے عام ندا کرنے سے حاضر ہوتے ہیں، راستوں کے مصائب وآلام اور پریشانیوں پر صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے، خوشی خوشی دین پر سچے دل سے عمل کرتے اور دنیا کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے مولیٰ وآقا کے ہوکر کے، رب الارباب جل وعلا کی آواز پر کعبۂ معظمہ جو آزاد گھر اور لوگوں کے لیے مرجع ہے، اس کی زیارت کے لیے دور دراز جگہوں سے حاضر ہوتے ہیں۔ انہی حضرات کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ﴾(۱)

ترجمہ: ایک اللہ کے ہوکر کہ اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو۔

اللہ کے نام کا ذکر کرتے ہیں اپنے مالوں کو خرچ کرکے، مشقتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرکے، بچوں اور اہل وعیال اور تجارت ودیگر اشغال ترک کرکے، مناسک حج کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوتے ہیں، اور اس موقع پر رشتے داروں، عزیزوں اور دوستوں سے بھی جدا ہوجاتے ہیں، بلا حساب وکتاب گناہوں کی مغفرت، اگر اللہ تعالیٰ چاہے، اور حصول اجر وثواب کے لیے اپنے وطن عزیز تک کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جو نہایت مہربان، انتہائی کرم فرمانے والے بندوں پر بہت زیادہ احسان اور بھلائی کرنے والے کے حکم کی تعمیل اور مرادوں ومقاصد کے حصول کے لیے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں۔

یہاں میں عجیب وغریب استعارات سے کلام کو طول نہ دوں گا۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ سے

منقول ہے: ''آپ حج کرنے سے قبل عبادتوں کے درمیان ترجیح کے قائل نہ تھے، لیکن جب سعادت حج سے سرفراز ہوئے تو آپ ''حج'' کو دیگر تمام عبادتوں پر فائق سمجھتے، ان تمام خصوصیتوں کی وجہ سے جن کا آپ مشاہدہ فرما چکے تھے۔ جس وقت آپ واپس ہوئے تو نہایت غمگین وافسردہ تھے، غایت درجہ آرزو وخواہش کی تفویت کی وجہ سے محرومی پر نہایت متاسف تھے، شوق ورغبت کیساتھ حاضر ہوئے اور زبان پر ''واشــوقــاه، واشــوقــاه'' جاری تھا، اور جب پلٹے تو خوف ورعب طاری تھا اور ''واحسرتاه، واحسرتاه'' پکارتے جاتے تھے۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

یہ لوگ اللہ کے مہمانوں کو تکلیف دیتے ہیں، ان سے لوٹ مار کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں اپنے لیے ظلم وعدوان اور جور وجبر کر کے وصول کرتے ہیں اور حج جیسے فریضہ سے روکتے ہیں۔ (۲۱)

اور ہر پردیسی مرد وعورت پر یہ ٹیکس مقرر کر کے ان کے لیے راہ مستقیم مسدود کر دیتے ہیں، اور خوب ڈاکہ ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے بیشتر مسلمان سعادت حج سے محروم ہو جاتے ہیں، کیوں کہ اکثر اغنیا اپنے فرائض سے غافل ہیں اور وہ خواہشات نفسانی میں دلچسپی رکھتے ہیں، دینی احکام سے بے رغبتی اور دنیا داری کی طرف مائل رہتے ہیں۔ یہ لوگ نہایت غفلت میں ہیں، توفیق الٰہی سے محروم۔ غریب طبقہ جو ''کوشان'' ادا نہیں کر سکتا وہ حاضر ہی نہیں ہوتے ہیں اور جو ان میں سے آ بھی جاتے ہیں انھیں واپس کر دیا جاتا ہے، تو اب متوسط طبقہ ہی باقی رہ گیا اور وہ نہایت قلیل تعداد میں ہیں، حاضر ہوتے ہیں، ملعون ''کوشان'' دے کر حج ادا کرتے ہیں، پھر ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو ابل (اونٹ) اور سیارہ (گاڑی) کے کرایہ کے نام پر زیادہ ٹیکس ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، مدینہ منورہ کی زیارت کرنے کے لیے جاتے ہیں، پھر کب واپس ہوتے ہیں؟ فانا للّٰہ وانا الیه راجعون۔

دور حاضر میں راستے پر امن نہیں رہے، خاص حرم شریف تک میں امان نام کی چیز نہیں رہ گئی ہے، اللہ ہی کی بارگاہ میں فریاد ہے اور اسی سے استعانت ہے۔ ''سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ'' (کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں) برائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے روکتے ہیں، کتاب وسنت پر اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس زعم میں مبتلا ہیں کہ یہی نواہی سے روکنے اور بھلائی کا حکم دینے والے ہیں۔

---

(۲۱) میں نے یہ باتیں تفقہاً (اپنی سمجھ بوجھ اور فہم وبصیرت کے مطابق) قلم بند کی ہیں، پھر میں نے بحمدہ تعالیٰ اللہ کے فضل وکرم سے ''تفسیرات احمدیہ'' میں اپنے موقف پر صریح تائیدات دیکھیں۔ وللّٰه الحمد والمنة (اللہ ہی کے لیے ہیں تمام تعریفیں اور احسان وانعام) ۱۲ منہ

﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾(۱)
(اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں)۔
﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾(۲)
(اوراب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے) پروردگار دنیاوآخرت میں انھیں ذلیل ورسوا کرے، اوران کے ظلم وزیادتی کا سخت سے سخت بدلہ لے۔
﴿بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾(۳)
(ظالموں کو کیا ہی برابدل ملا)

محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا: بعض علمانے حج ساقط قرار دیا جس وقت قرامطہ نے خروج کیا تھا، (۲۲)

اور یہ خارجیوں کا گروہ ہے جو مسلمانوں کے قتل، ان کے اموال کے لینے اور چھیننے کو مباح سمجھتے تھے، زیارت گاہوں اور مقدس مقامات پر غلبہ واقتدار حاصل کر رکھا تھا، حجاج کرام کی گھات میں لگے رہتے تھے (الی أن قال) صفار کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں حج فرض نہیں ہے، فرمایا: ''میں بیس برس سے جب سے قرامطہ کا خروج ہوا ہے حج فرض نہیں سمجھتا'' اوراس کا سبب یہ بیان فرمایا کہ: وہ رشوت دیے بغیر حج کی سعادت حاصل نہیں کرسکتا، تو یہاں طاعت معصیت کا سبب ہوگی۔(۴)

امام حافظ الدین بزازی نے فتاویٰ بزازیہ میں فرمایا: ویری نے خوارزم میں اورابن شجاع نے خراسان میں اورابوبکر رازی نے بغداد میں فتویٰ ارشاد فرمایا:

ہمارے زمانے میں مردوں سے حج ساقط ہے، صفار نے کہا: عورتوں سے سقوط حج میں مجھے شک نہیں، البتہ مردوں سے ساقط ہونے میں شک ضرور ہے کیوں کہ راہ میں مال کا ایک بڑا حصہ وصول کیا جاتا

(۲۲) اور یہ نجدیہ بھی خارجی ہی ہیں، جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے صراحت کی ہے۔۱۲منہ

(۱) [سورة التوبة: ۳۰]
(۲) [سورة الشعراء: ۲۲۷]
(۳) [سورة الكهف: ۵۰]
(۴) فتح القدير لابن الهمام، كتاب الحج: ۲/ ۴۱۸

ہے۔تو معلوم ہوا کہ مقصد عزیز تک بلا رشوت نہیں پہنچ سکتا۔پھر فرمایا:اختلاف ہے کہ کیا راہ میں ٹیکس کی وصولیابی سے امن ختم ہوجاتا ہے؟اور اسے ہم ذکر کر چکے ہیں۔

علامہ مولیٰ،علاء الدین حصکفی نے درمختار میں فرمایا:صاحب ہدایہ کی ''مختار النوازل'' میں ہے: مکہ مکرمہ کی عمارتوں کے بیع واجارہ میں کوئی حرج نہیں،لیکن زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے کہ:مکہ مکرمہ کی عمارتوں کو اجارے(کرایہ)پر دینا مکروہ ہے۔تاتر خانیہ کی فصل خامس کے آخر میں اور وہبانیہ کے کتاب الاجارہ میں ہے:امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:حج کے زمانے میں مکہ مکرمہ کے مکانوں کو کرایہ پر دینا مکروہ ہے،اور آپ یہ فتویٰ دیتے تھے:حجاج کرام کے لیے جائز ہے کہ وہ اہل مکہ کے مکانوں میں قیام کریں،اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿سَوَاءُ الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ﴾ (۱)

ترجمہ:اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا۔

زمانہ حج کے علاوہ دیگر موسموں میں مکانوں کو کرایہ پر دینے میں رخصت ہے۔اھ۔یہ بات یاد رکھنا چاہیے۔

قلت:میں کہتا ہوں!اسی سے فرق اور توفیق(مطابقت)ظاہر ہوجاتی ہے،اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ندا فرماتے اور کہتے:

''يأهل مكة! لا تتخذوا لبيوتكم أبواباً لينزل البادي حيث شاء''

اے مکہ والو!اپنے گھروں میں پابند نہ رہوتا کہ باہر سے آنے والا جہاں چاہے اتر جائے،جس کے گھر میں چاہے اقامت اختیار کرے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

علامہ شامی قدس سرہ السامی نے فرمایا:صاحب درمختار کا قول:''قال أبوحنيفة''(امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

اقول:(میں کہتا ہوں)غایۃ البیان میں جو لکھا ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہی صاحبین کا قول بھی ہے،جس جگہ منقول ہے،یعنی امام کرخی کی ''تقریب''میں ان کے الفاظ یہ ہیں:ہشام،امام ابویوسف سے وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں،آپ حج کے زمانہ میں مکہ مکرمہ کے مکانوں کو اجارہ پر دینا ناپسند فرماتے،اس کے علاوہ دیگر اوقات میں اجازت دیتے تھے،اور ایسا ہی امام ابویوسف نے فرمایا۔ہشام

---

(۱) [سورۃ الحج:۲۵]

فرماتے ہیں: مجھے امام محمد نے خبر دی وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ حج کے ایام میں مکہ مکرمہ کے مکانوں کو اجارہ پر دینا ناپسند فرماتے، اور کہتے تھے: حجاج کرام، اہل مکہ کے مکانوں میں قیام کر سکتے ہیں، جب کہ ان مکانوں میں زائد از ضرورت جگہ باقی ہو، اگر ایسا نہ ہو تو قیام درست نہ ہوگا، یہی امام محمد کا قول ہے۔ اھ

اس عبارت نے اس بات کا افادہ کیا کہ علمائے ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان کراہت میں اتفاق ہے، ایسا ہی الدر المنتقی میں مذکور ہے۔ علما نے صراحت فرمائی ہے کہ: مکہ مکرمہ کے مکانوں کو اجارہ پر دینا مکروہ ہے، اس میں کسی کا اختلاف ذکر نہ کیا۔ اھ(۱)

ردالمحتار میں ہے: مکہ معظمہ کے گھروں کو اجارہ پر اٹھا دینا مکروہ ہے، (۲۳)

کیوں کہ ایام حج میں حجاج کرام کو مکانات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (۲)

اور حافظ ابو عبد اللہ دمشقی حنبلی ابن قیم جوزی نے اپنی کتاب ''زاد المعاد، ج ۲، ص: ۴۴۵، ۴۴۶'' میں کہا: اس پر احادیث ہیں کہ پانی میں تمام لوگ ایک دوسرے کے ساجھی ہوتے ہیں، یہ اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ پانی کو فروخت کرنا منع ہے، اسی مسئلہ کے بارے میں امام احمد سے استفسار ہوا جس کے تعلق سے لوگ ''شام'' کی زمین اور باغات وغیرہ میں مبتلا ہوئے، کیوں کہ زمین اور باغات کو دریا سے سیراب ہونے کا حق حاصل ہے، پھر کچھ پانی باقی بچ جاتا ہے، یا اس پانی سے گھروں اور دکانوں کی تعمیر کرتے ہیں اور اس پانی کو اجارہ پر دیتے ہیں تو امام احمد نے توقف فرمایا، پھر جب آپ سے یہ کہا گیا کہ: یہ تو اجارہ ہے (اور حدیث سے بیع کی ممانعت کا ثبوت ہوتا ہے) جواب دیا کہ: اس عقد کا ''اجارہ'' نام رکھنا ایک

....

(۲۳) مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ میرے پاس حنابلہ کی اس کتاب یعنی زاد المعارج ۲ کے علاوہ دیگر کوئی کتاب نہیں، لیکن جب میں نے مراجعت کی تو اس میں وہ چیزیں ملیں جو ہر جھوٹے کے لیے سخت عذاب ہیں جو حنبلی ہونے کا دعوی رکھتا ہے اور کتاب وسنت کی پیروی کا مدعی ہے۔ میں نے اس کی عبارت بطور سند نہیں لی بلکہ ان جھوٹے دعویداروں کا شدید رد کرنے کے لیے۔ میرے پاس تو سند کے لیے علمائے کرام کے قیمتی اقوال ہیں۔ بلکہ میں نے تو اس کی عبارت کو پتھر سمجھ کر لیا اور وہ پتھر اس کے منہ میں رکھ دیا، وللہ الحجة البالغة. ۱۲ منہ

---

(۱) [رد المحتار على الدر المختار فصل في البيع، ٦/٣٩٣]

(۲) [رد المحتار على الدر المختار : فصل في البيع، ٦/٣٩٣]

چال ہے اور یہ تحسین لفظ (خوب صورت الفاظ سے تعبیر کرنا) ہے، اور حقیقت عقد تو ''بیع'' ہی ہے، قواعد شرع منع کے مقتضی ہیں؛ کیوں کہ اس مشترک پانی سے اپنی زمین سیراب کرنے میں اسے حق تقدیم حاصل ہے، پھر جب ضرورت نہ رہے تو اس کو اب دوسرے کے آڑے آنا جائز نہیں، اس کے بعد اس پانی کا محتاج شخص زیادہ لائق ہے، اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ''کسی معدن (کان) پر موجود ہو اور اس سے بقدر حاجت لے لے تو اسے باقی (کان) فروخت کرنا جائز نہ ہوگا'' اس سے نکالنے اور اکھاڑنے کے بعد۔ اور ایسے ہی وہ شخص جو کھلی جگہ یا کشادہ راستہ پر پہلے بیٹھ جائے تو وہی زیادہ حق دار ہے جب تک وہ وہاں بیٹھا ہو، اور جب ضرورت نہ رہے اور اپنی جائے جلوس کو اجارے پر دے تو یہ اس کے لیے جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح مباح زمین جب اس میں خشک یا سبز گھاس ہو تو اس کے مویشی وہاں پہلے پہنچ گئے تو چرانے کا وہی زیادہ حق رکھتا ہے، پھر جب اس جگہ سے باہر ہوا اور جو گھاس باقی بچ رہی ہے اسے فروخت کرنا چاہے تو یہ اس کے لیے روا نہ ہوگا۔ تو اسی طرح اس پانی میں سب کا حق برابر ہے۔ اگر کہا جائے: ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پانی اس کی اپنی زمین میں ہے تو وہ منافع ارض (عام ضروریات زمین) کی ایک منفعت ہے جس کا تعلق اس کی ملک سے ہے، لہذا وہ ان منافع کا مالک ہوگا بر خلاف تمہاری ذکر کردہ صورتوں کے، کیوں کہ وہ ان اعیان کا مالک نہیں البتہ وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے، لہذا کہا جائے گا: اس کی زمین کا حق انتفاع (فائدہ اٹھانے) میں ہے اس معین چیز کی ملکیت میں نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں صفت اشتراک (جس میں سب کا حق برابر ہے) کے ساتھ ودیعت فرمایا ہے۔ (الی) تو شرع کے قواعد، اس کی حکمتیں اور مصالح عالم (مفادات عالم) پر اس کا مشتمل ہونا اسی قول کے مقتضی ہیں۔

وعلیٰ هذا (اس تفصیل کے مطابق) جب کوئی دیگر شخص اس کی اجازت سے داخل ہو پھر اس سے کچھ لے لے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا؛ کیوں کہ وہ اصل میں مباح ہے۔

(الی) کیا وہ کسی کو اپنی ملک میں داخل ہونے سے منع کر سکتا ہے؟ اور کیا وہ دوسرے کی ملک میں بلا اذن داخل ہو سکتا ہے؟ ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا: ''جائز نہیں، کلام شارع میں اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ امام احمد کے کلام میں'' بلکہ امام احمد نے تو اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ غیر مباح زمین (وہ زمین جو رفاہ عام کے لیے نہ ہو) میں چرانا جائز ہے، جب کہ وہ زمین نہ تو مملوکہ ہے اور نہ اسے اجارہ پر لیا گیا، اور جب مویشیوں کو چرانا نہ ہو تو اس زمین میں جانا ممنوع ہے۔ درست بات یہ ہے کہ کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے اس زمین میں داخل ہونا جائز ہے، اکثر و بیشتر مالک زمین سے اجازت لینا بڑا مشکل ہو جاتا ہے، اور واقعی کبھی پینے کے پانی، مویشیوں کو سیراب کرنے اور گھاس ...

ضرورت پیش آجاتی ہے، اور مالک زمین موجود نہیں ہوتا، اور ہم اس کے داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرنے کی شرط لگادیں تو یہ کھلا ضرر ہوگا، نیز اس کی اجازت کا کوئی نتیجہ بھی نہیں، کیوں کہ مالک زمین کے لیے داخل ہونے سے منع کرنے کا حق نہیں تو اب دخول اجازت پر موقوف ہو، اس میں کوئی فائدہ نہیں۔

نیز وہ حق جو شارع علیہ السلام نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے وہ بغیر دخول کے حاصل نہیں کرسکتا تو پھر وہ شرعاً ماذون ہوگا (اسے شرعاً جانے کی اجازت ہوگی، اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں) مگر جب بلا اذن داخل ہونے میں اسے اپنی بیوی اور اہل وعیال پر غیرت وحمیت آئے تو اب بلا اذن اس کو داخل ہونا جائز نہ ہوگا، لیکن جب صحرا میں ہو یا ایسا گھر ہو جس میں کنواں ہو اور وہاں کوئی انیس (انسیت بخشنے والا) نہ ہو تو وہ داخل ہوسکتا ہے اجازت لے کر اور بلا اجازت دونوں طرح۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَّيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ أَن تَدۡخُلُواْ بُيُوتًا غَيۡرَ مَسۡكُونَةٖ فِيهَا مَتَٰعٞ لَّكُمۡ﴾(۱)

ترجمہ: اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان کے گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمھیں اختیار ہے۔

اور یہ داخل ہونا جس سے ''جناح'' (گناہ) اٹھ گیا وہ بلا اذن داخل ہوتا ہے، پھر ان سے غیر مسکونہ (وہ گھر جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں) میں ''جناح'' (گناہ) ختم ہوگیا، تو اس سے اس بات کی رہ نمائی ملی کہ کسی دوسرے کا ایسا گھر اور ایسی زمین جو غیر مسکونہ (وہ گھر یا زمین جو خاص کسی کی سکونت میں نہیں) ہو اس میں اپنے حق پانی اور گھاس وغیرہ حاصل کرنے کے لیے داخل ہونا جائز ہے۔ یہ قرآن عظیم کا ظاہر معنی ہے اور یہی امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصریحات کا مقتضی ہے۔ عبارت معمولی اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ (۲)

قلت: میں کہتا ہوں: یہ اس شخص کا کلام ہے جو جماعت علما کا امام یعنی ان کے پیشواؤں کا زبردست امام، ان کے علما کا جوہر وخلاصہ اور ان کے محققین کا پیش رو ہے، ان کے درمیان شیخ الاسلام ہے۔ یہ کلام بہترین رد اور جگر میں پورا اترنے والا تیر ہے، نہایت تیز تلواروں میں سے ایک تیز تلوار

---

(۱) [سورۃ النور: ۲۹]

ہے، خصوصاً وہ عبارتیں جن پر ہم نے خط کشیدہ کر دیا ہے، ان کی ہر اصل کے لیے قاطع، اور ان کی اس ناپاک حرکت یعنی ملعون ٹیکس پر کاری ضرب ہیں۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اللہ ہی پر بھروسہ اور اسی کی مدد سے دشمنان دین پر حملہ کرتے ہوئے، کیا یہ کہنے والا ہے؟ جیسا کہ شاعر نے کہا:

ألیلی! ألیلی! أي دفار هجوت من
أتته المعالي صفوها وصمیحها

(اے لیلیٰ! اے لیلیٰ! اری گندی تو نے اس کی ہجو کی جسے صاف وخاص بلندیاں حاصل ہوئیں)

دعي عنك تهجاء الرجال
واقبلي لك لاالحظ للاخیلیة

(مردوں کی بدگوئی سے درگزر، اور آکہ میں لیلیٰ اخیلیہ کا نہیں تیرا حصہ ہوں) اپنا یہ عیب چھوڑ، ظاہر اور آفتاب نیمروز کی طرح روشن حق بات مان لے، حق کو قبول کر گرچہ دیوار پر لکھا دیکھے، اور یہ تیرے نزدیک تیرا بہی خواہ اور دیانت دار امام ہے تو کیوں اس کی حق بات جو روز روشن کی طرح واضح ہے نہ مانے گی؟ اور اسے جو اس کے پاس سے ہے اور جسے اس نے تیرے لیے اپنی جیب سے نکال کر دیا (نہ مانے گی؟) بلکہ ظاہر قرآن عظیم سے اور امام المذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی ثابت ہے، تو اعتراف کر لے کہ یقیناً تو خطاوار، گمراہ، گنہ گار نہایت جفا کار، فاجرہ، فاسقہ، باغی اور گناہوں میں نہایت سرکش، علی الاعلان گناہوں کا ارتکاب کرنے والی، ظلم واستبداد اور نافرمانی کی چادر سے ڈھکی ہوئی، نافرمانی وسرکشی کے دریا میں غوطہ زن، وہی کہہ جو کہتی ہے، ورنہ اٹھ کھڑی ہو، باہر نکل، چلی جا، دور ہو، نقاب اوڑھ، مجھ سے اور ہر سنی مسلمان سے پردہ کر، جیسا کہ شاعر نے کہا:

تنحي واقعدي مني بعیدا أراح الله منك العالمینا

(چل ہٹ، مجھ سے دور ہو کر بیٹھ، اللہ تعالیٰ تجھے موت دے کر سارے عالم کو راحت پہنچائے)

حیاتك ما علمت حیاة سوء وموتك قد یسر الصالحین

جہاں تک مجھے معلوم ہے تیری زندگی نہایت بری زندگی ہے اور تیری موت نیک لوگوں کی خوشی ومسرت کا باعث ہے۔

ہمیں نہ تیری چاہت، نہ تجھ سے دلچسپی، ہم تجھ سے کنارہ کشی اور نفرت کرتے ہیں، بلاشبہ تو حرام

میں توبہ کرلے۔مظلوم حجاج کرام کی بددعا سے بچ جا۔

((فان دعوة المظلوم ليس بين الله وبينها حجاب))(۱)

مظلوم کی آہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے،(۲۴)اسی طرح عذاب خداوندی سے بچ،اور یقیناً آخرت کا عذاب برا ہے،کاش وہ جانتے۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾(۲)

ترجمہ:اور عنقریب ظالم جان لیں گے کون سی پھرنے کی جگہ پھیرے جائیں گے۔(۲۵)

(۲۴) امام احمد نے اس حدیث کو"دعوة المظلوم لا تحتجب"(مظلوم کی بددعا۔(آہ) کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی)کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔

امام غزالی نے کتاب مستطاب"مکاشفۃ القلوب"میں فرمایا:بعض کتب میں مرقوم ہے کہ اللہ فرماتا ہے:"اس آدمی پر ظلم میرے غضب کو بڑھا دیتا ہے جس کا میرے سوا کوئی مددگار نہیں،کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لا تظلمن إذا ما كنت مقتدرا فالظلم يرجع عقباه إلى الندم

(جب تو صاحب اقتدار ہو تو کسی پر ہرگز ظلم نہ کر کیوں کہ ظلم کا انجام شرمندگی ہے)

قيام عيناك والمظلوم منتبه يدعو عليك وعين الله لم تنم

(تیری آنکھیں سوئیں گی مگر مظلوم کی آنکھیں جاگ کر تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے بددعا کریں گی اور اللہ تعالیٰ کبھی سوتا نہیں۔)۱۲منہ

(۲۵) عنقریب چند مقامات پر میری امت کے شریر لوگ آئیں گے،ایک روایت میں"من شرار الناس"(لوگوں میں شریر)ہے،امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں روایتوں کا ذکر کیا ہے،ان دونوں روایتوں کو امام مناوی نے کنوز میں بیان کیا ہے۔اللہ اللہ!اس زمانے میں ایک ہزار پچاس سال کے بعد دونوں روایتوں کی تصدیق ظاہر ہوگئی۔جب کہ اس گروہ نے حرمین شریفین پر قبضہ واقتدار حاصل کرلیا۔

معادن کو کھود ڈالا اور انھیں امریکی عیسائیوں کو اجارے پر دے دیا۔۱۲منہ

(۱) [مصنف ابن أبي شيبة: باب في الامارة، ٦/٤٢٠]

(۲) [سورة الشعراء: ٢٢٧]

ستعلم ليلىٰ أي دين تداينت وأي غريم في التقاضي غريمها

(اب جاننا چاہتی ہے لیلیٰ کہ کیسے قرض کا اس نے لین دین کیا اور اس کا قرض خواہ تقاضا کرنے میں کیسا قرض خواہ ہے)

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں)

اس نے اس پر سب سے بڑی مصیبت کھڑی کر دی ہے، آفت کبریٰ اور مصیبت عظمیٰ نازل کر رکھی ہے، ہر بیدار آنکھ کو موت کی آغوش میں دے دیا ہے۔

اللہ اللہ! وہ کہاں اور یہ کہاں؟ ان کے درمیان اتنا ہی فرق ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ جب مالک اپنی ملک میں کسی دوسرے شخص کو پانی پینے بلکہ زمین سیراب کرنے بلکہ اپنے مویشیوں کو چرانے تک کے لیے اور اپنا دوسرا وہ حق جو ذکر کردہ حق کے علاوہ ہے حاصل کرنے کے لیے داخل ہونے سے نہیں روک سکتا، تو کیوں کر حرم شریف میں داخلہ سے منع کیا جا سکتا ہے؟ اور کعبہ معظمہ جو جائے پناہ ہے اور روضۂ مبارکہ جو اسلام و مسلمانوں کا ٹھکانا و مرجع ہے اور توبہ کرنے والوں کے لیے سر چھپانے کی جگہ ہے ان راستوں کو بند کیا جا سکتا ہے؟ اللہ کی راہ پر بندش لگانا تا آنکہ ''کوشان'' ادا کر دے، اس ملعون ٹیکس کے ادا کرنے سے عاجز حجاج کرام کو واپس کرنا اور مدینہ طیبہ کے زائرین کو ''غافل حکومت'' کی جانب سے دیے گئے متعینہ وقت کے بعد دھتکار کے نکال دینا، اور اس مدت قلیلہ کے بعد جو حضرات مدینہ منورہ میں دس روز.(٢٦)

.پانچ سعودی ریال وصول کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ رب العالمین۔ (اللہ رب العالمین کی پناہ) تو ظاہر ہے کہ یہ منع کرنا اور اس کے علاوہ اور حرکتیں کرنا نہایت عظیم اور شدید گناہ ہے، یہ کافروں اور شیطان کی حرکتیں ہیں۔ یہ تمام کارگزاریاں کافروں کے فعل اور شیطان کے کرتوت ہیں۔ اور اس عبارت

(٢٦) ''طرابلس شام'' کے بعض جلیل القدر علما نے فرمایا: جس وقت انھوں نے یہ رسالہ دیکھا تو مارے خوشی کے جھوم اٹھے، نہایت پسند کیا۔

رسالہ کا نام ''القنابل الذرية على الكوشان والضرائب السعودية'' (سعودی ٹیکسوں اور کوشانان پر ایٹم بم) لکھا۔ سعودیوں کے قبیح افعال و حرکات اور ان کی بدکرداریوں کو تحریر کیا اور یہ بھی جو انھوں نے سال بھر میں ان حضرات پر جو مدینہ منورہ میں قیام کرتے ہیں، دس سعودی ریال مقرر کر رکھے ہیں، لکھا ہے۔ اور جو ان کی رعایا میں نہ ہو اس کی ''شہادت'' بھی قبول نہیں کرتے۔ یہ سب چیزیں ان کی اپنی نئی شریعت کا حصہ ہیں۔ ﴿قتلهم الله انى

سے ''طریق ومعادن'' کے اجارہ کا حکم ظاہر ہو گیا، یقیناً یہ حرام اور نری سرکشی ہے۔ وللّٰه الحمد في كل حين وآن۔ (اللہ ہی کے لیے ہیں تمام تعریفیں، ہر وقت اور ہر لمحہ)

علامہ شیخ زین الدین ملیباری، شافعی تلمیذ شیخ ابن حجر ہیثمی مکی قدس سرہما الملکی کی ''شرح قرۃ العین'' میں فرمایا: نیز وجوب حج کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ نفس (انسان) کے لیے راہ پر امن ہو۔(۱) اور اگر چہ وہ چیز جو وصول کی جائے کم ہو۔

عبارات مفسرین کرام

عارف باللہ سیدی ملا احمد جیون قدس سرہ وافاض علینا برہ (استاذ گرامی وقار، سلطان المومنین ناصر الملۃ (کشتی ملت کے ناخدا) مروج الشریعۃ (شریعت کو فروغ دینے والے) ہادم الجور والاعتساف (ظلم وتشدد کو کافور کرنے والے) مربی اہل العدل والانصاف (عدل ومساوات کے علم برداروں کے سرپرست) فضلائے کرام کے ملجا، گردش ایام کا شکار ہونے والوں کی پناہ گاہ، اسلام کے مضبوط ومستحکم قلعہ، محی الدین (دین کا احیا فرمانے والے) اورنگ زیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تفسیرات احمدیہ میں زیر آیت کریمہ:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾(۲)

(اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے، ان میں نام خدا لیے جانے سے) سورہ بقرہ ص:۲۲ر پر ارشاد فرماتے ہیں:

آیت کریمہ میں مسجد میں داخل ہونے والوں کو منع کرنے کے لیے بطور نہی حکم دیا جا رہا ہے، (الی) آیت مذکورہ کے شان نزول میں یہ قول بھی کیا گیا ہے کہ یہ ''مشرکین مکہ'' کے بارے میں نازل ہوئی، کیوں کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حدیبیہ کے سال مکۃ المکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ اور مسجد کی خرابی میں کوشش کرنے کا مفہوم یہ کہ ان مشرکوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کو محرم میں عبادت کرنے اور نماز پڑھنے سے روک دیا تھا (الی) آیت کریمہ کے ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مساجد کو منہدم کرنا اور ان کی تخریب، ممنوع وحرام ہے، یوں ہی ان میں نماز ادا کرنے اور عبادت بجالانے سے کسی کو منع کرنا ممنوع

ہے اگر چہ مسجد منع کرنے والے کی ملکیت میں ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کے لیے عذاب کی وعید سنائی ہے اور فقہائے کرام نے اس کی مذمت بیان فرمائی ہے۔

اسی میں زیرِ آیت کریمہ: ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں) ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک صفا و مروہ کے درمیان سعی سنت ہے، اور یہی قول حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے، جیسا کہ علامہ قاضی بیضاوی اور صاحب کشاف نے اسے ذکر کیا، ان کا کہنا ہے کہ آیت کریمہ کا مفہوم صرف اباحت کا تقاضا کرتا ہے، اس اباحت میں جانب وقوع کی ترجیح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل مبارک اور حضرات صحابہ کرام کے اس عمل کرنے سے آئی، لہٰذا اس ترجیح کے بعد یہ کام درجۂ اباحت سے نکل کر درجۂ سنت میں ہو گیا، حضرت امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کے نزدیک یہ رکن ہے، کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

((اسعوا فان اللّٰه كتب عليكم السعي))(١)

(سعی کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی لکھی دی، یعنی فرض کر دی)(٢٧)

ہم احناف کے نزدیک سعی واجب ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام نے اس پر دوام اختیار فرمایا، اور کسی ایک وقت میں بھی چھوڑنا اختیار نہ فرمایا، لہٰذا یہ واجب ہے اور اس کے ادا نہ کرنے والے پر دم واجب ہوتا ہے، جیسا کہ ہدایہ میں مسطور ہے اور صاحب مدارک نے اس کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی:

﴿فَلَا جُنَاحَ﴾(٢) (اس پر کچھ گناہ نہیں) اور:

﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ﴾(٣) (اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے) میں امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب کے خلاف پر دلیل ملتی ہے۔

....

(٢٧) امام طبرانی نے ((اسعوا فان السعي كتب عليكم)) کے الفاظ میں اس کو روایت کیا، امام مناوی نے "کنوز" میں ایسا ہی روایت کیا ہے۔ منہ ١٢

---

(١) [المعجم الكبير للطبراني: ٢٤/٢٢٥]

(٢) [سورة البقرة: ١٥٨] (٣) [سورة البقرة: ١٥٨]

اسی میں زیر آیت کریمہ:﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم﴾(۱)

(اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ) ہے،مطلب یہ ہے کہ:اے مومنو!تم میں سے بعض اپنے میں سے بعض ساتھیوں کے مال باطل طریقہ سے نہ کھائیں،جیسا کہ چوری کر کے،غصب کے ذریعہ،جوے اور ناجائز کاروبار کے ذریعہ وغیرہ،اگر یہ معنی کیا جائے تو پھر"تدلوا بها"کا عطف"لا تأكلوا"پر کرنا مناسب ہوگا جس کی بنا پر یہ بھی نفی (نہی) کے تحت آجائے گا،اور اس کی تائید حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت سے بھی ہوتی ہے،انھوں نے اسے"لا تدلوا"پڑھا ہے،اس طرح معنی یہ ہوگا کہ تم ان اموال کو حکام کے قریب نہ لے جاؤ اس کے ذریعہ ان کا قرب ڈھونڈو تا کہ ان کی حمایت سے تم دوسرے لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ہڑپ کر جاؤ اور تم اسے مسلمانوں کے مال کو ناجائز ضائع کرنے کا سبب نہ بناؤ،جیسا کہ جھوٹی گواہی دے کر،یا جھوٹی قسم اٹھا کر،یا صلح سے کسی کا مال لینا جب کہ تمھیں معلوم ہے کہ جس کے لیے صلح میں مال کا فیصلہ کیا گیا وہ حق دار نہیں بلکہ ظالم ہے۔اس معنی کی صورت میں حکام سے مراد حکام شریعت ہوں گے،جیسا کہ قاضی (الی قوله:) سلطان (الی ان قال) ایک قول یہ بھی ہے کہ آیت کریمہ میں مذکور"حکام"سے مراد"ظالم حاکم"ہیں۔تو اب معنی یہ ہوں گے کہ تم ظاہر حکمرانوں کو کچھ مال بہ طور رشوت نہ دو تا کہ ان کی حمایت سے لوگوں کے اموال میں سے کچھ مال فساد،چغل خوری،غیبت اور جاسوسی کی صورت میں کھاؤ،جیسا کہ عام طور پر ایسے حکمرانوں کے پاس بیٹھنے والے کرتے ہیں،یہ طریقہ باطلہ ہمارے شہروں اور ہماری حکومتوں میں بہ کثرت ہو رہا ہے،حالانکہ کہ قرآن حکیم کی نص سے یہ حرام ہے۔نعوذ بالله منه۔(ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں) کیوں کہ اس میں مسلمانوں کے لیے تکلیف اور نقصان ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو ضرر دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔(۲۸)

---

(۲۸) حدیث شریف میں ہے:((من ضار ضر الله به، ومن شاق شق الله عليه))
جو کسی کو تکلیف پہنچائے اللہ اس کو تکلیف پہنچائے گا اور جو کسی سے مخالفت کرے اللہ اسے مشقت میں ڈال دے گا۔اس حدیث کو امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے،جسے امام قتادہ نے کنوز الدقائق میں تحریر کیا ہے۔کنوز میں رافعی سے ہے:"ليس منا من غش مسلماً او ضره او ماكره"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان سے کینہ رکھے،یا اسے نقصان پہنچائے یا دھوکا دے۔۱۲ منہ

اسی میں سورۂ نساء میں زیرِ آیت کریمہ: ﴿لا تاکلوا﴾ (آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ) ہے، معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں سب سے پہلے باطل طریقہ سے مال کھانے سے منع فرمایا، یعنی ایسے طریقوں سے جن کو شریعت اچھا نہ کہتی ہو جیسا کہ چوری، خیانت۔ اس کے بعد دوسری صورت بیان فرمائی کہ جانبین کی رضامندی سے مال کھانا جائز ہے۔

یہ استثنا منقطع ہے، اس کے معنی یہ ہیں "لیکن تم ایسی تجارت کا قصد کرو جو تمہاری باہمی رضامندی کے ساتھ ہو، (الی) مگر یہ کہ تجارت باہمی رضامندی سے واقع ہو، (الی) خلاصہ یہ کہ "باہمی رضامندی" جس کا آیت کریمہ میں ذکر ہوا، یہ ایک ضابطہ اور کلیہ ہے جو اموال کے کھانے میں حلت وحرمت کو بیان کرتا ہے۔

اپنے آپ کو قتل نہ کرو، اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر، یا باطل طریقہ سے مال کھا کر، (الی) اور تجارت عن تراض یہ ہے کہ تو دوسرے کے لیے وہی پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ کھانا پینا اور ان کے گھروں میں جانا بند کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ﴾ (۱) (نہ اندھے پر تنگی)

اسی میں زیر فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا. وَأَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ (۲)

ترجمہ: تو یہودیوں کے بڑے ظلم کے سبب ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں کہ ان کے لیے حلال تھیں ان پر حرام فرما دیں اور اس لیے کہ انھوں نے بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور اس لیے کہ وہ سود لیتے حالانکہ وہ اس سے منع کیے گئے تھے، اور لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے۔

یعنی رشوت وغیرہ لینا حرام ہے۔ اسی میں زیر قول باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ ـ﴾ (۳)

(۱) [سورة النور : ٦١]

(۲) [سورة النساء : ١٦٠]

(۳) [سورة المائدة : ٢]

(حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان......الی قولہ......گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

منقول ہے کہ یہ آیت شریح بن حنفیہ کے بارے میں نازل ہوئی جو بد بخت ہونے میں مشہور تھا، یہ شخص رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس بات کی دعوت دیتے ہیں، آپ نے فرمایا: اپنی رسالت کی تصدیق اور اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں، آپ نے اسے بھی ان باتوں کے ماننے کا حکم دیا۔ کہنے لگا: میں اس بارے میں اپنے گروہ سے مشورہ کروں گا اور آپ کی بات اس وقت مان لوں گا، جب یہ شخص مدینہ منورہ سے باہر نکلا تو اہل مدینہ منورہ کے مواشی ہانک کر لے گیا اور ان کے دوسرے اموال کو بھی لوٹ لیے، ان سب کر لے کر مکہ شریف چلا گیا۔ صحابہ کرام نے (ایک موقع پر) شریح اور مواشی کی شناخت کر لی تو حضرات صحابہ نے ارادہ فرمایا کہ اس سے مذکورہ مال و مویشی واپس لے لیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تفسیر حسینی اور زاہدی میں اسی طرح مذکور ہے ”لاتحلوا“ آیت کا مضمون یہ ہے:

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی حرمت کو مت توڑو، یہ نشانیاں حج کے مقامات، جمرات کو کنکریاں مارنا، احرام، طواف، سعی، حلق، اور قربانی کرنا وغیرہ ہیں۔

اور مومنو! تمھیں یہ بھی حکم دیا جارہا ہے کہ شہر حرام کی حرمت کو برقرار رکھو، ان میں قتل و جنگ نہ کرو اور اسی طرح قلادہ ڈالے جانوروں اور قربانی کے جانوروں کو غصب کر کے ان کی حرمت کو ختم نہ کرو اور ان جانوروں کو ان کے حلال کرنے کی جگہ تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ ڈالو۔ (الی)

﴿وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ﴾(۱)

ترجمہ: اور نہ ان کا مال و آبرو، جو عزت والے گھر کا قصد کر کے آئیں)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ﴾(۲)

ترجمہ: اور تمھیں کسی قوم کی عداوت زیادتی کرنے پر نہ ابھارے۔

مطلب یہ ہوگا کہ تمھیں کسی قوم کے ساتھ بغض اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اس قوم کو حدیبیہ کے دن ان سے انتقام لینے کی غرض سے انھیں مسجد حرام سے روکو۔ انتقام یہ کہ تم ان کے ساتھ ناروا رویہ سے

---

(۱) [سورۃ المائدۃ: ۲]

پیش آوٴ۔ اس قسم کے افعال میں مشغولیت ایسی باتوں میں سے ہے کہ ان سے حج کرنے سے روکا جاسکتا ہے، لہٰذا تمہیں آپس میں ایسی باتیں نہیں کرنا چاہیے۔ اھ

اللہ اللہ! جب اپنے اموال واپس لینا ان افعال کی قبیل سے ہے کہ ان کے ہوتے حج کرنے سے روکا جاسکتا ہے تو یہ ٹیکس جو بہ قصد زیادتی وسرکشی لیا جاتا ہے کیوں کر حرام وگناہ نہ ہوگا، کہاں مسلمانوں کا کافروں سے جبراً اپنے اموال واپس لینا اور کہاں مسلمانوں کے اموال پر لوٹ مار مچانا، تو کیوں کر حج کرنے سے روکنے والے افعال سے نہیں ہوگا؟ بدرجہ اولیٰ یہ حرکت ایسی باتوں میں سے ہے کہ اس سے حج کرنے سے روکا جارہا ہے۔

اسی میں زیر آیت کریمہ ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾ (۱)

ترجمہ: وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے۔

امام زاہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں ایک اور روایت ذکر کی جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو برزہ ہلال ابن عویمر اسلمی سے ایک معاہدہ کیا تھا، پھر بنو کنانہ کے کچھ لوگ اسلامی احکام سیکھنے کے ارادے سے آئے، ان پر ابو برزہ کے قبیلہ کے لوگوں نے ڈاکہ ڈالا، اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔

کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ میں مذکور حکم ہر ڈاکو کا ہے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے سے مراد اس کے ''دوست'' ہیں اور وہ مسلمان ہیں، ان سے محاربہ کی یہ صورت کہ ان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، اور محاربہ کی از روئے عادت اقسام معلوم ہیں، یعنی محاربہ کبھی تو صرف ڈرانے دھمکانے تک محدود ہوتا ہے، کبھی صرف مال لے لینے کی صورت پائی جاتی ہے۔

اسی میں زیر آیت کریمہ ہے:

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا﴾ (۲)

ترجمہ: اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔

---

(۱) [سورۃ المائدۃ:۳۳]

(۲) [سورۃ المائدۃ: ۹۷

آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرمت والا گھر بنایا ایسا جو لوگوں کے دینی اور دنیوی امور میں سرگرمی پیدا کرتا ہے، اور ان کی معاشی اور معادی زندگی کی اغراض پر ابھارتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو حرمت والا بنایا، اس طرح اسی نے حرمت والا مہینہ بھی بنایا جس میں حج ادا ہوتا ہے، اس کے ساتھ اسے بھی لوگوں کے لیے "قیام" بنایا۔"الشهر الحرام" سے مراد مطلقاً حرمت والا مہینہ ہے، یعنی رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔

اسی میں زیر آیت کریمہ ہے:﴿الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ﴾(۱)

ترجمہ:وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی، اور وہ ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا۔

وہ اشیا جو شریعت میں پسندیدہ ہیں ان کو حلال کرتے ہیں، جن میں وہ ذبح کیے گئے جانور ہیں، جو "الخبٰئث" (اور وہ گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا) یعنی وہ اشیا جو خبائث کا مجموعہ ہیں، مثلاً: خون۔(الی) یا وہ اشیا جو از روئے حکم خبیث ہیں جیسا کہ سود اور رشوت وغیرہ جو خبیث کسب سے حاصل ہوتی ہیں۔

اسی میں زیر آیت کریمہ ہے:

﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ﴾(۲)

ترجمہ:پھر جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انھیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔

ان کے لیے ہر گزرگاہ میں تاک لگا کر بیٹھو۔حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آیت کریمہ:﴿واحصروهم﴾ کا معنی ان الفاظ میں منقول ہے:

مراد یہ ہے کہ مشرکین اور مسجد حرام کے درمیان تم حائل ہو جاؤ۔عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔

---

(۱) [سورۃ الاعراف: ۱۵۷]

اسی میں زیر فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾(١)

ترجمہ: جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا۔

اور معنی یہ ہوگا: بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے راستے اور مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں وہ مسجد حرام جسے ہم نے تمام انسانوں کے لیے مساوی بنایا، اس میں مقیم اور غیر سب برابر ہیں۔

آیت کریمہ ابوسفیان بن حرب اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جب انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ شریف میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور حدیبیہ کے سال صلح کر لی تھی، اس کی تصریح زاہدی اور حسینی نے کی ہے۔ مقصود ہمارا یہ ہے کہ حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں: اگر آیت میں مذکور ''المسجد الحرام'' سے مراد صرف ''مسجد حرام'' ہی ہے جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ہے تو معنی یہ ہوگا کہ مسجد حرام تمام لوگوں کے لیے قبلہ ہے۔ جس میں مقیم و غیر مقیم سب برابر ہیں، اس کی طرف منہ کرنے میں۔ اور اگر اس سے مراد ''مکہ مکرمہ'' ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کی رائے ہے(٢٩)

تو پھر یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ مکہ مکرمہ کی آراضی کی خرید و فروخت نہیں ہو سکتی، اور نہ ہی اجرت پر دی جا سکتی ہے۔

صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے کہ مکہ شریف کے مکانات کی خرید و فروخت جائز ہے اور آراضی کی بیع ناجائز، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک ہے جس کی دلیل رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول: ((مكة حرم لا يباع آراضيها))(٢)

....

(٢٩) ہم ماسبق میں جو ذکر کر چکے ہیں اسے نہ بھولیں۔ علامہ شامی کے حوالے سے مسئلہ کی تحقیق گزر چکی ہے۔ اسے خوب یاد رکھیں۔ ١٢ منہ

(١) [سورة الحج:٢٥]

(٢) [مصنف [illegible]

(مکہ مکرمہ قابل احترام ہے اس کی آراضی کی بیع نہیں کی جاسکتی)(۳۰)

اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔ یہ دونوں حضرات اسے مکانات کی بیع پر قیاس کرتے ہیں اور اسے اجرت پر دینا مکروہ ہے، اس میں اختلاف منقول نہیں، یہ صاحب ہدایہ کے کلام کا ماحصل ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعی کا اختلاف نہیں، اور یہ اختلاف آراضی مکہ کی بیع میں ہے، مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع میں نہیں، لہذا صاحب کشاف وغیرہ نے جولکھا کہ مکہ شریف کے مکانات کی ہمارے نزدیک بیع نہیں ہوسکتی، اس میں تسامح ہے۔ اور زیادہ ظاہر وواضح وہ ہے جو تفسیر زاہدی نے لکھا ہے، اس تاویل کی بناپر معنی یہ ہوئے کہ مکہ مکرمہ کی منازل میں تمام لوگ برابر ہیں، جہاں جس کا جی چاہے پڑاؤ ڈال لے۔ اسی لیے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: مکہ معظّمہ کی ہر غیر منقولہ چیز کی بیع مکروہ ہے۔

امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ دوران موسم حج مکہ مکرمہ کے گھروں کو اجرت پر دینا مکروہ ہے۔

امیر المومنین سیدنا حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں:

”من أكل كراء بيوت مكة في الموسم فانما أكل في بطنه نارا“(۱)

جس نے مکہ کے گھروں کا کرایہ کھایا وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈالتا ہے۔(۳۱)

انہی سے مروی ہے، ارشاد فرمایا:

”يأهل مكة لا تتخذوا لبيوتكم أبوابا لينزل البادي حيث شاء“(۲)

---

(۳۰) نیز حدیث شریف میں ہے: ((مكة مناخ لاتباع رباعها ولا تؤجر بيوتها))
مکہ تمام لوگوں کے لیے ڈیرہ ہے، اس کی حویلیوں اور مکانوں کو نہ فروخت کیا جائے اور نہ اجارے پر دیا جائے گا۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے، جیسا کہ کنوز میں ہے۔۱۲منہ

(۳۱) نیز حدیث میں ہے: ”جس نے مکہ کے گھروں کا کرایا کھایا وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ ڈالتا ہے۔“
اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا ہے، جسے علامہ مناوی نے کنوز الدقائق میں پیش کیا ہے۔۱۲منہ

---

(۱) [شرح صحيح البخاری لابن بطال : ۳۰۳/۵](حاشیہ۳۱/عربی۷۳)

(۲) [عمدة القاری شرح صحيح البخاری : باب نزول النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ۲۲۸/۹

اے مکہ والو! اپنے گھروں میں پابند نہ رہو تا کہ باہر سے آنے والا جہاں چاہے اتر جائے، جس گھر میں چاہے اقامت اختیار کرے۔ اور قول باری تعالیٰ: ﴿ومن يرد فيه﴾ میں مجرور ضمیر کا مرجع "المسجد الحرام" ہے۔

﴿بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ﴾(١)

کشاف میں ہے: کہا گیا ہے کہ حرم میں "الحاد" یہ ہے کہ لوگوں کو عمارت سے روکا جائے۔

اسی میں زیر آیت کریمہ ہے:

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ﴾(٢)

ترجمہ: اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا۔

وجوب حج کا بیان اللہ تعالیٰ نے ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾(٣) (لوگوں میں حج کی عام ندا کردے) میں فرمایا ہے: اگر یہ جملہ مستانفہ بنایا جائے تو پھر اس میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوگا جو آپ کو حجۃ الوداع میں کیا گیا۔ اور اگر اس کا عطف ﴿لاتشرک بي﴾ (٤) پر کیا جائے تو پھر اس میں اور ﴿طهّر بيتي﴾(٥) میں خطاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوگا۔ اس کے معنی یہ ہیں: لوگوں میں دعوت حج کا اعلان کرو۔ اھ

علامہ امام جلال الدین سیوطی شافعی "تفسیر جلالین" میں زیر آیت ﴿ومن أظلم﴾ لکھتے ہیں:

اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ یعنی اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں ہے جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا اور نماز و تسبیح کیے جانے سے۔ اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کے توڑنے بے کار کرنے میں ساعی رہتا ہو۔

یہ اطلاع ان رومیوں کے بارے میں ہے، جنھوں نے بیت المقدس کو برباد کیا تھا، پھر ان مشرکین کے متعلق ہے، جنھوں نے سال حدیبیہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روکا تھا۔

﴿أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ﴾ (٦)

---

(١) [سورة الحج: ٢٥] (٢) [سورة الحج : ٢٦]

(٣) [سورة الحج: ٢٧] (٤) [سورة الحج ٢٦]

ترجمہ: ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے‘‘

یہ خبر امر کے معنی میں ہے، یعنی جہاد سے ان کو ڈراؤ کہ امن واطمینان کے ساتھ تم میں سے اب اس میں کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔

عارف باللہ علامہ شیخ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ تفسیر جلالین میں مفسر کے قول: ’’خبر بمعنی الأمر‘‘(۱) کے تحت لکھتے ہیں:

جملہ لفظاً خبریہ اور معنیً انشائیہ ہے۔ اور ان کے قول: ’’اخیفوا بالجهاد‘‘ کے تحت لکھتے ہیں: آیت کریمہ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا کہ ہم ان سے قتال کریں، انھیں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ سے روکیں، مکلّف بنایا ہے۔(۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لهم في الدنيا خزي﴾ (ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے) یہ حکم ہر اس شخص کو عام ہے جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے، مسلمان ہو یا کافر۔ دنیا میں مسلمان کی رسوائی یہ ہے کہ اس کی موت اچھی حالت پر نہیں ہوگی۔

تفسیر جلالین میں سورۂ بقرہ میں زیر آیت کریمہ ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ﴾(۳)

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔

یعنی ایک دوسرے کا مال نہ کھایا کرو ناحق۔ جو شرعاً حرام ہو، جیسے: چوری، غصب۔ ﴿ولا تدلوا﴾(۴)

اور رجوع نہ کیا کرو، اور مال طاقت سے یا رشوت مالی کے ذریعہ حکام کے یہاں نہ ڈالا کرو۔(۵)

علامہ صاوی فرماتے ہیں: مفسر کا قول: ’’کالسرقة والغصب‘‘ یعنی ٹیکس اور ہر وہ چیز جس میں شارع کی طرف سے اذن نہیں اس کا جبراً لینا۔(۶)

---

(۱) [تفسير الجلالين: ۱/۲٤]

(۲) [حاشية الصادي على تفسير الجلالين: ۱/۷۳]

(۳) [سورة البقرة : ۱۸۸] (٤) [سورة البقرة : ۱۸۸]

(۵) [تفسير الجلالين ۱/۳۹]

تفسیر جلالین میں ہے:﴿وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾(۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔

شرعی طریقہ پر جو حرام ہو، جیسے: سود وغصب۔ ''الا أن تـكـون '' ہاں اگر کاروبار کے طریقہ پر ہو۔ ایک قراءت میں لفظ ''تجارۃً'' نصب کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ مال مالِ تجارت ہو جو آپس کی ملی جلی رضامندی سے ہو، اور خوش دلی کے ساتھ ہو تو اس کا استعمال تمہارے لیے جائز ہے۔(۲)

علامہ صاوی لکھتے ہیں: مفسر کا قول: ''و الغصب'' یعنی چوری، رشوت۔(۳)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿عـن تراض منكم﴾ یعنی جب رضامندی نہ ہو بلکہ غصب، دھوکہ دہی اور فراڈ ہو تو حلال نہ ہوگا، شرط یہ ہے کہ آپس میں مال کھانا ایسے طریقہ پر ہو جو شرعاً محمود و پسندیدہ ہو۔ ان کا قول: ''مانهي عنه'' اور وہ کسی جان کو ہلاک کرنا یا ناحق مال کھانا ہے۔(۴)

جلالین میں زیرآیت کریمہ: ﴿وأكلهم أموال الناس بالباطل﴾ ہے، اور لوگوں کا مال ناحق کھاجاتے فیصلوں میں رشوتیں لے کر۔(۵)

علامہ صاوی لکھتے ہیں: مفسر کا قول: ''بالرشا'' رشوت کی جمع ہے۔ کوئی شخص حاکم کو کچھ مال اس لیے دے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کردے، اس کا نام رشوت ہے۔ مقصود ان امور کے ذکر سے ان سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا ہے، اور اس بات کا بیان ہے کہ یہ تمام چیزیں ہماری شریعت میں بھی حرام ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((كل لحم نبت من السحت فالنار أولى به))

جس کا گوشت حرام سے بڑھے تو نارِ جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے۔

لوگوں نے عرض کیا: سحت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: فیصلوں میں رشوت لینا، حاکم کے لیے روا نہیں کہ وہ فیصلہ کرنے پر کچھ وصول کرے۔ یہی حکم ضامن، ذوجاہ، اور مقرض کا ہوگا۔

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۱۸۸]

(۲) [تفسیر الجلالین: ۱/۱۰۵]

(۳) [حاشیة الصاوي على تفسير الجلالين: ۱/۲۸۸، ۲۸۹]

(٤) (تفسير الجلالين:۱/۱۳۱)

جلالین میں زیر آیت کریمہ ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتُحِلُّوْا شَعَائِرَ اللّٰهِ﴾(۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہرالو اللہ کے نشان۔

شعائر، شعیرہ کی جمع ہے، یعنی نشانات دین کی بے حرمتی نہ کرو بہ حالت احرام شکار کھیل کر۔

﴿وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾(۲)

ترجمہ: اور نہ ادب والے مہینے۔ (ان میں جنگ وجدال کرکے)

﴿وَلَا الْهَدْیَ﴾(۳)

ترجمہ: اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں۔

جانوروں کی جو ہدی حرم کی طرف روانہ کی جاتی ہے، اس سے یا اس کے لے جانے والے سے تعرض نہ کرو۔

﴿وَلَا الْقَلَائِدَ﴾(٤)

ترجمہ: اور نہ جن کے گلے میں علامتیں آویزاں۔

قلائد، قلادہ کی جمع ہے، حرم کے درختوں سے بنا کر بہ طور علامت جو پہنایا جاتا ہے جس کو دیکھ کر جانور سے تعرض نہیں کیا جاتا، یعنی نہ اس جانور سے تعرض کرو اور نہ لے جانے والے سے، اور نہ ان کا مال، آبرو جو عزت والے گھر کا قصد کرکے آئیں، اس طرح کہ ان کو مار ڈالو۔ اپنے رب کا فضل، روزی، تجارت اور اس کی خوشی چاہتے ہیں، اپنے گمان کے مطابق بیت حرام کا قصد کرکے۔

یہ حکم آیت براءت سے منسوخ ہو چکا ہے، اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو، یہ حکم اباحتی ہے۔ اور تمھیں کسی قوم کی عداوت ''کہ انھوں نے تمھیں مسجد حرام سے روکا تھا'' زیادتی کرنے پر نہ ابھارے ان کو قتل وغیرہ کرکے۔ (تفسیر الجلالین:۱/۱۳۵)

علامہ صاوی لکھتے ہیں: اس کے دین کے معالم، معنی یہ ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے فرض کیں اور جو منع فرمائیں سب کی حرمت کا لحاظ رکھو، معالم دین کو حقیر و معمولی نہ سمجھو۔

وقولہ: ''بالصید فی الاحرام'' احرام کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ اس کا سیاق وسباق

---

(۱) [سورۃ المائدۃ: ۲] (۲) [سورۃ المائدۃ: ۲]

ہے، ورنہ تو لفظ عام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ (۱)

ترجمہ: اپنے قول پورے کرو۔

اولاً: ہمیں ایفائے عقود کا امر فرمایا۔

ثانیاً: تفریط اور شعائر کو حقیر و معمولی سمجھنے کو منع فرمایا۔ اور یہ معالم دین واحلال سے کنایہ ہے جو بعض اوقات فعل یا اعتقاد کے ذریعہ ہوتا ہے۔

قولہ: ﴿وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ﴾ یہ جملہ اپنے مابعد سے مل کر امور مذکورہ کی اہتمام شان ظاہر کرنے کے لیے عطف الخاص علی العام کی قبیل سے ہے۔

قولہ: "والضان فیہ" اس کی تفسیر عنقریب آئے گی، یہ آیتِ براءۃ سے منسوخ ہے۔ اگر قتال کے علاوہ مثلاً ظلم پر محمول کیا جائے تو پھر حکم منسوخی نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ أَنْفُسَكُمْ﴾ (۲)

تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔

قولہ: "ماأهدي الی الحرم" اگر یہ جملہ کافروں کے ہدی پر محمول کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے منسوخ ہے:

﴿فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ (۳)

تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔

اور اس فرمان سے منسوخ ہے:

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾ (٤)

مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک شخص، جسے حطم سریح بن ہند کہا جاتا ہے، مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ جب وہ بارگاہ نبوت سے نکلا تو مدینہ طیبہ سے باہر بکریوں اور اونٹوں کو ہانک کر لے

---

(۱) [سورۃ المائدۃ: ۱] (۲) [سورۃ التوبۃ: ۳٦]

گیا(الی)صحابہ کرام نے اسے پکڑنا چاہا تب یہ آیت نازل ہوئی:﴿فلاتتعرضوا لھا﴾

یعنی اور نہ ہی قلادہ والی قربانیوں کے پیچھے پڑو۔

قلادہ وہ ہے جوحرم کے درخت کے چھلکے سے بنا کر گردنوں میں ڈالا جائے۔

قولہ:"ولا لأصحابھا" یعنی وہ قربانی کے جانور جن کے گلوں میں قلادے پہنا دیے گئے ہیں۔(الیٰ)احتمال ہے کہ "لأصحابھا" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں قلادہ ہوتا ہے(جوان کے لیے امن کا باعث ہوتا)(الیٰ)"لاتتعرضوا للھدی" قربانی کے جانوروں سے تعرض نہ کرو اگرچہ مقلَّد نہ ہو۔نہ مقلد کے قلادہ سے نہ ہدایا سے۔یا وہ لوگ جو قلادہ پہنے ہوئے ہیں ان سے تعرض نہ کرو۔

قولہ:﴿امّین﴾ اور نہ ہی ان لوگوں کے چھیڑو جو بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔الیٰ قولہ:﴿ولا یجرمنکم﴾ اور تمھیں نہ ابھارے۔یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے سال اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مکہ اور اہل مکہ پر غلبہ واقتدار حاصل کیا۔اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو کفار سے تعرض کرنے سے منع فرمایا کہ ان سے قتال کیا جائے اور ایذا پہنچائی جائے۔

مطلب یہ ہے کہ ان سے اس طرح پیش نہ آؤ جس طرح وہ پیش آئے تھے۔(الیٰ)اس کے معنی میں اختلاف ہے:ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی:"لایکسبنکم" ہے جب کہ ایک دوسرے قول کے مطابق اس کے معنی:"لایحملنکم" ہیں(الیٰ)قولہ:﴿وان اللہ شدید العقاب﴾ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔آیت میں سخت وعید اور عظیم تنبیہ ہے۔(۲)

جلالین میں ہے:آنے والی آیات قبیلہ عرینہ والوں کے بارے میں نازل ہوئیں جب کہ وہ مدینہ طیبہ میں آئے۔(الیٰ)انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو اپنے ساتھ ہانک لے گئے۔

﴿إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾(۳)

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔

مسلمانوں سے لڑ بھڑ کر۔

---

(۱) [حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین: ۱/۳۵۵،۳۵۶]

(۳) [سورۃ المائدۃ: ۳۳]

﴿وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾ (١)

اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے ہوئے۔

(ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں)

علامہ صاوی لکھتے ہیں: قولہ: "بمحاربة المسلمين" اس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ کلام حذف مضاف کے ساتھ ہے، تقدیری عبارت یوں ہوگی "يحاربون اولياء الله واولياء رسوله" وہ لوگ اللہ کے ولیوں اور اس کے رسول کے ولیوں سے لڑتے ہیں۔ اور وہ مسلمان ہیں۔ اس نے اس بات کا افادہ کیا کہ یہ امر روز قیامت تک مستمر رہے گا۔

قولہ: ﴿يسعون﴾ یہ محاربہ کی منظر کشی ہے۔

قولہ: ﴿فساداً﴾ یہ مفعول لہ ہے، "أي: يسعون لأجل الفساد" یعنی فساد کی وجہ سے ملک میں پھرتے ہیں۔ قولہ: "بقطع الطريق" یعنی مال چھین کر۔ (٢)

جلالین میں زیر آیت کریمہ ہے:

﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ﴾ (٣)

ترجمہ: لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو۔

﴿وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ﴾

اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ، لوگوں کو خوف زدہ کر کے ان کے کپڑے یا ان سے ٹیکس لے کر۔ اور اللہ کی راہ "دین" سے انھیں روکو جو اس پر ایمان لائے اس طرح کہ تم اسے قتل کی دھمکی دو۔ (٤)

علامہ صاوی فرماتے ہیں: قولہ: "بأخذ ثيابهم" منقول ہے کہ یہ لوگ راستوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ (٥)

---

(١) (تفسير الجلالين: ١/١٤٢)

(٢) [حاشية الصاوي على تفسير الجلالين ١/٣٧٧]

(٣) [سورة الاعراف: ٨٦]

(٤) [تفسير الجلالين: ١/٢٠٥]

(٥) [حاشية الصاوي على تفسير الجلالين: ١/٥٤٣]

علامہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

﴿وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَآءَهُ إِنْ أَوْلِيَآؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾(۱)

ترجمہ: اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ کرے وہ تو مسجد حرام سے روک رہے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں، اس کے اولیا تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔

قولہ: ''وما کانوا أولیاءہ'' اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں: ہم خانہ کعبہ کے تصرف وانتظام کے والی اور خود مختار ہیں، جسے چاہیں آنے سے روک دیں اور جسے چاہیں داخل ہونے کی اجازت دے دیں۔(۲)

جلالین میں زیر آیت کریمہ: ﴿فخلوا سبیلھم﴾ (تو ان کی راہ چھوڑ دو) ہے، اور ان سے تعرض نہ کرو۔(۳)

علامہ صاوی فرماتے ہیں: نہ ان کی جانوں سے اور نہ ان کے مالوں سے، تو نہ ان سے کوئی جزیہ وصول کرو، نہ اس کے علاوہ کچھ اور۔(۴)

جلالین میں زیر آیت کریمہ ہے:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسٰجِدَ اللّٰهِ﴾(۵)

ترجمہ: مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں۔

لفظ ''مساجد'' مفرد اور جمع دونوں طرح آیا ہے، یعنی مشرکوں کو مسجد میں داخل ہونے اور بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔(۶)

علامہ صاوی زیر آیت کریمہ: ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ﴾ (مشرک

---

(۱) [سورۃ الانفال : ۳٤]

(۲) [حاشیۃ الصاوي علی تفسیر الجلالین: ۲/۱۵]

(۳) [تفسیر الجلالین: ۱/۲٤۰]

(٤) [حاشیۃ الصاوي علی تفسیر الجلالین: ۲/۳۳]

(۵) [سورۃ التوبۃ:۱۷]

نرے ناپاک ہیں) فرماتے ہیں:

علما فرماتے ہیں: تمام بلاد اسلام کافروں کے حق میں تین طرح کے ہیں:

(۱) حرم شریف۔ تو کافر کو کسی حال میں وہاں داخل ہونا جائز نہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاہدہ کرنے والے کے لیے داخل ہونا جائز قرار دیا ہے۔

(۲) حجاز مقدس۔ بلا اجازت کافر کے لیے داخل ہونا جائز نہیں، اور تین روز سے زیادہ وہاں قیام نہیں کرسکتا، کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لا يبقين دينان في جزيرة العرب))(۱)

جزیرۂ عرب میں دو دین والے جمع نہیں ہوسکتے۔ (۳۲)

(۳) تمام بلاد اسلام۔ ذمہ یا امان لے کر کافر قیام کرسکتا ہے لیکن مسجدوں میں اب بھی داخل نہیں ہوسکتا، مگر یہ کہ کوئی غرض شرعی ہو (تو جاسکتا ہے)

امام بغوی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''معالم التنزیل'' میں فرمایا: ''ومن أظلم، أي: أكفر'' یعنی اس سے بڑھ کر کافر کون۔ فرمایا: ''مثابة للناس'' یعنی اس گھر کو لوگوں کے لیے مرجع بنایا۔

حضرت مجاہد اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں: ہر جانب سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بیت اللہ کا حج کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''مثابة'' کا معنی معاذاً (پناہ گاہ) اور ملجأ (سہارا) ہے۔ (۲)

قتادہ وعکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''مثابة'' کا معنی: مجمعاً (اجتماع گاہ) ہے۔ ''وأمناً'' اس گھر کو لوگوں کے لیے امان بنایا یعنی امن کی جگہ، جس میں مسلمان مشرکوں کی ایذا رسانی سے محفوظ و مامون رہیں گے۔ (الیٰ) رسول اللہ صلی

---

(۳۲) حدیث میں ہے: ''جزیرۂ عرب میں دو دین جمع نہ ہوں گے۔'' اس حدیث کو قضاعی نے روایت کیا ہے جیسا کہ کنوز الدقائق میں ہے۔ ۱۲ منہ

---

(۱) [تفسير الرازي: ۲۸۹/۵، سورة التوبة:]

(۲) [illegible]

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا:

((إن هذا البلد حرمه الله يوم خلق السموات والأرض فهو حرام بحرمة الله إلى يوم القيامة))(۱)

یہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا جس دن اس نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا، تو یہ حرام ہے اور اللہ کی حرمت اس کے لیے قیامت تک ہے۔

﴿وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرٰهِيمَ مُصَلًّى﴾(۲)

ترجمہ: ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

یمان کہتے ہیں: پوری مسجد مقام ابراہیم ہے۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: پورا حرم شریف مقام ابراہیم ہے۔

کہا گیا ہے: حج کی تمام اجتماع گاہیں، مثلاً: عرفہ، مزدلفہ وغیرہ مقام ابراہیم ہیں۔

کلبی ومقاتل فرماتے ہیں: "الطائفین" (طواف والوں کے لیے) وہ پردیسی ہیں۔ "العٰکفین" (اعتکاف والوں کے لیے) وہ مکہ کے باشندے ہیں۔(۳)

فرمایا: "شعائر الله" (اللہ کے نشان) دین کی علامتیں۔ شعائر نام ہے ان اعمال صالحہ کا جن کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، مثلاً: نماز، دعا، ذبیحہ۔ تو یہ سب شعیرہ ہیں۔(۴)

مطاف، موقف، اور قربانی گاہ یہ سب شعائر اللہ (اللہ کے نشان) ہیں۔ اسی کی طرح مشاعر (مناسک حج ادا کرنے کی جگہ) ہے، یہاں شعائر سے مراد وہ مناسک ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حج کی علامتیں قرار دیا ہے، تو صفا ومروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں یہاں تک کہ ان دونوں کا طواف کیا جاتا ہے۔(۵)

زیر آیت کریمہ: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾(۶)

---

(۱) [تفسیر البغوی: ۱/۱۶۲، سورة البقرة: ۱۲۵]

(۲) [سورة البقرة: ۱۲۵]

(۳) [تفسیر البغوی: ۱/۱۶۳۔ سورة البقرة: ۱۲۵]

(۴) (تفسیر البغوی۔ ۱/۱۶۶)

(۵) [تفسیر البغوی ۱/۵۷]

(۶) [illegible]

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو) فرمایا:

کہا گیا ہے: "بر" متابعت امر یعنی تعمیل حکم کا نام ہے جب کہ "تقویٰ" نواہی سے بچنے کو کہتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ "برّ" سے مراد اسلام اور "تقویٰ" سے مراد سنت ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ "اثم" کفر اور "عدوان" ظلم و سرکشی کا نام ہے۔

نیز کہا گیا ہے "اثم" سے مراد نافرمانی جب کہ "عدوان" سے مراد بدعت ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے "بر" اور "اثم" کی تفسیر کے لیے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "برّ" خلق حسن کو کہا جاتا ہے اور "اثم" یہ ہے کہ دل گواہی دے کہ واقعی یہ برا عمل ہے اور لوگوں کے ہاں اس عمل کے اظہار کا بھی جی نہ چاہے۔(١)

اور ارشاد فرمایا: کوئی دوسرے کا ناحق مال نہ کھائے، اس صورت کے علاوہ جسے اللہ تعالیٰ نے مباح فرمایا ہے۔(٢)

ناحق کھانا چند طرح ہے: کبھی غصب اور جبراً لوٹ مار کے ذریعہ ہوتا ہے، تو کبھی لہو ولعب مثلاً: قمار بازی اور گانا گانے کی اجرت لے کر ہوتا ہے، اور کبھی رشوت لے کر اور امانت میں خیانت کے ذریعہ ہوتا ہے۔

زیر آیت کریمہ: ﴿جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ﴾(٣)

(جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا) فرمایا: لوگوں کی نماز کا قبلہ، حج وطواف اور عبادت کا موضع بنایا جیسا کہ ارشاد فرمایا: "وضع للناس" سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا۔ "سواء" مستویاً کے معنی میں ہے، یعنی اس میں ایک ساحق ہے "العٰكف والباد" وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا۔ (الیٰ) "عاکف" سے مراد وہ ہے جو وہاں کا رہنے والا ہے۔

آیت کے معنی میں علما نے اختلاف کیا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں: "سواء العٰكف فيه والباد" اس میں ایک ساحق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا، یعنی اس کی حرمت کی تعظیم میں اور ارکان حج ادا کرنے میں۔ یہ امام مجاہد، حسن اور ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اور فرماتے ہیں: اس سے مراد

---

(١) [تفسير البغوى ٢١٩/١]

(٢) (تفسير البغوى : ٦٩/١)

(٣) [سورة الحج: ٢٥]

خاص مسجد حرام ہے، اور تسویہ کا مطلب خانۂ کعبہ کی تعظیم میں اور مسجد حرام میں نماز کی فضیلت اور بیت اللہ کا طواف کرنے میں برابر ہے۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں: اس سے مراد تمام حرم شریف ہے، اور تسویہ کا مطلب یہ ہوگا کہ مقیم اور پردیسی دونوں قیام کرنے میں برابر ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقابلہ میں قیام کرنے کا زیادہ حق دار نہیں، نہ یہ کہ جب کوئی پہلے جا کر قیام کرلے تو اب کوئی دوسرا اس جگہ قیام کرنے سے ہٹا نہیں سکتا، یہی حضرت عبداللہ بن عباس، سیدنا سعید بن جبیر، سیدنا قتادہ اور سیدنا ابن زید کا قول ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں: مقیم و پردیسی دونوں گھروں اور مکانوں کے حق میں برابر ہیں۔ عبدالرحمٰن بن باسط فرماتے ہیں: حجاج کرام جب مکہ حاضر ہوں تو باشندگان مکہ میں سے کوئی ان کے مقابلے اپنی منزل کا زیادہ حق نہیں رکھتا۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو منع فرماتے تھے کہ وہ موسم حج میں اپنے گھروں کے دروازے بند کرلیں۔ اس قول کی تقدیر پر مکہ مکرمہ کے مکانوں کو فروخت کرنا اور انھیں اجارہ پر دینا جائز نہیں، اور قول اول کی تقدیر پر ''اور وہی درستگی کے زیادہ قریب ہے'' جائز ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ﴾(۱)

ترجمہ: وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من دخل دار أبي سفيان فهو آمن))(۲)

جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''دار'' کو ابوسفیان کی طرف منسوب فرمایا، جس طرح کسی کی طرف ملکیت کی نسبت کیا جاتی ہے۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''دار السجن'' چار ہزار درہم دے کر خریدا۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ مکہ مکرمہ کے مکانوں کو فروخت کرنا جائز ہے۔ یہی طاؤس اور ابن دینار کا قول ہے۔ اسی کے قائل امام شافعی ہیں۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ﴾(۳)

---

(۱) [سورة الحج: ٤٠] (۲) [تفسير البغوى: ٦١٧/٤]

(۳) [سورة الحج: ٢٥]

ترجمہ: اور جو اس میں کسی زیادتی کا ناحق ارادہ کرے۔
یعنی مسجد حرام میں، اور وہ ظلم وزیادتی کی طرف مائل ہونا ہے۔
لفظ "با" اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿بِإِلْحَادٍ﴾(۱)
میں زائد ہے، جیسا کہ اس آیت میں زائد ہے: ﴿تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ﴾(۱)
(لے کر اگتا ہے تیل)۔ معنی ہے: "من یرد فیه الحاداً بظلم"
اَعمش کہتے ہیں: "ضمنت برزق عیالنا ارماحنا" ہمارے نیزے ہمارے اہل وعیال کے رزق کے ضامن ہیں۔ "اي رزق عیالنا: یعنی "برزق" میں "با" زائد ہے۔
"با" زائدہ کا مبرد انکار کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: آیت کا مطلب ہے "من تکن إرادته فیه بأن یلحد بظلم" (جس کا ارادہ اس میں ناحق زیادتی کرنے کا ہے)
یہ الحاد ہے کیا؟ اس کے بارے میں علما کا اختلاف ہے:
مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں: الحاد سے مراد شرک اور غیر اللہ کی عبادت ہے۔
بعض لوگ فرماتے ہیں: الحاد ہر وہ شی ہے جس سے منع کیا گیا ہو خواہ وہ از قبیل قول ہو یا از قبیل فعل، یہاں تک کہ خادم کو گالی دینا بھی اس میں شامل ہوگا۔
حضرت عطا فرماتے ہیں: الحاد یہ ہے کہ حرم میں چلے جانا اور احرام پہنے نہ ہو، اور حرم کے ممنوعات میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرنا، مثلاً: شکار کو مارنا، یا درخت کاٹنا۔(۱)
(الیٰ) حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ: آپ کے دو خیمہ تھے: ایک حل میں تھا اور دوسرا حرم میں تھا۔ جب آپ اپنے گھر والوں کو فہمائش اور عتاب کرنا چاہتے تو اس خیمہ میں کرتے جو حرم میں نہیں تھا۔
زیر آیت کریمہ: ﴿لَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ﴾(۱)
(راستوں پر یوں نہ بیٹھو) فرماتے ہیں: سدی فرماتے ہیں: یہ لوگ ٹیکس وصول کرنے والے یعنی محصّل تھے۔
علامہ بیضاوی زیر آیت کریمہ: "ولا تبخسوا الناس اشیاء هم" (اور لوگوں کی چیزیں کم

---

(۱) [سورۃ الحج: ۲۵] (۱) [سورۃ المؤمنون: ۲۰]
(۱) [تفسیر البغوی: ۴/۶۱۷] (۱) [سورۃ الأعراف: ۸۶]

کر کے نہ دو) فرماتے ہیں: ان کے حقوق میں کمی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ”أشیاء هم“ فرمایا، مقصد تعمیم ہے اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ وہ لوگ عظیم وحقیر اور قلیل وکثیر سب میں کمی کرتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ ٹیکس وصول کرنے والے ہیں، یہ لوگ صرف اسی کو بلاتے جس سے ٹیکس لے لیتے۔ ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾(۱)

(زمین میں فساد نہ کرو) کفر ومعصیت وظلم کر کے۔ ﴿بعد اصلاحها﴾(۲)(اس کے سنورنے کے بعد) انبیا علیہم السلام کے تشریف لانے اور اجرائے احکام سے زمین کی اصلاح کے بعد۔ ﴿ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾(۳)(یہ تمہارا بھلا ہے اگر ایمان لاؤ)

علامہ امام ہمام ابن حجر مکی ”فتح المبین بشرح الاربعین“ میں زیر حدیث: ((كل المسلم على المسلم حرام: دمه، وماله، وعرضه))(۴)

(ہر مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت وآبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے) فرماتے ہیں: یہ تینوں چیزیں حرام ہیں، اس کی دلیلیں کتاب وسنت اور اجماع امت میں مشہور ہیں۔ (الیٰ) کسی صحابی نے دوسرے کی رسی بھی لے لی تو گھبرا گئے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((لا يحل لمسلم أن يروع مسلماً))(۵)
(کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوف زدہ کرے)

اس حدیث کو ابو داؤد، احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے: ((لا يأخذ أحد عصا أخيه لاعباً جاداً))(۶)
کوئی اپنے بھائی کی لاٹھی ہنسی مذاق کے طور پر نہ لے۔

یعنی اپنے مسلم بھائی کی کوئی چیز نہ لے تاکہ غصہ دلائے، کہ اس وقت اگرچہ یہ ہنسی مذاق کے طور پر سرقہ ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ اس کے دل میں تکلیف اور ڈر پیدا کر رہا ہے۔ (الیٰ)

((اللہ تعالیٰ مومن کی ایذا ناپسند فرماتا ہے))۔(۷)

---

(۱) [سورۃ الأعراف: ۸۵] (۲) [سورۃ الأعراف: ۸۵]
(۳) [سورۃ الأعراف: ۸۵] (٤) [صحیح مسلم: تحریم ظلم المسلم، ١٩٨٦/٤]
(٥) [سنن الترمذی: ٣٢/٤] (٦) [سنن الترمذی: ٣٢/٤]
(٧) (صحیح مسلم: ٤٢٥/٤)

اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث کثیر فوائد رکھتی ہے۔ اس میں پہاڑوں جیسے عظیم مقاصد کی طرف اشارہ ہے، بلکہ اس کے معنی میں غور کیا جائے اور اس کی حقیقت کی تہہ تک اترا جائے تو معلوم ہوگا کہ منطوق و مفہوم کے اعتبار سے جملہ احکام اسلام پر مشتمل ہے، نیز اشارۃً وتحقیقاً تمام آداب پر مشتمل ہے۔ اس حدیث کے بعض رواۃ کے بارے میں ابن المدینی کا یہ قول کہ: وہ مجہول ہے، تسلیم نہیں۔ یا انھوں نے مجہول سے مجہول الاسم مراد لیا ہے، کیوں کہ وہ کنیت سے ہی مشہور ہیں۔ اسی بنا پر ثوری کو وہم ہوا، امام ترمذی نے ان الفاظ سے حدیث روایت کی ہے:

((المسلم أخ المسلم، لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله. كل المسلم على المسلم حرام: عرضه، وماله، ودمه، التقوىٰ ههنا. بحسب أمرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم))(۱)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اسے نہ خوف زدہ کرے، نہ اس کی تکذیب کرے اور نہ اسے رسوا کرے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال، عزت اور خون حرام ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ آدمی میں اتنی برائی ہی کافی ہے (تباہ ہونے کے لیے) کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

زیر حدیث: ((لا ضرر ولا ضرار))(۲)

اسلام میں کوئی دکھ نہیں اور نہ کسی کو دکھ پہنچانا ہے۔

فرماتے ہیں: یہ حدیث ہر قسم کے ضرر کی حرمت میں ظاہر ہے، الا یہ کہ کوئی دلیل ہو۔ کیوں کہ نکرہ سیاق نفی میں عمومیت کا فائدہ دیتا ہے۔ (الیٰ) اس میں دوسرا لفظ محذوف ہے، اس لیے کہ اصل عبارت اس طرح ہے: "لا لحوق . يا. الحاق. يا. لا فعل ضرر أو ضرار بأحدٍ في ديننا" (ہمارے دین میں کسی کے ساتھ بھی ضرر پہنچنا۔ یا ضرر پہنچانا نہیں ہے) یعنی لحوق شرعی نہیں۔ ہاں اگر کوئی موجب خاص پایا جائے کسی مخصص کی بنا پر تو البتہ اسے ضرر ہو سکتا ہے۔ اور ہم نے نفی ضرر کو شرع شریف سے مقید کیا، کیوں کہ وہ تقدیر الٰہی میں منتفی نہیں ہوتا ہے، اور جو مذکور ہوا وہ مستثنیٰ ہے، کیوں کہ حدود وعقوبات بھی ضرر ہیں اور بالاجماع مشروع ہیں۔ تو جن صورتوں کا استثنا ہوا اس کے علاوہ تمام صورتوں میں ضرر کی نفی ہے۔

---

(۱) [سنن الترمذی : باب ماجاء فی شفقة المسلم، ۳/۳۸۹]

(۲) [شرح صحيح البخاری لابن بطال : ۱۶/۷]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ﴾ ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾(١)

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث صحیح میں ارشاد فرماتے ہیں:

((بعثت بالحنيفية السمحة السهلة))(٢)

میں نرم وسہولت آمیز شریعت کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔

اور اس طرح کے اور بھی نصوص ہیں جن میں صراحت ہے کہ دین کی وضع نفع ومصلحت کے حاصل کرنے پر ہے، تو اگر ضرر وضرار دونوں شرعی طور پر منفی نہ ہوں تو اخبار میں خلف لازم آئے گا جو محال ہے۔

نیز حدیث صحیح میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((حرم الله من المؤمن دمه وماله وعرضه۔ وأن لا يظن به الا خيراً))(٣)

اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا خون ومال اور اس کی عزت وآبرو حرام قرار دی، نیز مسلمان کے ساتھ بد گمانی حرام فرمائی ہے۔

نیز حدیث صحیح میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((ان دماء كم وأموالكم وأعراضكم حرام عليكم بعضكم علىٰ بعض))(٤)

یقیناً تمہارے خون، اموال اور عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔

اور وہ تمام نصوص جو ظلم وزیادتی کی حرمت میں وارد ہوئے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ حدیث کا مطلب وہی ہے جو گزرا، یعنی شرعاً تمام ضرر ومفاسد کی نفی۔ مگر وہ جس کو دلیل نے خاص کر دیا ہے، اور یہ کہ مصالح کا بطور اثبات لحاظ کیا جاتا ہے جب کہ مفاسد کا بہ طور نفی۔ کیوں کہ ضرر مفسدہ ہی ہے، تو جب شریعت نے اس

---

(١) [سورة الحج : ٧٨]

(٢) [تفسير البغوى : ١/٦٠١۔ سورة النساء : ٢٦]

(٣) [التمهيد لما في المؤطا من المعاني والأسانيد الحديث الرابع : ١٥٧/٢٠]

کی نفی فرمادی تو اب اس نفع کا اثبات لازم وضروری ہے جس کا نام مصلحت ہے کہ یہ دونوں نقیضیں ہیں، ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ ہذا

تمام تعریفیں پروردگار عالم کے لیے اول وآخر وہمیشہ۔ہم اس پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔اللہ کی کتابوں، رسولوں، اور فرشتوں پر ایمان لائے۔مرنے کے بعد اٹھنے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے، ایسا ایمان جو ہمارے دلوں میں جاگزیں ہے۔تسکین قلوب کا باعث، اور ہماری قبروں کو منور کرے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)

یہ ایمان ہمارے لیے نور ہے، قیامت کے روز ہمارے سامنے، آگے، چلے گا دوڑے گا۔ یہاں تک کہ ہم جنت کے محلات میں داخل ہو جائیں گے۔

اے سائل! یہ نقل عبارات ہمارے لیے کافی تھکان اور مشقت کا باعث ثابت ہوا، اور بہت سی باقی عبارتوں کو ترک کر دیا۔گزشتہ روشن آیات اور تابناک احادیث وعبادات (جو ان محرمات کے ثبوت پر صریح ہیں) کے لکھنے پر ہم نے اکتفا کیا۔اہل علم کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔

جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسلام کے لیے اس کا سینہ کھول دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس کے لیے نور نہیں بناتا اس کے لیے نور کا کوئی حصہ نہیں۔

جس کو اللہ تاریک (گمراہ) فرمادے اسے بدر کامل بھی روشن نہیں کر سکتا۔

ولا حول ولا قوۃ الاباللّٰہ العلي العظيم۔

ہمارے یہاں بہ طور مثل کہا جاتا ہے:

درخانہ اگر است یک حرف بس است

اگر خانہ عقل میں کچھ سوجھ بوجھ ہو تو اشارۃً ایک حرف بھی کافی ہے۔

یعنی اگر گھر میں کوئی ہے تو ایک حرف بھی کافی ہے، اور جو اس میں ہے ہی نہیں تو پوری کتاب بھی اس کے لیے ناکافی ہے، خاص کر گمراہ خوارج، حق کے منکر اور باطل کے دل دادہ، ان کے لیے تو پورا قرآن اور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ تک کفایت نہیں کر سکتیں، اور نہ کوئی دلیل وبرہان کارگر ہو سکتی ہے، کیوں کہ یہ معاند (ہٹ دھرم) ہیں۔سرکشی وہٹ دھرمی ایسی بیماری ہے جس کی کسی کے پاس کوئی دوا نہیں۔ یہاں تک کہ سیدنا حکیم لقمان علیٰ نبینا وعلیٰ سائر الانبیا ثم علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بھی نہیں۔

بعض عارفین فرماتے ہیں:

واذا البینات لم تغن شیئاً　　　فالتماس الهدی بهن عناء(۱)

(جب دلیلیں کسی چیز کا کوئی فائدہ نہ دیں تو پھر ان سے ہدایتوں کو چاہنا خود کو مشقت وکلفت میں ڈالنا ہے)

ایک شاعر کہتا ہے:

اذا كان الطباع طباع سوء　　　فلا أدب يفيد ولا أديب

(جب بدی کسی انسان کی فطرت ثانیہ بن جائے تو اس کی اصلاح کے لیے نہ تو ادب افادہ کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی ادیب)

وعند صبوب الناشرات على الحمى　　تميل غصون البان لا الحجر الصلد(۲)

(ہواؤں کے تیز جھوکوں سے بان کی ٹہنیاں ہلتی ہیں نہ کہ سخت پتھر)

اے سائل! گمراہ بننے والے کو تم ہرگز ہدایت نہیں دے سکتے۔(۳۳)

جو خواہش نفس کا پیرو کار ہو، اس کے لیے ہدایت کا کوئی حصہ نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہدایت کو چاہے، تو اسے توفیق مرحمت فرمائے گا، پھر وہ اپنی خواہش نفس کو چھوڑ دیتا ہے۔

اس جیسے شخص سے اس خطا کی کیا شکایت کہ وہ تو اپنے نفس کی خواہش کے تابع ہے۔خواہش نفس تو سوار کے سرین کو حرکت دیتی ہے۔(۳۴)

اور یہ اس کی عدم بصیرت میں شریک کار ہے۔

....

(۳۳) میدانی نے ''مجمع الامثال'' میں لکھا ہے: ''أي من ركب الضلال على عمد لم تقدر على هدايته'' جو شخص بالقصد گمراہی کا دلدادہ ہو وہ ہدایت پر قدرت نہیں پا سکتا''

یہ مثل اس شخص کے لیے بیان کی جاتی ہے جو قصداً کسی چیز کو کرے حالانکہ جانتا ہے کہ رشد وہدایت اس کے خلاف میں ہے۔۱۲منہ

(۳۴) یعنی جس نے کسی چیز کی خواہش کی اور جس کے ذریعہ اس کی خواہش اس طرف مائل ہوئی۔منہ۱۲

---

(۱) [ارشيف : باب صحيفة سوابق وجريدة بوابق : ٤٠/٤٦٧]

(۲) [ارشيف : باب فوائد متميزه من شيخ الشرقية :٧٢/٣٢٥]

حدیث شریف میں ہے:

((حبك الشيء يعمي ويصم))(١)

کسی چیز کو زیادہ چاہنا انسان کو اندھا و بہرہ کر دیتا ہے۔

قرآن عظیم میں ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾(٢)

ترجمہ: بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو۔

اے سائل! یقیناً تم اس شخص کو ہدایت نہیں دے سکتے جو ایسے شخص کے مانند ہے جس کے بارے میں مثل کہی جاتی ہے: ''أنــــه لهتــــر أهتــــار'' [مجمع الامثال: ۱/۲۷] (یقیناً وہ بے وقوفوں کا باپ ہے)(۳۵)

''انك لا تجني من الشوك العنب''(٣)

آپ کانٹوں سے انگور نہیں چن سکتے۔(٣٦)

کیا تم نے نہیں سنا:

''اذا تعود السنور كشف القدور، فاعلم أنه لا يصبر عنها''(٤)

---

(۳۵) الهتر: عجیب بات، عیاری، چالاک و حیلہ ساز شخص کے لیے مثل بیان کیا جاتی ہے:
بعض حضرات فرماتے ہیں: ''الهتــر'' لغت میں عجیب بات کو کہتے ہیں، عیار آدمی کو اس کے ساتھ موسوم کیا گیا، گویا زمانہ نے اسے رسوا کر دیا، اور اسے لوگوں کے سامنے منظر عام پر لایا، تاکہ لوگ اس پر حیرت و تعجب کریں۔ ''الهتر'' باطل اور لغو و بے ہودہ بات، جب کہا جائے ''فلان هتر، أي: من رهائه'' وہ باطل اور لغویات کو حق کی جگہ پیش کر دیتا ہے۔ تو وہ کسی باطل سے خالی نہ ہوگا، اور اسے اس کی اجناس کی طرف منسوب کیا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ وہ ان سے ایک خصوصیت کی وجہ سے ممتاز ہے، اسی وجہ سے ان پر برتری رکھتا ہے۔۱۲ منہ

(۳۶) بری نسل والے کے پاس تم بھلائی اور اچھی چیز نہ پاؤ گے۔۱۲ منہ

---

(١) [سنن أبي داؤد، باب في الهوى، ٤/٤٣٤]

(٢) [سورة القصص: ٥٦]

(٣) [مجمع الأمثال ١/٥٢]

جب بلی کو ہانڈی کھولنے کی عادت پڑ جائے تو سمجھ لو کہ وہ صبر نہیں کر سکتی۔

کیا تم نے نہ سنا:

"لا تلتمس تقويم مالا يستقيم"(١)

ترجمہ: تم اسے سیدھا نہ کرو جو سیدھا ہونا نہیں چاہتا۔

کیوں کہ وہ لکڑی جو مڑ نہ پائے اس سے کمان کا کام نہیں لیا جا سکتا۔

کیا ان میں کوئی ہے؟ جو بات سنے اور اچھی طرح اتباع کرے تو ہدایت پا جائے اور اپنا محفوظ ٹھکانا دیکھ لے۔ ادب دیا جائے تو مؤدب ہو جائے، برائیوں سے اجتناب کرتا رہے۔

کیا ہے کوئی ان میں؟ جب اس سے کہا جائے:

﴿اتَّقِ اللّٰهِ، أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ﴾(٢)

(اللہ سے خوف کھا، تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی)

اگر کوئی سننے والا ملے تو اسے سنا دو اور کہہ دو ایک مثل بیان کی گئی ہے اسے سن لو:

"اذا طلبت الباطل أبدع بك"(٣)

جب تم باطل کے خواستگار ہوگے تو وہ تمہیں رسوا کر دے گا۔(۳۷)

"واذا ظلمت من دونك فلا تأس عذاب من فوقك"(٤)

جب تک اپنے سے کمزور پر ظلم و زیادتی کروگے تو اپنے سے بالاتر قوت والے کے عذاب سے مایوس نہ ہو (انتظار کرو)

"واذا جاء أجل البعير حام حول البئر"(٥)

---

(۳۷) "اُبدع الرجل" اس وقت کہا جاتا ہے جب اس کی پیٹھ کھل جائے، اور مثل کے معنی یہاں یہ ہیں کہ... جب تو ناحق بات کا طالب ہے تو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ منہ ۱۲

---

(١) [كليله ودمنه : باب الأسد والتور : ١٤٥/١]

(٢) [سورة البقرة:٢٠٦]

(٣) [مجمع الأمثال : ٤٤/١]

(٤) [مجمع الأمثال : ٦٠/١]

(٥) [... ٣٣٧/١]

جب اونٹ کی موت آنے کو ہوتی ہے تو وہ کنویں کے پاس گھومنے لگتا ہے۔
کیا تم نے وہ نہ سنا جو قرآن مجید میں حق جلیل اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب جمیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ. أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ. وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ. تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ. فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ. ﴾(۱)

ترجمہ: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا، کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا، اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں بھیجیں کہ انھیں کنکریوں کے پتھروں سے مارتے، تو انھیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔

تو کیا بات ہے؟ "أنت لا في البعير ولا في النفير" (۱)
(تو کسی میں شمار نہیں)

اے فضول بکنے والے! جب اللہ تعالیٰ چیونٹی کی ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے پر جما دیتا ہے۔(۱)

یقیناً تم اسے دھوکا دے رہے ہو جسے دیکھ رہے ہو، اور تمھیں وہ دھوکا دے گا جو تم سے طاقت وقوت میں کم ہے۔(۳۸)

لوگوں کی عزتوں سے نہ کھیلو، اور ناحق لوگوں کے اموال سے تعرض نہ کرو۔ یقیناً وہ شخص بڑا ذلیل وکمینہ ہے جو اپنی عمل داری میں ذلیل ہے۔
جب تم چاہو کہ ہماری مانی جائے تو مانگو جس کی سکت ہے۔

....

(۳۸) یعنی جب تو اس کے ساتھ دھوکا اور غداری کرے جو تجھے دیکھ رہا ہے تو یقیناً تو ہی فریب خوردہ ہے، وہ نہیں کیوں کہ تجھے ہی سزا دی جائے گی۔ ایک روایت میں "عین" اور "ز" کے ساتھ ہے۔ یعنی اگر تو اپنے سامنے والے پر غالب آ بھی گیا تو یاد رکھ کہ اللہ عزوجل تجھ پر غالب ہے۔ ۱۲ منہ

---

(۱) [سورۃ الفیل: ۱، ۲، ۳]

(۲) [المستقصىٰ في أمثال العرب : ۲/۲٦٤]

(۳) [الأمثال المولدة: ۱/۸۹]

یا طالب الرزق الهنيء بقوة هيهات أنت بباطل مشغوف(١)

اے خوش گوارا اور مزے دار رزق کے طلب گار قوت کے ساتھ دور ہو، تو تو باطل پر فریفتہ ہے۔

کیا تم نے یہ نہ سنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾(٢)

ترجمہ: تو ہرگز نہیں دھوکا دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمھیں اللہ کے حلم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔

اللہ کی خفیہ تدبیر سے مایوس نہ ہو (انتظار کر) اے فریب خوردہ! ناشکرے! اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے ہیں مگر کافر لوگ۔ اس ڈھیل اور مہلت پر سستی نہ کرو، ان کو اپنے لیے اچھا نہ سمجھ نہ فی الحال اور نہ فی المآل۔

شاعر کہتا ہے:

دع التهافت في الدنيا وزينتها ولا يغرنك الاكثار والجشع

دنیا و رنگینی دنیا کی بے جا طلب کو چھوڑ دے، اور ہرگز دولت مندی و حرص و طمع تجھے دھوکہ نہ دے۔

بعض لوگ کہتے ہیں:

نهارك يا مغرور نوم وغفلة وليلك نوم والاردي لك لازم(٣)

اے فریب خوردہ! تیرا دن سراپا نیند و غفلت ہے، اور تیری رات نیند ہے، ہلاکت تیرے لیے لازم ہے۔

يغرنك ما يفني تفرح بالمنى كما غرّ في اللذات في النور حالم(٤)

جو چیزیں فنا ہو جائیں گی وہ تجھے دھوکے میں رکھ رہی ہیں، تو بے حقیقت امیدوں پر خوش ہو رہا ہے، جس طرح خواب دیکھنے والا نیند کی لذتوں میں مست رہتا ہے۔

---

(١) [مجموعة القصائد الزهديات: ١/٥٣٤

(٢) [سورة لقمان: ٣٣]

(٣) [أدب الدنيا والدين، الباب الثالث: ١/١١٣

وشغلك فيها سوف تكره غيه   كذلك في الدنيا تعيش البهائم(١)

دنیا میں تیری مشغولیت ومصروفیت، عنقریب تو اس بے راہ روی کو ناپسند کرے گا۔اسی طرح تو چوپائے بھی دنیا میں زندگی گزارتے ہیں۔

کیا تم نے قرآن عظیم کا یہ فرمان نہ سنا:

﴿سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ. وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ. فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾(٢،٣)

جلد ہم انھیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انھیں خبر نہ ہوگی،اور میں انھیں ڈھیل دوں گا بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے۔تو تم کافروں کو ڈھیل دو،انھیں کچھ تھوڑی مہلت دو۔

اور کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت بھی نہ سنی؟:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾(٤)

اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انھیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لیے بھلا ہے،ہم تو اس لیے انھیں ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں،اور ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

العياذ بالله رب العالمين۔(اللہ پروردگار عالم کی پناہ)

کیا تم نے نہ سنا جو کہا جاتا ہے:اے گمراہ،اے بدکام انجام دینے والے،بدخصلت،بدعمل اور اے بدکار!اللہ سے خوف کھا،توبہ کر۔اے مردود!ایمان لے آ،کہ تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے،تجھے اس سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے،کہ تو اس سے دور نہیں ہے۔اور یقین رکھ کہ تو اللہ ہیبت وقدرت اور عزت وجلال والے کی ان حرمتوں سے کھلواڑ کرنے کی وجہ سے ہلاکت میں ہے۔

جس ذات اقدس نے ان چیزوں کو حرام فرمایا،ان کی تعظیم وتکریم کا حکم دیا،وہ تمھاری پکڑ فرمائے

---

(١) [أدب الدنيا والدين،الباب الثالث:١/١١٣]

(٢) [سورة الطلاق:١٧]

(٣) [سورة الأعراف:١٨٢]

(٤) [سورة آل عمران:١٧٨]

گا، اور تمھیں عذاب سے ہلاک کردے گا دنیا و آخرت میں جب چاہے گا، اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ اپنی جان وجسم کو ہلاکت میں پڑنے سے بچاؤ۔ اپنے دل کو راحت وسکون دو، اپنی پیٹھ پر رحم کھاؤ۔ اپنے بوجھ کو اتار دو، ان بوجھوں سے اپنی ہڈیوں کو نہ توڑو، جو پہاڑوں کی مانند ہیں۔ العیاذ باللّٰه العزیز المتعال۔ (اللہ غالب بلند وبرتر کی پناہ)

کیا تم نے نہ سنا؟:

إذا ما الظلوم استوطأ الأرض مركبا ولج غلوا في قبيح اكتسابه(١)

جب ظالم ظلم کرنے کے لیے زمین کو ایک نرم وہموار سواری بناتا ہے اور وہ بے جا اور ناپسندیدہ جدوجہد میں مزید غلو وتشدد کرنے کے لیے پیچھے پڑا رہتا ہے۔

فكله إلیٰ صرف الزمان فإنه سيبدى له مالم يكن في حسابه(٢)

تو (یاد رکھو) یہ سب کچھ گردش زمانہ کی نذر ہوجائے گا، کیوں کہ عنقریب اس کے لیے وہ چیز ظاہر ہوجائے گی جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگی۔

کسی دوسرے نے کہا:

سل الأيام ما فعلت بكسرى وقيصر والقصور وساكنيها(٣)

زمانے سے پوچھ کر دیکھو! اس نے قیصر وکسریٰ اور ان کے محلات اور ان میں رہنے والوں کی کیا درگت بنائی ہے۔ هذا۔

اپنے گناہوں کے لیے استغفار کر، کہ تو نہایت خطا کار، ظالم وجابر اور گناہ گار ہے، اور اپنے تمام گناہوں کی اس اللہ سے بخشش طلب کر جو معبود حقیقی ہے۔

اور جب تو بے حیا ہوجائے تو جو چاہے کر۔

إذا لم تخش عاقبة الليالي ولم تستحي فافعل ما تشاء(٤)

اور جب تو زمانے کے انجام سے بے خوف ہوجائے، اور حیا نام کی چیز تیرے اندر نہ رہے تو جو

---

(١) [الزواجر عن اقتراف الكبائر:٢/١٩٨]

(٢) [الزواجر عن اقتراف الكبائر:٢/١٩٨]

(٣) [التبصرة لابن الجوزي:٢/٧٢]

(٤) [الأ[illegible]:٢٢٧/٢]

دل میں آئے کر۔

خدا کی قسم! جب حیا ختم ہو جائے تو نہ دین میں بھلائی ہے اور نہ دنیا میں۔(۱)

اے سائل! بحمد الله سبحانه وعز شانه بكرمه ومنه وبعونه عز جلاله وعم نواله۔

اس ٹیکس کا حکم اور جوازِ راہ اور حرم اور کعبہ جو آزاد گھر اور لوگوں کی پناہ گاہ ہے، میں داخل ہونے سے روکنے والے کا حکم ظاہر ہو گیا۔ اور تمام سوالوں کے احکام آشکار ہو گئے۔ ہم نے اپنی تحقیق کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے، تمام احکام کو خوب خوب واضح کر دیا تو اب مزید تفصیل سے کلام کو طول نہ دیں گے۔

تمام احکام آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گئے۔ ادنیٰ خفا بھی باقی نہ رہا۔ تو ہم قلم رکھتے ہیں۔

واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم وعلمه جل مجده أتم وأحكم.

اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس کا علم خوب تام اور خوب مضبوط ہے۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اس بات پر کہ اس نے ہمیں ہدایت و تعلیم سے سرفراز فرمایا، درود نازل ہو حبیب اکرم، محبوب اعظم، تمام انبیائے کرام، آل واصحاب، ازواج مطہرات، اولیائے کاملین، عارفین ربانیین اور تمام ائمہ وعلمائے دین پر اور برکت اور سلامتی (نازل ہو)

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ . وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾(۲)

(اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سنتا جانتا ہے بے شک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان)

اور آخر میں: تمام آزمائشوں سے تیری بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں۔ جیسا کہ کہا گیا:

"يا ناظراً فيه سل بالله رحمة على المصنف واستغفر لصاحبه"

اے میری اس کتاب کو غور سے پڑھنے والے! مصنف کے لیے اللہ کی بارگاہ میں رحمت و مغفرت طلب کر۔

أطلب لنفسك من خير تريدبها من بعد ذلك غفراناً لكاتبه

ہمارا آخری پیغام یہی ہے کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں، درود و سلام نازل ہو اس

---

(۱) [نفحة اليمن فيما يزول بذكره: الباب الخامس، ۱/۱۷۹]

(۲) [سورة البقرة: ۱۲۷، ۱۲۸]

کے حبیب سید المرسلین محمد مصطفیٰ طٰہٰ یٰس، اور آپ کے جملہ آل واصحاب پر۔ آمین (قبول فرما)

یہ بات حقیر فقیر محمد جو مشہور ہے مصطفیٰ رضا قادری نوری رضوی بریلوی کے نام سے، کہتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے، اس کی آرزو کو پورا کرے، اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (قبول فرما)

اس نسخہ جلیلہ کی تحریر سے فراغت ۱۲ رصفر ۱۳۶۸ھ بروز دوشنبہ مبارکہ، مدینہ منورہ (ساکنان مدینہ پر بہتر درود اور پاکیزہ سلام ہو) میں افقر العباد الی ربہ الغنی (بندوں میں اپنے بے نیاز رب کا محتاج تر) محمد نور بن عبداللہ انڈونیشی کے ہاتھ پر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے۔ تمت بالخیر۔

تنویر الحجة

لمن

یجوز التواء الحجة

(١٣٤٥ھ)

(۱) مسئلہ:

از لکھنؤ مرسلہ علمائے فرنگی محل، شب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ..

مندرجہ مصدقہ ومثلیتہ امور ذیل کا لحاظ کرتے ہوئے مسلم اہل حل وعقد نے امسال التوائے حج کو اصلاح حالات حجاز ودفع مظالم اہل نجد ودفاع مسطیرۃ ظالمین مفسدین کے لیے ضروری سمجھا ہے، ایسی حالت میں شریعت اسلامیہ میں امسال حج ملتوی کیا جاسکتا ہے۔ یا فوری ادا کرنا ضروری ہے۔

(۱) ابن سعود اور نجدیوں کا اپنے سوا تمام دیگر فرق اسلامیہ کو مشرک سمجھنا اور اس لیے ان کی جان ومال کی حفاظت کی فکر نہ کرنا بلکہ جاہل نجدیوں کا حاجیوں کی جان ومال کو اپنی بے توجہی سے خطرے میں ڈالنا اور طائف کے مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے مال میں سے اسی طرح پانچواں حصہ لینا جس طرح مال غنیمت سے کفار کے حاصل کیا جاتا ہے، بے گناہ مسلمانوں کا قتل، عورتوں سے بدسلوکی، مکانات کی تاراجی، اسباب وزیورات کی لوٹ مار، عام حجاج کو قصداً تکالیف پہنچانا، غلاف کعبہ لانے والوں کو محض یا محمد کے نشان بنے ہوئے پر مشرک سمجھنا اور ان پر سنگ باری اور حملہ کرنا۔

(۲) اعمال حج میں دست اندازی کرنا اور حجر اسود کے بوسہ دینے پر اور سعی کرنے میں حاجیوں کو بید سے مار کر دست اندازی کرنا اور خود ابن سعود اور اس کے والد کے طواف کرنے کے وقت دوسرے حاجیوں کو مطاف سے نکال دینا اور ان پر جبروت کا بیت اللہ میں اظہار کرنا، عرفات میں خطبہ نہ پڑھنا وغیرہ، عام طور سے حاجیوں پر تین دن پانی بند کر کے تکلیف دینا خاص، کر زمزم کے استعمال مسنونہ سے روکنا۔

(۳) بزرگان دین پیشوایان مذہب علمائے کرام وصوفیائے عظام اور عام اہل اسلام (جو نجدی

ا اوران کوامن وامان نہ ہونا۔

(۴) حاجیوں پر اونٹوں کے کرایہ کا اضافہ اور بھاری محصولات کا عائد کرنا جن میں بعض ایسے مولات بھی ہیں جن کا پہلے سے کوئی اعلان ہیں کیا گیا اور فوری حکم کی وجہ سے ان کی ادائیگی کے لیے ں غریب اور متوسط حاجیوں کو دست سوال دوسروں کے سامنے دراز کرنا پڑا۔

(۵) زیارت مقابر سے مانع ہونا اور عامہ اہل اسلام کو اپنے عقیدہ کے مطابق زیارات واعمال سے روکنا۔

(۶) ابن سعود اور اس کے ساتھیوں کے وہ اہانت آمیز افعال جو یقینی طور پر آثار متبرکہ ومقابر ناہد مقدسہ اور بعض مساجد اور خاص کر جنۃ البقیع اور مزار حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مزار عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیے گئے۔

المستفتی

فقیر محمد قطب الدین عبدالوالی عفااللہ عنہ، فرنگی محل لکھنؤ

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

اللهم ربنا أرنا الحق حقاً۔ وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً۔ ويسرلنا ـناعه، اللهم ربنا لاتؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا واغفرلنا وارحمنا أنت مولانا نصر على القوم الكافرين، لاسيما النجديين المفسدين المارقين من الدين مروق ـهم من الرمية ـ والخارجين منه كما تخرج الشعرة من العجين۔ كما قال ـادق المصدوق النبي الامين سيدالمرسلين صلى الله تعالىٰ عليهم وعلىٰ اله ـحبه وابنه وحزبه أجمعين ـ رب انى أعوذ بك من همزت الشيطين وأعوذ بك ـ أن يحضرون۔ ولاحول ولاقوة إلا بالله العلي العظيم۔

ہماری یہ شریعت پاک غرابیضاء سمحہ سہلہ ہے، والحمدللہ سبحنہ وتعالیٰ خود قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے:

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَايُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾(۱)

) [سورة البقرة : ۱۹۵

اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر سختی تنگی دشواری کا ارادہ نہیں فرماتا۔

اسی کتاب حکیم کا فرمان قدیم ہے:

﴿مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾(۱)

یعنی اللہ عزوجل نے تم پر دین میں تنگی نہیں فرمائی۔

﴿وَمَايُرِيْدُ اللّٰهِ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ﴾(۲)

یعنی اللہ تبارک وتقدس تم پر تنگی کر دینے کا ارادہ نہیں فرماتا۔

ہمارا رحمٰن ورحیم رب ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾(۳)

اور فرماتا ہے:

﴿وَلَايُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا مَااٰتٰهَا﴾(٤)

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

جلت عظمته وعمت رحمته وعظمت رأفته۔

اللہ اللہ حق جل مجدہ اپنے حق پر بکمال عنایت اپنے بندے کا حق مقدم فرماتا ہے۔

ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَااضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ﴾(۵)

جل شانہ وتم برہانہ۔ علمائے کرام نے جابجا اس کی تصریح فرمائی ہیں کہ حق العبد حق شرع پر مقدم ہے، مثلاً امام برہان الدین رحمہ اللہ نے ہدایہ میں فرمایا:

حق العبد مقدم على حق الشرع بأمره۔(٦)

نیز تفسیرات احمدیہ حضرت علامہ احمد ملاجیون رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ينبغي أن يعلم أنه يشترط في الزاد والراحلة أن يكون ذاهباً جائياً جميعاً فاضلاً عمايدعها إلى عياله لنفقتهم إلى حين عوده؛ لأن النفقة حق مستحقه لإمرأة، وحق

---

(۱) [سورة الحج :٧٨] (۲) [سورة المائدة :٦]

(۳) [سورة البقرة :٢٨٦] (٤) [سورة الطلاق :٧]

(٥) [سورة الأنعام:١١٩] (٦) [الهداية ـ ١٣٢/١

العبد مقدم علی حق الشرع۔

درمختار میں ہے:

لتقدم حق العبد ۔(۱)

علامہ شامی قدس سرہ السامی نے ردالمحتار میں فرمایا:

قوله: لتقدم حق العبد أي: علی حق الشرع لاتحادنا لحق الشرع بل لحاجة العبد وعدم حاجة الشرع، ألاترى أنه إذا اجتمعت الحدود وفيها حق العبد يبدأ بحق العبد لماقلنا، ولأنه مامن شيٍ إلا ولله تعالیٰ فيه حق، فلو قدم حق الشرع على الاجتماع بطل حقوق العباد كذا في الجامع الصغير لقاضي خان۔(۲)

یہاں یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ حدیث میں فرمایا ہے:

فدين الله أحق۔(۳)

اس کے جواب کے لیے فرماتے ہیں:

الظاهر انه أحق من جهة التعظيم لا من جهة التقديم۔(٤)

فرائض الٰہیہ سے ہر فرض بقدر قدرت و بشرط استطاعت ہے، جہاں کہیں کسی مسلمان کی جان کا اندیشہ ہو۔ نہیں نہیں بلکہ مرض کے اشتداد ہی کا خطرہ ہو۔ یا مرض بڑھے گا تو نہیں مگر دیر میں صحت کا غالب گمان ہو، بلکہ جہاں مالی نقصان ہو وہاں مولیٰ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنا وہ فرض اس سے ساقط فرما دیتا ہے۔ دیکھو غسل جنابت فرض ہے اور جب مریض بھی نہیں تندرست ہے، ایسی جگہ بھی نہیں جہاں پانی نایاب یا کمیاب شہر و عمران میں ہو، نہ جنگل بیابان میں، مگر تجربہ صحیحہ کی بنا پر اسے قوی اندیشہ ہے کہ پانی کی ٹھنڈا سے ہلاک کردے یا مریض کردے تو تیمم کرے غسل فرض نہیں۔

---

(۱) [الدر المختار علی تنوير الأبصار: كتاب الحج ـ ۲/٤٦٢]

(۲) [ردالمحتار علی الدر المختار، كتاب الحج مطلب: في قولهم يقدم حق العبد علیٰ حق الشرع ـ ۲/٤٦٢]

(۳) [صحيح البخاري، باب: من مات وعليه الصوم ـ ۳/۳۵]

(٤) [ردالمحتار علی الدر المختار، كتاب الحج مطلب: في قولهم يقدم حق العبد علیٰ حق الشرع ـ ۲/٤٦٢

قال العلامة ابراهيم الحلبي في الكبيري: الجنب الصحيح في المصر إذا خاف بغلبة ظنه عن التجربة الصحيحة إن اغتسل أن يقتله البر د أويمرضه يتيمم عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وإن كان خارج المصر يتيمم بالانفاق۔(١)

اسی میں فرمایا:

المريض إذا خاف زيادة المرض بسبب الوضوء أو بالتحريك أو باستعمال الماء أو خاف إبطاء البرء بسبب ذلك جاز له التيمم ويعرف ذلك إما بغلبة الظن عن امارة أو تجربة أو باخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق۔(٢)

مسافر ہے اور پانی ملتا ہے مگر عام قیمت سے اتنے زائد پر ملتا ہے جو مقومین کی تقویم اور انداز سے باہر ہے، اس صورت میں اس پر وضو و غسل فرض نہیں، تیمم کرے چاہے اس کے پاس سفر کی ضروریات سے کتنا ہی زائد روپیہ ہو۔

اسی میں ہے:

وإن باعه بغبن فاحش يتيمم للحرج؛ لأن تلف المال كتلف النفس؛ لأنه شقيقها۔(٣)

بلکہ جان کا بھی خوف نہ ہو، مرض کا بھی اندیشہ نہ ہو، یہ خیال ہو کہ اگر یہ پانی وضو میں صرف کر دیا تو خود یا ساتھ کا جانور اگرچہ کتا ہو پیاسا رہے گا، جب پر بھی وضو یا غسل فرض نہیں تیمم کرے۔

غنیۃ المستملی میں فرمایا:

ولو كان معه ماء يكفي الوضوء أ والغسل ولكن يخاف على نفسه أو على دابة ولو كلباً العطش إن استعمله يجوز له التيمم۔(٤)

یہاں شاید کوئی یہ شبہ کرے کہ وضو و غسل عبادات مقصودہ سے نہیں، اس لیے وہ ایسی حالتوں میں ساقط ہو جاتے ہیں جو عبادات مقصودہ ہیں ان کا سقوط ان کی طرح نہ ہوگا، یہ شبہ ہر عاقل کے نزدیک واہیہ

---

(١)(٤)[ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج مطلب: في قولهم يقدم حق العبد علىٰ حق الشرع۔ ٢/٤٦٢

(٢)[ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج مطلب: في قولهم يقدم حق العبد علىٰ حق الشرع۔ ٢/٤٦٢

(٣)[ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج مطلب: في قولهم يقدم حق العبد علىٰ حق الشرع۔ ٢/٤٦٢

اور محض لغو بے معنی ہے کہ وجود ہر مشروط فرع وجود شرط ہے جب شرط فوت ہوگئی مشروط کا وجود ممتنع ہوگا۔

إذا فات الشرط فات المشروط۔

مشہور ہے۔تو عبادات مقصودہ ہوں یا غیر مقصودہ جب شرط فوت ہوگئی وہ بھی فوت ہو جائیں گی۔ دیکھو نماز کتنا عظیم فرض ہے، کہ تمام فرائض سے اعظم ہے، مگر وہ بھی بعض احیان میں ساقط ہو جاتا ہے اور بعض میں مؤخر کرنا روا ہوتا ہے۔جو ہرنیرہ میں امام قاضی خان سے نقل کیا:

قال في قاضي خان: في ظاهر الرواية تسقط إذا كان أكثر من يوم وليلة؛ لأن مجرد العقل لايكفي لتوجه الخطاب، لأن محمداً ذكر في النوادر: من قطعت يداه من الموفقين وقدماه من الساقين لاصلاة عليه فثبت أن مجرد العقل لايكفي۔(۱)

قیام نماز میں فرض ہے اگر اصلا قیام کی طاقت نہ ہو بیٹھ کر پڑھے، جب بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے اور اتنی طاقت بھی نہ رہے لیٹ کر اشارے سے پڑھے،اس کی بھی طاقت نہ رہے نماز مؤخر کرے۔روزہ فرض ہے مگر خود قرآن عظیم میں فرمایا:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾(۲)

زکاۃ فرض ہے مگر بعض اوقات اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے وہ مال جو دریا میں گر جائے۔یا وہ جو کوئی غاصب غصب کرلے اور اس کے پاس بینہ نہ ہو۔یا جنگل میں کہیں دفن کرکے وہ جگہ بھول جائے۔یا وہ دین جس سے مدیون انکار کر جائے اور اس کے پاس بینہ نہ ہو۔وغیرہ وغیرہ۔ہر مال ضمار سے زکاۃ ساقط ہے اگرچہ بعد کچھ سنین کے اموال مل جائیں پھر بھی سنین ماضیہ کی زکاۃ واجب نہیں لعدم النمو تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

ولافي مال مفقود وجد بعد سنين، وساقط في بحر استخرجه بعدها، ومغصوب لابينه عليه، ومدفون ببرية نسي مكانه ثم تذكره، وكذا الوديعة عندغير معارفه، ودين كان جحده سنين ولابينة له عليه، ثم صارت بان أقربعدها عند قوم، وما أخذ مصادرة أي ظلماً ثم وصل إليه سنين لعدم النمو۔(۳)

---

(۱) [الجوهرة النيرة ،باب :صلاة المريض ۔۱/۸۰]

(۲) [سورة البقرة :۱۸۵]

یونہی حج بے شک فرض ہے مگر راہ میں اگر ایسا سمندر ہے جس سے گزر غیر ممکن ہے تو فرض نہیں۔ یا راہ میں کوئی شوکت والا گروہ ہے جس سے لوگ اپنے آپ کو کمزور دیکھتے ہیں اور تاب مقاومت نہیں رکھتے ،اس صورت میں فرضیت ساقط ہے۔ یا شخص مفلوج اپاہج وغیرہ ہے اس پر فرض نہیں۔ یونہی وہ جو محبوس یا کسی ایسے بادشاہ سے خائف ہے جو حج سے مانع ہے۔

فتاوی خانیہ میں ہے:

ومن الشرائط أمن الطريق حتى قال أبو القاسم الصفار رحمه الله تعالىٰ لاأرى الحج فرضاً منذ عشرين سنة حين خرجت القرامطة، وهكذا قال أبوبكر الإسكاف في سنة ست وعشرين وثلث مائة۔(۱)

یعنی شرائط حج سے امن طریق ہے یہاں تک کہ حضرت امام ابوالقاسم صفار نے فرمایا: میں بیس سال سے حج فرض نہیں جانتا جب سے قرامطہ ملاعنہ کا ظہور ہوا اور ایسا ہی امام ابوبکر اسکاف نے ۳۲۶ھ میں ارشاد کیا۔

جامع الرموز میں ہے:

وأفتى أبوبكر الجصاص ببغداد أنه سقط عن الرجال أيضاً لكثرة الأخطا روبه أفتى الوبري والترجماني بخوارزم وابو الفضل الكرماني بخراسان، وقال عبدالله الثلجي: ليس الحج على أهل خراسان منذ كذا سنة۔(۲)

یعنی حضرت امام ابوبکر حصاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغداد مقدس میں فتویٰ دیا کہ خطرات کی کثرت کے سبب مردوں سے بھی حج ساقط ہے،اور وبری وترجمانی نے خوارزم میں سقوط حج کا فتویٰ دیا۔

فتاوی بزازیہ میں ہے:

وقد أفتى الوبرى بخوارزم وابن شجاع بخراسان وأبوبكر الرازي ببغداد بسقوط الحج في زماننا عن الرجال۔(۳)

یعنی امام وبری نے خوارزم اور امام ابن شجاع نے خراسان اور امام ابوبکر رازی نے بغداد میں

---

(۱) [الفتاوى الخانية: كتاب الحج،شرائط الحج، ۱/۲۵۰]

(۲) [ ]

ہمارے زمانے میں مردوں سے بھی سقوط حج کا فتویٰ دیا۔

فتاویٰ امام قاضی خان میں فرمایا:

لو كان بينه وبين مكة بحرفهو كخوف الطريق۔ (١)

مجمع الانہر میں شمنی سے ہے؛

لو كان الطريق بحراً لايجب۔ (٢)

اسی میں نیز ہندیہ میں ہے:

وقال الكرماني: إن كان الغالب في البحر السلامة في موضع جرت العادة بركوبه يجب (وهو الأصح) (وظاهره إن أمن الطريق شرط الوجوب) اه مختصراً(٣)

فتاویٰ عالمگیریہ میں فتح القدیر سے ہے:

منها سلامة البدن حتى أن المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلين لايجب عليهم حتى لا يجب عليهم الحجاج۔(٤)

م۔ هذ اما هو ظاهر المذهب عن إمامنا الأعظم رضي الله تعالىٰ عنه، وهو رواية عن صاحبيه رضى اللّٰه تعالىٰ عنهما وظاهر الرواية عنهما فان احجوا أجزائهم مادام البحر مستمراً بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم ظاهر مافي التحفه اختيار ه و كذا الاسبيجابى وقواه في الفتح كذا قال في البحر۔

إن ملكوا الزادو الراحلة ولا الإيضاء في المرض والحق بهم المجوس والخائف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج و كذا لايجب الإ حجاج عنهم اه۔ (٦)

---

(١) [التفسير المظهري ،سورة آل عمران :٩٧۔ ١/٩٦]

(٢) [مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر ،شروط الحج۔ ١/٢٦٢]

(٣) [الفتاوى الهندية ،الباب الأول في تفسيرات الحج۔ ١/٢١٨]

(٤) [الفتاوى الهندية ،الباب الأول في تفسيرات الحج۔ ١/٢١٨]

(٥) [الفتاوى الهندية ،الباب الأول في تفسير الحج۔ ١/٢١٨

ھ۔ ھذا کلہ علی أن سلامة البدن وأمن الطریق شرطا الوجوب والا أي علی اختیار أنھما شرطاً وجوب أداء فیجب الإحجاج وبعد زوال الأعذار لزمھم الإعادة بأنفسھم ، فإن لم یحجوا ولا یحجوا فالوصیة۔

فتح القدیر میں ہے:

اذا غلب الخوف علی القلوب من المحاربین لوقوع النھب والغلبة منھم مراراً أو سمعوا أن طائفة تعرضت للطریق ولھا شوکة والناس یستضعفون أنفسھم علیھم لایجب۔ (۱)

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

یشترط أن لایکون خائفا من سلطان یمنع عنه۔ (۲)

منسک متوسط میں امام العالم علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سندی اور اس کی شرح مسلک متقسط میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

من خاف من ظالم أو عدوأ وسبع أو غرق أو غیر ذلك أي غیر ما ذکر من قاطع طریق أو مکاس أو مناع لم یلزمه ھ

ھ وھذا کما تری علی اختیار أن الامن شرط وجوب الاداء۔

أداء الحج أي بنفسه بل بماله والعبرة بالغالب أي في الأمن وغیره براً بحراً فإن کان الغالب السلامة یجب وإلا أي إن کان الغالب القتل والھلاك فلا، کذا قاله أبو اللیث وعلیه الفتوی، وفي القنیة وعلیه الاعتماد۔

جب یہ معلوم ہولیا تو ہم کہتے ہیں اور بجزم ویقین کہتے ہیں کہ آج جب کہ حجاز مقدس میں ابن سعود منحوس ونا مسعود مخذول ومطرود ومردود اور اس کے ہمراہیان نامحمود کا نحس ورود ہے اور حسب بیان سائل فاضل ودیگر کثیر حضرات حجاج وافاضل امان مفقود ہے، فرضیت ساقط ہے۔ یا ادا غیر لازم ہے کہ اللہ عزوجل نے حج اسی پر فرض فرمایا ہے جو استطاعت رکھتا ہو اور یہاں سرے سے استطاعت ہی نہیں۔

قال تعالیٰ:

---

(۱) [فتح القدیر لابن الھمام ، کتاب الحج۔۲/۴۱۸]

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (۱)

وہ حجاج جو ایسے مال کے مالک نہیں جو ان کے دیون ومسکن وفرش وثیاب وفرش سلاح ونفقہ عیال واولاد صغار سے جانے آنے کی مدت تک زائد اور زاد وراحلہ کے لیے کافی ہو زیر بحث ہی نہیں کہ ان پر فرض ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں یہاں تک کہ خود نجدی بھی اور ہمارے خیال میں ایسے ہی حجاج اکثر وبیشتر ہوتے ہیں۔ کہ غربا ہی زیادہ جاتے ہیں امرا سے کون جاتا ہے الا ماشاء اللہ۔ رہے وہ جو طبقۂ امرا سے ہیں تو اگر امن ہوتی ان پر حج کرنا فرض ہوتا۔ اب جب کہ یہ بار بار ثابت ہولیا کہ امن مفقود ہے، فرضیت حج یا وجوب ادا کیوں کر موجود ہے، یہاں تو ضرب وقتل بعض حجاج ونہب بعض اموال سائر حجاج ثابت ہے، اگر ثابت نہ بھی ہوتا تو یہ تو کسی سے مخفی نہیں کہ نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر مشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے، ان کا یہ عقیدہ خبیثہ اور ان کا قتل ونہب مسلمین کا عادی ہونا ہی مسلمانوں کے ان سے خوف ضرب، نہب وقتل وغارت کا کافی ذریعہ ہے۔ اور اب جب کہ وہ سب ان خبثا نے کر کے دکھا دیا جس کی ان کے اس ملعون عقیدے سے قوی امید ہوسکتی تھی تو اب تو عدم امن پر تعین کامل ہو گیا، جب ظن غالب ہی سقوط فرضیت یا عدم لزوم ادا کے لیے کافی ہے کہ ظن غالب فقہیات میں ملحق بالیقین ہے۔ کما صرحوا به قاطبة تو یقین کامل تو اس سے بھی اعلیٰ ہے، اب فرضیت حج یا لزوم ادا کا علم کیوں کر ہوسکتا ہے۔

فتاویٰ خانیہ میں ہے:

من الشرائط الاستطاعة وهي أن يملك مالاً فاضلاً عن مسكنه وفرغه وثياب بدنه وفرسه وسلاحه ونفقة عياله وأولاده الصغار مدة ذهابه وإيابه وان كفى ذلك الفاضل للزاد والراحلة محملاً أو زاملة أو شق محمل كان عليه الحج۔(۲)

بدائع میں ارشاد کیا:

أما تفسير الزاد والراحلة فهو أن يملك من المال مقدار مايبلغه الى مكة ذاهباً وجائياً راكباً لاما شيا بنفقة وسط لا إسراف فيه ولاتقتير فاضلاً عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه وأثاثه ونفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه۔(۳)

---

(۱) [سورة آل عمران : ۹۷]

(۲) [الفتاوى الخانية على هامش الهندية:]

(۳) [بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع ،فصل شرائط فرضية الحج۔۲/۱۲۲]

ہندیہ میں فرمایا۔

وسوی مایقضي به ديونه ويمسك نفقة عياله ومرمة مسكنه ونحوه إلى وقت انصرافه ۔(۱)

ایسا ہی محیط امام سرخسی میں ہے:

یہاں تک کہ بعض علما نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص تجارت سے معیشت کرتا ہو پھر وہ ایسے مال کا مالک ہو جو زادسفر وراحلہ ونفقہ عیال واطفال کے لیے وقت خروج سے واپسی تک کافی ہو اور راس مال تجارت بھی باقی رہے، جب تو فرض ہے اور اگر سب کو کافی ہو کر تجارت کا راس المال نہیں بچتا تو فرض نہیں

خانیہ میں نیز عالم گیری وغیرہا میں فرمایا:

قال بعض العلماء: إن كان الرجل يعيش بالتجارة فملك مالاً مقدار مالو دفع منه للزاد والراحلة لذهابه وايا به ونفقة عياله وأولاده من وقت خروجه إلى رجوعه ويبقى له بعد رجوعه رأس مال التجارة التي يجربها كان عليه الحج وإلا فلا۔(۲)

بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی میں ہے:

إن الله تعالیٰ شرط الاستطاعة ولاستطاعة بدون أمن الطريق كما لا استطاعة بدون الزادو الراحلة۔(۳)

فتاویٰ عالم گیریہ میں تبیین الحقائق امام فخر الملۃ والدین زیلعی سے ہے:

قال أبو الليث: إن كان الغالب في الطريق السلامة يجب، وإن كان خلاف ذلك لا يجب وعليه الاعتماد۔(٤)

امام فقیہ النفس فخر الاسلام فخر الدین قاضی خان نے حضرت امام فقیہ ابو اللیث سے نقل فرمایا:

إن كان الغالب في الغالب في الطريق السلامة يفترض الحج وإن كان الغالب هو الخوف والقطع لايفترض۔

---

(۱) [الفتاوى الهندية ، الباب الأول في تفسير الحج۔ ۱/ ۲۱۷]

(۲) [الفتاوى الهندية ، الباب الأول في تفسير الحج۔۱/ ۲۱۸]

(۳) [بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ،فصل شرائط فرضية الحج۔۲/ ۱۲۳]

یعنی اگر راہ میں سلامتی (جان و مال) غالب ہو تو حج فرض ہے اور اگر غالب خوف وقطع ہو تو فرض نہیں
مجمع الانہر میں فرمایا:

والمعتبر غلبة السلامة في الطريق على المفتى به۔(۱)

للہ انصاف! کیا اس نجس کے ایسے گندے ناپاک مظالم پر بھی خوف وقطع غالب نہ ہوگا تو پھر اور کونسا وقت غلبۂ خوف وقطع کا ہوگا۔

آہ! صد آہ! وقت آج اسلام و مسلمین پر نیا نہیں، یہ مصیبت کبریٰ وداہیۂ عظمیٰ پیشتر بھی ہو چکی، دور قرامطہ ملعونین میں بھی ائمہ وعلما نے سقوط حج کا فتویٰ دیا تھا، امام کرخی نے اس وقت جو واجب جانا تھا وہ اس لیے کہ ان کی خیال مبارک میں حاجیوں سے قرامطہ ملاعنہ کے شر کا دفع ممکن تھا۔
فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی:

حيث قال: محمله أنه رأى أن الغالب اندفاع شرهم عن الحاج ۔(۲)

نہ یہ کہ دفع شر قرامطہ تو ان کے نزدیک بھی ناممکن تھا مگر حج کو جانا پھر بھی واجب ہی تھا۔ اعلیٰ حضرت سیدی والد ماجد قدس سرہ نے جد الممتار میں فرمایا:

فإذا لم يغلب فلا يشك في عدم الافتراض۔

تو یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر دفع شر اشرار لئام ناممکن ہو تو کسی کے نزدیک بھی اس وقت حج کرنا فرض نہیں رہتا۔

اب ہر وہ شخص جس کے سر میں دماغ، دماغ میں عقل اور پہلو میں دل، اور دل میں ذرا سا انصاف، اور چہرے پر آنکھیں اور آنکھوں میں حق کی روشنی، کان اور کانوں میں قوت سمع موجود ہے، دیکھتا ہنستا سمجھتا اور اعتراف کرتا ہے کہ آج ان نجدیان نافرجام کے اس فتنے کی روک تھام حاجیوں سے ممکن نہیں تو کس طرح ان پر حج کرنا فرض ہوگا۔

بے دریغ قتل حجاج نجدیہ سے ثابت۔ اور جامع الرموز میں واقعات امام ناطقی سے نقل کیا:

إن قتل بعض الحاج عذر في ترك الحج۔(۳)

---

(۱) [مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأنهر، شروط الحج۔ ۲۶۲/۱]

(۲) [فتح القدير لابن الهمام كتاب الحج۔ ۴۱۸/۲]

(۳) [الدر المختار، مسائل شتى. ۷۳۹/۶]

یوہیں بزازیہ میں فرمایا:

قتل بعض الحجاج عذر مالم یظهر الأمن عن وقوع مثله۔

یونہی علامہ طحطاوی کے حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

قتل بعض الحجاج عذر۔(۱)

یونہی ابوالسعو دوطحطاوی علی الدر میں ہے۔ درمختار میں تصریح فرمائی کہ....

ان قتل بعض الحجاج عذر۔(۲)

یعنی بے شک بعض حجاج کا قتل ترک حج کے لیے عذر ہے اور جب تک امن نہ ہو عذر رہے گا۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی نے ردالمحتار میں زیر قول مذکور درمختار علامہ حموی سے نقل فرمایا۔

أي في كل عام أو في غالب الأعم اه وحينئذ فلاتكون السلامة غالبة۔(۳)

یعنی ہر برس یا غالب اعوام میں ایسا واقع ہوتا ہو تو اس وقت غلبۂ سلامت نہ رہے گا۔ اس عبارت پر کوئی حامی نجدیاں بغلیں نہ بجائے کہ دیکھیے ابھی نجدی قبضہ کو بہت برسیں نہ ہوئیں (خدا جلد نجدیوں کو دفع فرمائے) جس سے کھلتا کہ انھوں نے ہر برس بعض حجاج کو قتل کیا یا اکثر برسوں میں۔ کہ امن طریق کی بحث میں وہ یہ فرماتے ہیں: جہاں ہر سال چوروں ڈاکوؤں کا ہونا ضرور نہیں، نہ اکثر ہونا کچھ ضرور۔ تو غلبۂ سلامت اس وقت تک نہ جائے گا جب تک ہر سال یا غالب اعوام میں قتل وغارت واقع نہ ہو۔ ہاں جب اکثر ہوگا تو غلبۂ سلامت نہ ہوگا کہ ظن غالب ہوگا کہ وہ وہیں رہتے یا قوافل کی خبریں معلوم کر کے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ ہم تو وہاں کلام کر رہے ہیں جہاں آج فتنہ انگیزوں، مفتنوں، کمینہ خصائل جنگلیوں، نجدی وحشیوں نے پڑاؤ ڈال دیے ہیں اور برابر قتل وغارت اور فتنہ وفساد کرتے رہتے ہیں۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جب حاجیوں کو یہ معلوم ہو کہ راہ میں ایسے قطاع کا مسکن ہے جو ان کی تاک ہی میں لگے ہوئے ہیں، اور ہتھیار بند فنون حرب سے واقف بہت بڑے جتھے والے ایسے جن سے ان کی کوئی پیش نہیں جائے گی، ایک سال جا کر حاجی انھیں دیکھ اور اپنے بعض قتل کرا آئے ہوں پھر بھی ان پر حج کا ادا کرنا لازم ہے، جب تک ان کے دفع کا اطمینان نہ ہو لے۔ کیا فتح القدیر کی ابھی وہ عبارت نہ دیکھی کہ أو سمعوا الخ۔

---

(۱) [حاشية الطحطاوي على المراقي، كتاب الحج: ۱/۷۲۸]

(۲) [الدرالمختار، كتاب الحج۔۲/٤٦٣]

وہ توسمعوا فرماتے ہیں اور یہاں تو حجاج اپنی آنکھوں دیکھ آئے ہیں۔ اس عبارت میں تو قتل وہلاک کا محض ظن غالب ہی تھا یہاں تو قتل وغیرہ آنکھوں دیکھا ہے۔

یونہی نجدی حیلوں کی گردن زنی کر علامہ شامی نے اس کے بعد یہ فرمادیا کہ....

فیہ نظر، فإن غلبة السلامة لیس المراد بها لکل أحد بل للمجموع، وهي لاتنتفي إلا بقتل الأکثر أو الکثیر، أما قتل اللصوص لبعض قلیل من جمع کثیر سیمافیما إذا کان لتفریطه بنفسه وخروجه من بینهم فالسلامة فیه غالبة۔(۱)

اب آپ غور فرمائیے کہ علامہ شامی نے جو نظر فرمائی اس کا منشا یہ ہے کہ مطلق بعض جس کا اطلاق اتنے قلیل پر بھی ہوسکتا ہے جس سے خوف غالب نہ ہو اور غلبہ سلامت باقی رہے جیسے کسی خاص سبب سے اکادکا قتل ہوتا ہی رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے نہ غلبۂ سلامت جاتا ہے نہ قلوب پر خوف غالب ہوتا ہے عذر نہیں ہوسکتا۔ ہاں جب قتل زیادہ ہوجائے اور غلبۂ سلامت نہ رہے یعنی حالت معتاد سے وہ قتل متجاوز ہوجائے تو عذر ہوگا۔ تو بعض سے مراد وہ بعض ہوئے جن کے قتل سے غلبۂ خوف ہوجائے اور غلبۂ سلامت جاتا رہے جیسا کہ ہر ذی عقل پر ظاہر ہے۔ تو

لا تنتفي إلا بقتل الأکثر أو الکثیر۔ (۲)

میں کثیر واکثر سے مراد اکثر فی نفسہ ہے نہ اضافی جس کے یہ معنی ہوں کہ مقتولین کی تعداد غیر مقتولین سے بڑھ جائے ظاہر ہے کہ اسے کوئی تسلیم نہیں کرسکتا، ورنہ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مثلاً بیس لاکھ حاجیوں سے جب تک پندرہ لاکھ یا دس لاکھ سے کچھ زائد قتل نہ ہوں غلبۂ سلامت باقی ہے۔

ولاحول ولاقوة إلا بالله.

یہیں علامہ شامی فرماتے ہیں:

نعم إذا کان القتل بمحاربة القطاع مع الحجاج فهو عذر إذا غلب الخوف لمامر عن الفتح من أنه یشترط عدمه غلبة الخوف الخ۔(۳)

اگر اکثر وکثیر سے قلیل مراد ہوتا تو علامہ قتل بالمحاربہ میں بھی یہی فرماتے کہ....

---

(۱) [ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحج: مطلب في قولهم یقدم حق العبدعلی حق الشرع۔۲/۴۶۳]

(۲) [ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحج: مطلب في قولهم یقدم حق العبدعلی حق الشرع۔۲/۴۶۳]

(۳) [ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحج: مطلب في قولهم یقدم حق العبدعلی حق الشرع۔۲/۴۶۳]

وهي لاتنتفي إلا بقتل الأكثر أو الكثير۔(۱)

جب اس صورت میں وہ بے اکثر قتل عذر مانتے ہیں تو ہرادنیٰ سمجھ والے پر روشن ہے کہ ان کی مراد اکثر وکثیر سے فی نفسہ اکثر وکثیر ہے نہ وہ جو مقابل قلیل ہے۔اکثر وکثیر سے مراد وہ اکثر وکثیر لینا جو قلیل کے مقابل ہے نرا جنون ہے کہ علامہ شامی کی وہ نظر بعینہ صورت قتل بمحاربہ میں بھی ویسے ہی جاری ،اور اسے وہ بے اکثر وکثیر تسلیم فرمارہے ہیں یہاں بھی تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ غلبۂ سلامت ایک کے لیے مراد نہیں بلکہ مجموع کے لیے،اور وہ اس وقت تک منتفی نہ ہوگا جب تک محاربہ قطاع سے کثیر یا اکثر نہ قتل ہوں۔الحمدللہ ہرفہیم پر روشن ہے کہ یہ عبارت شامی....

نعم إذا كان القتل بمحاربة القطاع مع الحجاج فهو عذرالخ۔(۲)

نجدیہ کی رگ جان قتل کررہی ہے یعنی محاربہ ایسی چیز نہیں جو کالمعتاد ہو اور چوروں کا قافلہ سے کسی ایک آدھ کو قتل کردینا مثل معتاد ہے کہ اکثر ہوتا ہے،اور اس سے غلبۂ خوف نہیں ہوتا نہ غلبۂ سلامت جاتا ہے بلکہ اسی طرف ان کا یہ ارشاد بھی ناظر،

وأيضافانما يحصل من الموت لقلة الماء وهيجان السموم أكثر فمايحصل بالقتل باضعاف كثيرة۔

اس میں علامہ نے صاف کردیا کہ اگر معتاد قتل ہوجانا بھی واقع غلبۂ سلامت مانا جائے تو قلت ماء وہیجان سموم وغیرہ سے جو اموات کثیرہ واقع ہوتی ہیں وہ بدرجہ اولیٰ رافع غلبۂ سلامت ہوں گی۔

وإذا ليس فليس۔

علاوہ بریں علامہ شامی کی یہ عبارت امن طریق کے بارے میں ہے،یعنی راہ میں احیاناً اگر قتل واقع ہو تو غلبۂ سلامت بقتل اکثر یا کثیر ہی منتفی ہوگا،یہ وہاں سے کسی طرح متعلق نہیں جہاں پہلے سے معلوم ہے کہ شوکت والا گروہ ہے جس سے حاجی اپنے آپ کو ضعیف پاتے ہیں۔کیا نہ دیکھا کہ علامہ شامی نے وہ عبارت فتح استناداً نقل فرمائی جس میں ہے:

---

(۱) [ردالمحتار على الدرالمختار ،كتاب الحج :مطلب في قولهم يقدم حق العبدعلى حق الشرع۔۲/۴۶۳]

(۲) [ردالمحتار على الدرالمختار ،كتاب الحج :مطلب في قولهم يقدم حق العبدعلى

أو سمعوا إن طائفة تعرضت للطريق ولها شوكة الخ۔(۱)

یہاں اکثر تو اکثر ایک بھی قتل نہیں اور غلبۂ سلامت مفقود اور غلبۂ خوف موجود۔ اگر علامہ شامی کا وہ ارشاد یہاں سے بھی متعلق مانا جائے تو کیا ان کے کلام میں کھلا تناقض مانا جائے گا۔ اور سب جانے دو تو مانحن فیہ میں بھی تو محاربہ ہی ہے، کیا مصری حجاج پر نجدیوں کا حملہ اور اس میں حجاج کا قتل کوئی چھپی ڈھکی بات ہے، اور محاربہ کے متعلق علامہ شامی ہی کی تصریح ابھی گزری، بھاری بھاری محصول جبراً لینا اس کا معلوم اور منسک و مسلک میں گزرا۔

من خان من قطاع طريق أو مكاس أو مناع لم يلزمه اه۔ مختصراً

اور امام ابوبکر حصاص اور امام ابوالفضل کرمانی اور امام ترجمانی اور امام وبری اور امام عبداللہ ثلجی اور امام ابن شجاع وغیرہم ائمہ کے اس فتوائے سقوط فرضیت حج کی وجہ بھی علمائے کرام نے یہی تحریر فرمائی ہے کہ بے رشوت دیے کام نہ چلتا تھا اور رشوت دینا ناجائز اور جس طاقت میں کسی محظور و منکر کا ارتکاب کرنا پڑے وہ مرتفع ہو جاتی ہے۔ مضمرات و فتاویٰ قاضی خان و فتح القدیر و بزازیہ وغیرہا کتب معتمدہ معتبرہ میں ایسا ہی فرمایا۔

نیز جامع الرموز میں ہے:

إنما قالوا ذلك، لأنه لا يتوصل إلى الحج إلا بالرشوة فتكون سبباً للمعصية، ومتى يؤل لأمر إلىٰ هذا يرتفع الطاعة۔

امام ابوالفضل کرمانی نے فرمایا کہ.....

لو لم يتمكن من المضى وسلوك الطريق إلا برفع شئ من ماله ونفقته كالمكس ونحوه، قال بعض أصحابنا: هو عذر ولايجب الحج حتى أنهم قالوا: يأثم بدفع ذلك إلى الظلمة ويجوز له أن يرجع من المكان الذي يؤخذ منه المكس والخفارة أي قبل الأخذ منه۔

یعنی اگر راہ روی پر بے ظالموں کو اپنے مال و نفقہ سے کچھ دیے قدرت نہ پائے جیسے مکس وغیرہ۔ ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا یہ عذر ہے اور (اس وقت) حج واجب نہیں یہاں تک کہ ان فقہائے کرام

---

(۱) [ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحج: مطلب في قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع۔ ۲/۴۶۳]

نے تصریح فرمائی کہ ظالموں کو کچھ دے دینے پر گناہ گار ہوگا اور اسے وہاں سے جہاں مکس وغیرہ لیا جاتا ہو اخذ سے پہلے واپس ہوجانا جائز ہے۔

قنیہ ومجتبیٰ میں ہے کہ امام وبری نے ارشاد کیا:

للقادر على الحج أن يمتنع منه بسبب المكس الذي يؤخذ من القافلة وكذا لو كان في الطريق خفارة۔(۱)

یہاں شاید کوئی کہنے والا کہے کہ کتب معتمدہ معتبرہ میں اس کے معارض بھی ہے مثلاً جامع الرموز ہی میں منیہ سے نقل کیا:

لا يمنع الحج بالمكس؛ فانه لا يخلو قافلة عن ذلك، فلو سقط الحج بمثل ذلك ارتفع العمل.

بقوله تعالى: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (۲)

بزازیہ میں فرمایا:

والإمام الكرخي وبعض فقهائنا لم يرضوا به، والمختار عدم السقوط، لأن البادية والطريق ماخلت عن آفة ومانع ماوانّى يوجد رضاء الله تعالىٰ وزيارة الأماكن بلامخاطرة۔(۳)

نیز اسی میں فرمایا:

واختلف أن الأمن هل يرتفع بأخذ الخبايات في الطريق وقد ذكرناه۔

ہماری نظر میں یہ نصوص ضرور ہیں، اور قنیہ میں اسی پر اعتماد کیا۔ اور مجتبیٰ میں اسی کو معتمد ٹھہرایا۔ اور بزازیہ میں اسی کو مختار رکھا۔ اور منہاج میں اسی پر فتویٰ بتایا۔ مگر بحث سے یہ بھی خالی نہیں کہ ردوقدح یہاں بھی موجود۔ بات یہ ہے کہ منشائے اختلاف صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کرام نے اس بناپر کہ مکس رشوت ہے اور رشوت جس طرح لینا حرام یونہی دینا بھی، اور طاعت جب سبب معصیت ہو فرض نہیں رہتی۔ مطلقاً مکس وغیرہ کو عذر ٹھہرادیا۔ یہ حضرات اس سے راضی نہیں ہوئے کہ اگر مکس وغیرہ لینے کی

---

(۱) [البناية شرح الهداية، باب ما تتحق به الاستطاعة في الحج: ۴/۱۴۸]

(۲) [آل عمران: ۹۷]

صورت یہ ہو کہ آدمی مضطر ہو جائے تو اس صورت میں اس پر اثم نہیں۔اور جب اثم نہ رہا تو طاعت سبب معصیت نہ ہوئی تو مرتفع نہ ہوئی، جب مرتفع نہ ہوئی تو جانا لازم ہوا۔انھوں نے اس لیے کہ مکس وغیرہ ہوتے ہوئے بھی دے کر جانا لازم قرار دیا۔ہاں ادائے مکس پر قادر ہونا لازم جانا تو بظاہر یہ بات ہونی چاہیے تھی کہ ان کے نزدیک حالت اضطرار میں مکس عذر نہ ہوتا، اور حالت التزام میں ہوتا کہ حالت اضطرار میں ارتفاع اثم ہے نہ حالت التزام میں۔مگر جیسے ان حضرات نے مطلقاً مکس کوئی بھی حالت ہو عذر ٹھہرا دیا یوہیں انھوں نے کوئی بھی حالت ہو اضطرار خواہ التزام سب میں کہہ دیا کہ مکس عذر نہیں۔

يجب الحج وإن علم أنه يؤخذ منه المكس۔(١)

امام ابن الہمام نے بھی فرمایا تھا کہ.....

ثم الإثم في مثله على الأخذ لا المعطى۔(٢)

اس پر علامہ شامی نے علامہ ابن کمال پاشا رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک نفیس اعتراض نقل کیا۔

شامی میں فرمایا:

واعترضه ابن كمال باشافي شرحه على الهداية بأن ما ذكرفي القضاء وليس على اطلاقه، بل فيما إذا كان المعطى مضطراً بأن لزمه الإعطاء ضرورة عن نفسه وماله، أما إذا كان بالالتزام منه فبالاعطاء۔(٣)

أيضا ياثم۔ ومانحن فيه من هذا القبيل وأقره في النهر۔(٤)

امام ابن ہمام نے جو یہ فرمایا کہ رشوت دینے کا گناہ نہ ہوگا لینے والے پر ہوگا جیسا کہ کتاب القضا میں تقسیم رشوت سے معلوم ہولیا۔اس پر علامہ ابن کمال پاشا نے یہ اعتراض فرمایا کہ کتاب القضاء میں جو مذکور ہوا ہے وہ مطلق نہیں بلکہ اثم نہ ہونا اس صورت میں ہے جب کہ دینے والا مضطر ہو کہ اسے اپنی جان یا مال کی حفاظت کے لیے اعطا لازم ہو گیا ہو لیکن اگر دینے والے نے اس کا التزام کیا ہو تو دینے والا بھی آثم ہوگا۔اور ہم جس میں کلام کر رہے ہیں وہ اسی قبیل سے ہے۔

---

(١) [البناية شرح الهداية، باب ما تتحق به الاستطاعة في الحج :٤/١٤٨]

(٢) [فتح القدير لابن الهمام، كتاب الحج :٢/٤١٨]

(٣) [ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحج :٢/٤٦٣]

اور نہر میں اسے برقرار رکھا۔

علامہ ابو سعود سے اس اعتراض کا ایک جواب بھی ردالمحتار میں نقل فرمایا ہے۔

حیث قال: وأجاب السید ابو السعود بأنه هنامضطر لاسقاط الفرض عن نفسه ۔(۱)

یعنی دینے والا اپنے نفس سے اسقاط فرض کے لیے مضطر ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ سیدنا الوالد الماجد قدس سرہ ربہ الواحد نے اس جواب پر اپنے حاشیہ جدالممتار علی ردالمحتار میں یہ ارشاد کیا:

هذا أول الكلام فإنهم يقولون: لايفترض إذن للتوقف على ارتكاب حرام یعنی:

ہر پھر کے دائرے ہی میں رکھتے ہیں ہم قدم آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں

یہ تو جہاں سے چلے تھے وہیں آ گئے ۔ یہ تو اول کلام ہے، اس لیے کہ وہ حضرات اس وقت فرض ہی کب مانتے ہیں، جس طاعت کا ارتکاب حرام پر توقف ہو وہ مرتفع ہے فرض نہیں۔

نیز التحریر المختار حاشیہ ردالمختار میں بھی اس کے مصنف نے فرمایا:

هذا الجواب يستقيم على رواية أن الأمن شرط لوجوب الاداء لا للوجوب۔

اس کا بھی حاصل وہی ہے کہ وہ حضرات تو امن کو شرط وجوب فرماتے ہیں اور یہ جواب اس شرط پر ٹھیک نہیں۔

یوہیں درمختار میں جو فرمایا:

مع أمن الطريق۔

ولو بالرشوة۔

اسے خود انھوں نے فرمادیا کہ....

على ما حققه الكمال۔(۲)

یعنی امام ابن ہمام کی تحقیق کی بنا پر۔ اوران کی وہ تحقیق ابن کمال پاشا اور نہر کے اعتراض سے مخدوش ہوگئی تو درمختار اور طحطاوی وغیرہ کا ولو بالرشوة فرمادینا بھی۔

---

(۱) [ردالمحتار علی الدر المختار ، کتاب الحج :۲/۴٦۳]

(۲) [ردالمحتار علی الدر المختار ، کتاب الحج :۲/۴٦۳]

علامہ رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت خوب ارشاد فرمایا:

وإن كان الاثم على الأخذ لكن وجود الضرر العائد على المعطي في ماله صيره عذراً في ترك الحج۔(۱)

یعنی مانا کہ گناہ لینے والے پر ہے لیکن معطی کے مال میں جو ضرر عائد ہے اس نے اسے ترک حج کا عذر کردیا۔

یہی علامہ رملی مقطع کا بند تو یہ ارشاد کرتے ہیں کہ....

ولو صح هذا للزم الحج مع تحقق القتل والنهب ۔(۲)

اگر یہ صحیح ہو تو ضرور حج مع تحقق قتل ونہب لازم ہو۔ اسی لیے

جامع الرموز میں یہ دونوں قول نقل کرکے کہا:

فا لاعتماد على ما قال الفقيه أبو الليث إنه إن غلب سلامة الطريق ففرض والافساقط۔

اگر سلامت جان ومال غالب ہو تو فرض ورنہ ساقط۔ یہ مسئلہ اگر چہ بہت مختلف فیہا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ہنگام ضرورت جب دوسرے مذہب کے امام کے قول پر عمل کی اجازت ہے تو کیا اپنے مذہب کے ایک ایسے قول پر عمل حرام ہوگا جو کسی ایک عالم کا قول نہیں بلکہ بہت سے کبار ائمہ وعلما کا قول ہے، اور ضروریات بھی کیسی عظیم دینی ضرورت۔[آہ آج بن سعود جو شنیع وخبیث فتن برپا کررہا ہے وہ کیا کسی سے مخفی ہیں۔ اس کے فتنہ وفساد کے شکاری علما ائمہ ہی نہیں عامۂ مسلمین ہیں۔ اور۔ آہ اس زمین کی سطح بالا ہی تک اس کے یہ فتنے نہیں بلکہ وہ مقدس ہستیاں صحابہ کرم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور آل وازواج اہل بیت اطہار حضور نبی کریم علیہ ثم علیہم الصلاۃ والتسلیم جن میں اکثر کو خود بنفس نفیس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سپرد خاک فرمایا تھا، جو قرنوں سے زیر زمین آرام فرماتھیں انھیں اس ظالم جابر نے وہاں بے چین کیا۔ وہاں ان پر ظلم وستم کیے کہ ان کے مزارات طیبہ بے نام ونشان کردیے ۔ یہی نہیں پاک قبور میں بندوقیں ماریں، گولیوں سے انھیں چھلنی کردیا، نجدی وحشیوں نے ان میں پیشاب کیا، اور معاذ اللہ انھیں مزبلہ بنادیا۔ اتنا ہی نہیں کہ مقابر وآثر ومساجد ڈھاکر اور مسلمانوں کے مال وجان

---

(۱) [البحر الرائق شرح كنز الدقائق، واجبات الحج۔۲/۳۳۸]

(۲) [البحر الرائق شرح كنز الدقائق، واجبات الحج۔۲/۳۳۸]

لوٹ کر وہ بیٹھ جاتا ابھی اسے صبر نہیں آیا۔ آہ۔ آج وہ کعبہ دل ڈھانے کی شب وروز فکریں کر رہا ہے۔ مسلمانوں کے ایمان لوٹنا چاہتا ہے۔ وہ ضلالت وگمراہی کی کتاب پلید برعکس نہند نام زنگی کافور کی فصیح مصداق مسمّیٰ بہ ''کتاب التوحید'' مکہ معظّمہ میں چھاپ کر تقسیم کر رہا ہے۔ اس قلم کی کچھ انتہا ہے۔ یہی نہیں کہ اس کا یہ فتنہ مکہ معظّمہ کے ساکنوں ہی تک محدود ہو بلکہ اس کے مضل صیاد ایام حج میں حاجیوں پر اپنے پر از مکروفریب دام پھینکتے اور اس جعل وزور وگمراہی وضلالت کے جال میں انھیں پھانسنا چاہتے ہیں۔ کیا کوئی ایسی جگہ جانا لازم جانے گا جہاں نہ صرف اس کے مال کے دشمن ہوں بلکہ جانی دشمن ہوں، نہ صرف جان کے لیوا ہوں بلکہ ایمان کے اعدا ہوں، کیا اپنے جان ومال وایمان کی حفاظت فرض نہیں، کیا ایسے دشمن کو جو صرف اپنا دشمن ہو بلکہ اللہ ورسول کا کھلا دشمن ہو اسے طاقت وقوت پہنچانا کچھ برا نہیں۔

یہ حدیث:

من لم يمنعه من الحج حاجة ظاهرة أو سلطان جائراو مرض حابس فليمت ان شاء يهوديًا او نصرانيًا۔(۱)

اپنے اطلاق سے ہماری مؤید ہے۔ نیز جامع الرموز میں جواہر سے ہے:

مع أمن الطريق أي مع ظن مريد الحج أن طريقه امن من العصيان و القتل وغيرهما۔ فان علم أنه لم يأمن غالباً يجوز تأخيره(كما في الجواهر) الايرى أن أبا بكر الوراق خرج حاجاً فلما ذهب مرحلة قال لأصحابه :ردوني فقد أرتكبت سبع مائة كبيرة في مرحلة واحدة فردوه ۔(۲)

مع امن طریق کے یعنی حج کے ارادہ کرنے والے کا غالب گمان یہ ہوا کہ اس کا راستہ عصیان وقتل وغیرہما سے پاک ہے پھر اگر بگمان غالب یہ جانے کہ راہ پر امن نہیں تو تاخیر جائز ہے جیسا کہ جواہر میں ہے اس کے بعد حضرت ابوبکر وراق قدس سرہ کا واقعہ ہے کہ وہ حج کے ارادے سے ایک مرحلہ تک تشریف لائے، پھر بخوف غلبۂ عصیاں اپنے اصحاب سے فرمایا مجھے واپس کردو۔ کیا آج کوئی عصیاں سے انکار کرسکتا ہے۔ کیا ابن سعود کے بازوقوی کرنا اس مخذول ومطرود کے نیچے حرمین محترمین پر اور زیادہ جمنے کا سبب ہوتا اور سانپ کو دودھ پلانا یہ کوئی ہلکی بات ہے۔

---

(۱) سنن الدارمي:۲/۲۹

(۲) [illegible]

بالجملہ روشن نصوص اورواضحہ جلیہ جلیلہ سے یہ امر ظاہر و باہر ہوگیا کہ جب تک نجدی لعین علیہ ماعلیہ کا فتنہ حجاز مقدس میں ہے اس وقت تک حج یا ادائے حج فرض نہیں اے ہمارے رب طفیل سید العجم والعرب اس فتنہ کو جلد دور فرما۔ الٰہی تجھے تیرے محبوب کا واسطہ دے کر ہم عاجز گناہ گار ذلیل و نابکار بندے عرض گزار ہیں کہ ہمارے اعمال بد پر نظر نہ فرماع

بر مامنگر بر کرم خویش نگر۔

اپنے کرم سے ہماری دعائیں قبول کر اے منتقم جبار جلد سے جلد ابن سعود مخذول ومطرود اور اس کے ہر حامی نامحمود مسعود کو عاد وثمود کی طرح ہلاک فرما۔ الٰہی جلد از جلد اپنے اور اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے دیار پاک کو ان نجسوں کی نجاستوں سے پاک فرما۔ ان لعینوں پر اپنے قہر وغضب کی بجلیاں گرا۔

اللھم شتت شملھم وفرق جمعھم وأفسد تدابیرھم وقصرأ عمارھم ودمر دیارھم۔ اللھم مزقھم کل ممزق اللھم خذ أخذ عزیز مقتدر۔

ہمارے اس واضح بیان روشن تبیان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو اس مدت تک حج نہ کریں گے جب تک بعونہ وکرمہ تعالیٰ فتنہ ملعونہ نجدیہ کا استیصال ہو اور استیصال فتنہ سے پہلے ان کا وقت آ جائے گا وہ آثم نہ مریں گے جب کہ اس فتنہ ملعونہ سے پہلے ان پر حج فرض نہ ہولیا اور انھوں نے وقت ادا نہ پالیا ہو۔ کہ اس فتنہ کے بعد سے جب تک یہ فتنہ رہے اوپر معلوم ہو چکا کہ فرضیت حج یا لزوم اور اساقط ہے۔ گناہ تو جب ہو کہ ان پر واجب بھی ہوا ہو، ان کے نزدیک وہ گناہگار ہیں جو وجوب علی التراخی مانتے ہیں۔ نہ ان کے نزدیک جو وجوب علی الفور کے قائل ہیں کہ علی الفور یا علی التراخی واجب تو مستجمع شرائط ہی پر ہوگا اور جب شرط مفقود وجوب مفقود۔ ہاں وہ جن پر اس فتنہ سے پہلے واجب ہوا اور انھوں نے قبل از فتنہ اس کی ادا کا وقت پایا اور ادا نہ کیا ان کے نزدیک جو وجوب علی الفور کے قائل ہیں آثم ٹھہریں گے۔ اور جو وجوب علی التراخی بتاتے ہیں ان کے اس بارے میں تین قول ہیں: ایک کہ وہ آثم نہ ہوں گے، اس لیے کہ جب تاخیر جائز ٹھہری تو انھوں نے کسی محظور کا ارتکاب نہ کیا۔ دوسرا یہ کہ آثم ہوں گے کہ جواز تاخیر نہ تھا مگر بشرط سلامت وادا۔ اور یہی اصح الاقوال ہے۔ اور تیسرا یہ کہ اگر خوف فقر وضعف وکبر تھا اور حج نہ کیا یہاں تک کہ مرگیا تو آثم ہوا۔ اور اگر موت نے اچانک آلیا تو نہیں۔ اور وہ جسے قرب موت کا باامارات وعلامات ظن غالب تھا اور حج کو جب نہ کیا اور اب مرگیا تو بالاتفاق آثم ٹھہرے گا۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

قال الكرماني: لو لم يحج حتى مات فهل يأثم بذلك فيه ثلثة أوجه:
أحدها أنه لايأثم بذلك لأناجوزنا التأخير فلم يكن مرتكبا محظوراً بعد ذلك۔
والثاني أنه يأثم لأنا جوزنا التاخير بشرط السلامة والأداء وهذا، اصح الاقوال۔
والثالث إن خاف الفقر والضعف والكبر فلم يحج حتى مات يأثم وإن أدركته الموت فرجاة قبل خوف الفوات لم يأثم۔ وأما إذا ظن الموت بالأمارات فيأثم بالفوات اتفاقاً لأن العمل بدليل القلب واجب عند فقد ان غيره۔(۱)

مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ جن پر فتنے سے پہلے واجب ہوا وہ اور جن پر اب واجب ہوا ان میں سے جس جس کا اس عرصہ میں وقت آتا جائے وہ وصیت حج کرتا جائے۔ رہا فسق تو وہ قائلین وجوب علی الفور کے نزدیک بھی فوری نہیں کہ تاخیر کے ساتھ ہی فوراً مرتکب فاسق ہو جائے بلکہ بعد اصرار۔

اسی منح الغفار سے ہے:

وينبغي أن لايصير فاسقاً مردودالشهادة على قول أبي يوسف المعتمد، بل لابد أن يتوالي عليه سنون، لأن التاخير في هذه الحالة صغيرة، لأنه مكروه تحريماً ولايصير فاسقاً بارتكابها مدة بل لا بد من الاصرار عليها وهذا ظاهر جد ألما تقررا ن الفورية ظنية ،لأن دليل الاحتياط ظني۔(۲)

یہاں کے نجدیان بدلگام جو آج اس حال میں فرضیت حج یا لزوم ادا کی بانگ بے ہنگام محض نجدیت کے سبب اٹھا رہے ہیں خصوصاً بعض وہ جو زمیندار میں کالم کے کالم سیاہ کرا رہے ہیں اور ایڑی چوٹی کے زور لگائے جا رہے ہیں اور یوں اپنے آقائے نعمت ابن سعود کی نمک خواری کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں ذرا یہ دیکھیں کہ نجدی بھی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ امن شرط فرضیت حج ہے۔ ورنہ آج سے پہلے کیا جتنے نجدی مر گئے اور اس لیے انھوں نے حج نہ کیے کہ مکہ معظّمہ شریف حسین کے پاس تھا، کیا وہ اس کے نزدیک تارک فرض رہے اور مدتوں حج نہ کر کے فاسق و فاجر مرے۔ اگر تمہارے نزدیک نجدیوں کے لیے ترکوں یا شریف حسین کے قبضے میں مکہ معظّمہ ہونا اور نجدیوں کو ان سے محض بدگمانی کی بنا پر خوف قتل ونہب ہونا ان سے فرضیت حج ساقط کرتا ہے تو ہمارے لیے ظالم نجدی جس کے مظالم ظاہر و عالم آشکار ہیں ایسے

---

(۱) [مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، شروط الحج :۱/۲۶۰]
(۲) [مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، شروط الحج :۱/۲۶۰]

مفتن کا وہاں ہونا کیوں عذر نہیں ہوسکتا۔ وجہ فرق بتاؤ۔ الحمدللہ یہ ان منھ زوروں کے مونھ پر ایسا بھاری پتھر ہے جس کے سبب گھٹ گھٹا کر رہ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو لب تک نہ ہلا سکیں گے۔

اپنے مسلمان بھائیوں سے گزارش

گرامی برادران: یہ تو آفتاب نصف النہار کی طرح ہر ذی عقل پر روشن و آشکار ہولیا کہ ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں۔ یا ادا لازم نہیں، تاخیر روا ہے۔ اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اس نجدی علیہ ماعلیہ کے اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے۔ اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اسے تارے نظر آجائیں۔ نجدی سخت نقصان عظیم اٹھائیں۔ ان کے پاؤں اکھڑ جائیں۔ آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے یہی ایک ایسی تدبیر ہے جو انشاء اللہ کارگر ہوگی۔ اب آپ ہی پر فیصلہ ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔

مسلمانو! تم میں کے وہ جن پر حج نجدی بھی فرض نہیں بتا سکتے مثلاً وہ عورتیں جو اتنی ثروت واستطاعت تو رکھتی ہیں جتنی وجوب حج کے لیے درکار مگر انھیں محرم نہیں ملتا جس کے ساتھ وہ حج کو جائیں۔ یا وہ کہ اگر جو مانگ کر حج کو جاتے ہیں ان کو تو اس طرح جب کبھی جائیں جانا جائز ہی نہیں خصوصاً اس وقت۔ یوہیں وہ لوگ جو کچھ مال تو رکھتے ہیں مگر اتنا نہیں جس کے سبب ان پر حج فرض ہو۔ وہ اپنے زن وفرزند کو یوہیں چھوڑ جائیں۔ حقوق العباد میں گرفتار ہو کر اپنے بی بی بچوں کا پیٹ کاٹ کر خود اپنی ضروریات روک کر وہ بھی ایسے وقت اس ظالم نجدی علیہ ماعلیہ کو اس روپے سے جو یوں جمع کیا ہو اور اپنی بی بی بچوں کا حق ہو مدد پہنچائیں۔ کیا کوئی نجدی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ بے محرم جو عورت حج کو جائے اس کے قدم قدم پر گناہ نہ لکھا جائے۔ کیا کوئی وہابی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ مانگ کر حج کو جانا روا ہے۔ یا وہ مال جو بی بی بچوں اور اپنی ضرورتوں سے فارغ نہ ہو اس مال کو لے کر بی بی بچوں کو یوہیں چھوڑ کر چلا جانا جائز ہے۔ کیا ایسوں سے معاذ اللہ یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ جب تم پر حج فرض نہ تھا تو تم نے وہاں جا کر ہمارے اور ہمارے محبوبوں کے دشمنوں کو کیوں مدد پہنچائی۔ رہے وہ جن پر امن ہوتی تو حج کو جانا لازم ہوتا، وہ بھی اس دن سے خوف کریں کہ وہ رحمٰن جو قہار و دیان بھی ہے اگر ان سے سوال کرے کہ جب تمہیں التوا و تاخیر کی اجازت تھی۔ ہمارے بندگان خاص تمہارے اماموں ابوبکر جصاص وابوالفضل کرمانی وعبداللہ ثلجی وابن شجاع اور علمار حمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہمارے ناچیز بندے تمہارے خادم خدام مصطفیٰ رضا نے تم تک پہنچا دیا تھا پھر بھی تم نہ مانے اور تم نے ہمارے اور ہمارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنے مال لٹوا کر مدد پہنچائی۔ ہمارے مقدس شہروں پر انکا نجس قبضہ اور بڑھا دیا۔ تو تم کیا جواب دو گے۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ۔ حج

کو جو مسلمان جائے گا اور حج کرلے گا حج تو ہو جائے گا مگر ہر عاقل کے نزدیک طاعت ایسے طور پر کرنی چاہیے جس سے اللہ عزوجل راضی ہو، طاعت سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو۔ نہ کہ یوں کہ معاذ اللہ معاصی پر شامل ہو۔

یہ تھا حق کا پیغام۔ آگے آپ جانیں اور آپ کا کام۔ والسلام خیر ختام۔

هكذا ينبغي الجواب والله سبحنه وتعالىٰ شانه أعلم بالصواب وإليه المرجع والمآب في كل فصل وباب۔ وصلى الله رب الأرباب وسلم الرحيم التواب على نبينا الأواب مع الآل والأصحاب إلى يوم الحساب۔

كتبه عبده المذنب الفقير مصطفى رضا محمد القادري البركاتي النوري الرضوي البريلوي غفرله مولاه العلى القوى وحقق أمله وأصلح عمله بفيضه العلي آمين ۲۹/ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ

تصدیقات علمائے کرام بریلی

الحکم الحکم والعلم عند من له العلم

الفقیر محمد حامد رضا القادری النوری الرضوی غفرلہ

لقد اصاب المجیب

رحم الٰہی غفرلہ مدرس مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی

صح الجواب

الفقیر القادری محمد عبدالعزیز غفرلہ رضوی مدرس مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلی

الجواب ھو الصواب

رضا حسن عفی عنہ بریلوی (دبیر کامل وفاضل ادب لکھنؤ یونیورسٹی)

الجواب صواب سیدنا المجیب مثاب

فقیر ابوالفتح عبیدالرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصدق والصواب

کتبہ محمد ضیاء الدین التلہری المکنی بابی المساکین عفا عنہ رب العالمین

لقد اصاب المجیب

عبدالرحمٰن قادری رضوی غفرلہ

للہ در المجیب

فقیر تقدس علی رضوی غفرلہ خادم طلبہ ونائب مدیر دارالعلوم منظر اسلام بریلی

صح الجواب والمجیب لقد اصاب

فقیر عبدالعزیز قادری رضوی مصطفوی متعلم مدرسہ منظر اسلام

لقد اصاب المجیب

فقیر محمد زبیر احمد غفرلہ

اصاب من اجاب

محمد حسنین رضا قادری بریلوی

الجواب الجواب وھو الحق والصواب

فقیر ابوالانوار سید محمد شرف الدین اشرفی جیلانی جائسی عفی عنہ

ابوالانوار سید محمد شرف الدین اشرفی جائسی

المجیب مصیب وجزأہ اللہ الحسیب

فقیر احسان علی مظفر پوری۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی

الجواب صحیح والمجیب نجیح

فقیر غلام جیلانی اعظمی عفی عنہ

لقد اصاب واطاب واجاد سیدنا فی ما احباب

العبد الکئیب الاواہ اسیر المحن راجی رحمة ربہ ذی المنن

الفقیر محمد ابرار حسن خادم الافتاء فی دار العلوم منظر الاسلام الکائنۃ فی بلدۃ بریلی

للمجیب در المجیب قد أجاد فیما أجاب وأفاد وأطاب وأفاض وأصاب واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

نمقہ محمد ابراہیم رضا القادری الرضوی الحامدی البریلوی غفرلہ مولاہ القوی آمین خادم طلبۃ العلم ومدیر دار العلوم منظر اسلام ببلدۃ بریلی۔

صح الجواب بلاشك وارتیاب والمجیب مصیب ومثاب واللہ اعلم بالصواب

احقر محمد کامل غفرلہ

الجواب صحیح وخلافہ قبیح

محمد ثاقب علی نقشبندی خلیل آبادی غفرلہ

عام مسلمانوں کے بارے میں ابن سعود کے اعتقاد اور اس کے افعال حرکات فتنہ وفساد کی وجہ سے جب مسلمان مخدوش ہیں اور اپنی جان ومال عزت وآبرو کے متعلق اس کے اعتقادات کی وجہ سے غیر مامون ہیں تو اس بلا ومصیبت کے دفع ہونے تک انتظار کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ اس مصیبت کو مسلمانوں سے دفع فرما کر انھیں حج وزیارت کا اطمینانی موقع دے آمین

محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری میجروی غفر اللہ المولیٰ القوی

الحمد للہ ماأجاب بہ مولانا المحقق واستاذنا المدقق أدام اللہ وجودہ وجودہ

ومدظله فهو الحق بلافرية وخلافه باطل بلامرية والله سبحنه وتعالىٰ أعلم وعليه جل مجده أتم وأحكم حرره الفقير أبو الفرح عبد الحامد محمد على السني الحنفي الرضوي الحامدي غفرله ذنبه الجلي الخفي مولاه العلي القوي۔ آمين۔

الحكم بالتواء الحج صحيح والمجيب نجيح. فقیر حشمت علی غفرلہ المولیٰ سنی حنفی بریلوی

تصدیقات علمائے کرام اجمیر شریف

نجدیان لئام کا یہ مشہور عقیدہ ہے کہ اپنے ہم عقیدہ کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر مشرک مباح الدم جانتے ہیں، مسلمانوں کے جان ومال تلف کرنا اچھا سمجھتے ہیں، حدیث میں بھی ان کے بارے میں ارشاد ہوا۔

يقتلون أهل الاسلام ويدعون أهل الاوثان۔(۱)

ان کی علامت ہے کہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں سے تعرض نہ کریں گے۔

آمنت باللہ ورسولہ صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [جب ان بدکرداروں کے یہ عقائد و اقوال وافعال ہیں تو نرا احمق وہ جو کہے کہ شیر کے کٹہرے میں بھی انسان کے لیے امن ہے، اگر اسی کو امن کہا جائے تو بدامنی کی صورت مفقود اور امن کی شرط بے فائدہ۔ اور جب اللہ کی حکومت میں مسلم کے لیے امن نہیں تو شرط فرضیت حج معدوم۔ مسلمان پنج وقتہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس قرن الشیطان اور اس کے متبعین کو جلد فنا کرے کہ امن وامان کے ساتھ حج وزیارت نصیب ہوں۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم

کتبہ الفقیر ابو العلا محمد امجد علی الأعظمی الرضوی عفی عنہ

ذلك كذلك إني مصدق لذلك.

فقیر ابو الضیاء محمد حفیظ الدین امجدی نعمانی مصطفوی رضوی قادری جیلانی

تصدیقات علمائے کرام مارہرہ شریف

الجواب صحيح

فقیر اسمٰعیل حسن عفی عنہ قادری احمدی برکاتی مارہروی خادم آستانہ وسجادہ برکاتی احمدی

الجواب صحيح والله تعالىٰ اعلم. فقیر اولاد رسول محمد میاں القادری البرکاتی غفرلہ

---

(۱) [صحيح البخاري، باب قول الله عزوجل: وأما عاد۔ ۱۳۷/٤

تصدیقات علمائے کرام کچھوچھہ شریف

اصاب من اجاب

عبدہٗ فقیر سید ابواحمد المدعو محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی الکچھوچوی فیض آبادی

المجیب مصیب

فقیر ابوالمحمود سید احمد اشرف اشرفی جیلانی متوطن کچھوچھہ شریف

تصدیقات علمائے کرام مرادآباد

نعم الجواب حبذاالتحقق للصدق والصواب

اللهم اعط الجزاء الخير لكاتبه فی الدين آمين يارب العلمين

کتبہ العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین

لله در المجيب المثاب والله اعلم بالصواب

فقیر محمد عمر نعیمی غفا اللہ عنہ مرادآبادی

الجواب صحیح

فقیر محمد احسان الحق نعیمی غفرلہ

صح الجواب بلا ارتياب والله تعالیٰ اعلم بالصواب

فقیر ابوالاسرار محمد عبداللہ عفی عنہ

ذلك الجواب هو الصواب والله تعالیٰ اعلم

فقیر محمد یونس عفا اللہ عنہ

تصدیقات علمائے کرام رامپور

الجواب صحیح

العبد عبداللہ بہاری عفا عنہ الباری مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رامپور

الحمد لله العلی الاعلیٰ والصلاة والسلام علی سیدنا محمد المصطفی واله وصحبه الكرام البررة التقی

سب کو سوائے اپنے مشرک خیال کرتے ہیں۔ جو ان کی طائف وغیرہ کی لوٹ وغیرہ میں ایسا ظاہر و مبرہن ہو چکا کہ جس کے لیے اب کوئی حیلہ بھی نہیں ہو سکتا، پس ایسی حالت میں التوائے حج جس کا حکم بر بنائے احتیاط ہے، اگر ملتوی کیا جائے تو موافق تحقیق انیق علامۃ المجیب المصیب المثاب بالکل صحیح موافق شریعت مطہرہ ہے فقط

العبد محمد معوان حسین العمری المجد دی ناظم مدرسہ ارشاد العلوم واقع ریاست رامپور محلہ چاہ شور

ما اجاب فقد اصاب

العبد مفیض الدین مثاپوری عفا عنہ مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رامپور

الجواب صواب

العبد محمد نبیہ عفی عنہ مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رامپور

الجواب ہو الصواب

العبد محمد ریحان حسین العمری المجد دی مدرس مدرسہ ارشاد العلوم رامپور

تصدیقات علمائے کرام دہلی و میرٹھ و کانپور

جو مسلمان ابن سعود کی حرکات ناشائستہ سے اپنی جان و مال پر خائف ہیں ان پر حج فرض نہیں کہ جان و مال پر مامون ہونا شرائط وجوب حج سے ہے جس کو مجیب مدفیضہ نے نہایت شرح وبسط سے اپنے جواب میں ارقام فرمادیا ، فللہ در المجیب فقط. محمد مظہر اللہ غفرلہ امام مسجد فتحپوری دہلی

ابن سعود مطرود اور اس کی فوج کے ہاتھوں جو واقعات حرمین طیبین حفظہما اللہ تعالیٰ میں واقع ہوئے وہ اظہر من الشمس بین من الامس ہیں۔ علاوہ اس کے ان کے عقائد میں داخل کہ اہل سنت و جماعت کثر اللہ سوادہم سب مشرک ہیں، وایں وجہ خبر اہل سنت کو شہید کرنا ان کے نزدیک جائز، ان کا مال لوٹنا مباح، جس کی شہادت میں واقعات قتل وغارت جو طائف وغیرہ میں ان کے ہاتھوں ظاہر ہوئے کافی ہیں اور یہ تمام صورتیں امن کی معدوم کرنے والی ہیں اور بحالت عدم امن حج کا ملتوی ہونا ضرور جیسا کہ کتب فقیہ سے ظاہر جس کی تشریح واضح اصل جواب میں گزری، اور حج کے ملتوی ہونے سے نجدیہ کے ناپاک قدم سے انشاء اللہ تعالیٰ حرمین طیبین طیب وطاہر ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم وصلی اللہ علی النبی المکرم المعظم وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبہ: فقیر الحضرۃ القادریہ محمد عبد الحفیظ السنی الحنفی البریلوی فی المدرسۃ النعمانیۃ الکائنۃ فی بلدۃ دہلی

الجواب صحیح وصواب والمجیب ومجیب ومثاب

حررہ الفقیر محمد عبداللہ الحنان الحنفی السنی المدرس فی المدرسۃ النعمانیۃ الواقعۃ فی بلدۃ دہلی

محمد عبدالمجید نعمانی مہتمم مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ دہلی

ان ھذالھوالحق المبین

حررہ الفقیر محمد عبدالغفور الحنفی السنی المدرس فی المدرسۃ النعمانیۃ فی بلدۃ دہلی

ھذا ھو الحق والحق احق أن یتبع

احمد مختار الصدیقی صدر جمیعۃ علمائے بمبئی

للہ درالمجیب ھذا ھو الحق وخلافہ باطل

نثار احمد کانپوری عفااللہ عنہ

تصدیقات علمائے کرام پنجاب

اصاب من اجاب

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رضوی الوری

اصاب من اجاب

ابو یوسف محمد شریف خطیب جامع مسجد کوٹلی لوہاران ضلع سیالکوٹ

الجواب صحیح

حررہ بندہ ذوالمنن ابو یوسف نورالحسن عفااللہ عنہ خطیب جامع مسجد کنکا میانہ پورہ سیال کوٹ

اصاب من اجاب

سید محمد نور شاہ ارسانگا اہل خطیب جامع مسجد تحصیل وضلع شیخوپور

جب غیر مامون ہونا ہر طرح سے اہل سنت کا شرہائے نجدیوں سے امر متیقن ہے لامحالہ تاحصول امن طریق اور نکالے جانے ابن سعود نا مسعود علیہ ما علیہ کے تمام مسلمانوں پر حج واجب نہیں اور التواء حج ضروری فقط۔

ابومحمد محمد دیدار علی الوری خطیب مسجد وزیر خاں مرحوم واقع لاہور عفی اللہ عنہ عن والدیہ [ابن سعود نامسعود کے ظالمانہ ووحشیانہ مظالم سے دنیائے اسلام بے چین ہے بدنیوجہ ابن سعود کا اخراج حجاز مقدس

[illegible]

پاک نہ ہو جائے حج ملتوی کر دیا جائے۔ فقط

نمقہ بقلمہ وقالہ بفمہ الفقیر ابوالبرکات سید احمد سنی حنفی قادری رضوی الوری از مسجد وزیر خاں لاہور

هذا هو الحق والحق احق بالاتباع

فقیر محمد غلام جان سنی حنفی قادری رضوی عفی عنہ مدرس مدرسہ انجمن نعمانیہ ہند لاہور

اصـاب الـمـجيب الفاضل العلامة في الجواب مصيب ومثاب فلله دره وعلى الله اجره يـجـب لـلـمسـلـمـين التواء فريضة الحج فى أيام تسلط النجدى الظالم على الارض الـمـقـدسة فإن فـى صورة اداء فريضة الحج فى هذه الايام للمسلمين مخافة هلاك النفس واضـاعـة الـمـال وقـال الـلـه سبحنه: ﴿لاتلقوا بايديكم الى التهلكة﴾ ولان فيه اعانة بالمال للظالم واعانة الظالم ممنوع بنص القرآن ـ هذا ماعندى والحق ماعند الله وسبحنه

الراقم الآثم محمد کرم الدین عفا عنہ نزیل بلدۃ بھین من مضافات جہلم بقلمہ

ذلك كذلك وانا مصدق بذلك وانا العبد المفتقر الى الله الغزيز

ابورشید محمد عبداللہ العزیز عفا اللہ عنہ خطیب جامع مسجد فرنگ مضافات لاہور

صح الجواب والله تعالىٰ اعلم بالصواب

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ المولیٰ گورداسپوری

کتاب النکاح

ابواب

(۱) عقد نکاح

بیویاں غلطی سے بدل جائیں اور وطی ہو جائے تو شوہر کی طلاق کے بعد موطوءہ سے نکاح درست

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید وعمر دو حقیقی بھائیوں کی شادی خالد کی دو لڑکیوں سے ایک ہی وقت میں عمل میں آئی۔ شب کو غلطی سے زید نے عمر اور عمر نے زید کی بی بی سے صحبت کی۔ اب زید وعمر اپنی بیوی کو رکھیں یا نہیں، اور ان کا یہ فعل زنا ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ از بریلی مسئولہ رئیس الدین بریلوی

الجواب

یہ زنا نہ ہوا، ایسا حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں بھی واقع ہوا، امام نے دونوں بھائیوں سے طلاق دلوا کر جس نے جس سے صحبت کی تھی اس سے اسی کا نکاح کرا دیا، یوں ہی اب بھی کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: عبد الرضا ریاست رضوی

مسلمہ عورت کے نکاح میں ایجاب وقبول کے وقت دو شاہد ضروری

(۲) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص نے اپنی زوجۂ اولیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے دوسری شادی اس طرح پر کی کہ ایک عورت اور اس مرد نے خود آپس میں ایجاب وقبول کر لیا، اور نہ وہاں کوئی گواہ نہ قاضی صرف عورت ومرد اور دوسرا

کوئی نہیں۔ بعد دو ماہ کے پھر چند شخصوں کے سامنے عورت نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اذن دیا اور اب بھی اذن دیتی ہوں۔ اب مرد نے کہا کہ مجھے منظور ہے میں قبول کرتا ہوں۔ غرض اس مرتبہ میں شاہدین بھی موجود تھے صرف قاضی نکاح خواں نہ تھا۔ آیا ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

از بریلی مسئولہ شعبان ۵۱ھ

الجواب

مسلمہ کے نکاح میں آزاد عاقل بالغ سامع فاہم جو ایجاب وقبول نکاح کو سنیں اور سمجھیں ایسے دو گواہوں کا حضور شرط صحت نکاح ہے۔ وہ نکاح نہ ہوا کہ تنہا مرد وعورت نے ایجاب وقبول کیا۔ دوبارہ جو چند لوگوں کے سامنے کہا وہ صرف اتنا کہ اب بھی اذن دیتی ہوں، مرد نے کہا قبول کرتا ہوں۔ اولاً تو یہ کچھ نہیں کہ کس بات کا، اور کسے اذن دیتی ہوں مرد کسے قبول کرتا ہے، پھر اذن دینا اپنے نکاح کا کسی کو وکیل بنانا ہے کہ فلاں بن فلاں سے اتنے مہر پر نکاح مؤکلہ کردے، وکیل وکالۃً ایجاب کرتا ہے، ہونے والا شوہر قبول، تو اذن دیتی ہوں کا حاصل توکیل ہوا، اور مرد کا قبول، قبول وکالت نہ قبول نکاح تو سرے سے ایجاب وقبول ہی غائب۔ اس صورت میں شاہد موجود ایجاب وقبول ندارد پہلی صورت میں ایجاب وقبول تھے شہود مفقود۔ کہیں رکن غائب کہیں شرط، اور نکاح موجود۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن جب رکن یا شرط ہی نابود تو شی کا کہاں وجود؟ اور اگر اذن دیتی ہوں کا مطلب یہی لے لیا جائے کہ نکاح کو جائز کرتی ہوں، تو یہاں پہلے نکاح موقوف کہاں جس کے جائز کرنے کا زبردستی ادعا ہو سکے، بہر حال نکاح نہ ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خطبہ نکاح کا حکم

مسئلہ: (۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

خطبہ نکاح کو غیر ضروری کہنے اور سمجھنے والا (حالانکہ شریعت کے ادنیٰ سے ادنیٰ نوافل بھی ضرورت سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے) کون ہے۔ کیا شریعت کے فرائض وسنن ونوافل میں غیر ضروری چیزیں بھی شامل ہیں۔

از کوہ مری ضلع راولپنڈی بازار کلاں متصل ہوٹل محبت خاں مرسلہ جناب عبد الرحمٰن صاحب ۔ رجب ۵۶ھ

الجواب

غیر ضروری کا مطلب یہ ہے کہ اگر خطبہ نہ پڑھا جائے نکاح جب بھی ہو جائے گا، یہ بات صحیح ہے، نوافل بھی غیر ضروری ہیں یعنی اگر کوئی نہ پڑھے تو اس پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورت کو خراب کہا تو اس سے نکاح میں کوئی خلل نہ آیا

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مسماۃ احمدی بی بالغہ کی شادی ۱۹۳۵ء میں جعفر علی بالغ کے ساتھ جلسہ عام میں بمہر پانچ سو روپیہ بلا تفصیل معجّل ومؤجل کے ہوئی۔ جب سے فریقین ایک ماہ تک بطور زن وشوہر رہتے رہے، کوئی شکایت نہ ہوئی۔ ایک ماہ کے بعد جعفر علی مذکور نے عام بازار والوں کے سامنے ودیگر اشخاص واحمدی بی کی والدہ کے سامنے یہ جھوٹی تہمت لگائی کہ مسماۃ احمدی خراب ہے اور بگڑی ہوئی ہے، جس سے مسماۃ احمدی کو روحانی وجسمانی صدمہ پہنچا اور تمام میں بدنامی ہوئی اور مسماۃ احمدی اس جھوٹے الزام جعفر کے لگانے سے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی، اور جعفر علی کے پاس رہنا نہیں چاہتی ہے۔ لہذا کیا حکم ہے؟ (۱) مسماۃ احمدی جعفر کے نکاح میں رہی یا نہیں؟

(۲) مسماۃ احمدی اس جھوٹی تہمت کے سبب سے انفساخ نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب

(۱) نکاح میں اس سے کوئی خلل نہیں آیا۔ خراب ہے اور بگڑی ہوئی یہ تو لفظ صریح بھی نہیں اگر صریح لفظ کہتا اے زانیہ، اے زناکار تو نے زنا کیا۔ اور اس کے مثل جب بھی اس کے کہنے سے نکاح میں کوئی خلل نہ ہوتا۔ ہاں اگر سب شرائط لعان پائے جاتے اور زوجین اہل لعان ہوتے تو لعان کا حکم تھا، اور بعد لعان صحبت حرام ہو جاتی، بعد لعان جب تک تفریق نہ کر دی جاتی نکاح نفس لعان سے نہ جاتا۔ یہ تفریق ایک طلاق بائن ٹھہرتی۔

عالمگیری میں ہے:

"سببه قذف الرجل امرأته قذفاً يوجب الحد في الأجانب فيجب به اللعان بين الزوجين كذا في النهاية. إذا قال لها: زانية أو أنت زنيت أو رأيتك تزنين، فإنه يجب اللعان كذا في السراج الوهاج. إذا قذف الرجل امرأته بالزنا وهي ممن لا

یحد قاذفها لایجري بینهما اللعان بأن کانت وطئت بشبهة أو کان ظهر زناها بین الناس قبل ذلك أولها ولد من غیر أب معروف کذا في غایة البیان۔لو قال لها: جومعت جماعاً حراماً أو قال وطئت حراماً فلا لعان ولا حد"(۱)

لعان کا سبب یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو زنا کی تہمت اس طرح پر لگائے کہ اگر اجنبیہ عورت کو لگاتا تو حدقذف اس پر لگائی جاتی، تو اس طرح تہمت زنا سے زوجین کے درمیان لعان واجب ہوگا، ایسا ہی نہایہ میں لکھا ہے۔عورت سے کہا: اے زانیہ، یا تو نے زنا کیا، یا میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا، ان میں لعان ہوگا، ایسا ہی سراج وہاج میں لکھا ہے۔جب مرد اپنی عورت کو زنا کی تہمت لگائے اور وہ ایسی ہے کہ اس پر تہمت لگانے والے کے لیے حدقذف نہ ہو، تو ان کے درمیان لعان نہ ہوگا، یعنی اس سے وطی بالشبہ ہو چکی ہے یا اس کا زنا لوگوں میں اس سے قبل ظاہر ہو چکا ہے، یا اس کا کوئی بچہ ہے جو اس مشہور باپ کا نہیں، ایسا ہی غایۃ البیان میں لکھا ہے۔اگر مرد نے عورت سے کہا: تجھ سے حرام جماع ہوا، یا کہا: تجھ سے حرام وطی ہوئی تو نہ لعان ہے اور نہ ہی حد۔

(۲)"ولو قذفها بعمل قوم لوط فلا لعان ولا حد عند أبي حنیفة.رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه. کذا في البدائع۔شرطه أن یکونا زوجین وأن یکون النکاح بینهما صحیحاً سواء دخل بها أم لم یدخل حتی لو قذفها ثم طلقها ثلاثاً أو بائناً فلا حد ولا لعان۔ وکذا إذا کان النکاح فاسداً لا یجب اللعان ؛ لأنه لیس بزوج مطلقاً کذا في غایة البیان۔ولو تزوجها بعد الطلاق فطالبته بذلك القذف فلا حد ولا لعان کذا في السراج الوهاج.لو طلقها طلاقاً رجعیاً لا یسقط اللعان کذا في الظهیریة.لو طلق امرأته طلاقاً بائناً أو ثلاثاً ثم قذفها بالزنا لا یجب اللعان لعدم الزوجیة۔ ولو طلقها طلاقاً رجعیاً ثم قذفها یجب اللعان. ولو قذف امرأته بعد موتها لم یلا عن عندنا کذا في البدائع۔ أهله عندنا من کان أهلاً للشهادة حتی أن اللعان لا یجري بین الزوجین عندنا إذا کان محدودین في القذف أو أحدهما۔ أو کان رقیقین أو أحدهما۔ أو کافرین أو أحدهما۔ أو أخرسین أو أحدهما۔ أو صبیین أو احدهما۔ أو مجنونین أو أحدهما۔ ویجري فیما عدا ذلك کذا في المحیط."(۲)

---

(۱) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق،الباب الحادي عشر في اللعان:۱/۶۲۰]

اگر مرد نے اپنی عورت پر لواطت کی تہمت لگائی تو نہ لعان ہے اور نہ ہی حد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، ایسا ہی بدائع میں لکھا ہے۔ لعان کی شرط یہ ہے کہ ان کے درمیان نکاح صحیح ہو خواہ دخول ہوا ہو یا نہیں۔ لہذا اگر مرد نے عورت پر زنا کی تہمت لگائی پھر اسے طلاق مغلظہ یا طلاق بائن دے دی تو نہ حد جاری ہوگی اور نہ ہی لعان ہوگا۔ اور اسی طرح جب نکاح فاسد ہو کیوں کہ وہ مطلقاً اس کا شوہر نہیں ہے، ایسا ہی غایۃ البیان میں لکھا ہے۔ اگر خاوند نے طلاق دینے کے بعد نکاح کر لیا پھر عورت نے قاضی سے اس قذف کی وجہ سے مطالبہ کیا تو نہ حد ہے نہ لعان۔ ایسا ہی سراج وہاج میں لکھا ہے۔ اگر طلاق رجعی دی تھی تو لعان ساقط نہ ہوگا۔ ایسا ہی ظہیریہ میں لکھا ہے۔ اگر عورت کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دیں پھر تہمت زنا لگائی تو لعان واجب نہ ہوگا، کیوں کہ زوجیت قائم نہیں۔ اور اگر طلاق رجعی دی تھی پھر تہمت لگائی لعان واجب ہوگا، اور اگر عورت کے انتقال کے بعد تہمت لگائی تو ہمارے نزدیک اس پر لعان نہ ہوگا، ایسا ہی بدائع میں لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک لعان کا اہل وہی ہے جو شہادت کا اہل ہے، یہاں تک کہ ہمارے نزدیک ایسے زوجین کے درمیان لعان جاری نہ ہوگا جو محدود فی القذف ہوں یا ایک۔ دونوں غلام ہوں یا ایک۔ دونوں کافر ہوں یا ایک۔ دونوں گونگے ہوں یا ایک۔ دونوں نابالغ ہوں یا ایک۔ دونوں پاگل ہوں یا ایک۔ ان کے علاوہ صورتوں میں لعان جاری ہوگا۔ ایسا ہی محیط میں لکھا ہے۔ (مترجم)

"لو قذف رجلاً فضرب بعض الحد ثم قذف امرأة نفسه لم يكن عليه لعان وعليه تمام الحد لذلك الرجل كذا في المبسوط۔ لو كانا فاسقين أو اعميين يجب اللعان؛ لأنهما من أهل الشهادة في الجملة كذا في المضمرات۔ قذف الأصم امرأته يوجب اللعان كذا في العتابية۔ متى سقط اللعان لمعنى الشهادة ينظر إن كان من جانب الزوج فعليه الحد وإن كان من جانب المرأة فلا حد ولا لعان كذا في شرح الطحاوي۔ لو كانا محدودين فيقذف فعليه الحد كذا في الهداية۔ إذا كان الزوج عبداً لمرأة محدودة فعلى العبد إذا قذف حد القذف إن اقرت المرأة بالزنا فقد خرجت من أن تكون أهلاً للعان كذا في المبسوط، حكمه حرمة الوطء والاستمتاع كما فرغا من اللعان ولكن لا تقع الفرقة بنفس اللعان حتى لو طلقها في هذه الحالة طلاقاً بائناً يقع۔ وكذا لو أكذب الرجل نفسه حل الوطء من غير تجديد النكاح كذا في النهاية۔ قال ابو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ: الفرقة

والتزوج ماداما علی حالة اللعان. واللّٰہ تعالیٰ أعلم"(۱)

اگر کسی مرد نے کسی پر تہمت لگائی تو اس پر کچھ حد لگا دی گئی پھر اپنی عورت پر تہمت لگائی تو اس پر لعان نہیں، اور اس پر اس مرد پر تہمت لگانے کی پوری حد جاری ہوگی۔ ایسا ہی مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر دونوں فاسق ہوں یا نابینا ہوں لعان واجب ہوگا، کیوں کہ یہ فی الجملہ اہل شہادت ہیں، ایسا ہی مضمرات میں لکھا ہے۔ بہرے نے اپنی عورت پر تہمت لگائی لعان واجب ہوگا، ایسا ہی عتابیہ میں لکھا ہے۔ اگر لعان معتنی شہادت کی وجہ سے ساقط ہو تو دیکھا جائے گا، اگر لعان کا ساقط ہونا خاوند کی جانب سے ہے تو اس پر حد قذف قائم کی جائے گی، اور اگر عورت کی طرف سے ہے تو نہ حد نہ لعان، ایسا ہی شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر دونوں محدود فی القذف ہوں تو زوج پر حد قائم کی جائے گی، ایسا ہی ہدایہ میں لکھا ہے۔ شوہر غلام ہو، عورت محدود فی القذف ہو تو غلام جب تہمت لگائے اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ اگر عورت زنا کا اقرار کر لیتی ہے تو وہ لعان کا اہل نہیں رہے گی، ایسا ہی مبسوط میں لکھا ہے۔ لعان کا حکم یہ ہے کہ لعان سے فارغ ہوتے ہی وطی اور استمتاع حرام ہے، لیکن نفس لعان سے علاحدگی واقع نہ ہوگی، جب تک کہ وہ اس حالت میں طلاق بائن نہ دے دے۔ اور ایسے ہی اگر مرد نے اپنے آپ کی تکذیب کر دی وطی حلال ہوگی، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، ایسا ہی نہایہ میں لکھا ہے۔ طرفین فرماتے ہیں: لعان میں جدائیگی طلاق بائن مانی جائے گی تو ملک نکاح زائل ہو جائے گی، آپس میں نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہوگا جب تک کہ صفتِ لعان پر رہیں۔ (مترجم)

(۲) نہیں۔ ہاں اگر وہ قاضی شرع کے پاس مرافعہ کرلے اور لعان چاہے اور لعان ہو جائے تو قاضی تفریق کر دے گا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"یشترط طلبها فإن امتنع عنه حبسه الحاکم حتی یلاعن أو یکذب نفسه کذا في الهدایة، الأفضل للمرأة أن تترك الخصومة والمطالبة فإن لم تترك وخاصمته إلی القاضي یستحسن للقاضي أن یدعوها إلی الترك فیقول لها أترکي أو اعرضي عن هذا."(۲)

---

(۱) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الحادي عشر في اللعان: ۱/۶۲۱]

لعان میں شرط یہ ہے کہ عورت طلب کرے، اگر مرد نے انکار کر دیا، تو حاکم اسے قید میں ڈال دے گا، یہاں تک کہ لعان کرے۔ یا۔ خود کو جھٹلائے۔ ایسا ہی ہدایہ میں لکھا ہے۔ افضل یہ ہے کہ عورت خصومت ومطالبے کو ترک کر دے، اگر ترک نہ کرے، قاضی کے یہاں مقدمہ دائر کر دے تو قاضی کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اسے ترک کا حکم دے، اس سے کہے تو مطالبہ ترک کر دے، نظر انداز کر دے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"لو أنهما لما فرغا من اللعان سألا القاضي أن لا يفرق بينهما لم يجبهما إلىٰ ذلك ويفرق بينهما. واللّٰه تعالىٰ أعلم"(۱)

جب دونوں لعان سے فارغ ہو جائیں پھر قاضی سے درخواست کریں کہ تفریق نہ کرے۔ قاضی ان کی یہ بات نہ سنے گا، دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا۔ (مترجم)

نامردی کے ثبوت سے بھی نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا

مسئلہ: (۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندہ نے اپنے زوج زید کے خلاف اس امر کا ۴/اگست ۳۵ء کو کچہری میں دعویٰ دائر کیا کہ زید نامرد ہے بوجہ نامردی کے نکاح فسخ فرمایا جاے، دوسرے یہ کہ اپنی زوجہ کو زید نے طلاق دے دی۔ نامردیت کا ثبوت ڈاکٹر سول سرجن صاحب نے زید کا معائنہ کرنے کے بعد ایک سرٹیفکٹ دیا، اور کچہری میں ڈاکٹر نے بیان دیا، اس کے بیان سے یہ ہی ثابت ہوا کہ زید نامرد ہے، زید نے خود اپنے بیان سے ثابت کر دیا کہ نامرد ہے، طلاق شہادت سے ثابت ہوا کہ طلاق دے دی چنانچہ ۲۵/فروری ۳۶ء کو اجلاس منصبی نے ہندہ کا دعویٰ نامرد ہونے وطلاق دینے کو تسلیم کر لیا، اور نصف مہر معجّل کی ڈگری دے دی، اس کے فیصلہ کے خلاف زید نے ججی میں اپیل کیا وہاں سے دوبارہ ڈاکٹری کا حکم ہوا زید کا دوبارہ ڈاکٹری معائنہ ہونے کے (بعد) ڈاکٹر کے بیان (سے) بھی ثابت ہوا زید نامرد ہے، حق زوجیت ادا نہیں کر سکتا لہٰذا ۱۴/ستمبر ۳۷ء کو اپیل خارج ہوگئی فیصلہ سابق بحال رہا کہ واقعی نامرد ہے۔

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الحادي عشر في اللعان: ۱/۶۲۱]

اب دریافت طلب یہ ہے کہ حقیقتاً زید نے طلاق نہیں دی۔ طلاق کا دعویٰ محض مقدمہ کی کامیابی کی وجہ کیا گیا تھا، مگر زید نامرد ضرور ہے، حق زوجیت ادا نہیں کرسکتا۔ تو ایسی صورت میں کیا عنین کے فسخ نکاح کے جو شرائط عند الشرع ہیں کامل ہو چکے۔ اب ہندہ اپنا عقد ثانی کرسکتی ہے؟ اور اگر نہیں تو اب کیا صورت جواز نکاح کی ہوسکتی ہے۔ بینوا توجروا۔

از باڑاماوہ بازار گندمی حافظ عبداللہ سوداگر۔

الجواب

نامردی کا ثبوت اگر شرعی بھی ہو کہ وہ مقر ہو یا ایسی شہادت سے جو قابل قبول شرع ہو زید کا نامرد ہونا ثابت ہو جب بھی محض ثبوت نامردی سے نکاح میں فرق نہیں آتا۔ نہ انگریزی کچہریوں کے حکام اگرچہ مسلمان ہوں انہیں حق فسخ حاصل۔ ان کے فسخ کیے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ طلاق کا جھوٹا دعویٰ کچہری میں ڈگری ہوئی اس سے بھی طلاق نہیں ہوتی جب تک زید طلاق نہ دے دے، اس وقت تک دوسرے سے نکاح باطل محض ہوگا، ہرگز نکاح نہ ہوگا، زید پر فرض ہے کہ جب وہ امساک بالمعروف سے عاجز ہے تو تسریح بالمعروف کرے، یا اپنا علاج کرائے اور اس قابل ہو کہ امساک بالمعروف کرسکے اس کے لیے ایک سال کی مہلت اسے دی جائے گی۔ اگر وہ عورت کو پھانسے رکھے گا نہ اپنا علاج کرا کر حق زوجہ ادا کرنے کے قابل ہو کر حق زوجہ ادا کرے گا، نہ اسے طلاق دے گا تو جس طرح اب تک حق اللہ اور حق زن میں گرفتار گنہگار رہا، یوں ہی رہے گا، اللہ سے ڈرے یا امساک بالمعروف کرے کہ عورت بھلائی کے ساتھ رکھے، اس کے تمام حقوق ادا کرے۔ اور اگر ایسا نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا تو اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے۔

قال تعالیٰ:

﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَاراً لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُواً﴾(۱)

بھلائی کے ساتھ روک لو۔ یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو، اور انھیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بنالو۔

((وقال .صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم. من آذی مسلماً آذاني ومن آذاني فقد آذی اللہ.))(۱)

---

(۱) [سورة البقرة: ۲۳۱]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (مترجم)

محض ثبوت نامردی پر قاضی شرع بھی تفریق نہیں فرما سکتا۔ قاضی شرع بعد ثبوت ایک سال کامل کی مہلت برائے علاج دیتا پھر جب عورت دوبارہ دعویٰ رجوع کرتی سال بھر بعد یا سال کے بعد جتنے برس بعد تو پھر بعد تحقیق عورت کو اختیار دیتا، اگر عورت اس مجلس میں تفریق چاہتی تو شوہر کو حکم دیتا کہ طلاق بائن دے، وہ اگر قاضی کے حکم پر بھی طلاق نہ دیتا تو قاضی تفریق کر دیتا۔

عالمگیریہ میں ہے:

"إذا ثبت عدم الوصول إليها أجله القاضي سنة، طلب الرجل التأجيل أولم يطلب، ويشهد على التاجيل ويكتب لذلك تاريخاً كذا في فتاوىٰ قاضي خان. ابتداء التأجيل من وقت المخاصمة كذا في المحيط. لايكون هذا التأجيل إلا عند قاضي مصر أومدينة، فإن أجلته المرأة أو أجله غير القاضي لا يعتبر ذلك كذا في فتاوىٰ قاضي خان. اه"(۱)

جب عورت سے تعلق نہ رکھنا ثابت ہو جائے تو قاضی اسے ایک سال کی مہلت دے گا، مرد طلب کرے خواہ نہ کرے، مہلت پر گواہ بنالے تاریخ نوٹ کر لے، ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے۔ مہلت کا آغاز مخاصمت کے وقت سے ہوگا، ایسا ہی محیط میں لکھا ہے۔ یہ مہلت صرف قاضی شہر کے پاس ہی معتبر ہے، اگر عورت نے مہلت دی۔ یا۔ قاضی کے علاوہ کسی اور نے، تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے۔ اھ۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"جاءت المرأة إلىٰ القاضي بعد مضى الأجل وادعت أنه لم يصل إليها وادعى الزوج الوصول (إلى قوله) أو أقر الزوج أنه لم يصل إليها خيّرها القاضي في الفرقة كذا في شرح الجامع الصغير لقاضي خان. فإن اختارت زوجها أو قامت عن مجلسها أو أقامها أعوان القاضي أو قام القاضي قبل أن تختار شيئاً بطل خيارها كذا في المحيط. وهكذا روي عن محمد رحمه الله تعالىٰ وعليه الفتوىٰ كذا في التتارخانية

ناقلاً عن الواقعات.إن اختارت الفرقة أمر القاضي أن يطلقها طلقة بائنة، فإن أبیٰ فرق القاضي بينهما هكذا ذكر محمد رحمه اللّٰه تعالیٰ في الأصل كذا في التبيين.والفرقة تطليقة بائنة كذا في الكافي.ولها المهر كاملاً وعليها العدة بالإجماع إن كان الزوج قد خلا بها، وإن لم يخل بها فلا عدة عليها ولها نصف المهر إن كان مسمى والمتعة إن لم يكن مسمى كذا في البدائع.إن مضت السنة من وقت الأجل ولم تخاصمه زمانًا طويلاً لا يبطل حقها وإن طاوعته في المضاجعة في تلك المدة كذا في فتاویٰ قاضي خان وعليه الفتویٰ كذا في الفتاویٰ الكبریٰ.واللّٰه تعالیٰ أعلم"(۱)

مدت گزرنے کے بعد عورت قاضی کے پاس حاضر ہوئی اور دعویٰ کیا کہ زوج نے تعلق وطی نہ رکھا اور خاوند نے تعلق قائم کرنے کا دعویٰ کیا۔یا۔شوہر نے قربت نہ ہونے کا اقرار کرلیا قاضی عورت کو جدائیگی کا اختیار دے گا۔ایسا ہی قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں لکھا ہے۔عورت نے خاوند کو اختیار کرلیا (ترجیح دی) یا عورت مجلس اختیار سے اٹھ گئی۔یا قاضی کے اہل کاروں نے عورت کو اٹھا دیا۔یا قاضی اٹھ کر چلا گیا عورت کے کچھ اختیار کرنے سے قبل، تو عورت کا خیار باطل ہو جائے گا، ایسا ہی محیط میں لکھا ہے۔اور ایسا ہی امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، ایسا ہی تتارخانیہ میں لکھا ہے''واقعات'' سے نقل کرتے ہوئے۔اگر عورت علاحدگی اختیار کرے تو قاضی خاوند کو حکم دے کہ طلاق بائن دے، وہ اگر قاضی کے حکم پر بھی طلاق نہ دے تو قاضی تفریق کردے، اسی طرح امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الاصل میں لکھا ہے، ایسا ہی تبیین میں لکھا ہے، تفریق ایک طلاق بائن ہوگی۔ایسا ہی کافی میں لکھا ہے، اسے پورا مہر ملے گا اور اس پر عدت لازم ہوگی، بالاتفاق اگر شوہر نے اس سے خلوت کرلی ہے، اگر خلوت نہیں کی ہے تو اس پر عدت لازم نہ ہوگی، اور وہ نصف مہر کی مالک ہوگی اگر مہر متعین ہو، اور متعہ کی مالک ہوگی اگر متعین نہ ہو، ایسا ہی بدائع میں لکھا ہے۔مہلت کے وقت سے سال گزر جائے اور دراز زمانے تک قاضی کے پاس مخاصمت نہ کرے تو حق عورت باطل نہ ہوگا، اگرچہ وہ اس مدت میں اس کے ساتھ لیٹتی رہی ہو، ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔اور اسی پر فتویٰ ہے۔ایسا ہی فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔(مترجم)

نکاح کسی عیب کی بنا پر رد نہیں ہوتا

(۶) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی شادی کو قریب دو برس کے ہوئے، زید کی شادی موضع ....میں ہوئی، منگنی کے بعد میرے خسر نے کہا کہ کچھ مضبوطی کردو پانچ روپیہ ماہوار لکھ دو۔ میں نے پانچ روپئے ماہوار لکھ دیئے اگر میں روٹی کپڑا نہ دوں تو مجھ سے میری بیوی ہر ایک جگہ وصول کرسکتی ہے۔ زید کی بیوی کی ماں کا انتقال ہوگیا۔ میری بیوی کی عمر اس وقت میں دس سال کی تھی۔ میرا نکاح میری خوشدامنہ کے انتقال کے بعد میں ہوا ہے اور نکاح کئی سال کے بعد میں ہوا ہے۔ نکاح کے بعد کچھ دنوں بعد رخصت کی۔ اب لڑکی کی عمر قریب ساڑھے پندرہ سال کی ہے۔ جب میں اپنی بیوی کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی مرد کے پاس رہنے کے قابل نہیں ہے۔ غرض صبح کو دائیوں کو بلایا تو ان سے کہا کہ تم اس لڑکی کو دیکھو یہ مرد کے قابل ہے یا نہیں۔ سب دائیوں نے دیکھا جواب دیا کہ یہ لڑکی خاوند کے پاس نہیں جاسکتی۔ اس کو ڈاکٹرنی کو دکھاؤ۔ غرض تین ڈاکٹرنیوں کو دکھایا ڈاکٹرنیوں نے کہا کہ یہ لڑکی مرد کے پاس نہیں جاسکتی ہے، یہ لڑکی پیدائشی ایسی ہے۔

غرض اب لڑکی سے دریافت کیا، بہت سی عورتوں نے کہا کہ تجھ کو یہ بات معلوم تھی کہ میں آدمی کے پاس نہیں جاسکتی ہوں؟ تو لڑکی نے جواب دیا کہ میری ماں نے مرنے سے پہلے سب گھر سے کہا کہ دیکھو اس لڑکی کی شادی مت کرنا۔ میرے سب گھر کی عورتیں، مرد جانتے ہیں، اور اس گاؤں میں جتنے عزیز ہیں سب جانتے ہیں میری ماں نے سب پر یہ بات ظاہر کردی تھی۔ اب عرض یہ ہے کہ اس لڑکی کو اور سب گھر کو جب معلوم تھا مجھ کو دھوکہ دے کر پانچ روپیہ ماہوار کا اسٹام کیوں لکھوایا اور تین سو روپیہ کیوں شادی میں خرچ کروائے، اب عرض یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں، اور اگر جائز ہے تو اس کا کیا کرے اور اگر ناجائز ہے تو اس کا جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ دینا اس لڑکی کے والدین کو جائز ہے یا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حبیب اللہ مستری اس کا چچا وہ اس کا ولی بنا تھا چونکہ جب اس کو یہ بات معلوم تھی تو اس نے کیوں نہیں مجھ پر ظاہر کیا۔ جن جن شخصوں کو جن جن عورتوں کو یہ بات معلوم تھی انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ نیز یہ کہ ایسی ناقابل عورت کا مہر اس کے شوہر پر

واجب ہے یا نہیں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں نکاح تو ہو ہی گیا۔ جن لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ عورت اس وجہ سے مرد کے لائق نہیں وہ مرض معلوم تھا اور پھر معلوم ہوتے ہوئے یہ نکاح کیا وہ ملزم ہیں مگر نکاح کسی عیب کی بنا پر رد نہیں ہوتا۔ نکاح لازم ہو چکا.............. چوں کہ عورت ایسے مرض سے مریضہ ہے لہذا اس کے ساتھ جو خلوت ہوئی خلوت صحیحہ نہیں ہوئی کہ پورا مہر لازم ہو جاتا، اب اگر طلاق دے گا نصف مہر دینا ہوگا۔ لڑکی کا بیان کہ اس کی ماں نے یہ کہا تھا کہ اس کی شادی مت کرنا۔ اگر صحیح بھی ہو تو اس سے کب صراحۃً یہ معلوم ہوا کہ عورت کو یہ مرض ہے، اکثر کمزور لاغر دیکھ کر بھی عورتیں ایسا کہہ دیتی ہیں، کہ یہ لڑکی اس قابل نہیں کہ شادی کی جائے۔ اگر ماں نے ساتھ ہی یہ بھی کہا ہوتا کہ یہ مرد کے قابل نہیں تو وہ بھی اس مرض ہونے کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اپنی لاغری کمزوری کے سبب مرد کا تحمل نہیں کر سکتی۔ یا اسے ایسا مرض ہے کہ مرد کے پاس جائے گی تو اسے نقصان زیادہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہاں اگر لڑکی کے باپ اور اس کے سوا اور اعزا کو واقعی لڑکی کی جو حالت ہے رتق و قرن وغیرہ تو انھوں نے یہ جانتے ہوئے اس لڑکی کا نکاح اس شخص سے کیا بہت برا کیا۔ وہ اس کے حق میں گرفتار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

منکوحہ عورت کا نکاح کسی دوسرے سے نہیں ہو سکتا

مسئلہ: (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) ایک عورت کا خاوند زندہ ہے مگر خاوند نے کل تعلق مع کھانا کپڑوں کے ادا کرنے کا عرصہ تخمیناً ۱۵ رسال سے چھوڑ دیا ہے اور عورت اپنی گذر اوقات خود محنت مشقت سے کرتی ہے، مگر خاوند نے طلاق نہیں دی ہے۔ مگر عورت اسی مدت مذکور بالا کے بعد اب محنت مشقت نہیں کر سکتی ہے اب وہ عورت بلا طلاق دیئے ہوئے خود اپنا نکاح دوسرے کے ساتھ کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) اور عورت بلا طلاق کے کتنی مدت کے بعد اپنا نکاح خود دوسرے کے ساتھ کر سکتی ہے؟

ازموضع پرسونا ڈاک خانہ کیمپ ضلع بریلی مرسلہ ٹھکیدار اللہ بخش صاحب۔

الجواب

(۱) ہرگز نہیں، اگر بے طلاق دوسرے سے نکاح کرے گی باطل محض ہوگا، وہ نکاح نہ ہوگا زنا

وسفاح ہوگا۔خاوند پر فرض ہے کہ عورت کو بھلائی کے ساتھ رکھے یا اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾(۱)

اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔

وقال تعالیٰ:﴿أَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾(۲)

اور فرمایا: بھلائی کے ساتھ روک لو۔یا۔نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو۔

وہ شخص حق اللہ وحق زن میں گرفتار ہے،شدید گنہ گار ہے،اس پر توبہ فرض۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)بلا طلاق کبھی نہیں کرسکتی، جب تک ایک کے نکاح میں ہے دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا۔نفقہ نہ دینا،خبر گیری نہ کرنا،طلاق دینا نہیں۔ بعد طلاق ومرور عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے،اس سے پہلے کرے گی باطل ہوگا،نکاح ہرگز نہ ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

زنا سے نکاح نہیں ٹوٹتا

مسئلہ: (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اگر کوئی عورت جو کسی کے نکاح میں ہے،وہ کسی غیر مرد سے ہم بستر ہوجائے تو وہ نکاح میں رہے گی یا نہیں؟۔یا دوبارہ نکاح میں لانے کی ضرورت ہے؟۔کیا صورت شرع میں ہے اور اس عورت کے لیے کیا حکم ہے؟۔

شکیل رضا محلّہ ملوک پور بریلی شریف

الجواب

وہ عورت اور جس نے اس سے زنا کیا وہ دونوں اشد حرام کار،گنہ گار،ظالم جفا کار،حق اللہ وحق العبد میں گرفتار ہیں،دونوں پر توبہ فرض ہے۔اور شوہر اور جس جس کی اس ملعون فعل سے آبروریزی کی ان سے معافی مانگنا بھی لازم ہے۔زنا کبیرہ گناہ ہے،کفر نہیں جس سے نکاح زائل ہوتا ہے۔گناہ سے نکاح زائل نہیں ہوتا۔وہ بدکار زانیہ بہ دستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے۔تجدید نکاح کی حاجت نہیں۔واللہ تعالیٰ ھو الھادی وھو تعالیٰ اعلم

(۱) [سورۃ النساء:۲٤] (۲) [سورۃ البقرۃ:۲۳۱]

نکاح فضولی کا بیان

(۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک لڑکے کا نکاح کیا گیا اس طریقے سے جیسے بہار شریعت میں درج ہے ۱۳؍ صفحے پر، ایک شخص گیا اور لڑکی سے اذن لے کر چلا آیا اور وکیل سے آکر کہہ دیا: مجھے اجازت دے دی ہے، آپ نکاح پڑھا دیجیے، میں گواہوں کی اجازت لایا تھا، تو کیا یہ نکاح فضولی ہوا یا درست رہا، توڑ دینے کا اختیار دلھن کو ہے یا دولھا کو ہے، جیسا علما فرمائیں صاف جواب مل جانا چاہیے، چوں کہ دلھن کو دلھن کے والد نے روک لیا، کہا کہ تم اپنے لڑکے کی شادی دوسری جگہ کرلو میں اب لڑکی کو نہیں بھیجوں گا، کیا نکاح باطل ہو گیا یا ثابت رہا۔

تصدق حسین موضع سرولی ڈاک خانہ کچھا نینی تال

الجواب

یہ نکاح فضولی ہوا، اگر اس شخص نے لڑکی سے اذن اپنے لیے لیا اور پڑھوایا دوسرے سے، اگر خبر نکاح پاکر لڑکی نے کسی قول یا فعل سے اس نکاح کو رد کر دیا، راضی نہ رہی تو نکاح اسی وقت باطل ہو گیا، اور اگر کسی طرح رضا پائی گئی تو نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ دارالافتا بریلی شریف ۱۷؍ رمضان المبارک ۱۳۸۷

الجواب صحیح:

صورت مستفسرہ میں جو اذن لیا اپنے لیے تو وہ خود وکیل ہوا، اس نے خود نہیں پڑھایا دوسرے سے پڑھوایا، تو یہ نکاح فضولی ہوا، اور اگر اس دوسرے کے لیے اذن لاتا جس نے نکاح پڑھایا تو یہ نکاح فضولی نہیں ہوتا۔ فضولی کا نکاح اجازت پر موقوف ہوتا ہے، رد کر دے تو رد ہو جاتا ہے، جائز کر دے تو جائز، اگر یہ نکاح فضولی بھی ہوا ہو تو بھی جب وہ رخصت ہو کر گئی تو یہ اجازت فعلی ہوئی، نکاح لازم ہو گیا، باپ نے اگر بے وجہ شرعی لڑکی کو روکا تو وہ گنہ گار ہے، ظالم جفا کار۔ اور لڑکی بے وجہ شرعی رکی تو وہ بھی گنہ گار، ستم گار ہے، دونوں پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ ھو الھادی وھو تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

زانیہ کا حالت حمل میں بھی نکاح ہو سکتا ہے

مسئلہ: (۱۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک کنواری لڑکی ناجائز طریقہ سے حاملہ ہوگئی، اس کا نکاح دوران حمل میں کسی شخص سے جائز ہے یا نہیں؟۔بینوا توجروا

سائل: مسیت اللہ ولد برکت اللہ ساکن بنوریا ضلع رامپور ۱۱ر جمادی الآخرہ ۸۸ھ

الجواب

ناجائز حمل زنا کی کوئی حرمت نہیں ہے، دوران حمل زانیہ سے نکاح جائز ہے، اگر وہی کرے جس کا حمل ہے تو اسے بعد نکاح قربت بھی جائز ہوگی۔ اور جس کا حمل نہیں ہے وہ کرے گا تو جب تک یہ حمل وضع نہ ہوا سے قربت جائز نہ ہوگی۔ لئلایسقي ماء ہ زرع غیرہ. واللہ تعالیٰ اعلم(۱)

(۱)[سنن أبي داؤد باب في وطئی السبایا: ۲/۲۴۸]

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

عورت کے پستان نہ ہوں جب بھی وہ عورت ہے اور اس سے جو نکاح ہوا وہ صحیح ہے

مسئلہ: (۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

جناب مولوی صاحب فضائل مآب فیض انتساب دام ظلکم السلام علیکم!

احقر کی شادی ہوئی اس منکوحہ میں نقص اندرونی ہے جس کو کہ کند کہتے ہیں کہ جس سے شوہر کی کوئی حاجت روائی نہیں ہوسکی، اور نہ پستان ہیں بالکل سینہ مثل تخت کے، غرض یہ ہے کہ نہ عورت ہے اور نہ مرد ہے۔ عمر منکوحہ کی اس وقت پچیس سال کی ہے بلکہ زیادہ ہوگی، نکاح ہوئے دو سال گزرے ہیں۔ میری طرف سے دیگر شادی کی خواہشات اور کوشش ہوئی وہ مخالف بن گئی۔ اب اس کی طرف سے یہ کاروائی [illegible]

میں۔سوا اس کاروائی اور شر کے مقابلے پر مجھ کو فتوئ علمائے دین سے لینے کی ضرورت پڑی کہ جس میں یہ نقص ہوں نکاح جائز ہے یا نہیں اور شوہر کے ذمہ کوئی حق نان ونفقہ یا دین مہر شرعاً ہے یا نہیں؟لہذا یہ واقعہ لکھ کر خدمت عالی میں پیش کر کے امیدوار کہ فتوئ مرحمت فرمایا جاوے۔فقط خادم ضمیر احمد دوکان دار ہلدوانی منڈی مورخہ ۷/جنوری ۱۹۳۳ء

الجواب

جب وہ عورت ہے اگر چہ سائل اس لیے کہ اس کا سینہ صاف ہے یہ کہتا ہے کہ:نہ وہ عورت ہے۔ تو نکاح ہوگیا اور ہمارے نزدیک احد الزوجین کو دوسرے کے عیب سے خیار نہیں ملتا،اور اگر اسے طلاق دے گا تو نصف مہر دینا لازم ہوگا۔اگر چہ اس سے خلوت کر چکا ہے کہ یہ خلوت بوجہ مانع حسی خلوت صحیحہ نہیں خلوت فاسدہ ہے۔ہاں اگر پناہ بخدا احد الزوجین سے کسی کا قبل طلاق انتقال ہوجائے تو پورا مہر لازم ہوجائے گا،نفقہ اگر اسے خدمت کے لیے یا استیناس کے لیے گھر میں رکھے گا دینا ہوگا،اور اگر نہیں تو نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حلالہ کے لیے نکاح صحیح کے بعد صحبت شرط ہے

(۱۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

کہ زید نے اپنی بی بی کو چار شخصوں کے سامنے اس طرح تین طلاقیں دیں:میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی۔پھر وہ سفر میں چلا گیا اور چار ماہ بعد واپس ہو کر اپنی مطلقہ بیوی کے ساتھ بود وباش اختیار کی۔لوگوں کی ملامت سے اس نے اپنے بیمار بھائی کے ساتھ نکاح کر دیا،اور نکاح ہوتے ہی اسی مجلس میں اس نے طلاق دے دی اسی وقت زوج اول سے نکاح کر دیا گیا۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس زوج ثانی کا اس طرح طلاق دینا اور زوج اول کا نکاح ثانی اس طرح ہونا از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟اور درست نہ ہونے کی تقدیر پر قاضی صاحب کا جو امام مسجد بھی ہیں کیا حکم ہے،اور ان گواہوں کا اور محلل وناکح کا کیا حکم ہے؟بعض لوگ اس کی یہ صورت بتاتے ہیں کہ زوج ثانی اگر اس کے ساتھ خلوت کرے اور وطی نہ کرے اور طلاق دے دے تو اب نکاح ثانی کے لیے عدت کی ضرورت نہیں ہے،اور اگر وطی کرے تو عدت کی ضرورت ہے تو ان کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟اور ایسی صورت میں حلالہ اور نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

از بھینسوڑی مسئولہ کلن خاں صاحب رام پوری

الجواب

جب اس نے لوگوں کی ملامت پر بھائی سے اس کا نکاح کردیا تو اس کا اس عورت ہی کو طلاق دینا معلوم ہوگیا۔ بے شک عورت پر تین طلاقیں ہوچکیں اور حلالہ کا حکم ہے اور طلاق کے بعد ان چار ماہ میں عورت کو تین حیض آئے تھے تو عدت سے نکل گئی، عدت گذرنے پر زید کے بھائی سے نکاح ہوا تو نکاح صحیح ہوا، مگر جب کہ فوراً ہی بے وطی طلاق ہوگئی تو حلالہ نہ ہوا کہ حلالہ محض نکاح کا نام نہیں حلالہ اس وقت تک نہ ہوگا جب تک دوسرا زوج اس سے وطی نہ کرے۔

حدیث میں فرمایا:

((لاحتی تذوقي عسیلته ویذوق عسیلتك))(۱)

نہیں! یہاں تک کہ تو اس کا شہد چکھ لے اور وہ تیرا شہد چکھ لے۔ (مترجم)

بھائی نے جب طلاق دے دی تو طلاق ہوگئی مگر زید سے اس کا نکاح باطل کہ حلالہ نہیں ہوا اور وہ اس پر بے حلالہ حرام ہے۔ اور اگر ان چار ماہ میں عدت ہی نہیں گذری تھی تو زید کے بھائی سے نکاح ہی باطل ہوا۔ قاضی اور گواہ اور شرکائے مجلس ان میں سے ہر وہ جو اس سے واقف تھا کہ حلالہ نہیں ہوا ہے اور یہ جانتے ہوئے اس باطل نکاح میں کسی طرح شریک ہوا سب سخت گنہگار ہیں۔ سب پر توبہ لازم ہے توبہ کریں۔ جن بعض لوگوں نے وہ کہا کہ صرف خلوت کرلے اور وطی نہ کرے محض غلط و باطل کہا۔ فقط خلوت سے پہلے شوہر کے لیے ہرگز حلال نہ ہوگی۔ اور کسی دوسرے سے بھی بعد خلوت بے عدت گذارے نکاح نہیں کرسکتی، خلوت سے عدت لازم ہوگئی اس شخص پر توبہ لازم ہے جس نے وہ غلط و باطل و من گڑھت فتویٰ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دیوبندیوں اور مودودیوں سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

(۱۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

---

(۱) [نصب الرایة لأحادیث الهدایة، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲۳۷/۳]

زید سنی صحیح العقیدہ آدمی ہے، اس نے دو سال قبل اپنی لڑکی کی شادی بکر کے ساتھ کر دی، اب چھ ماہ قبل یہ علم ہوا کہ بکر مودودی عقائد رکھتا ہے، اس بات کا علم ہونے پر زید نے اپنی لڑکی کو بکر کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا، بکر کے والدین اور بھائی سنی عقیدہ رکھتے ہیں، بکر کا بہنوئی مودودی عقیدہ رکھتا ہے، بکر اپنے بہنوئی سے میل جول رکھتا ہے، اور مودودی پیش امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، اور اس کے گھر کے لوگ بھی اس پیش امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اور ان لوگوں کو اس پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے، اب زید اور اس کے ہم عقیدہ سنی لوگوں نے بکر اور اس کے گھر والوں پر مودودیوں کے کفری عقائد ظاہر کیے تو بکر اور اس کے گھر کے لوگ توبہ کرنے کو تیار ہو گئے ہیں، لہٰذا اب ان لوگوں کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ اور ان سے کس طریقہ پر توبہ کرانی چاہیے؟ اپنی لڑکی کو توبہ ہو جانے کے بعد بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: نتھو خاں، ساکن محلہ اونچا قصبہ فرید پور بریلی ۹۲ھ ۱۸؍ جمادی الآخرہ

الجواب

مودودی، یا تبلیغی وغیرہ جماعت دیوبندیت کی شاخ ہے، ان سے دور نفور رہنا مسلمانوں پر لازم ہے، اگر وہ لڑکا جس سے اس حسینہ لڑکی کا نکاح ہوا ہے وقت نکاح مودودی نہیں تھا تو نکاح منعقد ہو چکا تھا، اب بعد نکاح ایسا ہو گیا، تو جب تک وہ توبہ تجدید ایمان، تجدید نکاح نہ کرے، اس لڑکی کو رخصت نہ کریں، دیوبندیوں پر ان کے عقائد کفریہ قطعیہ کی بنا پر علمائے عرب وعجم نے فتویٰ کفر وارتداد دے کر فرمایا: ”من شک في کفره وعذابه فقد کفر“ جو دیوبندی کے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر دیوبندیوں کو مرتد خارج از اسلام نہ جانے، مسلمان سمجھے، بلکہ خارج از اسلام ہونے میں شک بھی کرے، تو وہ بھی مرتد خارج از اسلام ہو جاتا ہے، اگر وہ لڑکا مودودی کی جماعت کے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جانا، تو وہ خارج از اسلام ہو گیا ہے، اس کی بی بی اس کے نکاح سے باہر ہو گئی ہے، اور اگر وقت نکاح بھی وہ عقیدۂ کفریہ رکھنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا تھا، تو یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوا۔ اگر وہ لڑکا توبہ، استغفار، تجدید ایمان کرے اور مودودیت سے بے زاری کا اعلان کرے، تو اس لڑکی کا نکاح پھر سے اس لڑکے سے کر سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر اس کے گھر والے مودودیت سے تائب نہ ہوں، ان سے میل جول ترک نہ کریں تو وہ لڑکا اپنی بی بی کو لے کر الگ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد طاہر حسین رضوی نوری غفرلہ، ۱۹؍ جمادی الآخرہ ۹۲ھ

فی الواقع وہابیہ زمانہ دیوبندی ہوں، یا مودودی، یا تبلیغی سب پر حکم کفر وارتداد ہے، جو وہابیہ کے عقائد کفریہ سے کوئی عقیدہ رکھتا ہے، یا خود ان کے عقائد سے کوئی کفری عقیدہ نہیں رکھتا ہے ان کے کسی کفری عقیدہ پر مطلع ہوکر انہیں مسلمان جانتا ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہو، اسے مسلمان جانتا ہو، ایسے شخص کو خود محکوم علیہ بالکفر ہے، اس سے نکاح باطل اور وقت عقد ایسا نہ تھا بعد کو ایسا ہو گیا تو نکاح باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

چھ ماہ پر نسب ثابت مانا جائے گا

مسئلہ: (۱۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید شہر بھمرڑی سے ۲۷/جون ۱۹۶۷ء کو اپنے وطن پہنچا، تو اپنی بی بی کو حالت حیض میں پایا، بعد فراغت اپنی بی بی کے پاس گیا، زید ۴/ماہ کچھ دن گھر پر رہ کر واپس آیا، لہذا اس حساب سے چھ ماہ کچھ دن یعنی رمضان المبارک کی ۲۴/تاریخ کو لڑکی پیدا ہوئی، اب زید بھی کہتا ہے کہ میری لڑکی ہے، اور زید کی بی بی بھی کہتی ہے کہ میرے شوہر کی لڑکی ہے، کچھ لوگ زید کی بی بی پر الزام لگا رہے ہیں، لہذا اس میں زید کی بی بی پارسا ہے، یا نہیں؟ الزام لگانے والوں کے لیے شریعت طاہرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

فقط: جان محمد قادری رضوی مجہول

الجواب

وہ لڑکی یقیناً زید کی ہے، جو لوگ زید کی بی بی پر زنا کا الزام لگا رہے ہیں وہ اشد گنہ گار، جفا کار، مستوجب غضب جبار، مبتلائے قہر قہار، حق اللہ وحق العباد میں گرفتار ہیں، ان پر توبہ واستغفار فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ: قاضی محمد عبد الرحیم بستوی، ۱۴/ ذی الحجہ ۸۷ھ

الجواب صحیح:

یہ تو چھ ماہ سے زائد پر پیدا ہوئی، اگر پورے چھ ماہ کی پیدا ہوتی جب بھی یہی حکم ہوتا، اقل درجہ چھ ماہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

(۲) ثبوت نکاح

نکاح کا ثبوت شرعی ہوجانے پر عورت کا انکار بے معنی ہے

(۱۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید اپنے مکان پر قاضی کو بلاتا ہے اور دو تین آدمیوں کو ان تین اشخاص میں سے ایک زید کا حقیقی بہنوئی ہے اور دوسرا بہنوئی کا ماموں زاد بھائی ہے، اور یہ دونوں بھائی آپس میں ایک مکان میں رہتے ہیں اور ایک ہی کام کرتے ہیں، اور ایک ہی جگہ کھانا کھاتے ہیں، تیسرا محض زید کے احباب میں ہے مگر رشتہ میں غیر ہے، زید کے پڑوس میں ایک عورت مساۃ ہندہ جو صاحب جائداد ہے، اور زید کی رشتہ کی بھاوج بھی ہوتی ہے، رہتی تھی، زید اور مساۃ ہندہ کے مکانوں کا ایک ہی قطعہ ہے، ایک ہی راستہ ہے، صرف اپنی اپنی کوٹھریوں میں رہنا ہے، اور اپنا اپنا کام کر کے علاحدہ کھانا پینا ہے، قاضی زید کا نکاح پڑھاتا ہے، وکیل اور گواہوں سے معلوم کر کے آیا ہندہ نے کہا ہے کہ میرا نکاح زید کے ساتھ کردو، وکیل اور گواہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے ہندہ نے اقرار کیا ہے کہ میرا نکاح زید کے ساتھ کردو، قاضی یہ معلوم کر کے نکاح پڑھاتا ہے اور یہ واقعہ رات کے دس بجے کا ہے، اور موسم بھی سخت سردی کا ہے مساۃ ہندہ اپنی کوٹھری میں ہے، اور یہ واقعہ زید کی کوٹھری میں ہے۔

مساۃ ہندہ کو دو ہی ایک منٹ میں پتہ چلتا ہے کہ میرا نکاح پڑھایا گیا ہے، اور تین چار آدمی جمع ہیں، چھوارے وغیرہ تقسیم ہو رہے ہیں، اور یہ تین چار آدمی وہی قاضی وکیل اور گواہ اور دو ایک پاس پڑوس کے ہیں، تو ہندہ مذکور روتی ہوئی اور شور کرتی ہوئی تھانہ جاتی ہے، اور رپورٹ کرتی ہے کہ میرا نکاح جبریہ اور فرضی پڑھایا گیا ہے میں اس نکاح سے خوش نہیں ہوں نہ میں نے اقرار کیا ہے، نہ اس سے پہلے مجھ کو علم تھا کہ میرے ساتھ یہ کاروائی کی جاے گی، بعد کردینے رپورٹ کے ہندہ نے وہ مکان مسکونہ قطعاً چھوڑ دیا، اور بجاے اس کے دوسرے مکان میں جو وہاں سے زیادہ عرصہ پر ہے، اور زید کی رسائی نہیں ہوسکتی ہے، سکونت اختیار کرلی، اس واقعہ کے تین چار ماہ بعد زید نے مساۃ ہندہ پر عدالت میں دعویٰ کیا کہ میرا نکاح ہندہ سے ہوگیا ہے، اور میرے گھر میں نہیں آتی ہے، عدالت نے ہندہ کو طلب کر کے بیان لیے، بعد

رپورٹ اور فریقین کے بیان پر خارج کر دیا۔اس واقعہ کو گذرے ہوے دو سال ہو گئے، ہندہ اس وقت سے اب تک انکاری ہے،اور نہ اس مکان میں جو ہندہ کو اپنے شوہر متوفی سے ترکہ میں ملا تھا، جو زید کے پڑوس میں ہے، جہاں قبل از واقعہ رہتی تھی، آج تک گئی بلکہ شوہر متوفی کی ماں کے پاس جو دوسرے ایک معمر شخص کے نکاح میں ہے رہنے لگی، آیا ایسی صورت میں یہ نکاح شرعاً ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نوٹ: فتویٰ پر حضرت مولانا کے دستخط ہوں تو زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ جن صاحب کے اطمینان کی غرض سے منگایا جا رہا ہے انہوں نے کہا ہے کہ میں حضرت والا کے دستخط یا مہر ہوگی تو مانوں گا ورنہ نہیں۔

از بہیڑی ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد عبدالحق غفرلہ۔

الجواب

اگر شہود کے ایسے بیان سے جو قابل قبول شرع ہو ثابت ہو کہ عورت نے زید کے ساتھ اپنے نکاح کی اجازت دی، اور یوں ان کا نکاح ہوا تو عورت کا انکار بے سود ہے، نکاح نافذ اور لازم ہونے کا حکم ہوگا، جب کہ وہ گواہ ایسے ہوں جن کی شہادت قابل قبول شرع ہو، بہنوئی کا بھائی بلکہ بہنوئی ہونا رد شہادت کی وجہ نہیں ہو سکتا، اور اگر فی الواقع عورت نے اجازت نہیں دی زید نے بے بنیاد دعویٰ نکاح کیا اور گواہوں نے جھوٹی شہادت دی تو یہ سب سخت عظیم گناہ کے مرتکب حق اللہ وحق العبد میں گرفتار ہوں گے، اور عذاب نار کے مستحق، مگر عورت تسلیم نفس پر مجبور نہ کی جائے گی، ایسی صورت میں جب کہ عورت بتاتی ہے کہ ہرگز اس نے نکاح نہ خود کیا، نہ کسی کو وکیل کیا، نہ فضولی کا کیا ہوا نکاح قبول کیا۔ عورت کو چاہیے کہ یا تو مجبوراً ظالم زید سے عقد پر راضی ہو جائے، اور اس سے عقد کرے یا کچھ دے کر اس سے خلاصی حاصل کر لے۔ بے نکاح اپنے نفس پر اسے اگر قابو دے گی تو گنہگار ہوگی۔ اس سے نکاح کرے یا اس سے بھاگے اور اپنی گلو خلاصی کے لیے اس کو کچھ دے کر راضی کر لے۔

"هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالىٰ أعلم"

یہ میرے نزدیک ہے اور حق علم میرے پروردگار کے پاس ہے اور وہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

سوال اور زید کے بیان سے معلوم ہوا کہ گواہ فاسق وفاجر ہیں۔ نماز کے پابند نہیں ہفتوں کی نماز غائب کرتے ہیں، سود خوار ہیں، داڑھی مطابق شریعت نہیں رکھتے اگر یہ بیان صحیح ہے تو ایسوں کی شہادت مقبول نہ ہوگی، ان کی شہادت سے کوئی امر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا، اس صورت میں عورت تسلیم نفس پر ہرگز مجبور نہیں کی جاسکتی، ہاں اگر وہ غلط انکار کرتی ہے تو گنہگار اور شدید گنہگار ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

بالغ ہونے پر نابالغی کے واقعہ نکاح کا انکار کرنا نکاح میں خلل انداز نہیں

(۱۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید پوچھتا ہے کہ ایک لڑکے اور لڑکی کا نکاح نابالغی میں ہوا، اب بالغی میں لڑکا کہتا ہے کہ میرا نکاح نہیں ہوا، اور جب چار پانچ آدمی موجود تھے، اور اگر نابالغی میں ہوا بھی تو میں منظور نہیں کرتا، وہ آدمی جو موجود تھے اس کے سامنے زیور واپس کر دیا، اور اب تین یا چار سال کے بعد کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دی۔ اب اس لڑکی کی شادی کسی اور مقام پر ہونا چاہیے یا اسی کے نکاح میں ہے۔

از پیلی بھیت ۱۶/ رمضان مبارک ۵۶ھ

الجواب

اسے اطلاع نہ ہوئی ہوگی اس لیے انکار کرتا ہوگا۔ یا کسی اور غرض سے جھوٹا انکار، اس انکار سے نکاح میں کوئی خلل نہیں آیا۔ ہاں اس کا یہ کہنا کہ اگر نابالغی میں ہوا بھی تو میں منظور نہیں کرتا، اس صورت میں کہ وہ نکاح بعد بلوغ اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا ہو۔ ضرور اسے ختم کر دیتا ہے۔ اس صورت میں طلاق کے کیا معنی؟ جب اس نے اس نکاح کو جو اس کی اجازت پر موقوف تھا رد کر دیا نکاح اس رد سے ختم ہو گیا، اب یہ کہنا کہ میں نے طلاق نہیں دی محض ہوس خام ہے، طلاق کا محل تو جب ہوتا جب اس نے اس نکاح کو منظور کر لیا ہوتا، وہ لازم ہو چکا ہوتا، طلاق تو بعد نکاح ہی ہو سکتی ہے، نکاح منظور نہ ہوا، اور طلاق کی ہوس۔ کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ لہٰذا نکاح باقی ہے۔ ہاں اگر صورت ایسی ہو کہ وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف نہ ہو کر نکاح لازم ہو چکا ہو تو اس کا یہ کہنا کہ مجھے وہ نکاح منظور نہیں لغو ہے۔ اس صورت میں ضرور طلاق کی ضرورت ہے۔

اور اگر صورت یہ ہو کہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف تو نہ ہو مگر اسے خیار بلوغ ملا ہو۔ تو بے شک اس صورت میں جب کہ وہ اس سے پہلے کوئی قول یا فعل رضا نہ کر چکا ہو اس کے اس قول سے کہ میں منظور نہیں کرتا، اور زیور واپس کر دینے سے وہ نکاح قاضی فسخ کر دے گا، اور دونوں میں تفریق۔ بے تفریق قاضی محض اس کے اتنا کہنے یا کرنے سے نکاح فسخ نہ ہوگا۔

عالمگیری میں ہے:

"إن زوجهما الأب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما. وإن زوجهما غير

الأب والجد فلكل واحد منهما الخيار۔ إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ۔ ويشترط فيه القضاء فإن اختار الصغيرة الفرقة بعد البلوغ فلم يفرق القاضي بينهما حتى مات أحدهما توارثًا۔و يحل للزوج أن يطأها مالم يفرق القاضي بينهما كذا في المبسوط."(۱)

صغیر وصغیرہ کا نکاح باپ، دادا نے کیا تو انھیں خیار بلوغ حاصل نہ ہوگا، اگر باپ، دادا کے علاوہ نے کیا تو البتہ خیار بلوغ حاصل ہوگا، جب بالغ ہوجائے تو چاہے تو نکاح قائم رکھے، چاہے تو فسخ کردے، فسخ نکاح میں قضائے قاضی شرط ہے، اگر صغیر نے بالغ ہونے کے بعد علاحدگی اختیار کی تو اب قاضی ان کے درمیان تفریق نہیں کرے گا، یہاں تک کہ ان میں ایک انتقال کر جائے، ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہوئے، اسے وطی کرنا حلال ہے جب تک کہ قاضی تفریق نہ کردے، ایسا ہی مبسوط میں لکھا ہے۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"لا يبطل خيار الغلام مالم يقل رضيت أو يجيء منه ما يعلم أنه رضي.والله تعالىٰ أعلم "(۲)

لڑکے کا خیار باطل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اس سے پہلے کوئی قول یا فعل رضا نہ کرچکا ہو۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

---

(۱) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح،الباب الرابع في الأولياء: ۱/۳٦٥]

(۳) ولایت نکاح

باپ کے ہوتے ہوئے دادا ولی نہیں

(۱۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

"الاستفتاء في حضرات الكرام العلماء۔ الغر المحجلين في الليلة الظلماء۔ الـذين هم مقتبسون أنوار مشكاة النبوة بكرم سيد الأنبياء۔ فما قولكم دامت بدور هـدايـاتـكـم عـلـىٰ ذلك الهـداية ساطعة۔ وشموس كراماتكم علىٰ سماء الشراقة بـازغة۔ بـاتفاق الأراء لجمع العظام الفقهاء۔ أكرمهم الله ربهم ذوالآلاء۔ في هذه الـصـورـة وتـلـك الـمسألة۔ لازلتم مـقتفى آثار سيد المرسلين۔ يا جماعة سادة المسلمين وبدرة المؤمنين."

سوال: ان علمائے کرام کی بارگاہوں میں جو شب دیجور میں مشہور اور روشن ہیں، جو پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل وکرم سے شمع نبوت کے انوار وتجلیات سے بہرہ مند ہیں، بہ اتفاق علمائے کرام (اللہ تعالیٰ انھیں تاج کرامت سے سرفراز فرمائے) آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے، ہدایت ورہنمائی کے بدر کامل ہمیشہ روشن رہیں، عزت وشرافت کے آفتاب ہمیشہ طلوع ہوتے رہیں۔

اے سربراہان مسلمین! آپ ہمیشہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔ (مترجم)

زید کی نابالغ لڑکی کا نکاح تین برس کی عمر میں زید کے والد نے بلا اجازت وشرکت زید کردیا، حالاں کہ زید موجود تھا مگر نکاح کے وقت گھر میں نہ تھا بعد نکاح گھر میں آیا تو خبر نکاح پر محض سکوت سے زید نے کام لیا۔ حاصل مرام زید کو اس عقد سے کوئی موافقت نہ تھی اور نہ ہے۔ اور اس کی اجازت اس کے ہوتے ہوئے نہیں لی گئی۔ اب لڑکی حد بلوغ کو پہنچی اور وہ بھی بذات خود اس عقد سے بے زار ہے۔ تو اب آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں، بصورت اول زید کی لڑکی کو خیار فسخ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مسئولہ عبدالمجید صاحب

الجواب

باپ کے ہوتے دادا ولی نہیں۔ دادا نے جو نکاح نابالغہ بے اجازت پدر نابالغہ کیا وہ نابالغہ کے باپ کی اجازت پر موقوف ہوا، اگر جائز کردے جائز ہوجائے گا، اور رد کردے گا تو باطل۔ مگر سوال کی یہ عبارت کہ ''لڑکی حد بلوغ کو پہنچی اور وہ بھی بذات خود اس عقد سے بے زار ہے'' یہ بتاتی ہے کہ باپ نے بھی اس عقد سے اظہار نفرت وبے زاری کیا اور لڑکی نے بھی۔ اگر باپ نے اس کا ظہار کیا تھا تو وہ نکاح جب ہی باطل ہوگیا تھا، اور اگر ایسا نہیں ہوا تو لڑکی کے بلوغ تک اس کی اجازت پر موقوف تھا، لڑکی کے بالغ ہوتے ہی اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا۔ لڑکی نے اگر خبر نکاح پاکر اس کے جواز کا کوئی قول یا فعل نہ کیا تھا، بلکہ نفرت وبے زاری ظاہر کی تو اب باطل ہوگیا، اس قول یا فعل کے بعد پھر اگر صریح رضامندی بھی دے دی ہو تو لغو وبے کار ہے۔

درمختار میں ہے:

''لو زوج الابعد حال قیام الأقرب توقف علیٰ اجازته.''(۱)

اگر قریب ولی کی موجودگی میں بعید ولی نے نابالغہ کا نکاح کردیا تو وہ اقرب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (مترجم)

فتح القدیر میں ہے:

''یتوقف علیٰ إجازة الولي في حالة الصغر فلو بلغ قبل أن یجیزه الولي فأجازه بنفسه نفذ ولا ینفذ بمجرد بلوغه اه. مختصراً.'' (۲)

نابالغ کے نکاح کا جواز ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر ولی کی طرف سے اطلاع سے قبل خود بالغ ہوگیا اور اس نے اپنے نکاح کو جائز کردیا تو جائز اور نافذ ہوجائے گا کہ یہ اجازت پر موقوف تھا، اور اجازت کے بغیر محض بلوغ سے نافذ نہ ہوگا۔ اھ۔ مختصراً (مترجم)

اور درمختار میں ہے:

''ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف؛ لأن الغالب إظهار النفرة عند فجأة السماع''(۳)

---

(۱) [الدر المختار كتاب النكاح:٤/١٤٤]

(۲) [فتح القدير:٣/١٩٨]

(۳) [الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي:٤/١٢١]

علما نے شب زفاف تجدید نکاح کو پسند فرمایا ہے کہ بیشتر، اچانک سننے کے وقت نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔(مترجم)

طحطاوی میں ہے:

"أي فيحتمل أنها نفرت من النكاح عند إعلامها به فيبطل العقد ولا يلحقه الرضا."(۱)

احتمال ہے کہ لڑکی نے نکاح سے نفرت کی ہو جس وقت اسے علم ہوا ہو کہ عقد نکاح باطل ہو جائے گا، رضامندی کو اس سے لاحق نہیں کیا جائے گا۔

عبارت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ زید شہر یا محلہ میں موجود تھا، اور اس کی بے اجازت نکاح کر دیا گیا۔ مگر ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شہر میں موجود نہ ہو کہیں سفر پر گیا ہوا ہو، اور غائب بغیبت منقطعہ ہو تو یہ نکاح جو دادا نے کیا لازم ہو گیا، اگرچہ غیر کفو سے اسے غیر کفو جانتے ہوئے، یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کیا ہو جب کہ اس صورت میں دادا معروف بسوء اختیار یا بحالت نشہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہے

(۱۸) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے والدین ہندہ سے یہ شرط ومعاہدہ کیا کہ اگر ہندہ نابالغہ کا نکاح میرے ساتھ کر دیجیے تو میں اپنی منکوحہ زوجہ اولیٰ جو کہ کئی سال سے اپنے میکہ بیٹھی ہے اس کو طلاق دے دوں گا۔ اس پر والدین ہندہ نے بمقابلہ چند اشخاص زید کی شرط ومعاہدہ کو قبول ومنظور کر کے ہندہ نابالغہ کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا۔ ہندہ کا نکاح مشروط کر دینے کے بعد زید سے مطالبہ کیا کہ شرط ومعاہدہ پورا کر دو جس پر زید نے یہ حیلہ نکالا کہ جب تک ہندہ نابالغہ بلوغیت کو نہ پہنچے گی تب تک شرط ومعاہدہ پورا نہ کروں گا، اسی گفت وشنید میں عرصہ دو ڈھائی سال کا گذر گیا، حتی کہ ہندہ قریب زمانہ بلوغیت کو پہنچی، تب زید نے عزیزان ہندہ سے کہا کہ ہندہ کو رخصت کر دو میرے یہاں تاکہ میں ہفتہ عشرہ میں اپنی شرط ومعاہدہ کو پورا کر دوں۔ اس پر عزیزان ہندہ نے کہا کہ آپ اسٹامپ ایک تحریر کر دو، کہ بعد رخصت ہفتہ عشرہ میں شرط ومعاہدہ پورا کر دوں

---

(۱) - [الطحطاوی علی المراقی]

گا، اگر شرط و معاہدہ پورا نہ کروں تو ہندہ کا طلاق بائن متصور ہوگا، اس جواب پر زید خاموش بیٹھ رہا۔ بعدہ جب ہندہ کا زمانہ بلوغیت کاملہ آ گیا تب ہندہ بالغہ نے نکاح مشروط کو فسخ و منسوخ کر دیا۔ بمقابلہ چند گواہان کے، جو کہ اسی دن زید بدعہد کو خبر بھی دیا، اور اس کے موئدین والدین ہندہ بھی ہو لیے۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ نکاح مشروط بغیر شرط و معاہدہ پورا کئے کامل تھا یا باطل اور ہندہ کا فسخ و باطل کرنا صحیح ہے یا غلط اور زید بدعہد جرم شرعی کا مرتکب ہے کہ نہیں ایسے شخص کی شہادت۔ امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

از بنارس ہٹیہ پورہ مرسلہ جناب عبدالجبار صاحب حامدی۔

الجواب

باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہے اس کے فسخ کا لڑکی کو بالغہ ہو کر اختیار نہیں ملا تھا جس کے سبب وہ اسی کو فسخ کر سکتی، وہ لاکھ فسخ کرے فسخ نہ ہوا۔ زید نے وعدہ خلافی کی، وعدہ خلافی بداخلاقی ہے اور بری چیز ہے۔ اور اگر وعدہ کرتے وقت بھی دل میں یہ خیال ہو کہ ایسا کریں گے نہیں تو یہ دھوکہ دہی اور فریب ہے اور جھوٹ ہے اس صورت میں گناہ بھی ہے، ہاں اگر وعدہ کسی بات پر معلق ہو تو اس صورت میں وفا واجب ہوتی ہے، اور وعدہ خلافی گناہ۔ صورت مستفسرہ میں شخص مذکور نے اپنی عورت منکوحۂ اولیٰ کے وعدۂ طلاق کو اس شرط پر معلق کیا کہ اس نابالغہ سے اس کا عقد کر دیا جائے، اگر ایسا ہوگا تو وہ پہلی منکوحہ کو طلاق دے دے گا، اس صورت میں اس وعدہ معلقہ کی وفا البتہ اس کے ذمہ لازم ہوئی جب شرط پوری ہوگئی۔ مگر اب وہ دو بلا میں مبتلا ہے، ایک بے قصور و خطا پہلی منکوحہ کو طلاق دینا، اور ایک اس وعدہ معلقہ کا وفا نہ کرنا۔ اسے چاہیے کہ اہون کو اختیار کر لے۔

"من ابتلیٰ ببلیتین فلیختار أهونهما."(۱)

پر عمل کرے۔ اگر وہ عدل پر قادر ہو تو پہلی کو طلاق نہ دے اور اگر قدرت بر عدل نہ رکھتا ہو یا اسے اپنی طبیعت سے عدل نہ کر سکنے کا غالب گمان ہو تو اسے چھوڑ دے۔

"هذا ما عندي والعلم بالحقيقة عند ربي وهو تعالىٰ أعلم بالصواب واليه المرجع والمآب في كل باب"

غیر ولی کا کیا ہوا نکاح موقوف رہتا ہے

(۱۹) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) ہندہ کا جب سے عقد زید سے ہوا زید کے یہاں نہیں (گئی)۔ عقد قبل بلوغ ہوا۔ بعد عقد زید کو عارضہ جذام لاحق ہوا۔ ہندہ اب بالغہ ہوگئی ہے، اپنے نفس پر ڈرتی ہے بوجہ جذام کے زید کے یہاں جانا نہیں چاہتی ہے، اس سے فرقت اختیار کر کے دوسرے سے عقد کرنا چاہتی ہے۔ کیا مجتہد علیہ الرحمہ کے قول پر فرقت اختیار کر کے دوسری جگہ عقد کر سکتی ہے؟

(۲) ضرورت داعیہ کے وقت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر کسی مسئلہ میں فتویٰ دیا جاتا ہے یا نہیں؟

از نور العلوم موضع کمان ضلع مظفر پور مرسلہ مولوی شرف الدین صاحب مدرس مدرسہ، معرفت مولوی نجم الحق متعلم دار العلوم منظر اسلام۔

الجواب

ہندہ نابالغہ کا نکاح ولی نے کیا ہے یا غیر ولی نے؟ اگر ولی نے کیا ہے تو اقرب ہوگا، یا ابعد، بصورت اقرب وہ ولی باپ یا دادا ہوگا، یا اس کا غیر۔ اگر غیر ولی نے نکاح کیا یوں ہی اگر ولی ابعد نے بحال قیام ولی اقرب تو وہ نکاح تا بلوغ ہندہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف تھا۔ اگر اس نے تا بلوغ ہندہ جائز یا رد نہ کیا تھا تو بعد بلوغ ہندہ کی اجازت پر موقوف ہوگیا۔ جائز کر دے گی جائز ہو جائے گا، رد کر دے گی رد ہو جائے گا، اس صورت میں ہندہ کو تفریق کرانے کی کیا حاجت ہے، اپنے آپ رد کر دے فرقت ہو جائے گی۔ اور اگر جائز کر دیا تھا تو دیکھا جائے گا کہ وہ باپ یا دادا ہے یا ان کا غیر، اگر باپ یا دادا ہے تو وہ نکاح لازم ہو چکا بعد بلوغ عورت کو کوئی اختیار رد نہیں۔ اور اگر وہ باپ یا دادا کا غیر تھا تو وقت بلوغ ہندہ کو خیار ہوا کہ جس مجلس میں وہ بالغ ہوئی یا بعد بلوغ جس مجلس میں اس کو اس نکاح کا علم ہوا اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرے، اور نکاح کو رد کر دے۔ اگر ہندہ نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کر لیا وہ دعویٰ تفریق کر سکتی ہے، اگرچہ شوہر میں کوئی عیب نہ ہو۔

اسی تقریر سے ان صورتوں کا حکم بھی ظاہر ہوگیا جب کہ باپ دادا نے نکاح کیا ہو۔ یوں ہی اس

بھی۔ جس صورت میں یہ نکاح لازم ہو چکا ہو، ہندہ کو ہمارے امام سند الائمہ حضرت امام اعظم اور سیدنا امام ابو یوسف کے مذہب مہذب پر ہرگز جذام کی بنا پر عورت کو حق فرقت حاصل نہیں۔ یہی مذہب مرجح اور اسی پر معتمد علما کا اتفاق واطباق ہے، یہی مذہب مؤید اور معتمد ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

"لا يتخير أحد الزوجين بعيب الآخر ولو فاحشاً۔"(۱)

زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب خواہ فاحش ہی کیوں نہ ہو، کی بنا پر حق فرقت حاصل نہیں۔ (مترجم)

امام قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

"حق الفسخ بسبب العيب عندنا لا يثبت في النكاح ولا ترد المرأة بعيب ما وإن وجدت الزوجة زوجها مجنونا أو به جذام أو برص ليس لها حق الفرقة."(۲)

ہمارے نزدیک بہ سبب عیب حق فسخ نکاح میں ثابت نہیں ہوتا اور نہ عورت کسی بھی عیب کی بنیاد پر رد کر سکتی ہے، اگر عورت اپنے شوہر کو پاگل جذامی یا برص کا مریض پائے تو اس بنا پر عورت کو حق فرقت حاصل نہیں۔

بے ضرورت ملجئہ مقبول عند الشرع اس مذہب امام سے عدول ناجائز وناروا، اگر واقعی ضرورت ہو، ضرورت کا ادعا، نفس کا اتباع اور مکر وخداع نہ ہو تو امام محمد کے مذہب پر عمل کی اجازت ہو سکتی ہے، اپنے آپ فرقت نہیں حاصل کر سکتی ہے، حاکم شرع کے حضور دعویٰ کرے حاکم شرع تفریق فرمائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال (۲) کا جواب، سوال (۱) کے جواب میں آ چکا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چچیرے چچا سے سگے چچازاد بھائی ولی ہونے میں مقدم ہیں

(۲۰) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک سنیہ نابالغہ کا نکاح اس کے چچیرے چچا نے ایک نابالغ سنی سے اس کے باپ کی ولایت

---

(۱) [الدر المختار، كتاب الطلاق، باب في العنين: ۵/۱۴۰]

(۲) [الفتاوىٰ الخانية مع الهندية: ۱/۴۱۳]

میں لڑکی کے عم زاد بھائیوں کی موجودگی میں پڑھوادیا۔قاضی نے لڑکی کے عم زاد بھائیوں سے کہہ دیا کہ آپ لوگ ولی ہونے کے مستحق بمقابلہ چچیرے چچا کے نہیں ہیں۔ان لوگوں نے خیال کیا شاید یہی صحیح ہو۔اس عقد نکاح کو ان بھائیوں نے اسی وجہ کر نہیں پڑھایا۔وہ لوگ وقت نکاح موجود تھے اور رضامند تھے بعد گذرنے کچھ مدت کے لڑکی کے اعزا و اقارب کو یہ رشتہ ناپسند ہوا،اور چاہا کہ یہ عقد نکاح کسی طرح فسخ کرادیا جائے،لڑکی کو بالغہ ہوئے بھی عرصہ گذرا۔اور لڑکا ابھی تک نابالغ ہے۔لڑکی نے بوقت بلوغیت نکاح فسخ نہیں کیا اور یہ نکاح بھی اسے ناپسند ہے۔اب استفسار ہے کہ کیا کوئی صورت شرعاً نکاح کے فسخ کی ہوسکتی ہے،جواب کو مہروں سے مزین فرمائیں۔بینوا توجروا

از موضع شمس آباد ڈاک خانہ میگرہ ضلع گیا مرسلہ قیس محمد خاں صاحب قادری رزاقی ۸/رجب ۵۶ھ

الجواب

صورت مستفسرہ میں ولی اقرب عم زاد بھائی ہی ہیں جب کہ وہ اہل ہوں۔چچیرے چچا پر کئی درجہ مقدم۔قاضی نے غلط کہا۔عالمگیریہ میں فرمایا:

"ثم ابن العم لأب وأم ثم ابن العم لأب وإن سفلوا ثم عم الأب لأب وأم ثم عم الأب لأب ثم بنوهما علیٰ هذا الترتيب"(١)

پھر حقیقی چچا کی اولاد،پھر علاتی چچا کی اولاد اگرچہ نیچے تک ہوں،پھر باپ کے حقیقی چچا،پھر باپ کے علاتی چچا پھر ان دونوں کی اولاد اسی ترتیب کے ساتھ۔(مترجم)

مگر جب کہ وہ اس نکاح سے راضی تھے تو نکاح ہوگیا۔بشرطیکہ کفو سے ہوا ہو،اور مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو۔عم زادوں کی رضا و اجازت نہ ہوتی تو بھی یہ نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہوتا،وہ اپنے قول یا فعل سے جائز کردیتے جائز ہوجاتا،رد کردیتے باطل ہوجاتا۔

ہندیہ میں ہے:

"إن زوج أبعد الأولياء فإن كان الأقرب حاضرًا وهو من أهل الولاية توقف علی إجازته اه مختصراً"(٢)

اگر بعید ولی نے نکاح کردیا تو اگر قرب ولی موجود ہو یا وہ اہل ولایت سے ہو تو وہ نکاح اسی کی

---

(١) [الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ١/٣٦٣]

(٢) [الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، باب في الأولياء: ١/٣٦٤]

اجازت پر موقوف ہوگا، عبارت اختصار کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

لڑکی کو خیار بلوغ تھا جس وقت وہ بالغہ ہوئی تھی، مگر جب اس نے بعد بلوغ فوراً اس نکاح کو رد نہ کیا تو اب لازم ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نابالغی میں ماں کی اجازت سے کیا ہوا نکاح موقوف رہتا ہے

(۲۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک لڑکی جس کی عمر پانچ سال کی تھی اس کا نکاح زبردستی کرادیا اور اذن اس کی ماں سے دلوادیا، اور اس وقت میں قانون ساروابل کا چل رہا تھا تو سب نے یعنی محلہ کے غیر آدمیوں نے لڑکی کی ماں کو مجبور کر کے نکاح کروادیا اور بعد نکاح کے اس وقت تک کوئی لڑکی کا پرسان حال نہیں ہے جس کو عرصہ ۱۳؍سال کا ہوگیا ہے اور لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور وقت نکاح لڑکی کا باپ قریب المرگ بے ہوش تھا، بعد نکاح ہونے کے دو دن زندہ رہ کر مرگیا، اور لڑکی کے نکاح کے حال سے اس کو واقفیت نہ ہوئی اور لڑکی کے باپ کا کوئی عزیز واقارب بھی نہیں تھا، اس کے کوئی بھی نہیں ہے، اور وقت نکاح اس کی ماں علاقۂ خام میں رہتی تھی، اور اب موضع گونیری ضلع پیلی بھیت میں رہتی ہے۔ از روئے شرع شریف لڑکی کا ایسی حالت میں عقد ثانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اب کیا کرنا چاہیے کہ لڑکی جوان ہے اور اس کی بسر اوقات کا کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

از موضع گونیری پرگنہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد بخش صاحب ۱۷؍شوال ۵۶ھ

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ نکاح جو حالت نابالغی باذن مادر اگرچہ ایسی حالت میں ہوا کہ باپ بے ہوش تھا باپ کی اجازت پر موقوف ہوا جب باپ کو اطلاع نہ ہوئی اور وہ مرگیا تو اس صورت میں کہ یہ نکاح ولیٔ ابعد نے بحال قیام اقرب کیا تھا اجازت اقرب پر موقوف ہوا تھا اور وہ مرگیا تو یہ جائز نہ ہوگا۔ جب تک پھر اب بعد موت اقرب جب ولایت ماں کو پہنچی ماں پھر اسے جائز نہ کردے، اگر اب اسے جائز کردے گی جائز ہوگا، رد کردے گی باطل ہوجائے گا۔

عالمگیریہ میں ہے:

"لو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف علىٰ إجازة الأقرب،

ثم غاب الأقرب وتحولت الولاية إلىٰ الأبعد لا يجوز ذلك النكاح الذي باشره الأبعد إلا بإجازة منه بعد تحول الولاية إليه. هكذا في الظهيرية"(۱)

اگر قریب ولی کی موجودگی میں بعید ولی نے نابالغہ کا نکاح کردیا تھا، اجازت اقرب پر موقوف ہوا تھا، پھر قریب ولی غائب ہوگیا اور ولایت ابعد کو پہنچی تو وہ نکاح جسے ابعد نے کیا تھا جائز نہ ہوگا جب تک پھر اب بعد غیوبت اقرب جب ولایت ابعد کو پہنچی ابعد پھر اسے جائز نہ کردے۔ ایسا ہی ظہیریہ میں لکھا ہے۔(مترجم)

طحطاوی وشامی میں فرمایا:

"ولو تحولت الولاية إليه أي: إلى الأبعد بموت الأقرب أوغيبته غيبة منقطعة"(۲)

اگر ولایت ولی ابعد کو پہنچ گئی ولی اقرب کی موت یا غیبت منقطعہ کی وجہ سے تو اب ولی ابعد کی اجازت سے نکاح جائز ہوجائے گا۔(مترجم)

بعد اس کے کہ ولایت ماں کی طرف آئی اگر ماں نے لڑکی کے بالغہ ہونے تک کوئی قول یا فعل ایسا نہیں کیا جس سے اس نکاح کی اجازت ہو، نہ ایسا جس سے وہ نکاح رد ہو تو وہ اس کی اجازت پر برابر موقوف رہا تھا۔ چاہتی تو جائز کردیتی چاہتی رد کردیتی۔

اب جب لڑکی بالغہ ہوگئی تو اب لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگیا چاہے رد کردے چاہے جائز۔ اور اگر ماں جائز کرچکی تھی تو نکاح جائز ہوگیا تھا۔ لڑکی کو بعد بلوغ اسی آن بلوغ میں جس وقت وہ بالغہ ہوئی اور اسے اپنے نکاح کا علم ہوا خیار بلوغ تھا اگر اسی جلسہ میں اس نے اسے استعمال کیا ہو تو فسخ نکاح ہوسکتا ہے اور اگر نہیں تو اب نکاح لازم ہوگیا، اور اگر ماں بعد تحویل ولایت اس نکاح کو رد کرچکی تھی تو وہ رد ہو چکا اس کا کوئی اثر نہیں۔ لڑکی آزاد ہے۔ مگر یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ شخص جس سے نکاح ہوا تھا لڑکی کا کفو ہو، یعنی مذہب، نسب، چال چلن، پیشہ میں لڑکی سے کمتر نہ ہو ایسا کہ اس سے اس کا نکاح اس کے اولیا کے لیے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو، اور مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو۔ ورنہ اگر لڑکی کا کفو نہ تھا۔ یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ یہ نکاح ہوا تھا تو محض بے اثر۔ نکاح ہوا ہی نہیں کہ نابالغہ کا ایسا (نکاح) سوا

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الابع في الأولياء: ۱/۳۶۵]

باپ دادا کے جو معروف بسوء اختیار نہ ہو کوئی نہیں کر سکتا، کرے گا تو نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نابالغ کے نکاح میں ماں اس وقت ولی ہوگی جب کوئی عصبہ موجود نہ ہو

(۲۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک نابالغ بچے کے باپ کا انتقال ہوا۔ نابالغ مذکور کی بیوہ ماں اور مرحوم کا یعنی اس بچے کے باپ کا چچازاد بھائی ورثہ ہیں۔ نابالغ مذکور کی ولایت دونوں میں کسے پہنچتی ہے۔ اگر ماں کو پہنچتی ہے تو کیا عقد ثانی کر لینے سے ولایت ختم ہو کر ۲ کو پہنچے گی یا عقد ثانی کر لینے سے ولایت بدستور رہے گی۔ حکم شرع سے مطلع کیا جاوے؟

از دروضلع نینی تال مرسلہ ہدایت علی خاں صاحب ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۵۷ھ

الجواب

نابالغ کا ولی نکاح اس صورت میں اس کے باپ کا چچازاد بھائی ہے۔ ماں کو اس صورت میں ولایت نہیں۔ ماں ولیہ اس حالت میں ہوتی ہے جب کوئی عصبہ نہ ہو۔

درمختار میں ہے:

"الولي في النكاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثى علىٰ ترتيب الإرث والحجب بشرط حرية وتكليف وإسلام،فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم اه.مختصراً"(۱)

نکاح کی ولایت عصبہ بنفسہ کے لیے ہے یعنی وہ مرد جس کو اس سے قرابت کسی عورت کی وساطت سے نہ ہو، یہاں بھی وہی ترتیب ملحوظ ہے جو وراثت میں معتبر ہے، ولی کے لیے آزاد ہونا، مکلّف اور مسلمان ہونا شرط ہے۔ عصبہ نہ ہوں تو ماں ولی ہے۔ اھ (مختصراً) (مترجم)

ولایت مال نہ اسے ہے نہ ماں کو کہ ولی مال باپ۔ باپ کا وصی۔ دادا۔ دادا کا وصی۔ قاضی۔ قاضی کا نائب ہی ہوگا۔ کسی اور کو مال میں ولایت حاصل نہیں ہوتی۔

ردالمحتار میں ہے:

"قوله: لا المال فإن الولي فيه الأب ووصيه والجد ووصيه والقاضي ونائبه

فقط"(۱)

ولایت مال نہ اسے ہے نہ ماں کو، ولی ماں باپ۔باپ کا وصی، دادا، دادا کا وصی، قاضی، قاضی کا نائب ہی ہوگا۔(مترجم)

ولایت سے اگر مطلب حق حضانت ہے تو وہ ماں ہی کو ہے، بچہ اگر لڑکا ہے تو سات سال کی عمر پوری ہونے تک ان ہی کے زیر پرورش رہے گا، اور لڑکی ہے تو نو سال کامل کے ہونے تک ماں ہی کے پاس رہے گی، مگر جب کہ ماں کسی غیر محرم سے عقد کر لے یا کسی اور وجہ سے مستحق حضانت نہ رہے۔

درمختار میں ہے:

"الحضانة تثبت للأم ولو بعد الفرقة إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة فجوراً يضيع الولد به، كزنا وغناء وسرقة ونياحة، كما في البحر والنهر بحثًا قال المصنف: والذي يظهر العمل بإطلاقهم كما هو مذهب الشافعي أن الفاسقة بترك الصلاة لاحضانة لها۔ وفي القنية الأم أحق بالولد ولو سيئة السيرة معروفة بالفجور مالم يعقل ذلك أو غير مأمونة. ذكره في المجتبىٰ بأن تخرج كل وقت وتترك الولد ضائعاً"(۲)

پرورش کا حق ماں کو ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی ہو، مگر جب وہ مرتدہ ہو یا کسی فسق و فجور میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے بچے کی پرورش ضائع ہوجائے گی، مثلاً زانیہ، گانے والی، چور یا نوحہ کرنے والی ہو، جیسا کہ "بحر و نہر" میں مذکور ہے۔

مصنف نے فرمایا: فقہا کے اطلاق سے جو عمل ظاہر ہوتا ہے۔جیسا کہ حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ نماز کی پابند نہیں تو اس کی پرورش میں بھی نہ دیا جائے۔قنیہ میں ہے: ماں بچے کی پرورش کی زیادہ حق دار ہے، اگرچہ بد باطن، فسق و فجور میں شہرت رکھتی ہو، اس کی پرورش میں اس وقت تک رہے گا کہ نا سمجھ ہو۔یا وہ عورت غیر محتاط ہو کہ ہر وقت بچے کو چھوڑ کر باہر چلی جاتی ہو۔(مترجم)

اسی میں ہے: "ويسقط حقها بنكاح غير محرمة و كذا بسكناها عند المبغضين له. والله تعالىٰ أعلم"(۳)

---

(۱) [ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب، في فرق النكاح: ٤/١٣٨]

(۲) [الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ٥/٢٠٣-٢٠٥]

ماں کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا جب کہ اس نے بچے کے غیر محرم اجنبی سے نکاح کر لیا، یا ایسے لوگوں کے پاس سکونت اختیار کر لی ہو جو بچے سے نفرت وعداوت رکھتے ہوں۔ (مترجم)

غیر ولی نے نابالغ کا نکاح کیا تو ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا

(۲۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

نابالغ لڑکا اور نابالغہ لڑکی کے مابین عقد ہوا، لڑکے کی طرف سے اس کا باپ ولی بالنکاح ہوا، اور لڑکی کی جانب سے اس کے باپ کا ممیرا بھائی ولی بنا، تحقیقات اور چند گواہوں کے بیان سے معلوم ہوا کہ عقد کے زمانہ میں لڑکی نابالغہ کے دادا کا نسبا چچازاد بھائی موجود تھا۔ ان سے لوگوں نے مجلس عقد میں رہنے کی خواہش کی اور نکاح کی اجازت چاہی مگر اس عقد یا باہمی منازعت کے سبب نہ مجلس شادی میں شرکت کی اور نہ عقد کی کسی طرح اجازت دی۔ اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ لڑکی کے دادا کا چچازاد بھائی یعنی اس کی برادری کے ہونے کا علم نہیں اور نہ نہ ہونے کا یقین۔ نابالغہ لڑکی کی شادی کا سرانجام لڑکی کی دادی نے کیا تھا۔

نابالغہ لڑکی کی شادی کے زمانہ میں اس کی مادر حقیقی بقید حیات تھی اور اب تک ہے، مگر عقد کے زمانہ میں لڑکی کی ماں اپنے شوہر ثانی کے گھر تھی، جو تقریبا جائے مناکحت سے دو میل فصل پر دوسرے موضع میں تھی۔ عند الدریافت بتحقیق عورت مذکورہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عقد سے نہ شادی کے وقت رضامند تھی اور نہ اب راضی ہے۔ اس پر اکثر لوگ گواہی بھی دیتے ہیں مگر بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ نابالغہ لڑکی کی ماں نے اپنی طرف سے نوشہ کے لیے انگوٹھی بھیج دی جس سے رضامندی کا ثبوت ہوتا ہے۔ لڑکی بالغہ ہونے پر چند بار اپنے شوہر کے گھر گئی تھی اب چند مہینوں سے وہ لڑکی اپنے ماموں کے مکان پر ہے۔ اور اپنے شوہر کے پاس جانے سے منکر ہے۔ صورت مذکورہ کی بنا پر وہ عقد صحیح ودرست ہے یا ناجائز، اور باطل امید کہ واضح بیان سے مدلل فرمائیں۔

ارشاد حسین

الجواب

صورت مستفسرہ میں باپ کا ممیرا بھائی ولی نکاح نہیں جب کہ عصبہ موجود ہے۔ اور اگر ثابت بھی ہو کہ وہ شخص لڑکی کے دادا کا چچازاد بھائی ہے وہ عصبہ نہیں۔ لڑکی کے باپ سے اس کا ایسا رشتہ نہیں کہ وہ عصبہ ہو تو بھی یوں کہ بحال عدم عصبہ ولایت ماں کو ہے۔ بہر حال یہ نکاح فضولی ہوا، اگر وہ شخص عصبہ ہے تو

اس کی اجازت پر موقوف ہوا تھا، ورنہ لڑکی کی ماں کی اجازت پر۔ عصبہ۔ یا۔ ماں نے اس نکاح کی خبر پاکر اسے جائز کردیا تھا تو جائز ہوگیا تھا، اور رد کردیا تھا تو رد۔ اور اگر سکوت کیا تھا تو وہ موقوف ہی رہا تھا یہاں تک کہ لڑکی بالغ ہوئی، اب یہ نکاح موقوف بعد بلوغ خود لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگیا تھا جب کہ اس نے اسے جائز کردیا تھا تو لازم ہوگیا۔ اب لڑکی کا انکار بے کار ہے۔

یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ یہ نکاح جو باپ کے میرے بھائی نے کیا کفو سے مہر میں بے غبن فاحش کیا ہو۔ اگر غیر کفو سے کیا یا کفو سے کیا مگر مہر میں غبن فاحش کے ساتھ تو اصلاً منعقد ہی نہیں ہوا اگر چہ وہ عصبہ اور ماں بھی اس نکاح سے راضی ہوں، کہ باپ اور دادا جو معروف بسوء اختیار نہ ہوں ان کے سوا ان کو یہ اختیار نہیں کہ وہ غیر کفو سے نکاح کریں یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کردیں، ایسا نکاح باپ دادا جو کبھی پہلے بھی ایسا نکاح کر چکے ہوں ان کے کیے بھی نہیں ہوتا۔ اور ولی تو ولی ہے۔ اور فضولی تو فضولی ہے۔

درمختار میں ہے:

"لزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفؤ إن كان الولي الخ"(۱)

اگر باپ۔ یا۔ دادا نکاح کرنے والا ہو تو غیر کفو اور مہر کی فحش کمی کے باوجود نکاح لازم ونافذ ہوگا۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"قوله: أصلاً أي لا لازماً ولا موقوفاً على الرضا بعد البلوغ"(۲)

بالکل نہ ہوگا۔ نہ اب نافذ ہوگا اور نہ بعد بلوغ رضا پر موقوف ہوگا۔ (مترجم)

فتح القدیر میں ہے:

"فإن العم ونحوه لا يصح منهم التزويج بغير الكفؤ."(۳)

چچا وغیرہ کا غیر کفو میں نکاح کردینا صحیح نہ ہوگا۔ (مترجم)

شامی میں ہے:

---

(۱) [الدرالمختار، کتاب النكاح باب الولي: ۴/۲۷]

(۲) [ردالمحتار، کتاب النكاح باب الولي مطلب هل للعصبة تزويج الصغير امرأة غير كفء له: ۴/۱۳۰]

(۳) [فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة: ۳/۲۹۳]

(۱)"في شرح المجمع حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه لا يجوز عقده إجماعاً."(۱)

شرح المجمع میں ہے: باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ونافذ ہوگا اگرچہ مہر میں فحش کمی کی ہو۔یا۔غیر کفو میں کیا ہو بشرطے کہ باپ کی اس سے پہلے غلط روی مشہور نہ ہو،اس پر علما کا اتفاق ہے۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"لو زوج طفلة غير كفؤ أو بغبن فاحش صح الخ"(۲)

باپ اگر نابالغ کا نکاح غیر کفو یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کردے،صحیح ہوگا۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"إنكاح الأخ والعم من غير كفؤ فإنه لا يجوز الخ."(۳)

بھائی وچچا کا غیر کفو میں نکاح کردینا صحیح نہ ہوگا۔(مترجم)

درمختار میں ہے:

"الولي في النكاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثى علىٰ ترتيب الإرث والحجب بشرط حرية وتكليف وإسلام الخ"(٤)

نکاح کی ولایت عصبہ بنفسہ کے لیے ہے یعنی وہ مرد جس کو اس سے قرابت کسی عورت کی وساطت سے نہ ہو، یہاں بھی وہی ترتیب ملحوظ ہے جو وراثت اور ایک دوسرے کے لیے مانع ہونے میں معتبر ہے۔ولی کے لیے آزاد ہونا،مکلّف ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے۔(مترجم)

---

(۱) [رد المحتار، كتاب النكاح باب الولي:٤/١٢٨]

(۲) [رد المحتار كتاب النكاح باب الولي مطلب هل للعصبة تزويج الصغير امرأة غير كفء له:٤/١٢٩]

(۳) [رد المحتار كتاب النكاح باب الولي مطلب هل للعصبة تزويج الصغير امرأة غير كفء له:٤/١٢٩]

(٤) [الدر المختار، كتاب النكاح باب الولي:٤/١٣٨]

درمختار میں ہے:

"کنکاح الفضولي سیجيء في البیوع توقف عقوده کلها إن لهامجیز حالة العقد. واللّٰه تعالیٰ أعلم"(۱)

جیسے فضولی کا کیا ہوا نکاح منعقد ہوجاتا ہے لیکن اجازتِ مجیز پر موقوف ہوگا۔
(فضولی کا بیان عنقریب کتاب البیوع میں آئے گا)(مترجم)

دادی کا کیا ہوا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے

مسئلہ: (۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

یہ کہ نابالغ لڑکا مسمی محمد حنیف اور نابالغہ لڑکی مسماۃ معیدہ کا عقد اپنے کفو میں اس طرح ہوا کہ لڑکی کی طرف سے اس کی دادی نے (ولی بن کر) ایجاب کیا باوجودیکہ چچا موجود اس وقت تھا۔ اور لڑکے کی طرف سے اس کا چچا ولی ہوکر قبول کیا۔ لڑکا و لڑکی دونوں کا مکان ایک ہی آنگن میں ہے۔ لڑکی بعد از عقد عدم بلوغ سے بلوغ تک برابر اسی لڑکے کے گھر میں آمد ورفت کی اور دونوں میں مباشرت بھی ہوتی ہے۔ ہاں لڑکا اس وقت بالغ ہے اور لڑکی بھی۔ حالت بلوغ میں لڑکے نے لڑکی کو مکرر طلاق دی، اس طرح سے کہ اس نے ایک طلاق دی۔ کسی نے پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا کہ ہاں۔ اور دوسرے نے دوسرے روز پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا کہ ہاں۔ اور تیسرے نے تیسرے روز پوچھا کہ تم نے طلاق دی تو کہا ہاں۔ اور چوتھے نے پوچھا کہ واقعی تم نے طلاق قطعی دی تو کہا کہ ہاں۔ لڑکی عدم بلوغ سے بلوغ تک برابر کہتی آئی کہ مجھ کو یہی شوہر پسند اور منظور خاطر ہے۔ صورِ مسئولہ میں جواز یا عدم جواز کون سا حکم نافذ کیا جائے۔ فقط۔

مرسلہ فرزند علی ہرن توڑ ڈاک خانہ بائسی ہاٹ ضلع پورنیہ۔ ۲۵/جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ نکاح کہ نابالغہ کا اس کی دادی نے کیا نابالغہ کے چچا کی اجازت پر موقوف ہوا جب کہ مہر میں غبن فاحش نہ ہوا ہو، ورنہ ہوا ہی نہیں۔ اگر نکاح چچا کی اجازت پر موقوف ہوا تھا تو اگر چچا

---

(۱) [الدر المختار کتاب النكاح باب الكفاءة: ۴/۱۶۳]

نے خبر نکاح پا کر اسے جائز کر دیا تھا تو جائز ہو گیا تھا، اور لڑکی جب بلوغ پر اس نکاح سے راضی رہی فوراً اسے رد نہ کیا تو وہ نکاح لازم بھی ہو گیا، اور اگر چچا نے رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو چکا تھا، لڑکی بحالت نابالغی اس سے رضا ظاہر کرتی رہی وہ تو بے کار تھی ہی بحالت بلوغ بھی اس مردود نکاح سے رضا ظاہر کی بے کار ہوئی اور مباشرت ناجائز۔ اور اگر چچا نے خبر نکاح پا کر نہ اسے رد کیا نہ جائز تو وہ اس کی اجازت پر اس وقت تک موقوف تھا جب تک لڑکی نابالغہ تھی، جب لڑکی بالغہ ہو گئی تو اس کی اجازت پر موقوف ہو گیا، اس نے اسے جائز کر دیا جائز ہو گیا تھا۔ اور اگر چچا لڑکی لڑکے دونوں کا ولی ہے تو اس صورت میں بھی نکاح ہو گیا، اور لڑکی ولڑکے کو وقت بلوغ خیار بلوغ حاصل ہوا تھا جب وہ اس نکاح پر راضی رہی نکاح لازم ہو گیا تھا۔ اگر صورت وہ جس میں نکاح صحیح ہو گیا تو جب لڑکے نے بعد بلوغ اسے طلاق دی طلاق ہو گئی۔ جب اس نے اس سوال کے جواب میں کہ تم نے واقعی طلاق قطعی دی، ہاں کہا تو اس کے اقرار سے وہ طلاق بائن ہو گئی، عورت اس کے نکاح سے باہر ہو گئی۔

در مختار میں ہے:

"إن كان المزوج غيرهما أي غير الأب وأبيه لا يصح النكاح من غير كفؤ أو بغبن فاحش أصلاً"(۱)

نکاح کرنے والا باپ ـ یا ـ دادا نہ ہو تو غیر کفو اور مہر کی فحش کمی کی صورت میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔(مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"أصلاً أي لا لازماً ولا موقوفاً على الرضا بعد البلوغ"(۲)

بالکل نہ ہوگا۔ نہ اب نافذ ہوگا اور نہ بعد بلوغ رضا پر موقوف ہوگا۔(مترجم)

اسی در مختار میں ہے:

"وإن كان من كفؤ وبمهر المثل صح، ولهما خيار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده لقصور الشفقة۔"(۳)

---

(۱) [الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولي: ٤/١٢٩، ١٣٠]

(۲) [ردالمحتار، کتاب النکاح باب الولي بمطلب هل للعصبة تزويج الصغير امرأة غير كفوء له: ٤/١٣٠]

(۳) [الدر المختار کتاب النکاح باب الولي: ٤/١٣٠]

اگر کفو اور مہر مثل میں نکاح کیا ہو تو صحیح ہے، لیکن نابالغ لڑکے اور لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد اس کے فسخ کا اختیار رہے گا، اگرچہ دخول کے بعد بلوغ ہوا ہو، یا بلوغ کے بعد نکاح کا علم ہوا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ اور دادا کے غیر میں شفقت کمزور ہوتی ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

" فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته" (١)

اگر قریب ولی کی موجودگی میں بعید ولی نے نکاح کر دیا تو وہ نکاح قریب کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ (مترجم)

درمختار میں ہے:

"يتولى طرفي النكاح واحد ليس بفضولي من جانب"(٢)

ایک شخص جو کسی بھی طرف سے فضولی نہیں طرفین نکاح کا ولی ہوسکتا ہے۔ (مترجم)

عالمگیری میں ہے:

"لو قالت: أنا طالق، فقال : نعم طلقت."

اگر عورت کہے: میں مطلقہ ہوں، مرد نے کہا: ہاں تو، اس پر طلاق واقع ہوجائے گی۔ (مترجم)

درمختار میں بحر سے ہے:

"قيل له: طلقت امرأتك فقال: نعم أو بلىٰ بالهجاء طلقت."(٣)

اگر کسی نے خاوند سے پوچھا "تو نے بیوی کو طلاق دی ہے" تو اس نے جواب میں کہا "ہاں" یا "کیوں نہیں" کے ہجے کرتے ہوئے، تو طلاق ہوجائے گی۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"قوله :طلقت أي بلانية"(٤)

طلاق ہوجائے گی، نیت کی ضرورت نہیں۔ (مترجم)

---

(١) [الدر المختار، كتاب النكاح باب الولي: ١٤٤/٤]

(٢) [الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ١٦٢/٤-١٦٣]

(٣) [الدر المختار كتاب الطلاق، باب الصريح: ٣٤٠/٤]

(٤) [رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح مطلب من الصريح الألفاظ المصحفة: ٣٤٠/٤]

درمختار میں ہے:

"یقع بقوله : إلى قوله :واحدة بائنة في الكل ؛ لأنه وصف الطلاق بما يحتمله"(۱)

تمام صورتوں میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی، کیوں کہ طلاق کو اس چیز سے متصف کیا ہے جس کا وہ احتمال رکھتی ہے۔(مترجم)

بار بار اقرار طلاق تکرار طلاق نہیں اگر وہ طلاق قطعی کا اقرار نہ کرتا تو ایک رجعی اسی کا حکم ہوتا اب ایک بائن کا حکم ہے۔نکاح جدید برضائے زن کرسکتا ہے،مگر جب کہ قطعی سے مراد طلاق مغلظہ ہو اس نے مغلظہ ہی کے ارادہ پر ہاں کہا ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

"بأنهم قد عللوا صحة نية الثلاث في جميع مامر بأنه وصف الطلاق بالبينونة وهي نوعان: خفيفة وغليظة فإذا نوى الثانية صح"(۲)

تمام صورتوں میں تین طلاق کی نیت صحیح ہے،علمانے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ مطلق نے طلاق کو صفت بینونت سے متصف کیا ہے، بینونہ کی دو قسمیں ہیں خفیفہ،غلیظہ۔جب دوسری قسم کی نیت کرے گا صحیح ہوگا۔(مترجم)

لڑکی مسلمان ہوگئی تو ہندو باپ سے اس کا تعلق نہ رہا

مسئلہ: (۲۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ....

ایک لڑکی مسماۃ موہنی بالغہ ہے اور جس کی عمر ۱۶/سال ۸/مہینے ہے،بخوشی ورضا مشرف باسلام ہوئی اور مسلمان ہوکر اس کا نکاح مسمی محمد عالم کے ساتھ کردیا گیا۔لڑکی کے ہندو باپ نے کورٹ میں رجوع کیا۔کورٹ نے لڑکی کے بلوغ وقبول اسلام اور نکاح کے جائز قرار دینے کے باوجود لڑکی کو ہندو باپ کے قبضہ میں دے دیا،اور مسمی محمد عالم سے ملنے اور خط وکتابت کی بھی ممانعت کردی۔

---

(۱) [الدر المختار ، كتاب الطلاق ،باب الصريح: ٣٧١/٤-٣٧٢]

(۲) [ردالمحتار، كتاب الطلاق ،باب الصريح ،مطلب في قول الإمام:إيماني كإيمان جبريل:٣٧٢/٤]

(۱) کورٹ کا یہ فعل مداخلت فی الدین ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمانوں کو ایسے ناجائز حکم کی پابندی کرنی چاہیے یا نہیں؟

(۳) کیا ہائی کورٹ کے مجوزہ حکم کو دوسرے صوبہ جات میں مثال کے طور پر نہ پیش کر دیا جائے؟

(۴) اگر یہ معاملہ مداخلت فی الدین ہے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

از کراچی پراونشل مسلم لیگ محمد عبدالحی صاحب حقانی

مولوی فاضل آفس سکریٹری ۱۳؍ جمادی الاولیٰ ۵۸ھ

الجواب

جواب مسئلہ تو ظاہر ہے کہ جب وہ لڑکی بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہوگئی تو اس ہندو باپ سے کوئی تعلق نہیں رہا، جب اس نے محمد عالم سے عقد کرلیا وہ اس کی بیوی ہوگئی۔ اس کے اسلام ونکاح کو مجوز نے صحیح مانتے ہوئے پھر اسے اس کے ہندو باپ کے سپرد کیا جس سے بوجہ تخالف مذہب کوئی تعلق نہ تھا، اور محمد عالم جس سے اتنا زبردست تعلق کہ اس کی منکوحہ ہے اس سے ملنے بلکہ خط وکتابت کی بھی ممانعت کردی ضرور مداخلت فی الدین اور صریح زیادتی ہے جس پر احتجاج لازم۔ اپیل کیا جائے، جائز طور پر انتہا درجہ کی سعی اس حکم کے خلاف کی جائے، اس حکم پر ہرگز صبر نہ کیا جائے، جو کچھ جائز کوشش اس کے رد کرانے کی ہوسکتی ہو کرنی لازم۔ سائل نے جس امر کا اندیشہ (۳) میں بتایا ہے صحیح ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس لڑکی کے جو ابھی مسلمان ہوئی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے اور اگر ایمان بفضلہ تعالیٰ قائم رہے تو جان جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ ایک مسلمان کو اس کے ایمان وجان کے دشمنوں کے حوالہ کردینے پر کوئی مسلمان کیوں کر صبر کرسکتا ہے، ہرگز ایسا کوئی قانون خیال میں نہیں آتا کہ ایک شخص کو اس کے ایمان وجان کے دشمن کے حوالہ کرتا ہو۔

مجوز نے محض اپنی رائے سے ایسا کیا ہوگا، اس قانون کے تحت سمجھ کر کہ ۱۸؍ سال سے کم عمر میں نکاح نہ ہونا چاہیے، اس قانون کا حاصل تو اتنا ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ ۱۸؍ سال کی عمر میں نکاح نہ کیا جائے اگر کوئی کرے گا تو قانوناً مجرم ہوگا، یہ نہیں کہ وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوگا، اس لیے مجوز نے اس نکاح کو صحیح مانا تو اس قانون کی بنا پر بھی عورت کو اس کے ہندو باپ کے سپرد کردینا اس کا کوئی موقع خیال میں نہیں آسکتا۔ شوہر کے سپرد تو یوں نہ کی کہ عمر ۱۸؍ سال سے کم تھی اور ۱۸؍ سے کم عمر میں زن وشوہر میں یکجائی قانوناً ممنوع سمجھی ہوگی، مگر ہندو باپ کے سپرد کردینا یہ اس قانون سے کیسے سمجھا؟ شوہر کو دینے پر اگر عورت کی صحت پر وہم خطرہ تھا تو اس کا علاج تو یہ بھی ممکن تھا کہ شوہر کے اعزا سے کسی معتمد مسلمان کے سپرد کیا

جاتی کہ جب تک اس کی عمر قانونی نکاح کی نہ ہو اس وقت تک شوہر سے تنہائی میں نہ ملے اس کے یہاں رخصت نہ کی جائے، تو ہندو باپ کو دینے میں تو واقعی خطرہ اس کے جانے کا اور قوی اندیشہ استقامت علی الایمان اور جان جانے کا ہے جس کا کوئی بندوبست نہیں ہوسکتا۔ اس وہمی خطرہ کا لحاظ کرنا اور اس صحیح خطرۂ قوی اندیشہ کو خطرہ میں نہ لانا مجوز کا جیسا انصاف ہے، ہر اہل انصاف پر روشن ہے۔ ذی انصاف تو اسے ظلم بالائے ظلم کہہ سکتے ہیں۔ ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلی العظیم وھو تعالیٰ أعلم۔

(۴) مہر

مہر معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے

(۲۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) متوفیہ نے وفات سے پانچ سال پیش تر اپنی ماں اور زید کے ماموں کے روبرو مہر معاف کیا، اب بعد وفات متوفیہ کی ماں کو انکار ہے، اور زید کے ماموں کو اقرار ہے، ایسی صورت میں عندالشرع کیا حکم ہے؟

(۲) جو زیور متوفیہ کی ماں نے اس کو بوقت شادی (رخصت) دیا اور شوہر نے چڑھایا وہ کس کی ملکیت قرار دیا جائے گا، اگرچہ زکاۃ ہمیشہ سالانہ زید نے کل زیور کی ادا کی۔

(۳) بعد ادائیگی قرض زید نے کچھ جدید زیور بنوا کر اپنی زوجہ کو پہنایا لیکن کوئی شرط نہیں کی اور نہ یہ کہا کہ تم اس کی مالک ہو، ایسی صورت میں وہ کس کی ملکیت ہے؟

(۴) گرہستی کی اشیا جو زید کی خرید کردہ ہیں محض گھر کی زیبائش یا ضرورت کے لیے متوفیہ نے استعمال کیں وہ کس کی ملکیت ہے؟ بینوا توجروا۔

مرسلہ شیخ عبدالقیوم کٹرہ پختہ اونچا چاہ آنولہ۔ ربیع الآخر ۵۴ھ

الجواب

(۱) اگر فی الواقع مرحومہ ماں کے سامنے مہر معاف کر چکی تو اب ماں کو مہر کا دعویٰ کرنا ناجائز ہے، ظلم ہے، اللہ سے ڈرے اور ظلم نہ کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملک ہے،اور ترکہ ہے اس کے ورثہ پر بقدر حصہ شرعی تقسیم ہوگا۔اور جو زید نے چڑھاوا دیا بعد شادی اس میں عرف مختلف ہے کہیں چڑھاوا بنا کر عورت کو بطور تملیک دیا جاتا ہے،اور کہیں محض برائے نمائش اس وقت دکھاوے کے لیے ادھر ادھر سے مانگ کر پہنانے کے لیے دیا جاتا ہے،یوں ہی شادی کے بعد بھی رواج مختلف ہے،کہیں شوہر زیور وغیرہ برتنے کی چیزیں بطور تملیک دیتے ہیں،اور کہیں برتنے اور استعمال کرنے ،جیسی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا،اگر زید نے فی الواقع بطور تملیک وہ اشیا دیں اب جھوٹا ادعا کرے کہ میں نے فقط برتنے کو دیں تو گناہ گار ہوگا ،ظالم جفا کار ہوگا،حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہوگا۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳)(۴)ان دونوں نمبروں کا جواب نمبر(۲) میں آ گیا۔

مہر معجّل کے مطالبہ کا عورت کو ہر وقت اختیار رہتا ہے

(۲۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱)مہر معجّل وموَجل کی تعریف بیان فرمائیے۔

(۲)مہر معجّل کب ادا ہوتا ہے،اور مہر موَجل کب ادا ہوتا ہے،ازروئے شرع شریف اس کا جواب مدلل ومفصل مرحمت فرمائیے؟بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

محمد علی خاں موضع گرورہ ڈاک خانہ خان پور ضلع بلند شہر تاریخ ۱۰/رجب المرجب ۵۶ھ

الجواب

(۱)مہر معجّل وہ جس کا پیشگی لینا ٹھہرے اگر چہ دیا کبھی جائے۔معجّل مہر کے مطالبہ کا عورت کو ہر وقت اختیار ہے،جب چاہے طلب کرے اور جب تک پورا وصول نہ ہوا سے حق منع نفس حاصل رہتا ہے،کہ اپنے نفس کو روک لے۔شوہر کو اپنے اوپر قدرت نہ دے۔موَجل وہ مہر جس کی ادا کے لیے کوئی اجل مقرر کی جائے۔قبل حلول اجل اس کے مطالبہ کا عورت کو استحقاق نہیں ہوتا،اجل آنے پر طلب کر سکتی ہے۔

(۲)معجّل رخصت سے پہلے ہی دیا جائے،اور موَجل اجل آنے پر۔اور اگر ایسا عورت کی مرضی سے نہ ہو تو جب عورت طلب کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

((عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال:لما تزوج علی فاطمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال لہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: أعطھا شیئاً قال:ماعندي شيء، قال: أین درعك الحطیمة . رواہ ابو داؤد في سننہ))(۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے کہا: جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: فاطمہ کو کچھ دو۔ عرض کی: میرے پاس تو کچھ ہے نہیں، آپ نے فرمایا: تمھاری وہ بھاری اور چوڑی زرہ (حطمی زرہ) کہاں ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ (مترجم)

ملا علی قاری مکی مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

((دفعھا إلیھا مھراً معجلاً))(۲)

حضرت علی نے وہ زرہ حضرت فاطمہ کو مہر معجّل میں دی۔ (مترجم)

امام محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام ''فتح القدیر'' اور ملا قاری ''مرقاۃ'' میں فرماتے ہیں، نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے فتاویٰ میں:

"إن العادة عندھم کان تعجیل بعض المھر قبل الدخول حتی ذھب بعض العلماء إلیٰ أنہ لا یدخل بھا حتی یقدم شیئاً لھا۔ نقل عن ابن عباس وابن عمر و الزھري وقتادة تمسکاً بمنعہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علیاً فیما رواہ ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما أن علیاً رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ لما تزوج بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم أراد أن یدخل بھا فمنعہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی یعطیھا شیئاً، فقال: یا رسول اللّٰہ! لیس لي شيء، فقال: أعطھا درعك، فأعطاھا درعہ ثم دخل بھا"(۳)

لوگوں کی عادت یہ ہے کہ دخول سے پہلے کچھ مہر معجّل دیتے ہیں یہاں تک کہ بعض علما کا مذہب یہ

---

(۱) [سنن أبي داؤد، کتاب النکاح باب في الرجل یدخل بامرأتہ قبل ان ینقدھا[شیئاً]حدیث:۲۱۲۵۔۔۲/۲۴۰]

(۲) [مرقاۃ المفاتیح . کتاب النکاح. باب في الطلاق:۵/۲۱۰۰]

ہے کہ عورت سے دخول جائز نہیں جب تک کہ بطور پیش گی کچھ نہ دے دے۔ یہ بات حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبدا بن عمر، امام زہری اور قتادہ سے منقول ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو منع فرمایا، اس حدیث کو حضرت ابن عباس نے روایت فرمایا ہے، کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادی سے نکاح کیا تو آپ نے دخول کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمادیا، یہاں تک کہ وہ مہر میں کچھ دے دیں، انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس تو کچھ ہے نہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: اپنی زرہ دے دو۔ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو زرہ دے دی پھر دخول کیا۔ (مترجم)

نقایہ میں ہے:

"قبل أخذ المعجل لها منعه من الوطي والسفر بها ولو بعد وطي برضاها"(۱)

مہر معجّل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو جماع اور سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے، اگر چہ رضامندی سے وطی کے بعد ہو۔ (مترجم)

کنز میں فرمایا:

"لهامنعه من الوطي والإخراج للمهر وإن وطئها"(۲)

بیوی کو مہر کے لیے وطی اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے، اگر چہ وطی کر چکا ہو۔ (مترجم)

اسی طرح عامۂ کتب معتبرہ میں ہے۔

عالمگیری میں ہے:

"لاخلاف لأحد أن تاجيل المهر إلىٰ غاية معلومة نحو شهراً وسنة صحيح"(۳)

مدت معلومہ مثلاً ایک مہینہ یا ایک سال تک مہر کی میعاد کرنا صحیح ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (مترجم)

---

(۱) [شرح النقایہ، کتاب النكاح باب في المهر:۲/۶۴]

(۲) [كنز الدقائق، باب النكاح باب المهر:۳/۳۰۸]

جامع الرموز میں:

"المهر المعجل والمؤجل إن بينا أي : بين في العقد أن كله أو بعضه يكون معجلاً أو مؤجلا فذلك المبين واجب أداؤه علىٰ ما بين"(۱)

عقدِ نکاح میں مہر معجّل ومؤجل کل یا بعض بیان کردیا جائے تو وہ معجّل یا مؤجل ہو جائے گا، اور اسی مبین (بیان کردہ) کو ادا کرنا واجب ہوگا، جیسا کہ بیان کیا گیا۔

مہر معجّل علی الفور واجب الادا ہے، اور مؤجل کی ادا وقت وعدہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مہر کی ادائیگی کو لازم نہ سمجھنا بہت برا ہے

(۲۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اکثر قوموں میں نکاح کے وقت ایک لاکھ روپیہ تک کا مہر مقرر ہوتا ہے، اور جس کا نکاح ہونا ہے اس کی حیثیت بہت کم ہوتی ہے، تو وہ یہ خیال کر لیتا ہے کہ مجھے دینا تھوڑا ہی ہیں۔ اور جب کہ ایک سو روپیہ کی حیثیت والے کا مہر دس بیس ہزار کا مقرر ہوگا تو یقینی ایسا خیال ہونا لازمی ہے۔ ایسی صورت میں نکاح ہونا جائز ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتا ہے تو ان کی اولاد کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

عاصی حبیب احمد صاحب رضوی قادری پیلی بھیتی

الجواب

نکاح ہو جاتا ہے اور مہر جس قدر باندھا جاتا ہے وہ بندھ جاتا ہے ایسا خیال کر لینا بہت برا ہے۔ جو ایسی بدنیت رکھتا ہے کہ دین نہیں سمجھتا وہ اس سے ڈرے کہ اس کا حشر زانیوں کے ساتھ ہو، کما فی الحدیث: ہر شخص ایسی بدنیت نہیں کرتا مہر کو دین جانتا ہے۔ مال چلتی پھرتی چیز ہے، بادشاہ کو ہر وقت زوال کا خوف ہوتا ہے اور فقیر ایک آن میں بادشاہ ہو سکتا ہے ایسا جو کروروں روپیہ مہر ادا کر سکتا ہے۔ بادشاہ اگر ایسا بد خیال کرے مہر کو دین نہ سمجھے تو اس کے لیے بھی وہی ہے جو فقیر کے لیے جو اس قدر مہر کی اس وقت قوت نہیں رکھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵)محرمات

سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے

(۲۹) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی بیوی ہندہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام زبیدہ ہے جب مسماۃ زبیدہ سن بلوغ کو پہنچی زید نے عمرو کے ساتھ نکاح کر دیا، کچھ دنوں کے بعد زید کی بیوی کا انتقال ہوا، پھر زید نے مسماۃ کلثوم کے ساتھ نکاح کرلیا، چند سال کے بعد زید کا بھی انتقال ہوگیا، اب دریافت طلب اس امر کا ہے کہ عمرو کا نکاح زبیدہ کی موجودگی میں مسماۃ کلثوم کے ساتھ درست ہے یانہیں؟ بینوا بالدلیل توجروا بالأجر۔

الجواب

کلثوم زبیدہ کی سوتیلی ماں ہے عمرو کی سوتیلی ساس ہے عمرو کا کلثوم سے بموجودگی زبیدہ نکاح ہوسکتا ہے، کوئی حرج نہیں۔ قرآن عظیم میں محرمات کا بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّاوَرَاءَ ذٰلِكُمْ﴾(۱)

ان مذکورات کے سوا جو ہیں تمہارے لیے حلال ہیں۔

مذکورات میں سوتیلی ساس نہیں، رہا یہ کہ کلثوم کی موجودگی میں کرسکتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ جمع ان دو عورتوں میں ناجائز ہے، جن میں سے جس کسی ایک کو مرد فرض کریں، تو دوسری اس پر حرام ہو، جیسے بہنیں، خالہ، بھانجی، پھوپھی، بھتیجی۔

محیط پھر عالمگیریہ میں فرمایا:

"والأصل أن كل امرأتين لو صورنا أحدهما من أي جانب ذكراً لم يجز النكاح بينهما برضاع أونسب لم يجز الجمع بينهما هكذا في المحيط، فلا يجوز الجمع بين امرأة وعمتها نسباً أو رضاعاً و خالتها كذلك ونحوها، ويجوز بين امرأة

وبنت زوجها فإن المرأة لو فرضت ذكراً حلت له تلك البنت بخلاف العكس"(۱)

اصل یہ ہے کہ جمع ان دو عورتوں میں ناجائز ہے جن میں سے جس کسی ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس پر حرام ہو، ایسا ہی محیط میں لکھا ہے، لہٰذا عورت اور اس کی پھوپھی گو نسبی ہوں یا رضاعی، جمع کرنا جائز نہیں، اسی طرح خالہ وغیرہ کو۔ اور عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی ان دونوں کا جمع جائز ہے، کہ اگر عورت کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ لڑکی اس کے لیے حلال ٹھہرتی ہے، اس کے برعکس حکم بدل جائے گا۔ (مترجم)

بیٹی اور سوتیلی ماں میں یہ نہیں کہ جس کسی کو مرد فرض کریں، دوسری اس پر حرام ہو، بیٹی کو اگر مرد فرض کرتے ہیں جب تو اس کی سوتیلی ماں ہے، اس پر حرام ہوتی ہے کہ وہ اس کے باپ کی موطوءہ ہے، اور اگر سوتیلی ماں کو مرد فرض کرتے ہیں تو یہ اس پر حرام نہیں ٹھہرتی، اور ابھی عبارت عالمگیریہ میں یہ صورت گذری ہے کہ عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی ان دونوں کا جمع جائز ہے، کہ اگر عورت کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ لڑکی اس کے لیے حلال ٹھہرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بھانجی سے نکاح حرام قطعی ہے

(۳۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بسم الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک شخص نے اپنی سگی بہن کی لڑکی سے عقد کر لیا ہے، اس شخص کی بہن اور بھانجے ان دونوں کو اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں، اس شخص کی بہن اور بھانجے سے لوگ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کو اور اس لڑکی کو اپنے پاس کیوں رکھے ہوئے ہو تو وہ فخریہ جواب دیتے ہیں کہ اب تو نکاح ہو چکا ہے ایسی حالت میں مندرجہ ذیل سوالات کا حکم قرآن وحدیث سے مطلوب ہے:

(۱) کیا مذہب اسلام میں سگی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

(۲) ایسے نکاح سے جو اولاد ہو کیسی ہے؟

(۳) کیا ایسے نکاح کی اولاد سے دیگر مسلمانوں کو مناکحت جائز ہے؟

---

(۱) [الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح باب في بیان المحرمات: ۱/۲۵۵]

(۴) جو مسلمان اپنی سگی بہن کی لڑکی سے نکاح کرے کیسا ہے؟

(۵) جو مسلمان عورت اپنی لڑکی سے اپنے سگے بھائی کا نکاح کرے کیسی ہے؟

(۶) جو مسلمان مرد اپنی سگی بہن سے اپنی ماں کے سگے بھائی کا نکاح کرے کیسا ہے؟

(۷) کیا ان لوگوں سے جو ایسے فعل کے مرتکب ہوں مسلمانوں کو موالات جائز ہے، یا ترک موالات واجب ہے؟

(۸) کیا یہ لوگ اس حرکت پر مسلمان رہے؟

(۹) کیا ان کی عورتیں ان کے نکاح میں باقی رہیں؟

(۱۰) اگر یہ لوگ بلاتوبہ کے مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ مسلمان پڑھ سکتے ہیں، اور ایسی میت مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی جاسکتی ہے؟

(۱۱) ایسے فعل شنیع کے تدارک کی شرعاً کیا صورت ہے؟

(۱۲) ایسے فعل شنیع کے مرتکب کی شرعاً کیا سزا ہے؟

(۱۳) اگر حد شرعی جاری کرنے والا مسلمان حاکم موجود نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

(۱۴) جو مسلمان کہ ایسے حرام کام میں ان مرتکبین کی اعانت کریں کیسے ہیں، کیا وہ مسلمان رہے؟

(۱۵) جو مسلمان کہ ایسے حرام کام کو نہ روکیں کیسے ہیں۔ کیا حکومت انگریزی کی طرف سے جو حاکم یا مجسٹریٹ مقرر ہو اس سے محرمات کے تدارک کے لیے اعانت حاصل کی جاسکتی ہے؟

(۱۶) اہل محلہ کو یا ایسے ناجائز کام کرنے والوں کی برادری والوں اور عزیزوں کو کیا کرنا چاہیے؟

(۱۷) اگر ایسے لوگوں پر شرعی حد نہ جاری ہو سکے تو خدا کا حکم نہ پورا کرنے کا گناہ کس پر ہوا؟

(۱۸) ایسے حرام کے روکنے کے واسطے حکومت انگریزی کی مجلس مقنّنہ سے کوئی قانون شرعی پاس کرا کر اس پر عمل کیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

از لکھنؤ وزیر گنج مرسلہ اللہ نور خاں محمد یوسف صاحبان آڑھتی میوہ، ۲ر شعبان الخیر ۵۴ھ

الجواب

بھانجی سے نکاح حرام قطعی ہے، نص قرآنی سے حرام ہے، نہ فقط ہمارے مذہب مہذب پر بلکہ شافعی مالکی حنبلی ہر مذہب پر ساری امت مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے۔ اگر حلال نہ جانتے ہوئے کرے تو اشد گناہ سخت شدید کبیرہ، زنائے محض ہے۔ یہ نکاح نکاح نہیں سفاح ہے، بالکل ایسا ہی ہے جیسے اپنی بیٹی

سے نکاح

مولیٰ عزوجل قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ﴾(۱)

حرام ہوئیں تم پر تمھاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے:

"النوع السادس والسابع بنات الأخ وبنات الأخت۔ والقول في بنات الأخ وبنات الأخت كالقول في بنات الصلب(أي : كل شيء يرجع نسبها إليك بالولادة بدرجة أو بدرجات بأناث أو بذكور فهي بنتك.)فهذه الأقسام السبعة محرمة في نص الكتاب بالأنساب والأرحام اه ملتقطاً"(۲)

چھٹی وساتویں قسم: بھتیجیاں اور بھانجیاں، بھتیجی وبھانجی کا حکم وہی ہے جو صلبی بیٹی کا ہے، جس لڑکی کا بھی نسب ولادت کے ذریعے ایک درجہ یا اس سے زیادہ سے مؤنث یا مذکر کے واسطے آپ تک پہنچتا ہے تو وہ آپ کی بیٹی ہے، یہ ساتوں قسمیں بہ نص قرآنی نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔اھ(ملتقطا)(مترجم)

اختیار شرح مختار میں اور خزانۃ المفتین میں فرمایا:

"بنات الأخ وبنات الأخت وإن سفلن فهن محرمات بنص الكتاب نكاحاً ووطأ ودواعيه على التابيد"(۳)

بھتیجی، بھانجی اگرچہ نیچے تک کی ہو، اس سے بہ نص قرآنی نکاح ودواعی نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔(مترجم)

ان بدکار ماموں بھانجی اور باپ بیٹی پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اسی آن ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہر ممکن جائز سعی ان کی جدائی کی کریں، وہ بدکار باپ، بیٹی اور ان کے حامی اگر نہ مانیں توبہ نہ کریں، تو ان سب کو برادری سے خارج کردیں جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں سلام

---

(۱) [سورۃ النساء:۲۳]

(۲) [التفسير الكبير:۲٦/٤]

(۳) [الاختيار لتعليل المختار، فصل محرمات النكاح:۳۰/٥٨٩

کلام ربط ضبط نشست و برخاست قطعی طور پر موقوف کردیں، ان کا حقہ پانی بند کردیں، یہاں کسی اور سزا کا سوال فضول ہے۔ اس اخبث ترین فعل کے خلاف ہر مسلمان پورا پورا اظہار نفرت، اعلان بے زاری کرے۔ اس نانہجار باپ اور اس ناشدنی بیٹی کے اس اخبث نجس تعلق سے جو اولاد ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی وہ کسی ولد حلال کی کفو نہ ہوگی، مگر جو مسلمان ایسی مسلمہ لڑکی سے نکاح کرلے گا وہ ہو جاوے گا، اور ایسے لڑکے سے ایسی بالغہ مسلمہ کا نکاح بھی نافذ ہو جاوے گا، جو ولی نہ رکھتی ہو، یا جس کے اولیا اسے ولد الزنا جانتے ہوے پیش از نکاح اس عورت کے اس سے نکاح پر صراحۃً رضا مندی دے دیں۔ جو لوگ اس ماموں بھانجی کے اس خبیث نجس ناپاک تعلق میں جس کا نام نکاح رکھا ہے شریک ہوے یہ جانتے ہوے کہ یہ باپ بیٹی ماموں بھانجی کا نکاح ہو رہا ہے وہ سب باپ بیٹی کے زنا کے دلال ہیں، سب مستحق نار مستوجب غضب جبار، مبتلاے قہر قہار، سخت عظیم وبال میں گرفتار، شدید گنہگار، اشد زیاں کار ہیں۔ والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔

ان سب پر توبہ فرض ہے۔ توبہ نہ کریں تو ان سب سے انہی ناپاک ظالم ستم شعاروں جفا کاروں کی طرح مقاطعہ کیا جاوے جنہوں نے اپنی جانوں پر عظیم ظلم ڈھایا ستم توڑا ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِينَ﴾ (۱)

اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

وقال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَرْكَنُوٓا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۲)

اور فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔

اور اگر معاذ اللہ اس حرام قطعی کو ان بدنصیبوں نے حلال جان کر کیا ہو، اور ان کے ساتھیوں حامیوں ساعیوں نے اسے جائز مانا ہو تو وہ سب از سر نو کلمۂ اسلام پڑھیں، بعد توبہ وتجدید ایمان اپنی اپنی عورتوں سے نکاح جدید بمہر جدید کرلیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ضرور ضرور اس نجس ناپاک خبیث فعل کے خلاف متفقہ آواز اٹھائیں، پوری سعی ان تھک کوشش سے اس ناپاکی اس غلاظت کو دور کریں، ضرور ضرور ایسا قانون چاہا جاے جس سے یہ جرم قانوناً بھی جرم عظیم قرار پاے، اور کافی سزا اس پر مقرر کرائی جاے۔

خلاصہ وہندیہ وغیرہما کتب معتمدہ فقہیہ میں ہے:

"من اعتقد الحرام حلالاً أو علیٰ القلب یکفر"(۱)

جس نے حرام کے حلال ہونے یا حلال کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھا،اس کی تکفیر کی جائے گی۔(مترجم)

الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

"ومن ذلك رأي من المفكرات أن يستحل محرماً بالإجماع."

اورانہی کفریات میں سے،اسے جو بالاجماع حرام ہو،حلال سمجھنا ہے۔(مترجم)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

"استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر،إذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية وكذا الاستهانة بها كفر بأن يعدها هينة وسهلة ويرتكبها من غير مبالاة بها ويجريها مجرى المباحات في ارتكابها"(۲)

کسی معصیت کوخواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ،حلال سمجھنا کفر ہے،جب اس کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو،اسی طرح معصیت کو معمولی سمجھنا کفر ہے۔اسے معمولی سمجھ کر بے پرواہی سے کرتا رہتا ہے۔مباحات کا سا معاملہ کرتا ہے۔(مترجم)

حرام لعینہ قطعی الثبوت اور ظنی الثبوت اور حرام لغیرہ میں اگرچہ بعض علما فرق کرتے ہیں:

"يكفرون في الأول لا في الأخرين."

پہلی دو قسموں کو کفر قرار دیتے ہیں،آخری دو قسموں کو نہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

"إذا اعتقد الحرام حلالاً ، فإن كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر وإلا فلا بأن تكون حرمته لغيره أو ثبت بدليل ظني۔ وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره فقال : من استحل حراماً وقد علم في دين النبي .صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. تحريمه كنكاح ذوي المحارم أو شرب الخمر أو أكل ميتة أو دم أولحم خنزير من

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب السير باب مايتعلق بالحلال ولا حرام:۲/۳٤۳]

غیر ضرورة فکافر، ومن استحل شرب النبیذ إلیٰ السکر کفر۔أما لو قال لحرام: هذا حلال لترویج السلعة أو بحکم الجهل لا یکفر"(۱)

جو شخص حرام کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھے تو اگر وہ حرام لعینہ ہے، دلیل قطعی سے ثابت ہے تو تکفیر کی جائے گی، ورنہ نہیں جب کہ وہ حرام لغیرہ یا دلیل ظنی سے ثابت ہو، بعض علما نے حرام لعینہ اور حرام لغیرہ میں کوئی فرق نہیں کیا ہے، فرمایا: جس نے حرام کو حلال ٹھہرالیا حالاں کہ اس کا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین میں حرام ہونا معلوم ہے، مثلاً: ذی رحم سے نکاح، شراب نوشی، بلاضرورت مردار، دم، یا لحم خنزیر کھانا، تو وہ کافر ہے۔اور جس نے نشہ آور نبیذ کو حلال سمجھا تکفیر کی جائے گی۔کسی نے اپنے سامان کو رواج دینے، فروغ دینے کے لیے یا نادانی وجہالت کی وجہ سے کسی حرام کو حلال کہہ دیا اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔(مترجم)

توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم ضرور ہے۔

مجمع الانہر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے:

"ماکان في کونه کفراً اختلاف یؤمر قائله بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك احتیاطاً"(۲)

علمائے کرام کا جس بات کے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو احتیاطاً قائل کو تجدید نکاح، توبہ اور اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا جائے گا۔(مترجم)

جو اس حرام قطعی سے توبہ نہ کرے، حلال جانتا ہوا مرجائے اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا جائے، اس کے جنازہ میں شرکت نہ کی جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوتیلی نانی، دادی، ماں، سب محرمات ہیں

(۳۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ....

اپنا حقیقی نانا کی مدخولہ بی بی یعنی سوتیلی نانی سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس

---

(۱) [شرح الفقه ألاکبر، مسئلة استحلال المعصیة ولو صغیرة کفر/۲۵۴]

(۲) [illegible] ۲/۳۲۵]

کا ثبوت کتب معتبرہ سے مع حوالۂ صفحہ تحریر فرمائیں، اور یہ بھی واضح طور پر بیان کریں کہ جس مفتی نے باوجود علم محض دنیاوی مفاد کے خیال سے جواز کا فتویٰ دے کر عقد کرایا ہے، اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور ایسے مفتی کے ساتھ مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاہیے امید کہ اپنا دستخط و مہر سے مزین فرمائیں۔

از بائسی ہاٹ ضلع پورنیہ مدرسہ قمر گنج مسئولہ مولوی غیاث الدین صاحب۔ ۱۹/ذی قعدہ ۵۷ھ

الجواب

نانا کی زوجہ حرام ہے، اپنی سگی نانی ہو یا سوتیلی، یوں ہی جیسے سگی دادی سوتیلی دادی، سگی ماں سوتیلی ماں۔

لقولہ تعالیٰ:

﴿وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمۡ﴾(۱)

اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔

آبا سے اصول مراد ہیں۔ آبا میں اب، اب اب۔ اب ام، سب آ گئے۔

تفسیرات احمدیہ مطبوعہ جید برقی پریس دہلی ص:۱۵۲ میں ہے:

"أما الرابع من المصاهرة وهو حليلة الأب فمذكور في الآية الأولىٰ يعني: لا تنكحوا ما نكح اٰباؤكم"(۲)

چوتھی قسم حرمت بوجہ مصاہرت اور وہ باپ کی بیوی ہے، جو مذکور ہے۔ پہلی آیت میں یعنی:

"لا تنكحوا ما نكح اٰبائكم"

اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔ (مترجم)

عالمگیریہ مصری ج ا ص:۲۷۴ میں ہے:

"(الرابعة) نساء الاٰباء والأجداد من جهة الأب أو الأم وإن علوا، فهؤلاء محرمات علىٰ التابيد نكاحاً ووطأً كذا في الحاوي القدسي"(۳)

چوتھی قسم: باپ دادا کی بیویاں ہیں، باپ اور ماں کی طرف سے گرچہ اوپر تک ہوں، ان تمام سے

---

(۱) [سورۃ النساء:۲۲]

(۲) [التفسیرات الاحمدیۃ:۱۷۲]

ہمیشہ کے لیے نکاح ووطی حرام ہے، ایسا ہی حاوی قدسی میں لکھا ہے۔ (مترجم)

فتاویٰ امام فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ بر ہامش عالمگیری مصری ج ا ص:۳۶۰ میں ہے:

”أما المحرمات بالعقد فمنکوحة الأب والجد من قبل الأب والأم وإن علا.“

جو عورتیں محض نکاح کی وجہ سے حرام ہوجاتی ہیں، باپ اور دادا کی منکوحہ ہیں باپ اور ماں کی جہت سے اگرچہ اوپر تک ہوں۔ (مترجم)

جس نے یہ نکاح کیا اس پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائے۔ وہ عورت مرد اور اس نکاح کے ساعی وشرکا جو اس سے واقف تھے کہ یہ نکاح نانا کی زوجہ سے اس کے نواسہ کا ہورہا ہے گنہگار ہوے اور وہ مفتی بھی۔ خدا اسے اور سب کو توبہ ورجوع کی توفیق دے اور معاف فرمائے۔

یہ فتویٰ غلط دیا مگر کسی مسلمان اور پڑھے لکھے انسان کی طرف یہ گمان کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا غلط فتویٰ دیا بدگمانی ہے اور بدگمانی خود ممنوع ہے۔ اگر اس نے بے سمجھی سے ایسا عجلت میں کہایا سمجھ کر دانستہ غلط کہا تو بہرحال اس مفتی سے گناہ ہوا۔ دوسری صورت ہو تو آفت سخت ہے۔ میرے پاس دوسری جگہ سے بھی یہ سوال آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مفتی نے دھوکہ کھایا فتاویٰ رضویہ کی اس عبارت سے کہ ”باپ کی ساس حلال ہے اگر اپنی نانی نہ ہو“ مفتی نے یہ عبارت دیکھ کر اس کا مطلب یہ سمجھا کہ سگی نانی حرام ہے اور سوتیلی حرام نہیں حالانکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ.... باپ کی ساس جو اس شخص کی نانی ہو حرام ہے سگی ہو یا سوتیلی۔ اور جو اس کی نانی نہیں وہ حلال ہے۔ باپ کی ساس ہونے سے نانی حرام نہیں۔ سگی نانی ماں کی ماں اور زوجۂ نانا ہونے سے حرام ہے، اور سوتیلی نانی نانا کی منکوحہ ہے اس لیے حرام ہے۔ باپ کی وہ ساس جو اس کی نانی نہیں نہ سگی نہ سوتیلی وہ حرام نہیں۔ تو یہ کہنا کہ باوجود علم کے محض دنیاوی مفاد کے خیال سے مفتی نے جواز کا فتویٰ دیا خلاف واقع بات اور بدگمانی معلوم ہوتا ہے۔

والغیب عند اللہ وھو أعلم بحقیقة الحال. واللہ تعالیٰ أعلم۔

چچی سے نکاح جائز ہے

مسئلہ: (۳۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چچی سے نکاح درست ہے۔

از رائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲ محرم الحرام ۵۸ھ

الجواب

الجواب:۔ چچی کے ساتھ نکاح ناجائز نہیں۔

قال تعالیٰ:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۱)

اور ان کے سوا جو رہیں حلال ہیں۔

چچی محرمات میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

منکوحہ عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا

(۳۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ....

ایک لڑکی جس کو میکے بیٹھے تین سال ہوچکے ہیں، اور اس کا شوہر کہتا ہے کہ لڑکی کی شکل ٹھیک نہیں ہے، لڑکی بدصورت ہے اس لیے میں اسے نہیں رکھوں گا، اور جب تک مجھ کو تین سو روپیہ نہیں دیا جائے گا تب تک میں اسے طلاق نہیں دوں گا، کیوں کہ میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے، جب کہ میں نے کہا تھا کہ لڑکی کی شکل مجھے دکھادو، اور اس کے شوہر نے دوسری شادی بھی کرلی ہے، ایسی حالت میں لڑکی کے لیے کیا حکم ہے۔ لڑکی دوسری شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

جھنڈو خاں محلہ باغ گدر ضلع بریلی

الجواب

جب تک ایک کے نکاح میں ہے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی، اس شخص پر فرض ہے کہ یا تو عورت کو بھلائی کے ساتھ رکھے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے، جنھوں نے اسے نہیں دکھایا اس کی سزا اس لڑکی کو دیتا ہے، اُدھر میں لٹکانا حرام قطعی ہے، وہ نہیں رکھنا چاہتا ہے تو فرض ہے کہ طلاق دے دے، اگر اُدھر میں لٹکاکے رکھے اور یہی ظلم کرتا رہے، تو مسلمان اس سے سلام وکلام، ربط وضبط چھوڑ دیں، اور جو اس کے معین ومددگار رشتہ دار ہوں ان سے بھی ترک تعلق لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) [سورۃ النساء: ۲۴]

منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا

(۴۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی، ہندہ نے بغیر طلاق دوسری جگہ نکاح کرلیا، ایسی صورت میں ہندہ اور اس کے والدین پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ ہندہ کے والدین نے نکاح پڑھوایا ہے، جوان کا ساتھ دے اس پر شرع کا کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد یلیین خاں موضع پردرہ، ڈاک خانہ میرگنج ضلع بریلی، مورخہ ۵ر محرم ۱۳۸۹ھ

الجواب

یہ نکاح ناجائز ہے، وہ عورت اور اس کا باپ حرام کار۔ جس نے اس عورت سے نکاح کیا وہ اگر واقف حال نکاح جانتا تھا کہ یہ عورت دوسرے کے نکاح میں ہے، یہ جانتے ہوئے اس نے یہ نام کا نکاح کیا، تو جانتے ہوئے حرام قطعی کا مرتکب ہوا، اور شوہر دار عورت سے نکاح حرام قطعی ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۱)

وہ عورت زانیہ، مرد زانی، اور لڑکی کا باپ اور جو واقف حال اس نکاح باطل کا کرانے والے تھے، وہ زنا کے دلال، اور جو واقف حال اس ناجائز نکاح میں شریک ہوئے وہ بھی گنہ گار، جو اس باطل نکاح سے راضی وہ زنا سے راضی ہوئے، ولاحول ولاقوة الاباللہ العلی العظیم۔ اور اگر یہ شخص جس سے یہ نکاح ہوا واقف حال نہ تھا تو جب تک واقف حال نہ ہوا اس پر کوئی الزام نہیں، واقف حال ہوکر فوراً جدا ہونا اس پر فرض، فوراً اس حرام کار بدکار عورت کو جدا کردینا لازم، اگر اس میں تاخیر کرے گا گنہ گار ہوگا، واقف ہوکر اس سے صحبت کرے گا تو اشد حرام میں مبتلا ہوگا، جو جو توبہ نہ کرے واقف حال پر لازم کہ اس سے برادری کا تعلق منقطع کرے، سلام، کلام بند یہاں تک کہ توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر کفو سے نکاح درست نہیں

(۳۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

غیر کفو سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

بے شک غیر کفو سے نکاح کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ولی پیش از وقت نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اجازت صریحہ دے، بے اس کے غیر کفو سے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار:((ویفتیٰ في غیر الکفء بعدم جوازہ أصلاً، وصححوا لاختیار الفتویٰ لفساد الزمان. واللہ تعالیٰ أعلم))(۱)

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

الجواب صحیح۔غلام مجتبیٰ اشرفی

بیوی کی بہن سے نکاح نہیں ہوسکتا

(۳۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص کے نکاح میں ایک بہن ہے، اس کی بہنیں بھی اس کے یہاں رہتی تھیں، اور بہنوں سے ناجائز تعلق ہوگیا، اور اس نے دوسری بہن سے بھی نکاح کرلیا۔ کیا پہلی بی بی نکاح سے باہر ہوگئی، یا نہیں؟ سزائے شریعت ایسے شخص کے لیے کیا ہے؟۔

الجواب

زوجہ جب تک زوجیت، یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الأُخْتَيْنِ﴾(۱)

اس سے جو اولاد ہوگی شرعاً اولاد حرام ہے۔مگر ولد الزنا نہیں۔ولد الزنا کہنا جائز نہیں،دوسری بہن سے بھی نکاح کرلیا،یہ دوسری سے نکاح،نکاح فاسد ہوا،محض نکاح کی وجہ سے پہلی بی بی سے صحبت ناجائز نہ ہوئی۔اگر دوسری سے بعد نکاح صحبت کی تو پہلی سے بھی صحبت ناجائز ہوگئی۔اس شخص پر لازم کہ فوراً اس دوسری کو چھوڑ دے اور جب تک اس کی عدت نہ گزرے پہلی سے صحبت نہ کرے،وہ شخص اس نکاح سے پہلے جو دوسری بہن سے کیا اس سے صحبت کرتا رہا،زنا کرتا رہا،اور اس نکاح فاسد کے بعد جو صحبت کی وہ حرام اور اس دوسری سے صحبت حرام کے بعد جو پہلی سے صحبت کی وہ حرام۔جلد ان سب گناہوں سے توبہ کرے۔واللہ تعالیٰ أعلم فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

حقیقی بھائی کی رضاعی نواسی سے نکاح حرام ہے

(۳۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

"ما قولكم رحمكم الله تعالى في هذه المسئلة ...

شخصے قاسم زنے را کہ در قرابتش بنت بنت رضاعی مر برادر حقیقی قاسم باشد بہ حبالۂ نکاحش آورد وظن او چناں بود کہ موافق مذہب خود جائز ست۔از علما ہم استفتا نمودہ بود ایشاں بہ صحت نکاحش قضا نمود پس از چندے علمائے احناف بعدم جواز نکاحش فتوی می دادند و جماعت مسلمین را باو مجالست ومواکلتش منع می کنند مادامے کہ تفریق نکاحش نکند۔

ترجمہ:تمہاری کیا رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ..

قاسم نامی ایک شخص نے اپنے قریبوں میں سے ایک عورت جو کہ قاسم کے حقیقی بھائی کی رضاعی نواسی ہے،سے نکاح کیا اور اس کا خیال تھا کہ اپنے مذہب میں یہ جائز ہے اور اس نے علما سے بھی پوچھا تو انھوں نے بھی اسے جائز کہا،اس کے بعد حنفی علما نے اس نکاح کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا،اور مسلمانوں کو نکاح کرنے والوں کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے سے منع کر دیا،تاوقتیکہ وہ اس نکاح کو ختم کر کے

علاحدگی اختیار نہ کریں۔

مسئلہ:۔ از شہر اکیاب تھانہ کیوکتو موضع کاونچی بازار مرسلہ سکندر علی صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ نیازیہ خیرآباد ضلع سیتاپور ۴ا محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

الجواب

جواب بنگالیان

بر تقدیر تصدیق مسئول عنہا علمائے شریعت غرا وفضلائے طریقت بیضا بالخاصہ فقہائے مذہب حنیف وعلمائے ملت منیف می نگارند کہ چوں علمائے مذہب مستمرہ شان مجتہد باشد یا مقلد ظنا یا سہواً عملے کنند و حکمے بکارے صادر نمایند وقضا برآں تنفیذ فرمایند وسپس آں دانستند ووقوف یافتند کہ ہماں عمل وفعل زیشان بہ ظہور پیوستہ بہ طبق مذہب شان نہ پرداختہ وبہ مشرب یکے از ائمہ ودیگرے کہ معدود ومحدود بسنت جماعت ست در پیوستہ، پس بار دیگر تنقیض وتردید آنہا کردن روا وجائز نہ باشد، بل بہ ہمیں مسلک تقلید نمودہ کہ ہم خالی از تلفیق دارد ہماں عمل وفعل را، لامحالہ صحیح ودرست دارند ونیز ازیں تقلید ظنی از مذہب مستمرہ خود خارج نشوند، ومنسوب بداں مذہب دیگر نگردند، پس مناکحت قاسم بدیں منوال بہ ہمیں مقال صادقست کہ لاریب ولامحالہ صحیح ونافذ گردیدہ است اگرچہ بالفرض والتقدیر مخالفت مذہب حنفی آمدہ۔

لیکن بہ مسلک اہل ظواہر کمثل امام ہمام شافعی علیہ رضوان الباری وغیرہ کہ مسلوک ومشمول بسنت جماعت ست پرداختہ ودر پیوستہ کہ علمائے احناف بہ ظن جواز مذہب شان مظنون شدہ بنت بنت رضاعی را مر برادر حقیقی قاسم مذکور بود حکم نکاحش دادہ بودند بحالت کہ در تحت حجاب ممنوعات کلیہ حنفیہ محجوب ومستور بودہ، ودر ضمن ضابطہ مامور بہا محللات اہل ظواہر کہ ہمچوں شافعی وغیرہ ہستند مکشوف ومظہر ماندہ، پس ہرگز علمائے احناف رانمی رسد کہ تفریق وافساد در نکاحش کنند کہ آں مستلزم تحقیر وتنکیر سنت وجماعت گردد وحقارت یکے را از سنت جماعت عنداللہ موجب ضلالت دارد کما قال العلامة ابن عابدين الشامي الحنفي في رد المحتار ناقلاً عن العلامة الشرنبلالي في عقد الفريد أن لهٗ التقليد بعد العمل، كما إذا صلى ظاناً صحتها على مذهبه، ثم تبين بطلانها في مذهبه و صحتها على مذهب غيره، فله تقليده ويتجزي بتلك الصلاة على ما قال في البزازية أنه روي عن أبي يوسف أنه صلى الجمعة مغتسلاً من الحمام ثم أخبر بفارة ميتة في بئر الحمام، فقال نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثاً اه۔

وأيضاً فيه تحت قول الدر المختار: وأما المقلد الخ. ما نقله في القنيه عن

المحيط وغيره وجزم به المحقق في فتح القدير و تلميذه العلامة قاسم وادعى في البحر أن المقلد إذا قضى بمذهب غيره وبرواية ضعيفة، أو بقول ضعيف نفذ ۔ وأقوى ما تمسك به ما في البزازية عن شرح الطحاوي إذا لم يكن القاضي مجتهداً وقضى بالفتوىٰ، ثم تبين أنه على خلاف مذهبه نفذ، وليس لغيره نقضه وله ان ينقضهٗ كذا عن محمد، وقال الثاني ليس لهٗ ان ينقضهٗ أيضاًوليس له ابطال عين ما فعله بتقليد إمام آخر۔لأن إمضاء الفعل كامضاء القاضي لا ينقض ۔(١)

ودلیل مذہب الظاہر کہ ملحق بسنت جماعت ست ومخالفت فرعی در باب رضاعت باحناف می دارند ہمچوں امام ہمام شافعی وغیرہ مستند ہمیں ست چنانچہ شارح مسلم امام نووی در شرح آں می نگارند

"ولم يخالف في هذا إلا أهل الظاهر وابن علية، فقالوا: لا تثبت حرمة الرضاع بين الرجل والرضيع، ونقله المازري عن ابن عمرو عائشة (رضى اللّٰه تعالى عنهما)واحتجوا بقوله تعالى: ﴿وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ولم يذكر البنت والعمة كما ذكرهما في النسب "(٢)

وامام ابوعیسی ترمذی در جامع ترمذی شاں می آرند۔

"حدثنا الحسن بن علي أخبرنا ابن نمير عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة.قالت: جاء عمّي من الرضاعة يستاذن عليّ فأبيت أن آذن له حتى استأمر رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم: فليلج عليك هذا، فإنه عمكِ، قالت :إنما أرضعتني المراة ولم يرضعني الرجل، قال: فإنه عمكِ فليلج عليكِ، هذا حديث حسن صحيح والعمل علىٰ هذا ۔ "(٣)

وبعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم وغيرهم كرهوا لبن الفحل، والأصل في هذا حديث عائشة، وقد رخّص بعض أهل العلم في لبن الفحل . والقول الأول أصح . رواه الترمذي(٤)

---

(١) [ردالمحتار مقدمة،مطلب في حكم التقليد والرجوع عنه:١/١٦٣]

(٢) [صحيح مسلم بشرح النووي،كتاب الرضاعة،جزء العاشر:٢/١٩]

(٣) [السنن للترمذي كتاب الرضاع،حديث:١١٥١ـ٢/٧٩]

وقال الشامي: ونظير هذه ما نقله العلامة بيري في أول شرحه على الاشباه عن شرح الهداية لابن شحنة ونصه: إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به، فقد صح عن ابي حنيفة الإمام الأعظم أنه قال: إذا صح الحديث فهو مذهبي، وقد حكى ذلك ابن عبد البر عن أبي حنيفة وغيره من الائمة "(۱)

وقاضی خاں وصاحب ہدایہ ہماں مذہب اہل ظاہر نقل بالتصریح فرمودہ اند "كما قال في فتاویٰ قاضي خان، وقال الامام الهمام الشافعي: الحرمة لاتثبت من جانب الأب، والفقهاء يسمون هذه المسئلة لبن الفحل. (۲)

وقال في الهداية وفي أحد قولي الشافعي لبن الفحل لا يحرم، لأن الحرمة لشبهة البعضية واللبن بعضها لا بعضه"

ہرگاہ از دلائل کتب فقہائے حنفیہ مبین ومبرہن گردید کہ تزویج قاسم نامی نزد علمائے حنفی روا ودرست گردیدہ وازاں مذہب حنفی بیرون نہ آمدہ باوجود آں اگر جماعت مسلمین بروے زبان طعن ولعن بکشایند پس عند اللہ ماخوذ شوند وعند الناس مستحق سزا "كما هو في كتب الفقه: من آذى مسلما بقول أو بفعل ولو بغمز العين عزر"(۳)

پس ایشاں ما دامے کہ تائب وآئب نہ شوند از اں مواکلت ومشاربت جماعت مسلمین خارج کردہ شوند چنانچہ واردشدہ کہ "اياك و مجالسة الشرير" فقط والله تعالى أعلم وعلمه أحكم

وآخر دعونا أن الحمد لله رب العلمين۔ والصلاة والسلام على سيد المرسلين وآله وصحبه أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين۔

الراقم احقر الحقیر

محمد عظیم الدین کیوکتوی بہاری آروی

خلف الہدیٰ شیخ اکبر علی سلمہ، بانی مسجد مہتمم مدرسہ اسلامیہ محلہ وئی

---

(۱) [رد المحتار. مقدمه، مطلب صحّ عن الإمام أنه قال: ۱/۱۵۴] الخ

(۲) [فتاویٰ قاضي خان باب الرضاع: ۱/۱۸۹]

(۳) [الدر المختار. باب التعزير: ۱/۳۲۷]

ترجمہ:مسئولہ صورت کے صدق پر علمائے شریعت اور طریقِ حق کے ناقلین خصوصاً فقہائے مذہب حنیف اور علمائے ملت لکھتے ہیں کہ جب مروجہ مذاہب کے مجتہد یا مقلدین میں سے کوئی اپنے ظن سے یا غلطی سے کسی کام کا حکم صادر کریں اور اس پر فیصلہ بطور قضا نافذ کردیں،اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ عمل یا کام ان کے مذہب کے خلاف ہے اور کسی دوسرے اہل سنت کے امام کے مسلک میں جائز ہے تو اس عمل اور کام کو کالعدم کرنا جائز نہیں بلکہ وہ دوسرے جائز قرار دینے والے مسلک کی تقلید میں اس کو جائز اور نافذ رکھنا چاہیے،اس سے اپنے مروجہ مذہب سے خروج اور دوسرے مذہب کو اختیار کرنا لازم نہ آئے گا،پس قاسم مذکور کا مذکورہ نکاح اگرچہ حنفی مذہب کے خلاف ہے مگر اہل ظواہر کے مسلک مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ اہل سنت و جماعت سے ہیں،کے یہاں نکاح درست ہوا،نیز علمائے احناف نے جب غلطی سے اس نکاح مذکورہ کو جائز گمان کیا تو ان کے گمان میں جائز ٹھہرا کہ حقیقی بھائی کی رضاعی نواسی سے قاسم کا نکاح درست قرار دے کر کردیا،اور ان کی نظر میں حنفی مسلک کی ممانعت کا قاعدہ مستور رہا۔

اور اب امام شافعی جیسے اہل ظواہر کے مسلک پر اس کا جواز معلوم ہوا تو اب علمائے احناف کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ اس نکاح کو فاسد کریں اور تفریق کریں،کیوں کہ یہ جماعت کی اور ایک سنت اور مسلک کی تحقیر لازم آئے گی،جو کہ عند اللہ گمراہی کا موجب ہے،جیسا کہ علامہ شامی نے علامہ شرنبلالی سے ردالمحتار میں عقد الفرید سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو عمل کے بعد بھی دوسرے کی تقلید جائز ہے،جیسا کہ اپنے مذہب کے مطابق نماز کو صحیح سمجھ کر ادا کیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے مذہب میں صحیح نہیں ہوئی مگر دوسرے امام کے مذہب میں صحیح ہوگئی،تو اب دوسرے امام کی تقلید کرتے ہوئے نماز کو صحیح قرار دینا جائز،بشرطے کہ نماز پڑھتے وقت اس نے تحری کی ہو،جیسا کہ بزازیہ میں فرمایا:کہ امام یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ حمام کے پانی سے جمعہ کا غسل کیا،پھر بعد میں بتایا گیا کہ حمام میں چوہا مرا ہوا ہے،تو آپ نے فرمایا کہ:ہم اپنے بھائی اہل مدینہ کے مسلک کو اپناتے ہوئے کہ جب پانی دو قلے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا،اس پر عمل پیرا ہیں۔اھ۔اور انھوں نے درمختار کے قول"اما المقلد"کے تحت فرمایا کہ قنیہ نے محیط وغیرہ سے نقل کیا اور اس پر فتح القدیر میں محقق اور ان کے شاگرد علامہ قاسم نے جزم کیا ہے۔اور بحر میں دعوے کے طور پر کہا کہ قاضی مقلد نے اگر غیر کے مذہب یا ضعیف قول یا روایت پر فیصلہ دے دیا تو وہ نافذ ہوگا،اور اس سلسلہ میں بہترین استدلال بزازیہ کی شرح طحاوی سے منقول عبارت ہے کہ جب قاضی مجتہد نہ ہو اور اس نے کسی کے فتویٰ پر فیصلہ کردیا ہو تو بعد میں اگر معلوم ہوا کہ اس

خود کالعدم کر سکتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوں منقول ہے، اور دوسرے امام یعنی ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ خود اس قاضی کو بھی کالعدم کرنے کا حق نہیں، کیوں کہ عمل ہو جانے پر گویا کہ قاضی نے نافذ کر دیا ہے، اور نافذ شدہ کو کالعدم نہیں کہا جا سکتا۔

اور اہل ظواہر کا مذہب بھی اہل سنت میں شامل ہے اور اس کا صرف فروعی اختلاف رضاعت کے بارے میں احناف سے ہے، یہ بھی امام شافعی کی طرح ہیں، چناں چہ شارح مسلم شریف امام نووی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس میں صرف اہل ظواہر اور ابن علیہ کا خلاف ہے کہ وہ کہتے ہیں: دودھ پینے والی لڑکی اور مرد کے درمیان رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور اس کو مازری نے عبد اللہ بن عمر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل کیا ہے اور اصحاب ظواہر نے اپنی دلیل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے والے تمہاری ماؤں اور تمہارے رضاعی بھائیوں کو ذکر کیا ہے، اور بیٹی اور پھوپھی کو ذکر نہیں کیا، جس طرح ان کو نسب میں بیان فرمایا ہے، اور امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں بیان کیا ہے کہ...

ہم سے حدیث بیان کی حسن بن علی نے، انھوں نے ابن نمیر سے، انھوں نے ہشام سے، انھوں نے اپنے باپ عروہ سے، انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انھوں نے فرمایا: میرا رضاعی چچا آیا اور اس نے میرے ہاں آنے کی اجازت چاہی تو میں نے انکار کیا حتی کہ میں نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا وہ تیرے ہاں داخل ہو سکتا ہے، کیوں کہ وہ تیرا چچا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تیرا چچا ہے وہ داخل ہو سکتا ہے۔

یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور اس پر عمل ہے بعض صحابہ کرام کا اور ان کے غیر نے دودھ والے خاوند یعنی رضاعی باپ کو داخل ہونا مکروہ کہا ہے۔

اور اصل ثبوت حضرت عائشہ کی حدیث ہے، اور بعض اہل علم نے دودھ والے باپ (رضاعی باپ) کو داخل ہونے کی اجازت دی ہے، اور پہلا قول صحیح ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، اور شامی نے کہا کہ اور اس کی نظیر وہ ہے جس کو علامہ بیری نے اشباہ پر اپنی شرح کے ابتدا میں ہدایہ کی شرح سے نقل کیا۔ یہ شرح شرح ابن شحنہ کی ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ: حدیث صحیح ہے جو کہ مذہب کے مخالف ہے تو عمل حدیث پر ہوگا۔ اور یہی امام کا مذہب ہوگا، اور اس حدیث پر عمل سے مقلد، امام صاحب کی تقلید سے خارج نہ ہوگا کیوں کہ امام ابو حنیفہ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حدیث صحیح ہو تو وہ میرا مذہب

اہل ظواہر کا مذہب صراحۃً یہی ذکر کیا ہے جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ باب کی جانب سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں کرتے۔اور فقہائے کرام نے اس مسئلہ کو ''لبن الفحل'' (خاوند کا دودھ) کا عنوان دیا ہے،اور ہدایہ میں کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول میں رضاعی باپ حرام نہیں ہوتا کیوں کہ رضاعت میں حرمت جزئیت کی وجہ سے ہوتی ہے جب کہ دودھ عورت کا جز ہے مرد کا نہیں،بہرحال حنفی فقہ کی کتب میں مذکور دلائل سے ثابت ہے کہ قاسم نامی شخص کا مذکورہ نکاح درست ہو جاتا ہے اور اس کو درست ماننے سے حنفی مذہب سے خارج ہونا لازم نہیں آیا،اس کے باوجود اگر مسلمان اس پر لعن طعن کریں گے تو عند اللہ مجرم ہوں گے،اور قانون میں سزا کے مستحق ہوں گے،جیسا کہ فقہ میں ہے کہ اگر کسی نے مسلمان کو اپنے قول،فعل یا اشارے سے اذیت دی تو وہ قابل سزا ہے۔پس ایسے لوگ جب تک توبہ اور رجوع نہ کریں تو ان سے مل کر کھانا پینا منع ہے،جیسا کہ وارد ہے ''شریر کی مجلس سے بچو'' فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔اس جل مجدہ کا علم کامل ہے،ہماری آخری بات یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین،والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ أجمعین برحمتك یا أرحم الراحمین۔

تحریر دیگر بہ تائید آں:

آرے مذاہب ائمہ اربعہ جملگی در حق ست وحق ہماں دائرست اگر مجتہد مطلق یا مقلد محض بہ مذہب شاں علمے وفعلے قضا کند بعدہ دانستہ کہ مخالف مذہب شان وموافق مذہب دیگرے کہ معدود بسبب جماعت ست بہ خطائے ظن شان ملصق گشتہ فقہائے احناف روانمی دارند کہ بار دیگر آں را ابطال وافساد کنند تا موجب تحقیر وتنفیر بمذاہب ائمہ سنت جماعت لازم نیاید،آں خطائے عظیم وسخط جسیم باشد عند اللہ تعالیٰ، لہذا علما ازاں اباوانکار فرمودند،ودر تواریخ بروایت صحیح مروی شدہ کہ بارے در مجلس شریف حضرت پیران پیر غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از کسے مذکور شدہ بود کہ امام احمد حنبل در اجتہاد پایہ چنداں ندارند،لہذا در مذہب شان جماعت قلیل دارند بہ مجرد استماع آں حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چیں بر جبیں آوردہ وغضب ناک شدہ فرمودند کہ ازیں تاریخ عبد القادر بہ مذہب احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقلید نمودہ،وپیش ازیں بہ مذہب امام مالک بودند، سبحان اللہ ما أعظم شانہ وما أکبر شانہم۔

وفخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ ووسعۃ من اللہ فرمودند۔ونقل السیوطی عن

عنده و کلهم علیٰ هدی و کل یرید اللّٰه وتمامه فی کشف الخفا۔

پس تزویج قاسم نزد فقہائے حنفی بہ تصحیح آمدہ اگر چہ بالفرض مخالفت مذہبی روے دادہ واز حنفیت نیز برون نیامدہ کما حررہ المجیب للّٰہ درہ وأجرہ ولقد نظرت ہذا الفتویٰ بامعان النظر وتصفحت ہذہ المسألة بصفحات الکتب الفقھیة الحنفیه فوجدت صحیحاً مطابقاً بالکتاب وموافقاً للصواب۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال والیه المرجع والمآل۔کتبه الحقیر الراجی الیٰ رحمة ربه الخلاق عبد الرزاق الکیوکتوی غفرله۔

ترجمہ:ہاں چاروں مذہب حق ہیں،اور حق انہی میں دائر ہے،اگر کوئی مجتہد مطلق یا مقلد محض ان کے مذہب پر کوئی عمل یا فعل کرتے ہوئے فیصلہ کرے اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ اس کے مذہب کے مخالف ہے اور دوسرے کے مذہب کے موافق ہے اور یہ دوسرا مذہب اہل سنت میں شمار ہو تو اس فیصلہ کو فقہائے احناف باطل وفاسد کرنا جائز نہیں کرتے تا کہ اہل سنت وجماعت کے ائمہ کرام کی تحقیر وتنفیر لازم نہ آئے،اور اس فیصلہ کو غلط کہنا عند اللہ بڑا گناہ ہے،اس لیے علمائے کرام اس سے پرہیز کرتے ہیں،تاریخ میں صحیح روایت موجود ہے کہ حضرت پیر پیراں غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے ذکر کیا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اجتہاد میں کوئی اہم مقام نہیں ہے،یہی وجہ ہے کہ ان کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے،حضرت پیر پیراں سنتے ہی جلال میں آگئے اور فرمایا:کہ میں(عبد القادر)آج سے امام احمد بن حنبل کا مقلد ہو رہا ہوں جب کہ آپ پہلے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے،سبحان اللہ!اس کی شان اعظم واکبر ہے۔فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ائمہ اربعہ(اللہ تعالیٰ کی رحمت ووسعت ہوان پر)کی شان میں فرمایا:جس کو امام سیوطی نے نقل فرمایا کہ عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ ہدایت کے اماموں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس امت کے لیے،ہر ایک نے جس کو صحیح سمجھا وہی اس نے اپنایا،اور تمام ائمہ ہدایت پر ہیں،اور تمام اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں،اس کا تمام بیان کشف الخفا میں ہے۔لہذا قاسم مذکور کا نکاح حنفی فقہا کے نزدیک درست ہے اگر چہ بالفرض مذہب کے مخالف ہے اور حنفیت سے بھی خارج نہیں ہوتا،جیسا کہ مجیب نے تحریر کیا ہے،اس کا اجر ونفع اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائے۔میں نے اس فتویٰ کو گہری نظر سے دیکھا اور فقہ حنفی کی کتب میں اس کی میں نے چھان بین کی تو میں نے اس کو صحیح مطابق قرآن اور موافق صواب پایا ہے،اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقت زیادہ جانتا ہے،اور اسی کی طرف رجوع ہے،اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار عبد الرزاق کیوکتوی غفرلہ نے لکھا۔

الجواب

ایں ہمہ جہل شدید وضلال بعید وافترا بر شرع مجید ست۔ نکاح با بنت الاخ بعینہ ہمچو نکاح با دختر ست نسباً باشد یا رضاعاً وحرام قطعی ست باجماع ائمہ دین ونص قرآن مبین وصحاح احادیث سید المرسلین۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین۔ نسبت جوازش بامام شافعی خواہ بامام دیگر از ائمہ مسلمین خطاے محض ست، وایں بنگالیان کہ فتویٰ بجوازش دادہ بودند علمانہ بودند، بہزاراں درجہ بدتر از جہلا بودند، وآنان وایناں کہ فتویٰ ملعونہ ایشاں را نافذ می کنند ہمہ با حرام خدا حلال می نمایند، ہمچو کساں را حرام وسخت حرام ست کہ تصدی بافتا کنند۔

درحدیث فرمود:

((ومن أفتى بغير علم لعنته ملائكة السماء والأرض.))(۱)

ہر کہ بے علم فتویٰ دہد ملائکہ آسمان وزمین براو لعنت کنند،

آں حکم جواز وایں فتواے نفاذ ہر دو ملعون ست وبرآں حاکمان وایں مفتیان توبہ فرض ست، ورنہ مسلمان از مجالست ایشاں احتراز ورزند ودر ہیچ امر فتویٰ از ایشاں خواستن حرام ست۔

قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:

((اتخذ الناس رؤسا جهالاً، فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا.))(۲)

مفتیان خشم نہ کنند ایں کہ گفتہ شد خیر خواہی ایشاں بود، حرام خدا را حلال گرفتن وزناے پدر با دخترش روا داشتن نہ سہل کاریست ہر کہ بر ہمچو ضلالت قطعیہ تنبیہ کرد مستوجب شکرست نہ مستحق شکایت۔﴿والله يهدي من يشاء الىٰ صراط مستقيم.﴾[سورة البقرة:۲۱۳] ''وبرآں ناکح زانی فرض ست کہ دختر را از تصرف خود واگزارد، وبرآں منکوحہ مزنیہ فرض ست کہ بپائے کہ وارداز زناے پدرش بگریزد فوراً فوراً فوراً ورنہ آناں ومزوجان آناں ومجوزان اینہاں ہمہ عذاب شدید الٰہی را منتظر باشند۔

نسأل الله العفو والعافية ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم۔ امام اجل ابوزکریا نووی کہ احد الشیخین مذہب امام ہمام مطلبی ست ونص او ہمچو نص امام شافعی ست۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ درشرح صحیح مسلم فرماید:''اما الرجل المنسوب ذلك اللبن اليه لكونه زوج المرأة أو وطئها بملك أو شبهة فمذهبنا ومذهب العلماء كافة ثبوت حرمة الرضاع بينه وبين الرضيع،

---

(۱) [كنز العمال كتاب العلم،حديث:۲۹۰۱۴/۱/۸۴]

(۲) [illegible]

ویصیر ولداً لہ وأولاد الرجل اخوۃ الرضیع واخوتہ وتکون اخوۃ الرجل أعمام الرضیع واخوتہ عماتہ، وتکون أولاد الرضیع أولاد الرجل، ولم یخالف في ھذا إلا أھل الظاھر وابن علیۃ.(۱)

ایں تصریح صریح ایں امام شافعیہ ببیں کہ مذہب ما وجملہ علما تحریم ست ودر وخلاف نکردند جز فرقۂ ظاہریہ وابن علیہ، طرفہ آنکہ مجیب عبارت مذکورہ نووی ازیں جا نقل کرد کہ۔ لم یخالف في ھذہ الخ ۔ وصدر کلام کہ فرمودہ بودند کہ مذہب ما ومذہب جملہ علما تحریم ست در پردۂ اخفا داشت، وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را ظلما از اہل ظاہر شمرد حالانکہ ظاہریہ طائفہ ایست مخالف ائمہ اربعہ وسائر مجتہدین۔ شاہ عبد العزیز صاحب گفتہ اند: داؤد ظاہری ومتبعانش را از اہل سنت وجماعت شمردن در چہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست رافضیان کہ ظاہریہ را سنی گرفتہ باقوال ایشاں بر اہل سنت اعتراض می کردند، شاہ صاحب جوابش دادند کہ فرقہ ظاہریہ ہرگز از اہل سنت نیست، ایں جہل وسفاہت شماست کہ ایشاں را سنی گرفتہ بر سنیان طعن می کنید۔

امام ابن حجر مکی شافعی در ''کف الرعاع'' فرماید:

''واعلم ان الأئمۃ صرحوا بان الظاھریۃ لا یعتد بخلافھم ولا یجوز تقلید أحد منھم؛ لأنھم سلبوا العقول حتی أنکروا القیاس الجلي.(۲)

نیز فرمود: ''لأنھم أصحاب ظاھریۃ محضۃ، تکاد عقولھم أن تکون مسخت ومن وصل الیٰ أنہ یقول: ان بال الشخص في الماء تنجس، أوفي اناء ثم صبہ في الماء لم یتنجس کیف یقام لہ وزن ویعد من العقلاء فضلا عن العلماء.(۳)

ہم چناں دیگر اکابر شافعیہ تصریح بلبن فحل کردہ اند ودر مذہب خود بوے از خلاف ندادہ واجلۂ اکابر اورا مذہب ائمہ اربعہ واصحاب ایشاں وفقہاے امصار گفتہ اند:

امام احمد قسطلانی شافعی در ارشاد الساری فرمود:

''فیہ دلیل علی أن لبن الفحل یحرم حتی تثبت الحرمۃ في جھۃ صاحب اللبن

(۱) [صحیح مسلم بشرح النووي. کتاب الرضاع جزء العاشر:۲/۱۹]''

(۲) [کف الرعاع. القسم الرابع عشر، باب في بیان أن مامرہ صغیرۃ أو کبیرۃ:ص۱۴۴]

(۳) [کف الرعاع، تنبیہ أدلۃ التحلیل والرد علیھا:ص:۱۲۸]''

كما تثبت في جانب المرضعة، فان النبي۔صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ أثبت عمومة الرضاع وألحقها بالنسب، وهذا مذهب الشافعي وأبي حنيفة وصاحبيه ومالك وأحمد كجمهور الصحابة والتابعين وفقهاء الأمصار.(١)

امام حافظ قسطلانی شافعی در فتح الباری فرماید:

"ذهب الجمهور من الصحابة والتابعين وفقهاء الأمصار كأبي حنيفة وصاحبيه ومالك والشافعي وأحمد وأتباعهم الىٰ أن لبن الفحل يحرم.(٢)

امام ابویوسف اردبیلی شافعی در "کتاب الانوار" فرماید:

"والفحل الذي منه اللبن أبوه وأولاده من المرضعة وغيرها أخوه وأخواته."

علامہ زین الدین شافعی تلمیذ ابن حجر مکی در "قرۃ العین" فرماید:

"تصير المرضعة أمه وذو اللبن أباه تسرى الحرمة من الرضيع الىٰ أصولهما وفروعهما وحواشيهما نسباً ورضاعاً.(٣)

تا ایں جا ہمہ نصوص کبرائے شافعیہ است:

"وصاحب البيت أبصربما في البيت وصاحب الدار أدرى."

امام اجل قاضی عیاض مالکی در شرح صحیح مسلم فرماید:

"لم يقل أحد من ائمة الفقهاء وأهل الفتوىٰ بإسقاط حرمة لبن الفحل إلا أهل الظاهر وابن علية والمعروف عن داؤد موافقة الائمة الأربعة."(٤)

"لبن الفحل يحرم وهو قول أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد وأصحابهم، وقال القاضي عياض لم يقل أحد من الأئمة الخ.(٥)

امام جلیل بدر الدین محمود عینی در عمدۃ القاری فرمایند:

---

(١) [ارشاد الساري. كتاب الرضاع. باب لبن الفحل: ٩/٣٣]

(٢) [فتح الباري، كتاب النكاح باب لبن الفحل: ٩/١٣١، ١٣٠]

(٣) [قرة العين مع شرح فتح العين. أركان النكاح: ص: ٣٩٠"]

(٤) [عمدة القاري شرح صحيح البخاري. كتاب النكاح. باب لبن الفحل: ١٤/٤٨]

(٥) [عمدة القاري شرح صحيح البخاري. كتاب النكاح. باب لبن الفحل: ١٤/٤٨]

این ست نقول ونصوص ائمہ اجلۂ ثقات، اثبات ونسبتے کہ در خانیہ وہدایہ واقع شد معارضش نتواں بود در نقل مذہب غیر بار ہا زلت روی نماید یکے از اکابر شافعیہ تحلیل زنا بحربیہ در دار الحرب ودیگرے از اجلہ شافعیہ حلت غراب بحضرت امام اعظم نسبت کرد، وہر دو باطل است، ودر ہمیں ہدایہ حلت متعہ با مام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسبت نمود حالانکہ امام مالک بروے حد زنا می زنند:"كما هو قول عبد الله بن الزبير ـرضي الله تعالىٰ عنهماـ اذ قال جرب علىٰ نفسك لأن فعلتها لأرجمنك بأحجارك.(١)

ابن علیہ مردے از محدثین ست، عداد او در مجتہدین ائمہ نیست، واگر باشد متفرد ست، وظاہریہ خود مبتدعا نند ومبتدع را در اجماع اعتبار نیست ووفاقش ملحوظ نشود وبخلافش خلل نہ پزیرند:"لانهم ليسوا من الأمة على الاطلاق كما في التوضيح وغيره "ليسوا من أمة الاجابة وانما هم من أمة الدعوة كما في مرقاة المفاتيح وغيرهما." وخود در خصوص ظاہریہ از امام ابن حجر مکی گزشت کہ مخالفت ایشاں اصلاً قابل التفات نیست پس دریں مسئلہ حکم بخلاف راز نہار مساغ نیست۔

بخلاف حنفیہ ودیگر ائمہ کہ حرام دانند وتا حد نرسانند، بالجملہ جواز ایں نکاح باطل ست ہرگز نہ مذہب امام شافعی ست نہ مذہب ہیچ کس از ائمہ مجتہدین متبوعین۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اولاً: خلاف سنت مشہورہ است کہ:

((ان الله حرم من الرضاع ما حرم من النسب.))(٢)

ایں حدیث بالفاظ متنوعہ وروایات متظافرہ در دواوین اسلام مروی ومنقول ست واز صدر اسلام تا حال میان علما متلقی بالقبول،

ہمیں امام ترمذی درہماں جامع فرماید:

"والعمل علىٰ هذا عند عامة أهل العلم من أصحاب النبي ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلمـ وغيرهم لا نعلم بينهم في ذلك اختلافاً."(٣)

وحکم برخلاف سنت مشہور نافذ نشود۔

---

(١) [صحيح مسلم . باب النكاح المتعة:١/٤٥٢]

(٢) [جامع الترمذي.ابواب الرضاع .١/١٣٦]

(٣) [السنن للترمذي . كتاب الرضاع:١/١٣٧]

درتنویر الابصار ست:

"اذا رفع اليه حكم قاض آخر نفذه إلا ما خالف كتاباً أو سنة مشهورةً أو اجماعاً.(۱)

ثانیاً: مخالف اجماع من یعتد باجماعہم افتادہ است: "کما تقدم بیانه." وامام شعرانی شافعی در میزان الشریعۃ الکبریٰ فرمود: "اتفق الائمة علىٰ أنه يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب." وحکم برخلاف اجماع نفاذ نیست، ائمہ ثقات اثبات از حکایات شاذہ غافل نبودند بلکہ خود ذکر نمودہ اند باز تصریح فرمودہ کہ دریں مسئلہ جز ظاہریہ وابن علیہ کسے را خلاف نیست چنانکہ از امام قاضی عیاض مالکی وامام ابوزکریا نووی شافعی وامام محمود عینی حنفی گزشت: "فمن الغريب نسبة الاغراب إليهم علىٰ ما وقع في فتح المغيث." واگر بالفرض ایں جا قولے ضعیف محکی بود "كما أول به في الفتح الفقهي." پس حکم وفتوی بر قول ضعیف ومرجوح خود جہل وخرق اجماع ست "كما في تصحيح القدوري للعلامة قاسم والدر المختار."

ثالثاً: حکم قاضی بخلاف مجتہد راست ومقلد را روا نبود برخلاف امام خود حکم کردن۔ درتنویر الابصار ست: "قضىٰ في مجتهد فيه بخلاف رأيه لا ينفذ مطلقاً وبه يفتى.(۲)

وردرمختار ست:

"ولو حكم القاضي بحكم مخالف لمذهبه ما صح أصلاً يسطر.(۳)

درردالمحتار آورد:

"اما المقلد فلا يملك المخالفة.(٤)

مجیب عبارتش از سابق ولاحق قطع کردہ آورد وخود در قدر منقول خود لفظ ادعی ندید۔

رابعاً: اگر از ہمہ گزرند قضائے شرعی چیزیست کہ رفع خلاف می کند نہ کہ دو حرف خوانند وخود را بر مسند افتا نشانند ہرچہ خواہند برزبان رانند وخلاف مرتفع شود ومذہب مردود ومندفع۔ "حاشا الله لا يقول

---

(۱) [ردالمحتار مع الدر والتنوير كتاب القضا، باب الحبس:۸/۸۱"

(۲) [تنوير الأبصار. كتاب القضاء، فصل في الحبس، ۸/۸۸، ۸۹]"

(۳) [تنوير الأبصار. كتاب القضاء، فصل في الحبس، ۸/۸۸، ۸۹]"

(٤) [ردالمحتار. كتاب القضاء، باب الحبس: ۶/۳۳۵]

به جاهل فضلاً عن فاضل نسأل الله العفو و العافية. و الله تعالىٰ اعلم۔"

فقیر مصطفیٰ رضا قادری نوری غفرلہ

فی الواقع نکاح مذکور باطل وحرام محض ست و بر آنکس از دختر دختر برادر خودش فوراً فوراً جدا شدن فرض ست، تزویج ایشاں جہل وتنفیذ او ظلم شدید۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

(منقول از فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص: ۳۲۰ تا ۳۲۶)

ترجمہ: یہ تمام شدید جہالت اور انتہائی گمراہی ہے اور شریعت پر افترا ہے، بھائی کی نواسی سے نکاح ایسا ہے جیسا کہ اپنی بیٹی سے، نواسی نسبی ہو یا رضاعی، اور قرآن وحدیث اور اجماع سے یہ حرام قطعی ہے، اس کے جواز کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یا کسی اور امام المسلمین کی طرف کرنا خطائے محض ہے، اور جن بنگالیوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ عالم نہیں بلکہ ہزار درجہ جاہلوں سے بھی بدتر ہیں، جنھوں نے بھی یہ ملعون فتویٰ نافذ کیا انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کیا اور اسی طرح وہ حضرات جنھوں نے اس کی تصدیق کی انھوں نے حرام ترین کی تصدیق کی، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے علم کے بغیر فتویٰ دیا اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں، لہذا جنھوں نے یہ فتویٰ دیا اور جنھوں نے اس کو نافذ کیا دونوں ملعون ہیں۔ نافذ کرنے والے حاکم اور مفتیوں پر توبہ فرض ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان سے بائیکاٹ کریں، اور آئندہ ان سے کوئی فتویٰ طلب کرنا حرام ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگ جاہلوں کو رہنما بنائیں گے تو جب ان سے سوال کیا جائے گا تو بغیر علم فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ان مفتیوں کو یہ کہتے ہوئے خوف خدا نہیں کہ یہ خیر خواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال بنانا اور باپ کا بیٹی سے زنا کو جائز کرنا کوئی آسان کام ہے، ہرگز نہیں، اور جس شخص نے ان کو اس گمراہی پر تنبیہ کی وہ شکریہ کا مستحق ہے نہ کہ شکایت کا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اس نکاح کرنے والے زانی پر فرض ہے کہ وہ فوراً لڑکی کو آزاد کردے اور جدائی اختیار کرے، اور منکوحہ مزنیہ پر لازم ہے کہ اپنی توفیق کے مطابق رضاعی باپ کے زنا سے فوراً بچے اور جدائی اختیار کرے، ورنہ یہ دونوں اور نکاح کو نافذ کرنے والے اور جائز کرنے والے سب اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب کا انتظار کریں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت اور معافی کا سوال کرتے ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شافعی مسلک کے شیخین میں سے ایک برگزیدہ امام ابوزکریا نووی جن کی نص، امام شافعی رحمہ اللہ

تعالیٰ کے منصوص کی طرح ہے، انھوں نے شرح مسلم شریف میں فرمایا ہے کہ وہ شخص جس کی طرف یہ دودھ منسوب ہے کیوں کہ یہ عورت کا خاوند ہے یا لونڈی کا مالک یا شبہ کی بنا پر وطی کی ہے تو اس کے متعلق ہمارا اور تمام علما کا مذہب ہے کہ اس کے اور دودھ پینے والے بچے کے درمیان حرمتِ رضاعت ہوگی اور یہ اس بچے کا باپ ہوگا، اور اس کی دوسری اولاد اس بچے کے بہن بھائی ہوں گے اور اس شخص کے اپنے بھائی بہن اس بچے کے لیے چچا اور پھوپھی ہوں گے اور اس بچے کی اولاد اس شخص کی اولاد قرار پائے گی، اس میں اہل ظاہر وابن علیہ کے علاوہ کسی کو اختلاف نہیں۔

ترجمہ: شافعی حضرات کے امام کی صاف تصریح ہے کہ ہم اور تمام علما اس تحریم پر متفق ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے، اس میں فرقہ ظاہریہ اور ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہ کیا، تعجب ہے کہ مجیب نے امام نووی کی صرف اتنی عبارت کہ ''مخالفت نہیں کی'' کو نقل کیا اور اس سے پہلی عبارت کہ ''ہمارے تمام علما کا مذہب تحریم ہے'' کو چھپا لیا اور پھر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کو غلط طور پر اہل ظواہر میں شمار کر دیا، حالاں کہ ظاہریہ فرقہ تمام ائمہ اور مجتہدین کے خلاف ہے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ داؤد ظاہری اور اس کے پیروکاروں کو اہل سنت سے شمار کرنا انتہائی جہالت ہے، رافضیوں نے ظاہریہ فرقہ کو اہل سنت کہہ کر ان کی باتوں کی وجہ سے اہل سنت پر اعتراض کیے ہیں، شاہ صاحب نے جواب میں رافضیوں کو فرمایا کہ ظاہری فرقہ ہرگز اہل سنت نہیں ہے، ان کو اہل سنت کہنا تمہاری انتہائی جہالت ہے جس کی وجہ سے تم سنیوں پر اعتراض کرتے ہو۔

امام ابن حجر مکی شافعی اپنی کتاب ''کف الرعاع'' میں فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ ظاہریہ فرقہ کے مخالف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے، کیوں کہ وہ مسلوب العقل لوگ ہیں حتی کہ وہ قیاسِ جلی کا بھی انکار کرتے ہیں۔ نیز انھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ محض ظاہری ہیں، تقریباً بے عقل ہیں اور یہاں تک کہہ گئے اگر کوئی شخص پانی میں پیشاب کرے تو ناپاک ہے، اور اگر کوئی کسی برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دے تو پانی پاک ہے، ناپاک نہ ہوگا۔ تو ایسے لوگ کس شمار میں ہیں، ان کو اہل عقل میں شامل کرنا کیسے مناسب ہے چہ جائے کہ ان کو علما میں شمار کیا جائے۔

اسی طرح دیگر شوافع حضرات نے بھی اس کے بارے میں واضح تصریحات کی ہیں اور انھوں نے اس مسئلہ میں کہیں بھی اختلاف ظاہر نہیں کیا، اور بڑے بڑے ائمہ شوافع نے اس مسئلہ کو متفق علیہ اور

کہ تمام فقہا کا یہی مسلک [illegible]

،چناں چہ امام احمد عسقلانی شافعی نے اپنی کتاب ''ارشاد الساری'' میں فرمایا: اس میں یہ دلیل ہے کہ جس مرد کا دودھ ہے وہ حرمت پیدا کرتا ہے، چناں چہ جس طرح دودھ والی عورت کی طرف سے حرمت ثابت اسی طرح اس کے مرد کی طرف سے بھی حرمت ثابت ہوگی، کیوں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے رضاعی چچا کا اثبات فرمایا، اورنسب کی طرح قرار دیا ہے، اور یہی مذہب امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا ہے جس طرح کہ صحابہ اور تابعین اور تمام علاقوں کے علما کا یہی مذہب ہے۔ اور امام قسطلانی شافعی نے ''فتح الباری'' میں فرمایا کہ تمام صحابہ، تابعین اور فقہا ابوحنیفہ، ان کے صاحبین، مالک، شافعی اور احمد اور ان کے تمام متبعین کا مذہب یہ ہے کہ دودھ والا مرد بھی حرام ہوتا ہے۔

امام یوسف اردبیلی شافعی نے ''کتاب الانوار'' میں فرمایا کہ: جس مرد سے عورت کو دودھ اترا وہ دودھ پینے والے بچے کا باپ ہے اور اس کی تمام اولاد خواہ اس مرضعہ سے ہو یا کسی دوسری عورت سے وہ سب اس بچے کے بہن بھائی ہوں گے۔ علامہ زین الدین شافعی ابن حجر مکی کے شاگرد ''قرۃ العین'' میں فرماتے ہیں کہ دودھ پلانے والی ماں، اور دودھ والا مرد باپ ہوگا، اور پھر یہ حرمت بڑھ کر بچے سے مرد و عورت کے اصول وفروع اور ان کے نسبی اور رضاعی متعلقین تک سرایت کر جاتی ہے۔

تمام نصوص شافعی حضرات کی اس مسئلہ میں یہی ہیں، جب کہ گھر والا گھر کی باتوں کو زیادہ جانتا ہے، برگزیدہ امام قاضی عیاض مالکی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ائمہ فقہا اور اصحابِ فتویٰ میں سے کسی نے بھی دودھ والے خاوند کی حرمت کو ساقط نہیں کیا ماسوائے ابن علیہ اور اہل ظاہر حضرات کے، اور داؤد ظاہری سے نقل مشہور ہے کہ وہ بھی ائمہ اربعہ کے موافق ہے۔ برگزیدہ امام بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے کہ: دودھ والے خاوند کی حرمت تمام ائمہ ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے، اور امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ کسی امام نے اس حرمت کے اسقاط کا قول نہیں کیا، یہ ہی تمام ثقہ ائمہ کی نصوص جو ان سے منقول ہیں، اور وہ جو خانیہ اور ہدایہ میں اس کے خلاف ان ائمہ کی طرف منسوب ہے وہ ان نصوص کے معارض نہیں ہوسکتا، کیوں کہ بارہا دوسروں کے مذہب کو نقل کرنے میں اکثر لغزش ہوجاتی ہے، شافعی مسلک کے اکابرین میں سے ایک نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیا کہ ان کے نزدیک دار الحرب میں حربی عورت سے زنا جائز ہے۔ اور دوسرے نے امام ابوحنیفہ کی طرف کوّے کے حلال ہونے کی نسبت کردی۔ جب کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، اور اسی ہدایہ میں امام مالک کی طرف متعہ کے حلال ہونے کی نسبت کردی گئی حالاں کہ امام مالک ایسے شخص پر حد زنا لگاتے ہیں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ یہ تجربہ کرکے دیکھ، اگر تو کرے

گا تو میں تجھے تیرے ہی پتھروں سے رجم کروں گا بخلاف حنفیہ اور دیگر ائمہ کہ وہ متعہ کو حرام کہتے ہیں، مگر حد نہیں لگاتے، خلاصہ یہ کہ یہ نکاح باطل ہے اور کسی بھی امام خواہ شافعی ہوں یا کوئی اور، مجتہدین میں سے کسی کے مذہب میں جائز نہیں ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ابن علیہ کا شمار محدثین میں تو ہوتا ہے مگر مجتہدین میں نہیں، اور اگر بالفرض ہو بھی تو وہ دوسرے ائمہ سے الگ تھلگ ہے، رہا ظاہر یہ فرقہ تو وہ بدعتی فرقہ ہے جب کہ اجماع کے معاملہ میں بدعتی کا اعتبار نہیں ہوتا، اس کی موافقت اور مخالفت کا کوئی اثر اجماع پر نہیں پڑتا، کیوں کہ یہ علی الاطلاق امت میں سے نہیں ہیں، جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ہے، اور امت اجابت میں سے نہیں بلکہ وہ امت دعوت میں سے ہیں جیسا کہ "مرقاۃ المفاتیح" وغیرہ میں ہے۔ اور خود ظاہر یہ فرقہ کے بارے میں امام ابن حجر مکی کا قول گزرا کہ ان کی مخالفت قابل التفات نہیں ہے، لہذا اس مسئلہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔

اولاً: اس لیے کہ اس کا خلاف سنت مشہورہ کے خلاف ہے جو یہ ہے کہ جو نسب کی بنا پر حرام فرمایا ہے، وہ رضاعت کی بنا پر بھی اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ کثیر روایات میں ہے اور اسلام کی قانونی کتب میں مروی و منقول ہے اور ابتدائے اسلام سے آج تک علما کے درمیان مقبول ہے، امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرمایا کہ اس پر عام صحابہ اور بعد والوں کا عمل ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور سنت مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوسکتا، اور تنویر الابصار میں ہے کہ جب ایک قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا حکم پہنچے تو اس کو نافذ کرے بشرطے کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کے خلاف نہ ہو۔

ثانیاً: اس لیے کہ جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان کے اجماع کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہے وہ رضاع کی وجہ سے بھی حرام ہے، اور اجماع کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوسکتا، اور کسی مسئلہ کو ثابت قرار دینے والے ائمہ ثقات خود بھی شاذ حکایات سے غافل نہیں ہوتے بلکہ خود ان کو ذکر کر دیتے ہیں، نیز انھوں نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اس مسئلہ کا ظاہر یہ اور ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہیں کیا، جیسا کہ امام قاضی عیاض، ابوزکریا نووی شافعی اور امام محمود عینی حنفی سے گزرا۔ فتح المغیث میں ان حضرات کی طرف شاذ امور کو منسوب کرنا تعجب کی بات ہے، اگر بالفرض یہ کوئی ضعیف قول نقل کیا گیا ہو جیسا کہ فتح القدیر میں تاویل کی گئی ہے تو بھی ضعیف قول اور مرجوع قول پر فتویٰ دینا خود جہالت اور

ثالثاً: مخاطب کے قول پر فیصلہ کا اختیار صرف مجتہدین قاضی کو ہے، مقلد کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے امام کے قول کے خلاف فیصلہ کرے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ قاضی کا مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ مطلقاً نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے، اور درمختار میں ہے کہ اگر قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا تو نافذ نہ ہوگا اور یہ صحیح نہ ہوگا۔ اور ردالمحتار میں کہا: لیکن مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کرسکتا، مجیب نے ان کی عبارت سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کی اور خود اس نے جو ان کی عبارت نقل کی اس میں لفظ ''ادعی'' کو نہ دیکھا۔

رابعاً: یہ کہ اگر مذکورہ امور کو نظر انداز بھی کردیں تو قضا شرعی طور پر ایسا اہم عہدہ ہے کہ جس میں جمہور کے خلاف کو ختم کیا جاتا ہے، نہ کہ چند حرف پڑھ لیے اور مسند قضا پر بیٹھ کر جو کچھ چاہے اس کو زبان پر جاری کردے اور یہ خیال نہ کرے کہ میرے فیصلہ سے خلاف قوی اور مذہب کمزور ہوگا، اللہ تعالیٰ کا خوف ہو تو خلاف والا قول جاہل بھی نہ کرے چہ جائے کہ کوئی فاضل کرے، اللہ تعالیٰ سے عافیت اور معافی کی درخواست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

درحقیقت نکاح مذکور باطل اور حرام محض ہے، اور اس شخص پر فرض ہے کہ اپنے بھائی کی نواسی سے فوراً جدا ہو جائے، ان لوگوں کا یہ عقد کرنا جہالت اور مفتیوں کا اس کو نافذ کرنا شدید ظلم ہے۔

(۶) نکاح مرتد

گمراہ سے شادی کرنا جائز نہیں

(۳۸) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) غیر مقلد سے شادی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر کچھ لوگوں نے بوجہ اپنی لاعلمی اور عدم توجہ اس کے عقائد باطلہ کے ایک لڑکی کی شادی کردی اب وہ لڑکی غیر مقلدہ ہوگئی، تو ایسی صورت میں ان لوگوں پر کوئی جرم شرعی عائد ہوتا ہے یا نہیں؟

(۳) اور غیر مقلدہ سے سلام کلام میل جول نشست و برخاست جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

مرسلہ مولوی نجم الحق متعلم دار العلوم منظر اسلام بریلی۔

الجواب

غیر مقلد اگر صرف غیر مقلد ہی ہو تو گمراہ ہے، گمراہ سے شادی کرنا جائز نہیں، مگر اگر نکاح کیا تو ہوجائے گا۔ یہاں کے غیر مقلدین صرف غیر مقلد ہی نہیں بلکہ وہابی بد دین ہیں جن پر طرح طرح کے الزامات کفر قائم ہیں، ان سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا، باطل محض ہے۔ یہ ہمارے ہی نزدیک نہیں خود غیر مقلد کے نزدیک بھی۔ کہ وہ مقلد کو مشرک اور تقلید کو شرک جانتا ہے، اور مشرک سے وہ نکاح کو حرام و باطل جانتا ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ وھو تعالیٰ اعلم۔**

(۲) اگر لاعلمی میں شادی کی تھی تو اس شادی کرنے کا الزام نہ ہوگا، ہاں اگر بعد علم وہ باطل نکاح کو نکاح جانیں گے اور ان دونوں کو زن و شوہر مانیں گے تو ضرور ملزم ہوں گے، بعد علم ان پر فرض ہوگا کہ وہ ان دونوں کو اجنبی اور اجنبیہ جانیں، ان دونوں میں جدائی کی پوری فوری سعی و کوشش کریں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

(۳) ان سے سلام کلام میل جول ربط و ضبط حرام ہے،

قرآن عظیم میں فرمایا ہے:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱)

اور جو تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ أعلم (۱)

قادیانی مرزائی کافر و مرتد ہیں اور مرتد سے کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا

(۳۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مسماۃ ایک مرزائی سے بیاہی ہوئی تھی۔ چند سال کے بعد مرزائی مذکور نے اس کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے علاحدہ کردیا اور وہ اپنی میکے اپنے حقیقی بھائی کے پاس رہنے لگی۔ اور اس کا بھائی بھی قادیانی تھا کچھ ماہ کے بعد معلوم ہوا کہ مسماۃ مذکور کو حمل ہے اور مطلقہ ہے اگر بچہ پیدا ہو تو بڑی ندامت ہوگی، اس لیے اس کے حقیقی بھائی نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی مرزائی اس سے دوران حمل میں نکاح کرلے مگر کسی نے نہیں کیا۔ آخر اسے ایک حنفی المذہب ملا اور وہ بھی اجنبی نووارد تھا وہ مسماۃ مذکور کے ساتھ شادی کرنے کو تیار ہوگیا، مسماۃ مذکور کے بھائی نے قادیانیوں سے کہا کہ نکاح پڑھو مگر انہوں نے صاف انکار کردیا، اور کہا کہ یہ نکاح ہم نہیں پڑھائیں گے، کیوں کہ مسماۃ مذکور کو ایام عدت کے اندر ہی حمل ٹھہر گیا ہے، جب مرزائیوں نے نکاح پڑھانے سے انکار کردیا تو اس نے دو حنفی علما سے بات گانٹھی اور ہر دو علما نے چند روپیہ لے کر نکاح پڑھادیا جب نکاح پڑھا گیا اس وقت حمل آٹھ ماہ کا تھا اور طلاق لیے ہوئے قریباً نو ماہ ہوئے تھے۔ واقعات مذکورہ سے گاؤں میں سخت سنسنی پھیلی ہوئی ہے کہ نکاح ٹھیک نہیں۔ آپ بہ حیثیت مفتی اعظم فتویٰ از روئے قرآن مجید وحدیث شریف صادر فرماویں کہ نکاح صحیح ہے یا غلط ہے اگر غلط ہے تو شرع اسلام کے مطابق نکاح خواں اور حاضرین کو کیا سزا ملنی چاہیے اور اس کی حد کیا ہے؟۔

از پنجاب ضلع گجرات مقام سرائے عالمگیر مرسلہ منشی شان علی سکریٹری انجمن اسلامیہ ۵۵ھ

الجواب

مرزائی مرتد ہے خواہ مرزا (علیہ ما علیہ) کو نبی مانتا ہو یا مجدد۔ مرزا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیا کی توہینیں کیں خصوصاً حضرت سیدنا مسیح روح اللہ کلمۃ اللہ، رسول اللہ علیٰ نبینا وعلیہ وعلیٰ سائر رسل اللہ صلوٰت اللہ وتسلیمات اللہ کی اور انکی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ حضرت مریم بتول کی۔ اور قرآن کے صریح خلاف یہودیوں کے موافق کہا کہ حضرت مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مرزا اپنے ان ناپاک عقائد، بے ہودہ وہم وخیال، مردود افعال واقوال کی بنا پر ایسا کافر و مرتد

ٹھہرا کہ جو اس کے اس اخبث واشنع احوال پر مطلع ہوکر اس کے کفر وعذاب میں شک اور ذرا تامل کرے وہ بھی اسی کی طرح کافر ومرتد ہے۔

"من شك في كفره وعذابه فقد كفر."(۱)

جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی اسی کی طرح کافر ہے۔(مترجم)

مرتد کا عالم میں کسی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔عالمگیری میں ہے:

"لا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة أصلية، وكذلك لايجوز نكاح المرتدة مع أحد كذا في المبسوط"(۲)

مرتد کے لیے کسی عورت،مسلمان،کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں،اور یوں ہی مرتد عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں،جیسا کہ مبسوط میں ہے۔(مترجم)

مرزائی کا اس مسماۃ سے نکاح باطل محض اور وہ مسماۃ اگر مرزائیہ نہیں ہے جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے تو خود مرزائی مذہب پر بھی مرزائی کا نکاح غیر مرزائی سے باطل محض ہے۔مرزائی مذہب کی کتابوں سے یہ امر روز روشن کی طرح روشن ہے۔اگر وہ عورت مسلمان ہے تو جس مسلمان سے اس کا نکاح کردیا گیا بلاشبہ ہوگیا کہ وہ حمل بہر حال زنا ہے،خواہ اس مرزائی کا ہو خواہ غیر کا اور زنا کے پانی کی کوئی حرمت نہیں،اور جب سرے سے نکاح وطلاق ہی نہیں تو عدت کیسی،ہاں جس سے نکاح ہوا ہے اسے تا وضع حمل قربت نہ چاہیے۔

حدیث میں ارشاد ہوا:

((لئلا يسقى ماءہ زرع غيره))والله تعالىٰ أعلم۔(۳)

مسلمہ کا نکاح کسی کافر سے نہیں ہوسکتا اور مرتد کا نکاح تو دنیا میں کسی سے بھی نہیں ہوسکتا

(۴۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

---

(۱) [درمختار مع شامی:۳۱۷]

(۲) [الفتاویٰ الهندية،كتاب النكاح باب في المحرمات:۱/۳۶۰]

(۳) [سنن أبي داؤد باب في وطئى السبايا: ۲/۲۴۸]

(۱) اہل سنت و جماعت مرد یا عورت کا نکاح قادیانی و تبرائی، رافضی وغیر مقلد کے ساتھ صحیح ہوتا ہے یا نہیں، اگر اس کے نکاح منعقد ہو چکے ہوں تو ان کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ بحوالہ کتب فقہ معتبرہ مدلل بیان ہو۔

(۲) اور یہ کہ مسئلہ میں حضرت امام اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ رحمہ اللہ کا مسلک وقول کیا ہے؟

(۳) اور یہ کہ اس مسئلہ میں حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کوئی جامع تالیف بھی ہے، اس کا کیا نام ہے؟ بینوا توجروا۔

از بنارس مرسلہ مولوی عبد الرشید صاحب معرفت حاجی جلال الدین، اثیر الدین صاحبان

۲۳ر جمادی الاخریٰ ۱۳۵۶ھ

الجواب

(۱) کسی مسلمہ کا نکاح کسی کافر کے ساتھ درست نہیں۔ اور مرتد کا نکاح تو عالم میں کسی سے بھی نہیں ہوسکتا۔ مسلمہ تو مسلمہ کسی کافرہ و مرتدہ سے بھی اگرچہ خود اس کی ہم مذہب ہو۔ یوں ہی مسلم کا سوائے کتابیہ کسی کافرہ سے۔ اور مرتدہ سے عالم میں کسی کا نکاح درست نہیں۔

قال تعالیٰ:

﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ (۱)

یعنی مسلمان بیویاں کافروں کے لیے حلال نہیں نہ کافر مسلمان عورتوں کے لیے۔

مبسوط سرخسی پھر عالمگیری میں ہے:

”لا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة أصلية وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع أحد“ (۲)

مرتد کے لیے کسی عورت، مسلمان، کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں اور یوں ہی مرتدہ عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں۔ (مترجم)

قادیانی اور رافضی و وہابیۂ زمانہ مقلد ہوں یا غیر مقلد مرتدین ہیں۔ یہ سب مرتکب توہین انبیاء و مرسلین و تنقیص شان رب العٰلمین۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، جو ان کی کتابوں سے ظاہر۔، پھر خود ان کے مذہب پر بھی ان کا نکاح مسلمہ سے باطل محض ہے کہ قادیانی قادیانی کے سوا، اور سب کو کافر جانتا ہے جو قادیانی کو نبی نہ جانے قادیانی مذہب پر وہ کافر۔ اور قادیانی کے نزدیک بھی مسلم کا نکاح کافر سے باطل، رافضی بھی سنیوں کو کافر کہتا ہے۔ آج ہی نہیں وہ تو سوائے چند اصحاب کے اور جمیع صحابہ کی تکفیر

کرتا ہے، جب سے آج تک سوا چند صحابہ اور اپنے ہم مذہب روافض کے کسی کو مؤمن نہیں جانتا۔ اپنے ہی فرقہ کو مؤمنین کہتا ہے۔ جب سنی مرد وعورت کو وہ کافر جانتا ہے تو اس کے مذہب پر بھی رافضی کا سنی سے نکاح باطل محض ہے۔

یوں ہی وہابی مذہب پر بھی کہ وہابی مقلد ہوں یا غیر مقلد سوا اپنے اور سب کو کافر ومشرک جانتے ہیں۔ اور کافر ومشرک سے نکاح کو باطل۔ آخر یہ سب اس آیت کو تو آیت ہی مانتے ہیں:

﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ (۳)

نہ یہ انھیں حلال نہ وہ انھیں حلال۔

جب اس پر اپنا ایمان بتاتے ہیں تو جسے کافر اعتقاد کرتے ہیں، اس کے ساتھ نکاح کیسے باطل نہیں جانیں گے؟ غرض سنی وسنیہ کا نکاح قادیانی اور قادیانیہ، رافضی ورافضیہ، وہابی ووہابیہ سے کرنا نہ صرف ہم مسلمانوں ہی کے نزدیک حرام حرام حرام اشد حرام، سخت اخبث واشنع کام ہے بلکہ فریقین کے نزدیک یہی حکم ہے کہ اگر کوئی کردے تو اصلاً منعقد نہ ہوگا، باطل محض زنا وسفاح فقط نام کا نکاح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اعلیٰ حضرت سیدنا الوالد الماجد امام اہل سنت مجدد المأۃ الحاضرہ (الرابع عشر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہر سنی کا یہی مسلک ہے کہ ایسے نکاح باطل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) "إزالة العار. والسوء العقاب. وحسام الحرمين. والنهي الأكيد عن الصلاة وراء عدي التقليد. ورد الرفضة." تصنیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ ملاحظہ کریں۔

وہابی کا سنیہ عورت سے نکاح محض باطل ہے

(۴۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید سنی تھا اور اس کی بیوی بھی سنی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، زید کے انتقال کے بعد زید کی لڑکی کا

---

(۱) [سورۃ الممتحنۃ: ۱۰]

(۲) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب النکاح، باب فی المحرمات: ۱/۳۶۰]

(۳) [سورۃ الممتحنۃ: ۱۰]

نکاح وہابی سے ہوا، اور سنی نے نکاح پڑھایا، لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے جو سنی شریک ہوئے ہیں، یا جس قاضی نے نکاح پڑھایا ان پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ان کی شرکت تو لڑکی والوں کے یہاں تھی جو مدعی سنی ہیں، ان کو شرکت چاہیے تھی یا نہیں جب کہ سب کو معلوم تھا کہ لڑکے والے وہابی دیوبندی ہیں۔ بینوا توجروا سائل منشی

الجواب

سنیہ کا نکاح وہابی سے جو عقائد کفریہ کے سبب مرتد ہو چکے ہیں باطل محض ہے، ہوگا ہی نہیں، وہابی کو وہابی جان کر سنیہ کو اس کے نکاح میں دینا زنا کے لیے پیش کرنا ہے کہ مرتد و مرتدہ کا نکاح عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ ان کے ہم مذہب سے، نہ مسلم و مسلمہ سے، نہ کافر و کافرہ سے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

((لایجوز للمرتد أن یتزوج مرتدة۔ ولا مسلمة، ولا کافرة أصلیة و کذلك لایجوز نکاح المرتدة مع أحد))(۱)

لہذا سنیہ پر فرض ہے کہ فوراً اس سے علیحدہ ہو جائے، اور توبہ و استغفار کرے، اور جو لوگ وہابی جان کر اس نام کے نکاح میں شریک ہوئے، وکیل و گواہان بنے، نکاح خواں ہوئے، سب اشد گنہ گار، حرام کار، زنا کے دلال ٹھہرے۔ ان سب پر توبہ و استغفار فرض ہے۔ اور اگر اس نکاح حرام کو حلال جان کر کیا، کرایا، شریک ہوئے، تو بعد توبہ تجدید ایمان اور بیوی والے تجدید نکاح بھی کریں، اور جن لوگوں کو اس کا وہابی ہونا معلوم نہ تھا، ان پر کوئی الزام نہیں۔ اب ہر واقف حال مسلمان پر لازم ہے کہ سنیہ کو زنا سے بچانے کی بہ قدر قدرت کوشش کریں، اور واقف حال شریک ہونے والے توبہ وغیرہ نہ کریں تو ہر مسلمان واقف حال کے لیے ان سے قطع تعلق کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ هو الهادی هو تعالیٰ اعلم

کتبہ ریاض احمد غفرلہ

۶۸۷۔ فی الواقع وہابی کے ساتھ نکاح باطل ہے، وہ خود وہابیوں کے عقائد کفریہ سے کوئی کفری عقیدہ رکھتا ہو، یا وہ خود تو کوئی عقیدہ کفریہ نہیں رکھتا محض ضلالات وہابیہ میں ان کا ہم عقیدہ ہے، مگر جنھوں نے کوئی کفر قطعی بکا اس پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانتا ہے۔ ایسے شخص سے نکاح باطل محض ہے۔ اور جو جانتے ہوئے کہ یہ نکاح وہابی سے ہے شریک ہوئے، وہ بہر حال گناہ گار ہوئے، خواہ اس وہابی کو عقیدۂ

(۱) [الفتاویٰ الهندیة: القسم التاسع المحرمات بالطبقات، ۱/۲۸۲]

کفریہ رکھنے والا، یا عقیدہ کفریہ رکھنے والے کو مسلمان جاننے والا جان کر شریک ہوئے ہوں باطل محض وہابی جان کر، ان سب پر توبہ فرض ہے، اور ان میں جدائی کی حتی الامکان جہاں تک کوشش کرنا لازم ویسی کوشش کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفے رضا قادری غفرلہ

وہابی اور سنیہ کا نکاح نہیں ہوسکتا

مسئلہ: (۴۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مولانا المحترم دام بالمجد والکرم زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ داعی خیر بخیر۔

یہاں ایک مسئلہ میں بہت جھگڑا ہے جواب مع ثبوت تکلیف فرما کر جلد ارسال فرمایئے۔ اور عند اللہ ماجور ہوجیے۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

زید سنی حنفی نے اپنی نابالغہ کا نکاح بکر سے اسے سنی صحیح العقیدہ اپنا ہم مذہب جان کر کردیا اور رخصتی بھی کردی بعد کو کھلا کہ بالکلیہ مخالف مذہب، فاسد العقیدہ، پکا وہابی کٹا دیوبندی ہے۔ زعمائے دیوبند کا ہم خیال، اشرف علی تھانوی کا معتقد۔ کیا اس سنیہ بنت سنی کا نکاح بکر ایسے وہابی سے درست ہوا۔ آیا ایسا شخص کسی سنیہ بنت سنی کا کفو ہوسکتا ہے۔ اگر نکاح کالعدم ہے تو کیا اس سنیہ کے والد کو اب بھی اختیار ہے کہ اس کا دوسرا عقد کسی سنی کے ساتھ کردے، اگر کرسکتا ہے تو عدت کی ضرورت ہے یا نہیں جب کہ رخصتی ہوچکی ہے؟ ایک سنی مولوی صاحب نکاح کو باطل محض اور زنائے خالص قرار دیتے ہیں اور بکر کو کافر۔ معاملہ پنچایت میں ہے آپ کے جواب کا انتظار ہے۔ جلد مرحمت فرمایئے عنایت ہوگی۔ نیز وہ سنیہ ایک بدمذہب کے پنجہ سے نجات پاجائے گی۔

از کلکتہ ہرسی اسٹریٹ پوسٹ البراسٹریٹ کلکتہ مرسلہ جناب عبدالمنان صاحب۔ ۶/رجب ۵۱ھ

الجواب

۷۸۶ الجواب:۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

نکاح مذکور فریقین کے مذہب پر باطل محض ہے۔ ہمارے مذہب مہذب پر بھی اور وہابیہ کے نزدیک بھی۔ ہمارے نزدیک تو یوں کہ جب بکر کٹا دیوبندی ہے یعنی ان کفریات کا معتقد ہے جو دیوبندیوں کے کفریات ہیں۔ کہ دیوبندی ایسے ہی کو کہا جاتا ہے جیسے وہابی کو نجدی کہتے ہیں۔ تو وہ یقیناً کافر ہے۔ وہ اور طواغیت دیابنہ جنہوں نے وہ کفر بکے کفر میں برابر ہیں اور وہ سب ابوجہل سے کفر میں

بڑھ کر ہیں۔ کہ ابوجہل نے اللہ رب العزت عزت عزتہ کی شان عزیز میں ایسی گندی گھنونی گالی نہ بکی۔ ابوجہل نے یہ گندگی نہ اچھالی کہ معاذ اللہ معاذ اللہ، اللہ عزوجل کو کذب جیسے عیب سے ملوث بتایا ہویا ہر عیب کو اس کا مقدور بایں معنی جانا ہو کہ وہ اس سے متصف ہوسکتا ہے۔ وقوع کذب اس سے ہولیا یا اس سے کذب واقع ہوسکتا ہے پناہ بخدا، خدا کا جاہل ہونا، ظالم ہونا، چوری کرسکنا، شراب پی سکنا، روا بتایا ہو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ابوجہل نے کبھی ابلیس لعین کے لیے کوئی ایسا وصف نہ مانا جسے خدا سے خاص جانا۔ یوں شیطان کو خدا کا شریک نہ بنایا۔ یا اسے ہی عین خدا نہ مانا۔ ابوجہل نے ممکن کہ فرشتوں کو بنات اللہ کہا ہو مگر اس کی رو سے ابوجہل نے سرکار رسالت میں جو گستاخیاں کیں وہ بھی ایسی نہیں۔ اس نے شیطان کو حضور سے فضیلت علم میں نہ بڑھایا کہ اس نے شیطان کے لیے علم محیط ارض نص سے ثابت جانا۔ اتنا بڑا عالم مانا اور حضور کو دیوار پیچھے کے علم سے بھی جاہل مانا ہو۔ اپنے خاتمہ کے حال سے ناواقف بتایا ہو، کہ اچھا ہوگا یا پناہ بخدا... ابوجہل نے یہ کہہ کر کہ (معاذ اللہ معاذ اللہ) ''بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا سا علم زید وعمرو بلکہ ہر بچہ پگلے اور ہر سور، کتے کے لیے حاصل نہ بتایا تھا۔ وہ کبھی ابوجہل رسول اللہ اور اللھم صل علی ابی جھل کہتے رہنے پر خوش نہ ہوا۔ اس نے اسے تسلی بخش نہ بتایا۔ اس نے کبھی منصب رسالت پر حملہ نہیں کیا۔ اس نے کبھی اشارۃً بھی حضور کو اپنا یا کسی کا شاگرد نہ ٹھہرایا۔ اس نے کبھی یہ نہ کہا کہ عبادت میں حضور کا خیال کرنا اپنے گھر کے گاؤ، خر کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ابوجہل نے اگر چہ شرک کو مباح ہی نہیں اپنا حسین دین مانا مگر شرک کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدور نہ جانا حضور پر اس کا نجس اتہام نہ رکھا، حضور کو شرک کا دشمن، اس کا قاطع وقامع ہی اعتقاد کیا، مگر امام الدیابنہ نے بعض شرک کو مباح مانا۔ اگر اتنا ہوتا تو وہ اور ابوجہل اس میں برابر ہوتے بلکہ اس میں ابو جہل سے یہ کم تر رہتا۔ مگر اور رو سے ابوجہل سے شرک میں بھی دو قدم یا چار ہاتھ آگے ہی رہتا۔ لہٰذا اس نے نہ صرف مباح کہا بلکہ صادر عن الرسول جانا۔ کہتا ہے: ''شرک کے افراد مباح تک ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف بغیر اللہ کو شرک فرمایا اور خود حلف بغیر اللہ آپ کے کلام میں موجود ہے۔ خود آپ ہی تو شرک ثابت کرتے ہیں اور خود آپ ہی نے اس کام کو کیا''۔ (لطائف رشیدیہ ص:۲۴) ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اقوال لعینہ کے قائلین کا ان اقوال پر مطلع ہوکر معتقد ہو، خصوصاً تھانوی کا جن کی نسبت علمائے عرب وعجم نے، حل وحرم نے ان کے ایسے کلمات خبیثہ پر یہ حکم دیا کہ جوایسوں کے ان اقوال پر مطلع ہوانہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر۔ کافر کسی مسلمہ کا کفو کیوں کر ہوسکتا ہے۔ مرتد سے عالم میں کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کے ہم مذہب کا جس سے ہوگا زنا ہی ہوگا۔ جب کافر اصلی سے مسلمہ کا نکاح نہیں ہوسکتا تو مرتد تو نکاح کا اہل ہی نہیں۔

عالمگیریہ میں ہے:

"لا يجوز للمرتد أن يتزوج امرأة ولا مسلمة ولا مرتدة ولاذمية ولا حرة ولامملوكة كذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع أحد"(۱)

مرتد کو کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور نہ ہی مرتدہ کا کسی کے ساتھ جائز ہے۔

اور وہابیہ کے نزدیک یوں کہ وہ اہل سنت کو بدعتی ومشرک بتاتے ہیں۔ اپنے مباح شرک سے نہیں بلکہ اس شرک سے جو اخبث اقسام کفر ہے۔ یہ اگرچہ بالکل عالم آشکار ہے مگر اچھا ہے کہ اس کا بھی ثبوت پیش کردیں کہ مکرنے کی گلی نہ رہے۔

وہابیہ کا امام الطائفہ اپنی تقویۃ الایمان میں کہتا ہے جسے دیوبندی اور غیر دیوبندی ہر قسم کے وہابی اپنا عین ایمان سمجھتے، اور قرآن سے بھی زیادہ اس کے احکام پر چلتے، اسے قرآن عظیم سے بھی زیادہ رکھتے ہیں۔

جس کی نسبت امام الدیابنہ گنگوہی نے تصریح کی کہ بندہ کے نزدیک سب مسائل تقویۃ الایمان کے صحیح ہیں۔ [فتاویٰ رشیدیہ ج۱ ص:۶۴]

تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اگر کسی گمراہ نے اسے برا کہا تو وہ ضال واضل ہے۔

[فتاویٰ میلاد گنگوہی ص:۲۱،۲۲]

استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ واحادیث سے ہیں (یہاں تک بڑھایا کہ) اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ [(فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول ص:۱۲۲]

جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں وہ سب یہ نام کے مسلمان اولیا انبیا اور فرشتوں سے کر

گنذرتے ہیں،اور دعویٰ مسلمانی کا کیے جاتے ہیں سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوی شرک میں گرفتار ہیں۔ص:۵،۶،

نیز کہتا ہے پیغمبر خدا کے وقت کے کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہ جانتے تھے،مگر یہی پکارنا اور نذر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے،گو اسے اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔

جب دیوبندی وغیرہ وہابیوں کے نزدیک اہل سنت مشرک ہیں اور خود وہابی اپنے آپ کو مسلمان جانتے ہیں اور مسلمان و مشرک کا نکاح وہ بھی باطل مانتے ہیں تو واجب کہ ان کے نزدیک بھی یہ نکاح محض باطل۔نابالغہ اگر ناسمجھ ہے تو ماں باپ کے تبعیت میں والدین کے حکم میں ہے اور اگر سمجھ دار ہے اور سمجھ کے بعد ماں باپ کی ہم خیال ہے تو خود ان جیسی،کسی صورت وہابی کے نزدیک وہ ایسی نہیں جس سے اس کا نکاح حلال ہو۔کافر اور وہ بھی مرتد مسلمہ کا کفو؟ جب کہ بد مذہب تو کسی سنیہ کا بلکہ فاسق کسی صالحہ کا کفو ہے ہی نہیں۔کفائت کا اعتبار مذہب چال چلن میں بھی فرمایا گیا ہے۔یہ سوال ہی بے معنی ہے کہ یہ لڑکی کا کفو ہے یا نہیں؟ کفو کا سوال تو جب ہوتا جب کہ وہ مسلمان ہوتا۔اگر باپ خود کسی مسلمان غیر کفو سے اسے کفو جان کر نکاح کر دیتا پھر اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوتا جب بھی لزوماً باطل ہوتا اگر چہ راساً باطل نہ ہوتا،اور اگر باپ معروف بسوء اختیار ہوتے ہوئے ایسا کرتا یا کفو سے کرتا اور مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کرتا تو رأساً ہی باطل ہوتا۔اور صاحبین کے نزدیک تو بہر صورت رأساً ہی باطل ٹھہرتا۔

ہاں اگر کسی مسلمان کو غیر کفو جان کر ایسا باپ جو سکران و معروف بسوء اختیار نہیں اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دے اگر چہ مہر میں فاحش کمی کے ساتھ تو البتہ یہ نکاح صحیح و لازم ہوگا۔جس پر نہ پھر اسے کوئی اعتراض ہو سکے گا نہ بعد بلوغ لڑکی کو کوئی حق اعتراض مل سکے گا۔

تنویر و در مختار میں ہے:

"لزم النكاح ولو بغبن فاحش أو بغير كفوء إن كان الولي المزوج بنفسه أباً أو جداً لم يعرف منهما سوء الاختيار وإن عرف لا يصح النكاح اتفاقاً اه۔مختصراً"(۱)

اگر باپ دادا نکاح کرنے والا ہو جس کے بارے میں سوئے اختیار معروف نہ ہو تو مہر میں غبن فاحش کے ساتھ اور غیر کفو میں کیا ہوا نکاح بھی لازم ہوگا،اور اگر وہ سوء اختیار سے معروف ہوں تو بالاتفاق

یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔(مترجم)

''نوازل'' امام فقیہ ابواللیث سمرقندی میں ہے:

"لوزوج بنته الصغيرة ممن ينكر أنه يشرب المسكر فإذا هو مد من له إلىٰ أن قال فالنكاح باطل."(۱)

اگر اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح ایسے شخص سے کردیا جو شراب نوشی کا انکار کرتا تھا حالاں کہ وہ شراب کا عادی تھا،(إلى أن قال) تو یہ نکاح باطل قرار پائے گا۔(مترجم)

قنیہ میں ہے:

"زوج بنته الصغيرة من رجل ظنه حر الأصل و كان معتقاً فهو باطل بالاتفاق."(۲)

اپنی نابالغہ بچی کا نکاح کسی مرد سے یہ سمجھ کر کردیا کہ وہ اصلاً آزاد ہے،اور ہے وہ معتق تو یہ نکاح باطل ہوگا بالاتفاق۔(مترجم)

ذخیرہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

"زوج ابنته الصغيرة من رجل على ظن أنه صالح لا يشرب الخمر فوجده الأب شريباً مدمناً و كبرت الابنة فقالت: لا أرضى بالنكاح إن لم يعرف أبوها بشرب الخمر وغلبة أهل بيته الصالحون فالنكاح باطل أي : يبطل وهذه المسئلة بالاتفاق"(۳)

اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح کسی مرد سے یہ خیال کرکے کردیا کہ وہ نیک ہے،شرابی نہیں ہے،باپ نے اسے شراب کا عادی اور بہ کثرت پینے والا پایا اور لڑکی بڑی عمر کی ہوگئی،لڑکی نے کہا: یہ نکاح مجھے پسند نہیں،اگر اس کا باپ بادہ نوشی میں معروف نہیں اور اس کے اکثر اہل خانہ نیک چلن ہیں،تو یہ نکاح باطل ہے،یعنی باطل ہوجائے گا،اس مسئلے میں علما کا اتفاق ہے۔(مترجم)

اور ظاہر ہے کہ دیوبندی وہابی بھی دعویٰ تقلید کرتا ہے حنفی بنتا ہے تو خود اس کے نزدیک یوں بھی یہ نکاح باطل واقع ہوا۔صورت مستفسرہ میں جب کہ وہ نکاح بوجہ کفر وارتداد بکر محض باطل ہے نابالغہ کے والد کو یہ اختیار ہے کہ جب چاہے دوسرے سے نکاح کردے۔بکر کو اس نابالغہ پر کوئی دسترس نہیں۔رخصت

---

(۱) [رد المحتار على الدر المختار : باب الولي ، ۶۷/۳]

(۲) [رد المحتار على الدر المختار باب الولي، ۶۷/۳]

(۳) [الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، ۲۷۲/۱۰]

نابالغہ سے اس کا مدخول بہا ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ خلوت نہ ہوئی ہوگی اگر وہ غیر مدخول بھا ہے تو فی الحال اس کا نکاح دوسرے سے ہوسکتا ہے اور اگر مدخول بھا ہے خلوت ہوچکی تو وہ مراہقہ ہوگی، یا غیر مراہقہ اگر غیر مراہقہ ہے تو فراق کے تین ماہ بعد نکاح کیا جائے اور اگر مراہقہ ہے تو ایک قول پر وہی تین ماہ بعد اور قول آخر پر زمانہ ظہور حمل تک انتظار کریں اگر حمل ظاہر ہو تو وضع تک ٹھہریں اور اگر ظاہر نہ ہو تو وہی تین ماہ۔

تنویر الابصار درمختار میں ہے:

"العدة في حق من لم تحض لصغر بأن لم تبلغ تسعاً، ثلثة أشهر بالأهلة لو في الغرة وإلا فبالأيام إن وطئت ولو حكماً كالخلوة ولو فاسدة اه. مختصرا"(۱)

وہ لڑکی جسے صغر کی وجہ سے حیض نہیں آیا کہ ابھی وہ نو سال کی عمر کو نہیں پہنچی اس کی عدت تین ماہ ہے، قمری تاریخ کے اعتبار سے اگر تاریخ کا شمار مہینے کے پہلے دن سے ہے۔ ورنہ عدت دنوں کے اعتبار سے ہوگی، اگر وطی ہوچکی ہو۔ اگرچہ حکماً ہوئی ہو۔ مثلاً خلوت ہوئی اگرچہ خلوت فاسدہ ہوئی ہو۔ اھ (مختصراً) (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"قوله (بأن لم تبلغ تسعاً)وهذا بيان أقل سن يمكن فيه بلوغ الأنثیٰ وتقييده بذلك تبعاً للفتح والبحر والنهر لا يعلم منه حكم من زاد سنها علیٰ ذلك ولم تبلغ بالسن وتسمیٰ المراهقة وقد ذكر في الفتح أن عدتها أيضاً ثلاثة أشهر فلو أطلق الصغيرة وفسرها بمن لم تبلغ بالسن لشمل المراهقة ومن دونها وهي من لم تبلغ تسعاً۔ وقد يقال مراده إخراج المراهقة اختياراً لماذكره في البحر بقوله : و عن الإمام الفضلي أنها إذا كانت مراهقة لا تنقضي عدتها بالأشهر بل يوقف حالها حتی يظهر هل حبلت من ذلك الوطء أم لا ،فإن ظهر حبلها اعتدت بالوضع وإلا فبالأشهر."(۲)

بأن لم تبلغ تسعاً: ۔یہ اقل عمر کا بیان ہے جس میں لڑکی کا بالغ ہونا خارج از امکان نہیں، اور اس کو اس چیز کے ساتھ مقید کرنا۔ فتح۔ بحر۔ اور نہر کی اتباع میں ہے۔ اس مذکورہ بات سے اس لڑکی کا حکم

---

(۱) [الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة: ۵/۱۴۷۔۱۴۹]

(۲) [ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة مطلب في مدة الصغر المراهقة: ۵/۱۴۷]

معلوم نہیں ہوا، جس کی عمر نو سال سے زیادہ، اور سن شعور کو نہیں پہنچی ہوا سے "مراھقہ" کہتے ہیں۔ فتح میں ہے: کہ اس کی عدت بھی تین ماہ ہے، اگر صغیرہ کو مطلق رکھتے اور اس کی تفسیر۔ "من لم تبلغ بالسن" (جو سن شعور کو نہیں پہنچی) سے کرتے تو مراہقہ کو بھی شامل ہوتا، اور اسے بھی جو اس سے عمر میں کم تر ہے۔ اور یہ وہ لڑکی ہے جو نو سال کی عمر کو نہیں پہنچی ہو۔ اور کہا جاتا ہے: مصنف کی مراد "مراہقہ" کو خارج کرنا ہے، جسے بحر میں ذکر کیا: امام فضیلی سے مروی ہے کہ لڑکی اگر مراہقہ ہے اس کی عدت مہینوں سے شمار نہ ہوگی بلکہ اس کا حال موقوف رہے گا جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ اس وطی سے حاملہ ہوئی یا نہیں؟ اگر حاملہ ہونا ظاہر ہو جاتا ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی ورنہ مہینوں سے۔ (مترجم)

پھر اسی میں ہے: "(فرع) في الخلاصة عدة الصغيرة ثلثة أشهر إلا إذا كانت مراهقة فينفق عليها مالم يظهر فراغ رحمها، كذا في المحيط اه، من غير ذكر خلاف وهو حسن اه. كلام الفتح لكن ينبغي الإفتاء به احتياطاً قبل العقد بأن لا يعقد عليها إلا بعد التوقف لكن لم يذكروا مدة التوقف التي يظهر بها الحمل الخ"(١)

خلاصہ سے منقول ہے کہ نابالغہ کی عدت تین ماہ ہے، ہاں اگر وہ مراہقہ ہو تو پھر اس کو خاوند اس وقت تک نفقہ دیتا رہے گا جب تک رحم کا خالی ہونا واضح نہ ہو جائے، محیط میں یوں ہی مذکور ہے، اور اس میں اختلاف کو ذکر نہیں کیا، اور یہ بہتر کلام ہے، فتح کا کلام ختم ہوا، لیکن احتیاطاً نکاح سے اس پر فتویٰ مناسب ہے، تاکہ توقف کے بغیر عدت کا فیصلہ نہ کر دیا جائے۔ (مترجم)

جدالممتار میں فرمایا:

"قوله: قبل العقد لعله يريد أن لو عقد عليها بعد ثلثة أشهر لا يحكم بفساده ولا يؤمر الزوج بفراقها عملاً بالرواية الظاهرة إلا أن تلد في أقل من ستة أشهر من النكاح الثاني. والله تعالىٰ أعلم."(٢)

قوله: قبل العقد: - اس سے مراد یہ ہے کہ اگر عقد نکاح تین ماہ کے بعد ہو تو فساد نکاح کا حکم نہیں دیا جا سکتا، اور نہ شوہر کو اس سے جدائی کا۔ ظاہر الروایہ پر عمل کرتے ہوئے، مگر جب کہ عورت نکاح ثانی کے بعد چھ ماہ کی مدت سے کم میں بچہ جن دے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

---

(١) [ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطلاق باب العدة،مطلب في مدة الصغيرة المراهقة:٥/١٤٧]

(٢) [illegible]

(۷) حق شوہر

عورت پر ماں، باپ کے مقابلے میں شوہر کا حق لازم ہے

(۴۴) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

عرصہ تین ساڑھے تین سال سے ایک شوہر اور لڑکی اپنے والدین کے یہاں رکی ہوئی ہے، اس کے ایک لڑکا بھی ہے جو کہ جب ہی سے شوہر کے پاس ہے، عورت وشوہر دونوں کے والدین بھیجنا بلانا نہیں چاہتے، دونوں فریق نے اپنی اپنی جانب سے تین تین پنچ اور ایک سرپنچ مقرر کرکے یہ اقرار نامہ لکھ دیا ہے کہ ہم ان کا فیصلہ منظور کریں گے۔ لہذا اب پنچ یہ چاہتے ہیں کہ حضور حکم شریعت سے آگاہ فرما کر ہمیں فیصلہ کا موقع دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

ازشہر محلّہ نئی بستی پرانا شہر مسئولہ نیاز احمد صاحب رضوی۔ ۵/رجب ۵۶ھ

الجواب

لڑکے کے ماں باپ لڑکی سے ناراض ہیں اور وہ اسے اپنے یہاں بلانا نہیں چاہتے تو ان پر کوئی جبر نہیں ہوسکتا کہ وہ اسے بلائیں۔ لڑکا جب عاقل بالغ ہے تو لڑکی کا نفقہ وغیرہ اس کے ذمہ لازم ہے یہ اسے علاحدہ گھر میں رکھے۔ لڑکی کے والدین اگر اس لیے لڑکی کو نہیں بھیجتے کہ لڑکے کے والدین اس کے روادار نہیں، لڑکے سے انھوں (نے) لڑکی کو نہیں بگاڑا ہے، اسے اس سے نہیں توڑا ہے، ان کے مابین انہوں نے تفریق نہیں ڈالی ہے، لڑکے لڑکی میں وہ تفریق نہیں چاہتے، لڑکا اگر علاحدہ رکھے تو بھیج دیں گے تو اس صورت میں ان پر بھی الزام نہیں۔ ہاں اگر انہوں نے لڑکی کو لڑکے سے توڑ کر رکھا ہے، اسے اس سے بگاڑا ہے تو وہ گنہگار اور حق اللہ اور حق زوج میں گرفتار ہیں، اور وہ لڑکی بھی۔ لڑکی پر اس بارے میں ماں باپ کی اطاعت حرام ہے کہ یہ معصیت ہے اور معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہوسکتی۔ عورت پر فرض ہے کہ وہ شوہر کی خدمت میں حاضر ہوکر معافی چاہے۔ شوہر کی ناراضی موجب ناراضی الٰہی ہے، اور شوہر کی رضامندی موجب رضائے خداوندی۔ جب تک وہ شوہر سے معافی نہ چاہے گی اس کی نماز بھی قبول نہ ہوگی، شوہر اگر اس کی بھلائی کے ساتھ خبر گیری نہیں کرتا تو شوہر اس کے حق میں گرفتار گنہگار ہے۔

قرآن عظیم میں فرمایا:

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو، اپنی طاقت بھر۔

اور فرماتا ہے:

﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا﴾(۲)

بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انھیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو۔

عورت کو رکھے تو بھلائی کے ساتھ رکھے ورنہ بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے، اُدھر میں لٹکانا حرام ہے۔

قرآن عظیم کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ﴾(۳)

اور انھیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔

(۸) مفقود زوج

شوہر گمشدہ کے مرنے پر جب تک ظن غالب نہ ہو عورت دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی

مسئلہ: (۴۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک عورت کا خاوند تین سال کا عرصہ ہوا پاگل ہوگیا اور اب ایک سال سے لاپتہ ہے۔ ہم لوگ خدا اور اس کے رسول کو درمیان میں دے کر صحیح تحریر کرتے ہیں۔ اب وہ عورت جوان ہے اس کی گزر بسر ہونا مشکل ہے، لہٰذا ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

نشان انگوٹھا چھوٹے شاہ موضع خیر پور　　　نشان انگوٹھا محمد شاہ موضع سرسا

الجواب

جب تک اس کے مرنے کی خبر معلوم نہ ہو ایسی کہ اس خبر پر عورت کا دل جمے اور اس کی عدت نہ گزارے اس وقت تک عورت دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اگر کرلے گی نہ ہوگا، اشد گنہگار مستحق نار ہوگی

---

(۱) [سورۃ الطلاق:٦]　　(۲) [سورۃ البقرۃ:۲۳۱]

،وہ دوسرا جس سے نکاح کرے گی اگر اسے معلوم ہوگا کہ عورت ایسی ہے جس کے خاوند کا پتہ نہیں، مفقود ہو گیا ہے، یہ جانتے ہوئے نکاح کرے گا وہ بھی حرام کار ہوگا یہ نکاح نہ ہوگا زنا وسفاح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) نکاح معتدہ

عدت کے اندر نکاح پڑھانے والے کا حکم

(۴۵) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اب سے ڈیڑھ سال پہلے مجھ سے ایک نکاح جن مسلمانوں نے کوشش کر کے خود شرکت دے کر پڑھوایا، میں نے اس وقت معلوم کیا تو سب نے کہا کہ نکاح ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں، آج ڈیڑھ سال کے بعد ان ہی مسلمانوں میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ تم نے وہ نکاح عدت کے اندر ناجائز پڑھایا۔ تم ایسے ہو تم ویسے ہو۔ معلوم کرنا ہے کہ غلطی میری ہے۔ یا ان مسلمانوں کی۔ یا اعتراض کرنے والے کی کہ وقت نکاح پڑھوانے کے وہ چھپاتے رہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی امام قصبہ شیر گڑھ ضلع بریلی شریف

الجواب

جب آپ نے دریافت کرلیا، لوگوں نے آپ کو اطمینان دلایا تو اگر واقع میں وہ نکاح عدت کے اندر پڑھایا تو اس کا وبال آپ پر نہیں دھوکا دینے والوں پر ہوا۔ جو جو جان کر اس نکاح میں شریک ہوا۔ جنھوں نے آپ کو دھوکا دے کر نکاح پڑھوایا۔ وہی سخت اشد گنہ گار ہوئے، مستحق نار، حق اللہ اور آپ کے حق میں گرفتار، ان سب پر توبہ فرض ہے اور آپ سے معافی چاہنا بھی۔ اور وہ جو آپ سے کہتا ہے کہ تم ایسے ہو ویسے ہو وہ بھی آپ سے معافی چاہے اور توبہ کرے۔ خدا سب کو توفیق توبہ دے، آمین۔

(۱۰) کفو

غیر کفو میں نکاح نہیں ہوتا

(۴۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سیدزادی کا عقد غیر کفو میں عجمی خواندہ یا ناخواندہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا یہ عقد اہل بیت کی ہتک اور بے حرمتی کا باعث نہیں ہے۔

الجواب

سیدزادی جو بالغہ ہو اس کا عقد غیر کفو سے جو خواندہ ہو یا ناخواندہ باذن صریح ولی جائز ہے، جو اسے غیر کفو کو غیر جانتے ہوئے اجازت دے۔ اگر سیدہ بے رضائے صریح ولی خود عقد کرلے گی۔ یا غیر کفو کا غیر کفو ہونا ولی کو معلوم نہ تھا، اس لیے اس نے اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں بروایت حسن مختار للفتویٰ بوجہ فساد زمان یہی حکم ہوگا کہ عقد اصلا ہوگا ہی نہیں۔

"یفتی في غیر الکفؤ بعدم جوازه أصلاً لفساد الزمان کما في الدرالمختار وغیره من الاسفار."(۱)

غیر کفو میں نکاح بالکل جائز نہیں اسی پر فتویٰ ہے، فساد زمانہ کی وجہ سے، جیسا کہ درمختار وغیرہ کتابوں میں مذکور ہے۔ (مترجم)

یوں ہی نابالغہ کا غیر کفو سے نکاح اس صورت میں جائز ہوگا کہ: اس کے باپ اور وہ نہ ہو تو دادا نے اس غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اس سے اس کا نکاح کردیا، مگر شرط یہ ہے کہ اب وجد معروف بسوء اختیار نہ ہوں، یعنی اس سے پہلے کبھی ایسا عقد نہ کرچکے ہوں۔ اور اگر وہ معروف بسوء اختیار ہوں۔ یا ان کے علاوہ کسی اور ولی نے ایسا کیا، یا اب وجد کو غیر کفو کا غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا تو یہ عقد اصلاً نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہاں عرفی ہتک ضرور ہوگی مگر اس کا اعتبار عندالشرع جب ہی ہوگا کہ: اولیا اس کی بنا پر راضی نہ

ہوں، اور اگر وہ راضی ہوں تو شرع خواہ مخواہ اس کا اعتبار نہیں فرماتی۔ کفائت کا اعتبار برائے حق اولیا ہی ہے، جب وہ خود دست بردار ہوتے ہیں تو شریعت لازم نہیں کرتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہاں ایسا عالم جس کی قلوب میں عزت و وقعت ایسی جم گئی ہو کہ اس سے سیدہ کا نکاح اولیا کے لیے باعث ننگ و عار و بدنامی نہ رہا ہو یا اس کے پہلے پیشہ کو لوگ بالکل بھول چکے ہوں تو وہ بوجہ اپنے علمی وقار اور کمال وقعت کے سیدہ کا کفو ٹھہرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غیر کفو میں نکاح نہیں ہوسکتا

(۴۷) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بعد سلام خدمت عالی میں گزارش ہے کہ آپ کا غلام بہ خیر رہ کر حضور کی خیریت ہر وقت نیک مطلوب ہوں، بعد عرض ہے کہ حضور کافی عرصہ کے بعد جوابی خط ارسال خدمت ہے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضور پہلے بھی کچھ خطوط ارسال خدمت کئے تھے لیکن میری بدقسمتی کی وجہ سے نہ معلوم آپ کو دستیاب ہوتے ہیں یا کہ نہیں؟۔ جواب نہ ملنے کی وجہ سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی، بہر حال خواب میں حضور کا کافی مرتبہ دیدار ہوا اور ہر مرتبہ حضور نے پند و نصائح کی باتیں فرمائیں کہ جس سے مجھے پوری تسلی ہوئی کہ حضور کی دعائیں میرے شامل حال ہیں، باقی حضور آپ کا خادم اس وقت بھی آپ کی دعاؤں کے سہارے خدمات اسلام سرانجام دے رہا ہے اور اس وقت بھی میں دشمنان رسول کے نرغہ میں ہوں لیکن بفضلہ تعالیٰ اچھی طرح کامیابی حاصل کی، امامت اور درس و تدریس کا کام بھی انجام دے رہا ہوں، اور کچھ اہل سنت والجماعت کی کتابیں بھی ساتھ رکھی ہوئی ہے جو عوام میں برابر تعلیم ہو رہی ہے، اور عقائد اہل سنت کافی مضبوط کر رہے ہیں۔ باقی حضور ایک لڑکا یہاں سے پڑھنے گیا ہے وہ نہایت غریب اور لاچار ہے، لہذا اس کا خاص خیال رکھا جائے کیوں کہ یہاں دیو کے بندے کافی تعداد میں آچکے ہیں، باقی جو لڑکے بھی کشمیری ہوں ان کی پڑھائی کا اور طعام اور قیام کا خاص خیال فرمایا جائے، کیوں کہ جو لڑکے بھی پڑھنے کے لیے جاتے ہیں وہ دیوبند جاتے ہیں، اس وجہ سے میرے مقابل اس وقت کافی باطل فرقے ہیں۔

دوسری ضروری گزارش یہ ہے کہ حضور ابھی حال میں ایک فتویٰ آپ کے دارالافتا کا ملا جس میں سیدہ اور غیر سید کا نکاح جائز قرار دیا، کیوں کہ میں آپ کو اصل حقیقت سے واقف کروں، حضور دیوبندی حضرات نے ایک چالاکی چلی کہ مرکز اہل سنت کو عوام کے سامنے بدنام کرنا چاہتے ہیں، بات یہ ہے کہ

یہاں کہ عوام اہل سنت والجماعت (جموں کشمیر کے) سیدہ کا غیر سید سے نکاح قطعی حرام قرار دیتے ہیں جیسے کہ پیر سید علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سیدہ کا غیر سید سے نکاح قطعی حرام ہے، کیوں کہ وہ مومنین کی ماں ہیں۔ اس لیے دیوبندیوں نے ایک فتویٰ منگوا کر عوام کو عقائد سے پھیر رہے ہیں، اسی میں دو پارٹی ہوئی ہیں اور اس شخص نے سوال غلط لکھ کر فتویٰ منگایا ہے، اس لیے اس کی نقل بھی ساتھ ارسال کر رہا ہوں۔ نقل فتویٰ رجسٹر نمبر ۸۳ جواب ۷۴۲ص ۸۳ پر ہے، اس کی پشت پر اس کی تردید کی جائے کہ عقائد اہل سنت خطرہ میں نہ پڑیں، اگر اس فتویٰ کی تردید نہ فرمائی گئی، تو تمام عوام اہل سنت والجماعت (جموں کشمیر) عقائد اہل سنت سے منحرف ہو جائیں گے۔ اور برائے مہربانی آئندہ ایسے فتوے سوچ کر دیے جائیں، کیوں کہ دیوبندیوں نے ایک ساتھ ایک سوال دیوبند لکھا، وہاں سے نکاح کرنے کو منع کیا کہ سیدہ کا غیر سید سے نکاح جائز نہیں۔ باقی حضور تمام اساتذہ کرام کی خدمت میں اور مہتمم صاحب کی خدمت میں اور تمام حضرات کی خدمت میں سلام عرض کر دیں، اور خط ملنے پر میرے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی جائے اور حضور سوال کا جواب ضرور واپس آنا چاہیے۔

المستفتی ثناء اللہ مظہری خطیب جامع مسجد سرن کوٹ ضلع پونچھ جموں کشمیر

الجواب

برادر دینی و یقینی سلام مسنون بعد و علیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کی تحریر دیکھی، وہ فتویٰ میں نے لکھا ہے، حضرت مفتی اعظم ہند نے اس کی تصدیق کی ہے، حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم القدسیہ کو بھی آپ کا خط سنایا، وہ فتویٰ بھی دکھایا جسے تصدیق کے لیے آپ نے ہم رشتہ سوال بھیجا ہے، خط سن کر فتویٰ دیکھ کر حضور نے جو کچھ فرمایا وہ درج ذیل ہے۔

''ہر مسلمان کا ہر مسلمہ سے نکاح جائز ہے۔ یعنی صحیح ہے''۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾(۱)

مگر بد صحبت بد اثر لاتی ہے، اسی واسطے اللہ عزوجل نے بد کی صحبت میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے،

---

(۱) [سورة البقرة:۲۲۱]

یوں ہی اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو جس کی صحبت میں بیٹھنا ٹھیک نہ ہو اس کے ساتھ عمر و کا رشتہ قائم کرنا کیسے درست ہوگا۔ اس لیے بدعقیدہ سے یوں ہی بدعمل سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ نکاح ایک حیثیت سے حق اللہ ہے اور ایک حیثیت سے حق العبد۔ آدمی کو دو آنکھیں خدا نے دی ہیں، ہر طرف نظر رکھنا ضروری ہے، نہ حق اللہ ضائع ہونے پائے نہ حق العبد۔

کفو کا مسئلہ وہ بہ نظر حق العبد ہے، نہ عورت بے اجازت صریحہ ولی غیر کفو سے نکاح کر سکتی ہے، نہ ولی بے اجازت عورت۔ غیر کفو وہ ہے جو مذہب، نسب، چال چلن، پیشہ میں عورت سے اتنا کم ہو کہ اس سے اس کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ و عار ہو، یا ولی کسی غرض سے اسے جائز رکھے مگر عورت راضی نہ ہو تو نکاح غیر کفو سے منعقد نہ ہوگا، یوں ہی اگر مہر میں غبن فاحش کے ساتھ کسی کفو سے ہو تو بھی اولیا کو حق اعتراض حاصل ہوگا۔ قریش سب آپس میں کفو ہیں۔ یہ کہنا کہ سیدہ ماں ہے، جو سید نہیں اس سے سیدہ کا نکاح نہیں ہو سکتا قطعی حرام ہے۔ ایسا خیال غلط و باطل ہے، جب یہ ٹھہرا لی کہ سیدہ غیر سید کی ماں ہے، تو سید اس کا ایسا بھائی ہوا جیسا عینی بھائی تو سیدہ کا سید سے بھی نکاح اس کے نزدیک نہ ہوگا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام یقیناً ابوالارواح ہیں، یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بھی۔ اگر اس سے نکاح ناجائز ہوتا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نکاح کسی سے نہ ہو سکتا۔ معلوم ہوا کہ یہ خیال باطل ہے، حضرت فاطمہ زہرا سیدۃ النسا پہلی سیدہ ہیں اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید نہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوم کے سید نہیں، حضور نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح غیر سید سے کیا، اب جو یہ خیال کرتا ہے کہ سیدہ کا غیر سید سے نکاح نہیں ہو سکتا وہ یہ دیکھ کر توبہ کرے، جو قریشی نہیں وہ سیدہ کا کفو نہیں، اور غیر کفو سے نکاح درست ہونے کی شرط یہ ہے کہ پیش از عقد ولی زن غیر کفو کو غیر کفو جانتے ہوئے اس سے نکاح کی اجازت صریحہ دے اور مہر میں غبن فاحش نہ ہو۔ جس نے سیدہ سے غیر سید کا نکاح مطلق ناجائز قرار دیا، حرام ابدی سمجھا، اس نے غلطی کی، وہ توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، رضوی دارالافتا بریلی شریف ۱۴ ارمحرم ۹۵ھ

الجواب صحیح: جناب پیر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علما جنھوں نے سیدہ کا غیر سید سے نکاح ناجائز بتایا ان کا بھی یہی مطلب ہوگا، سیدہ ہو یا غیر سیدہ، کسی کا نکاح غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی درست نہیں۔

درمختار میں ہے: ((ویفتی فی غیرالکفء بعدم جوازہ أصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان))(۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

کتاب الرضاع

ابواب

معلوم نہ ہونے کی صورت میں رضاعت ثابت کرنے کے لیے شرعی گواہ لازم ہیں

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی اب کچھ دنوں کے بعد ہندہ کی ماں آپس میں عورتوں میں گفتگو کررہی تھی کہ میرا لڑکا جو انتقال کرگیا ہندہ سے بڑا تھا اس کے ساتھ میرا دودھ زید نے پیا ہے، اس وقت زید وہاں پر موجود تھا، اس وقت زید نے اس کا کچھ خیال نہ کیا، کیوں کہ رضاعت کے مسئلہ سے ناواقف تھا۔ جب زید کو یہ مسئلہ معلوم ہوا تو زید نے خیال کیا کہ میری ساس یعنی (ہندہ کی ماں) کہہ رہی تھی کہ زید نے میرا دودھ پیا ہے، اب زید کو یہ پتہ نہیں کہ جس وقت میں نے ہندہ کی ماں کا دودھ پیا اس وقت میری عمر کیا تھی، اب زید اس بات کو ہندہ کی ماں سے موقع کے ساتھ دو چار روز میں مکمل طور پر تحقیق کرنا چاہتا ہے، یک بیک پوچھنے سے شرم آتی ہے تو اس درمیان میں زید ہندہ سے جماع کرسکتا ہے یا نہیں؟

کتنی سال کی عمر میں زید کے ہندہ کی ماں کے دودھ پینے سے زید پر رضاعت کا مسئلہ ثابت ہوگا۔ یا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور اس کی صورت کیا ہے جواب مرحمت فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

از مظفر پور موضع بربنڈ ڈاک خانہ مہندوارہ مولوی حفیظ الرحمٰن بتاریخ ۲۱ر رجب المرجب ۱۳۵۷ھ

الجواب

ثبوت رضاعت کے لیے حجت مال درکار کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ایسے جن کی شہادت شرعاً مقبول ہو زمانہ رضاعت میں دودھ پینے کی شہادت دیں۔

درمختار میں ہے:

"الرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين"(۱)

ثبوت رضاعت کے لیے حجتِ مال درکار ہے، اور وہ دو عادل مرد یا ایک اور دو عادل عورتوں کی

(۱) [الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۴/ ۳۰۹]

شہادت ہے۔(مترجم)

شہادت مرضعہ مقبول نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

"لا تقبل شهادة المرضعة عند أبي حنيفة وأصحابه"(۱)

امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم کے نزدیک مرضعہ کی شہادت مقبول نہیں۔(مترجم)

خانیہ میں ہے:

"رجل تزوج امرأة فشهدت امرأة أنها رضعتها لا تثبت الحرمة بقولها و إن كانت عدلة، وإن تنزه كان أفضل الخ؟والله تعالیٰ أعلم"

ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا، کسی عورت نے گواہی دی کہ اس نے مرد کو دودھ پلایا تھا، تو اس کے یہ کہہ دینے سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی، اگر چہ وہ عادل ہو، ہاں بچنا افضل ہے۔اللہ بہتر جانتا ہے۔(مترجم)

اگر بشہادت شرعیہ ثابت ہو کہ زید نے مادر ہندہ کا دودھ مدت رضاع کے اندر پیا جو امام اعظم وصاحبین کے نزدیک دو سال ہے، تو بالاتفاق حرمت ثابت ہوگی، اور اگر دو برس کی عمر پوری ہونے کے بعد ڈھائی برس پوری ہونے سے پہلے پینا ثابت ہو تو امام اعظم کے نزدیک حرمت ہوگی صاحبین کے نزدیک ثابت نہ ہوگی۔فتویٰ دونوں جانب ہے، اس صورت میں احتیاط یہی ہے کہ ایسی عورت کو چھوڑ دیا جائے۔اور اگر ڈھائی برس بعد پینا ثابت ہو تو بالاتفاق حرمت ثابت نہ ہوگی کہ مدت رضاعت کے بعد پینے سے حرمت نہیں ہوگی۔

درمختار میں ہے:

"(يثبت التحريم في المدة.)"فقط۔(۲)

حرمت رضاعت کا ثبوت مدت کے اندر ہوگا۔(مترجم)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

---

(۱) [ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۳۰۹/۴]

"أما بعد ها فإنه لا یوجب التحریم"(۱)
مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے۔(مترجم)
درمختار میں ہے:
"هو(حولان ونصف عنده وحولان)فقط(عندهما وهو الأصح)فتح وبه یفتی کما في تصحیح القدوري عن العون لکن في الجوهرة أنه في الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیه الفتویٰ اه۔"(۲)
مدت رضاعت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ڈھائی سال اور صاحبین کے نزدیک صرف دو سال ہے، اور یہی اصح ہے اور یہی مفتی بہ ہے، جیسا کہ تصحیح القدوری میں عون سے روایت ہے، لیکن جوہرہ میں لکھا ہے کہ ڈھائی سال کی مدت میں دودھ پی لینے سے رضاعت ثابت ہو جائے گی، گرچہ دودھ چھڑانے کے بعد دودھ پلانا حرام ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔(مترجم)
ردالمحتار میں ہے:
"أنهما قولان أفتی بکل منهما."(۳)واللّٰه تعالیٰ أعلم
یہ دو قول ہیں، ہر ایک پر فتویٰ ہے۔(مترجم)

رضاعی چچا بھتیجی کا نکاح حرام ہے

(۲) **مسئلہ:**
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

سکینہ

احمد علی	فاطمہ بی
شافیہ بی	احمد بخش

---

(۱) [ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/۲۹۴]
(۲) [الدر المختار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/۲۹۲]
(۳) [ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/۲۹۲]

سکینہ بعمر ۷۰ یا ۸۰ سال کے ایک پوتی شافیہ بی اور ایک نواسہ احمد بخش ہے۔ سکینہ ۲۵ یا ۳۰ سال سے بیوہ ہے بالکل خشک ہے، یعنی ہڈیوں کی مالا ہے یہ نواسے احمد بخش سے محبت رکھتی ہے اس کو محبت سے جب کہ وہ روتا ہے پستان منہ میں دیتی ہے اس میں دودھ اتفاق سے آجاتا ہے اور وہ پی لیتا ہے۔ اس حالت میں احمد بخش کا نکاح شافیہ بی بی سے ہوسکتا ہے یا نہیں، یہ دونوں ماموں پھوپھی کی حیثیت سے بھائی بہن ہیں یعنی ماموں زاد شافیہ بی اور پھوپھی زاد احمد بخش ہوے کیا یہ نکاح جائز ہوگا۔

از سید حسین علی صاحب وکیل جاورہ ۱۸/ستمبر ۳۸ء

الجواب

اگر احمد بخش کے جوف میں اس کی نانی کا دودھ پینے سے ایک بار بھی پہونچ گیا ہو تو حرمت رضاعت کے لیے کافی ہے۔ احمد بخش احمد علی کی لڑکی شافیہ کا چچا ہوا۔ وہ اس کی بھتیجی۔ چچا بھتیجی کا نکاح حرام۔ مرضعہ اگرچہ بیوہ ہے اور آئسہ بھی سہی۔

عالمگیریہ میں ہے:

"يتعلق التحريم به إذا حصل من بنت تسع سنين فصاعداً كذا في الجوهرة النيرة"(۱)

حرمت کا تعلق نو سال یا اس سے زیادہ عمر والی لڑکی سے ہوگا، ایسا ہی جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"إذا نزل للخنثىٰ لبن إن علم أنه امرأة تعلق به التحريم الخ"(۲)

خنثیٰ کے دودھ اترا اگر معلوم ہے کہ یہ عورت ہے اس سے حرمت متعلق ہوجائے گی۔ (مترجم)

۹ برس کامل کی (یا اس سے) زائد عمر کی عورت کے دودھ پینے سے تحریم ثابت ہوتی ہے باکرہ ہو یا ثیبہ، شادی شدہ شوہر والی ہو یا بیوہ۔ ذات حیض ہو یا آئسہ، خنثیٰ ہو یا مرد۔ (مترجم)

درمختار میں ہے:

"الرضاع مص من ثدى آدمية ولو بكراً أو ميتةً أو آيسةً"(۳)

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۱/۴۳۶]

(۲) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الرضاع: ۱/۴۳۶]

(۳) [الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۴/۲۹۱]

رضاع عورت کا دودھ پینے سے ثابت ہوتا ہے اگرچہ کواری یا مردہ عورت یا بڑھیا کا دودھ پیا۔(مترجم)
ردالمحتار میں ہے:

"قوله أو آیسة ذکره في النهر أخذا من إطلاقهم قال:وهو حادثة الفتوی"(۱)

جب احمد بخش اپنی نانی کا دودھ پیتا ہے تو شافیہ اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس کا عم رضاعی ہے۔یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب . رضاعت سے سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں، جو نسب (پیدائش) سے حرام ہیں۔(مترجم) واللہ تعالیٰ أعلم۔

(۱) ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۲۹۲/۴

کتاب الطلاق

ابواب

(۱) طلاق کا بیان

طلاق کی دھمکی سے نکاح نہیں جاتا

(۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ....

میں نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ ایک آدمی کے سامنے طلاق لفظ نکالا اور غصہ سے حالت غیر تھی۔ اس لیے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟۔ اگر نہیں ہوئی تو کتنا کفارہ دینا ہوگا۔ فقط اختر حسین خاں

الجواب

اختر حسین ولد واحد علی ساکن بریلی محلہ حسین باغ نے آج یہ سوال پیش کیا، ان کے ساتھ دو صاحب خلیل احمد ولد عبدالحمید صاحب ساکن دہلی محلہ کلاں جمل اور حشمت اللہ خاں ولد کفایت اللہ خاں ساکن محلّہ صالح نگر بریلی آئے۔ اختر حسین سے دریافت کیا کہ تم نے کیا لفظ کہے تھے؟ اختر حسین نے بیان دیا کہ مجھ سے عورت نے کہا جو تمہارے دل میں ہو وہ کہو، میں نے اس پر کہہ دیا کہ میں طلاق دے دوں گا، عورت نے کہا: میں مہر معاف کردوں گی، خلیل احمد صاحب اور حشمت اللہ خاں نے بھی یہی کہا کہ دے دوں گا کہا تھا۔ اگر یہ بیان صحیح ہے تو اس صورت میں حکم طلاق نہیں۔ دے دوں گا کہنے سے نہ طلاق واقع ہوئی نہ کردوں گی کہنے سے مہر معاف ہوا۔ اور اگر اختر حسین نے یہ کہا ہو کہ میں تمھیں طلاق دیتا ہوں، یا میں نے تمھیں طلاق دی اور ایک ہی بار کہا ہو تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی ہوئی، عدت کے اندر رجعت کر سکتے ہیں۔ رجعت کرلیں گے تو وہ عورت بدستور ان کی بیوی رہے گی۔ ایک طلاق ہو چکی، آگے یہ دو کے مالک رہے، اب اگر دو طلاقیں آگے اور دے دیں گے تو ایک یہ جواب ہو چکی ہے اور دو وہ آگے کی مل کر تین طلاقیں ہو جائیں گی، اور یہ عورت اختر حسین پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی کہ پھر بے حلالہ حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

۲۷رشوال ۸۸ھ، ۱۷ر فروری ۶۹ء

عورت طلاق کا دعوی کرے اور شوہر انکار کرے تو کیا حکم ہے

(۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندہ یہ کہتی ہے کہ زید مجھے تین طلاق کئی بار دے چکا ہے، لہذا میں اس کے پاس نہیں رہ سکتی، اور زید یہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق ہی نہیں دی ہے، گواہ کسی کا کوئی نہیں ہے۔ اب اس مسئلہ میں کس کی بات مانی جائے گی۔ زید کی یا ہندہ کی؟۔ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ جواب سے نوازیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی لعل محمد محلہ باقر گنج بریلی شریف

الجواب

عورت دعویٰ کرتی ہے پر دعویٰ محتاج ثبوت ہے۔ شوہر اقرار طلاق کرتا تو طلاق ثابت ہوتی، شوہر منکر ہے تو عورت کے ذمہ بینہ سے ثابت کرنا ہے۔ جب گواہ نہیں تو محض اس کے دعویٰ سے طلاق کا حکم نہ ہوگا اگر وہ سچی ہے، اور طلاق ایسی بتاتی ہے جس کے بعد وہ زید کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ بے نکاح جدید بہ صورت طلاق بائن اور بے حلالہ بہ صورت طلاق مغلظہ تو وہ اس سے دور رہے، اسے اپنے نفس پر قابو نہ پانے دے، طلاق بائن کی صورت میں وہ اگر راضی ہو زید سے پھر نکاح جدید بہ مہر جدید کرے۔ اور حلالہ والی طلاق کی مدعی ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ زید سے ایسا بھاگے جیسے شیر سے، ایسا بچے جیسے سانپ سے، عدت تک زید ہی کے یہاں رہے جب کہ اسے امن کے ساتھ وہاں عدت گزارنے کا موقع ہو، اور اگر اسے صحیح اندیشہ ہو کہ وہ وہاں امن کے ساتھ نہ رہ سکے گی، وہ کوئی انتظام امن کا نہ کر سکے، تو پھر اپنے محرم کے یہاں عدت گزارے گی۔ واللہ تعالی اعلم

کچہری کی آزادی سے عورت نکاح سے نہیں نکل سکتی

(۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی بی بی ہندہ نے زید کو چھوڑ کر کچہری سے اجازت لے کر عمرو کے گھر رہنے لگی، اس پر مسلمانوں نے اعتراض کیا، کھانا پینا عمرو سے بند کر دیا، اور کہا کہ ہم کچہری کی اجازت نہیں مانتے، حکم شرع کے مطابق اگر ہندہ زید سے طلاق لے اور عدت پوری کر کے تم سے نکاح کرے تب ہم لوگ تم سے ملیں

سکتے ہیں، ایسا ہی ہوا، زید نے ہندہ کو طلاق دی، ہندہ نے عدت پوری کر کے عمرو سے نکاح کرلیا، چار پانچ سال عمرو کے گھر رہی، دو بچے بھی پیدا ہوئے ۔ پھر ہندہ اپنے بچوں کو چھوڑ کر زید کے گھر چلی گئی، وہاں سال ڈیڑھ سال رہی بغیر طلاق کے۔ پھر وہاں سے زید کو چھوڑ کر فرید پور چلی گئی غیر شخص کے گھر، وہاں ایک بچہ بھی ہوا۔ شوہر ثانی (عمرو) کو جب پتہ چلا کہ ہندہ فرید پور ہے، تو وہ فرید پور گیا اور ہندہ کو اپنے گھر لانے پر راضی کرلیا، وہاں سے ہندہ اپنے میکہ چلی آئی اور میکہ سے شوہر ثانی کے گھر آ گئی، یہاں آ کر اس کا بچہ بھی مرگیا، اب ایسی صورت میں مسلمانوں کو عمرو سے ملنا چاہیے یا نہیں؟ ۔قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

المستفتی محمد شفیق احمد

الجواب

عورت بھاگی گنہ گار ہوئی، شوہر کی نافرمان ہوئی، شوہر کا اس میں کیا قصور، ہاں اگر شوہر اس کی پرواہ نہ کرتا، اسے نہ لاتا، تو ضرور ملزم ہوتا، لیکن جب وہ لے آیا تو اس پر الزام نہیں، عورت بہر حال گنہ گار ہوئی، اس پر توبہ لازم ہے، اور شوہر سے معافی بھی چاہے، عمرو سے قطع تعلق ہرگز نہ کیا جائے ورنہ قطع تعلق کرنے والے ملزم اور حق غیر میں گرفتار ظالم جفا کار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمد مظفر حسین، ۵؍محرم الحرام ۸۹ھ

۸۶ؔ

وہ عورت اشد گنہ گار ہے، مستحق نار، مستوجب غضب جبار ہے، حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہے، اس پر توبہ فرض ہے، وہ پہلے بھاگی اور عمرو کے گھر رہی، یہ اس نے حرام کیا۔ عمرو نے اسے رکھا عمرو بھی حرام کار ہوا، اور عمرو نے اس سے زنا کیا ہو تو دونوں اشد حرام میں مبتلا ہوئے، دونوں حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہوئے، کچہری کی آزادی سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی، لوگوں نے ٹھیک کیا اور قطع تعلق کیا ٹھیک کیا۔ ہندہ پھر عمرو شوہر ثانی سے بھاگ کر زید شوہر سابق کے یہاں پہنچی اور رہی، زید نے اسے رکھا دونوں گنہ گار، حرام کار ہوئے، اور مبتلائے زنا ہوئے ہوں تو اور اشد حرام کے مرتکب ہوئے، دونوں پر توبہ فرض ہے، دونوں حق اللہ اور حق العبد میں گرفتار ہوئے، پھر عورت جس کے یہاں فرید پور چلی گئی اس نے اسے رکھا، دونوں گنہگار ہوئے، اور یہ بھی مبتلائے زنا اس سے ہوا ہو تو دونوں اشد حرام کے مرتکب ہوئے۔ عمرو کو فرید پور جانے کا پتہ لگا تو لایا۔ اگر اس سے پہلے اسے پتہ تھا کہ وہ زید کے یہاں ہے اور اس نے پرواہ نہ کی، اس کے لانے کی کوشش جو کر سکتا تھا نہ کی، تو گناہ کیا اور دیوث ٹھہرا...

عورت توبہ کرے، زید سے بھی معافی چاہے اور عمرو سے بھی، عمرو توبہ کرے اور زید سے معافی چاہے۔ زید توبہ کرے اور عمرو سے معافی چاہے۔ وہ فرید پور والا توبہ کرے اور عمرو سے معافی چاہے۔ جو شخص توبہ نہ کرے معافی نہ چاہے، مسلمان اس سے قطع تعلق برادرانہ کریں، یہاں تک کہ توبہ کرے اور معافی چاہے۔ کہیں بھاگ جانے اور حرام کرنے سے عورت نکاح سے نہیں نکلتی ہے، عمرو اسے لایا ٹھیک کیا، اسے بھی لازم تھا، وہ بدستور اس کی بی بی ہے، اسے بھلائی کے ساتھ رکھے اور ایسا انتظام لازم کہ پھر وہ بھاگ نہ سکے، ہر غیر محرم سے پردہ کرانا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق کا بیان

(۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

شوہر نے طلاق تین بار دی ہے، گھر والے ایسا کہتے ہیں مگر مجھے نہیں معلوم، میں رونے پیٹنے میں تھی۔ تین ماہ دس دن عدت کر چکی ہوں، میں دوسرے سے نکاح نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ حکم شرع سے مطلع فرمائیں، چھوٹے چھوٹے چھ بچے ہیں۔

سائلہ جمیلہ محلہ صوفی ٹولہ پرانہ شہر بریلی شریف

الجواب

اگر فی الواقع اس نے طلاق دی ہے تو طلاق ہوگئی جیسی طلاق دی ہو۔ اگرچہ تمھیں معلوم نہ ہوا، جو لوگ گواہ ہیں ان کا اعتبار کرو اگر وہ معتبر ہیں۔ شوہر کیا کہتا ہے وہ طلاق کا اقرار کرتا ہے تو گواہوں کی ضرورت نہیں، اگر وہ منکر تو گواہوں کی ثبوتِ طلاق کے لیے ضرورت ہوگی۔ وہ لائق شہادت ہوں گے تو طلاق ثابت ہوگی، اگر اس نے ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہوں، یا بائن تو تم اس سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہو، اگر وہ تم سے نکاح کرے، اور اگر تین طلاقیں دی ہیں تو اس سے بے حلالہ تمہارا نکاح نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق دی، اس وقت کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا، زید کی بیوی (زید کی

والدہ کے پاس گئی اور ان سے یہ کہا کہ آپ کے لڑکے نے طلاق دی لیکن نام لے کر نہیں دی، اور بیوی تین ماہ کی حاملہ ہے، اور دونوں شخص اقراری ہیں کہ ہاں طلاق دی، لہٰذا دونوں شخص اس کام کو پھر بنانا چاہتے ہیں، اس کے جواب سے مطلع کیجیے، کس طرح بن سکتا ہے۔

سائل سمیع اللہ چک محمود بریلی شریف

الجواب

جب زید نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق دی تو تین طلاقیں اس کی بیوی پر واقع ہوگئیں، وہ عورت اس کے نکاح سے نکل کر اس پر ایسی حرام ہوگئی کہ اب بے حلالہ وہ اس کے لیے کبھی بھی حلال نہیں ہوسکتی، حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت دوسرے سے نکاح صحیحہ کرے اور وہ اس سے ہم بستری بھی کرے، پھر جب وہ طلاق دے دے، اور عدت گزر جائے زید اس سے نکاح کرے اگر عورت اس سے نکاح پر راضی ہو، طلاق واقع کرنے کے لیے بیوی کا نام لینا ضروری امر نہیں، اضافت درکار ہے۔ اضافت پائی جائے گی تو طلاق واقع ہونے کا حکم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۲۴ر جمادی الآخرہ ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح: شوہر اقرار کرتا ہے کہ اس نے اس عورت کو تین طلاقیں دی ہیں، تو وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی بے حلالہ کبھی حلال نہ ہوگی، وہ دونوں بے حلالہ ساتھ رہیں گے حرام کار گنہگار ہوتے رہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

بھاگ جانے سے بیوی نکاح سے خارج نہیں ہوتی

مسئلہ: (۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی بی بی ہندہ دوسرے مرد کے ساتھ بھاگ گئی، وہ بی بی ایک سال کے بعد زید کے پاس آگئی، اور زید نے اس بی بی منکوحہ ہندہ کو اپنے مکان پر رکھ لیا، برادران نے حقہ پانی بند کردیا، اور کہا کہ اس کا نکاح کرو، کیا شریعت مطہرہ سے نکاح باقی ہے، یا نہیں؟

فقط والسلام، رعایت اللہ موضع سسیا صاحب میرپور پیلی بھیت

الجواب

[illegible]

ہو،اب جب وہ واپس آئی،اور شوہر نے اسے رکھ لیا اس سے شوہر پر مواخذہ جائز نہیں،جن لوگوں نے اس بنا پر اس کا حقہ پانی بند کر دیا وہ ظالم، جفا کار، ستم گار، گنہگار ہوئے،ان پر توبہ اور اس مظلوم سے معافی چاہنا لازم ،نکاح پہلا بدستور باقی ہے،اس سے دوبارہ نکاح لازم نہیں۔واللہ تعالیٰ ھو الھادی وھو تعالیٰ أعلم

عورت مرتدہ ہو جائے جب بھی وہ بیوی رہے گی یا دوبارہ اسی شوہر سے نکاح پر مجبور کی جائے گی

(۷) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

شیخ محمد حنیف کی لڑکی کی شادی شیخ محمد جواد کے ساتھ ہوئی۔جس وقت یہ شادی ہوئی تھی اس وقت محمد حنیف سنی مسلمان تھا اب مذہب وہابیہ دیوبندیہ اختیار کر لیا ہے اور محمد جواد سنی ہے۔محمد حنیف نے محمد جواد کو بہت کچھ سمجھایا کہ مذہب دیوبندیت وہابیت پر آجاؤ مگر محمد جواد نے صاف انکار کر دیا کہ ہم اپنا مذہب اہل سنت نہیں چھوڑیں گے۔تب محمد حنیف نے اپنی لڑکی کو محمد جواد کے نکاح سے چھڑانے کے لیے اپنی لڑکی کو مشورہ دیا کہ تو کافرہ مرتدہ ہو جا۔لڑکی نے اپنے والد کے کہنے سے کلمۂ کفر بکا۔اب محمد حنیف کہتا ہے کہ ہماری بیٹی کافرہ مرتدہ ہوگئی اور محمد جواد کے نکاح سے خارج ہوگئی۔لہذا میں محمد جواد کے یہاں نہیں رخصت کروں گا۔اور محمد حنیف اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے سے کرنے کو کہتا ہے۔اب آپ حضرات ارشاد فرمائیں کہ اس صورت میں محمد حنیف کی لڑکی شیخ محمد جواد کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں۔اگر نہیں تو محمد جواد زبردستی اپنی عورت کو محمد حنیف کے یہاں سے لاسکتا ہے یا نہیں۔اور محمد حنیف نے ایک مسلمان کو کافرہ مرتدہ ہونے کا مشورہ دیا تو محمد حنیف مسلمان رہا یا کافر اور محمد حنیف کی عورت محمد حنیف کے نکاح میں رہی یا خارج اگر خارج تو محمد حنیف تجدید نکاح نہ کرے تو مسلمان محمد حنیف کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں۔

از رنگون دوکان سیٹھ عمر صالح محمد نمبر ۱۹۰ ایڈورڈ اسٹریٹ،مرسلہ شیخ محمد جواد صاحب ۲۱/ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ

الجواب

عورت کی ردت سے نزد مشائخ بلخ وسمرقند فرقت واقع ہی نہیں ہوتی۔وہ "حسماً لباب المعصیة وسداً لباب الفتنة"(۱)

دفع باب معصیت اور سد باب فتنہ کے لیے۔ (مترجم)

یہی فتویٰ دیتے ہیں، نیز امام صفار و امام دبوسی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اسی کو اختیار فرمایا، اسی پر فتویٰ دیا۔

"وأنا أقول وباللہ التوفیق."

قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

﴿بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱)

نکاح کی گرہ مرد ہی کے ہاتھ ہے۔

تو یہ ارشاد الٰہی بھی بظاہر اسی کو مقتضی کہ ردت عورت سے فرقت نہ واقع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عامۂ مشایخ نے ظاہر الروایۃ میں فتویٰ دیا کہ ردت احد الزوجین سے فسخ فی الحال ہو جائے گا۔ اور سد باب فتنہ کے لیے فرمایا کہ: عورت بعد تجدید اسلام اسی شوہر سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی، اس کا نکاح اسی سے جبراً کر دیا جائے گا، اور کم سے کم مقدار مہر پر۔ راضی ہو یا انکار کرتی رہے اس کا انکار مسموع نہ ہوگا، اسے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے سوا کسی دوسرے سے نکاح کرے۔ امام فقیہ النفس امام قاضی خاں نے برائے فتویٰ اسی کو اختیار فرمایا۔ بہر حال اس نام کے حنیف نے اپنی لڑکی کو مرتدہ کر کے اور اس بد نصیب عورت نے مرتدہ ہو کر سخت عذاب الٰہی کے استحقاق اور غضب جبار وقہر قہار اپنے سر اوڑھنے کے سوا اور کچھ نہ کمایا کہ...... یا تو فرقت واقع ہی نہ ہوئی اگر امام صفار اور امام دبوسی و مشایخ بلخ و سمرقند کا قول اختیار کیا جائے۔ یا ہوئی نہ ہوئی ایک سی۔ تو فسخ ہو کر بھی کال نہ کٹا کہ جو فسخ مانتے ہیں وہ بھی اسے شوہر اول ہی سے نکاح پر مجبور فرماتے ہیں۔ کسی اور سے اس کا نکاح اس حال میں حلال نہیں فرماتے، اسے قید ہی رکھتے ہیں، آزادی کہاں دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین میں فساد کبیر وعریض رونما ہوتا۔

﴿واللہ لا یحب الفساد۔ انہ لا یحب المفسدین واللہ لا یھدي کید الخآئنین﴾

شرع حکیم نے عورتوں کو یہ راہ نہ دی ورنہ روزانہ نہ جانے کتنی عورتیں اپنے شوہروں سے ناراض ہو کر ان کی قید نکاح سے نکلنے کو کفر کیا کرتیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مجمع الانہر میں ہے:

"بعض مشایخ بلخ وسمرقند کانو یفتون بعدم وقوع الفرقة حسمًا لباب المعصیة۔ وعامتھم یقولون: یقع الفسخ ولکن یجبر علی النکاح لزوجھا الأول بعد

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۲۳۷]

الإسلام وهو ظاهر الرواية وهو الصحيح؛لأن المقصود يحصل بذلك۔ ومشايخ بخاريٰ كانوا عليٰ هذا۔ وفي الجوهرة وتجبر على الإسلام وتعزر بضرب خمسة وسبعين سوطاً۔ وليس لها أن تتزوج إلا بزوجها الأول۔ ولكل قاض أن يجدد بينهما بمهر يسير ولو ديناراً رضيت أو أبت كما في المنية۔"(۱)

دفع باب معصیت اور سد باب فتنہ کے لیے مشائخ بلخ وسمرقند یہی فتویٰ دیتے ہیں کہ عورت کی ردت سے فرقت واقع نہیں ہوتی۔ عامۂ مشائخ فرماتے ہیں کہ: ردتِ احد الزوجین سے فسخ فی الحال ہوجائے گا، عورت بعد تجدید اسلام اسی شوہر سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی، یہ ظاہر الروایہ میں ہے، یہی صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس سے مقصد حاصل ہوجاتا ہے، مشائخ بخاری بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں، جوہرہ میں ہے: تجدید اسلام پر مجبور کی جائے گی، اور اسے پچھتر کوڑے لگائے جائیں گے، اسے حلال نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے سوا کسی دوسرے سے نکاح کرے، اور قاضی زوجین کے درمیان کم سے کم مہر پر تجدید نکاح کرائے گا، خواہ ایک دینار ہی کیوں نہ ہو، راضی ہو یا انکار کرتی رہے۔ جیسا کہ "منیہ" میں ہے۔ (مترجم)

ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے:

"قد أفتى الدبوسي والصفار وبعض أهل سمر قند بعدم وقوع الفرقة بالردة رداً عليها وغيرهم مشوا على الظاهر لكن حكموا بجبرها عليٰ تجديد النكاح مع الزوج ويضرب خمسة وسبعين سوطاًواختاره قاضي خان للفتويٰ اه۔" (۲)

امام دبوسی وامام صفار اور بعض علمائے سمرقند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فتویٰ دیا ہے کہ: عورت کی ردت سے فرقت واقع نہیں ہوتی، سد باب کے لیے، ان کے علاوہ مشائخ نے ظاہر الروایہ پر فتویٰ دیا ہے، لیکن انھوں نے حکم دیا ہے کہ: عورت کو اسی شوہر سے تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا، اور اسے پچھتر کوڑے لگائے جائیں گے، امام قاضی خان نے برائے فتویٰ اسی کو اختیار فرمایا۔ (مترجم)

جن کے نزدیک تفریق واقع ہی نہ ہوئی ان کے نزدیک تو محمد جواد کو اسے جبراً لانے کا اختیار ہونا ظاہر ہے۔ اور جو فسخ مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی عورت جبراً محمد جواد ہی کی جانب رد کی جائے گی۔ وہ نام

---

(۱) [مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱/٤٤١]

کا حنیف اسے روکنے کا حق کسی کے نزدیک نہیں رکھتا۔ وہ اگر دیوبندیوں کے ان اقوال بدتر از ابوال پر مطلع ہے جن کے سبب علمائے حرمین شریفین نے انہیں ایسا کافر فرمایا: کہ جو ان کے ان کلمات لعینہ پر مطلع ہو کر ان کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ٹھہرے گا۔ اور پھر انہیں اپنا پیرو پیشوا دین کے علما مانتا یا صرف مسلمان ہی جانتا ہے تو وہ پہلے ہی سے کافر ہے، اس سے لڑکی کو مرتدہ کرنے کی کیا شکایت۔ اور اگر ایسا نہیں تو اب اس سبب سے کافر ہو گیا، اس کی عورت اگر پہلے نکاح سے خارج نہ تھی تو اب یوں خارج ہو گئی، اس نام کے حنیف کو اس پر کوئی دسترس نہ رہی وہ بعد عدت جس سے چاہے اپنا نکاح کرتی ہے۔

مجمع الانہر و فتویٰ بزازیہ وغیرہما میں ہے:

"من علمها كلمة لتبين من زوجها فهو كافر."(۱)

جس نے عورت کو کسی بات (کلمۂ بد۔ کلمۂ کفر) کی تلقین کی تاکہ وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (مترجم)

بعد توبہ و تجدید ایمان شوہر، عورت اس کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کی جا سکتی، مجمع الانہر میں ہے:

"إن ارتد الزوج لا تجبر على النكاح بعد إسلامه"(۲)

شوہر مرتد ہو جائے تو تجدید اسلام کے بعد عورت کو اس کے ساتھ نکاح پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (مترجم)

اگر وہ نام کا حنیف توبہ نہ کرے تو اس کے ساتھ میل جول حرام ہے جب تک تائب نہ ہو اس سے ربط و ضبط، سلام و کلام، میل جول قطعاً موقوف کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر کے پاگل ہو جانے سے نکاح ختم نہیں ہو جاتا

مسئلہ: (۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مسماۃ سارہ بنت حلیمن کا نکاح بحالت نابالغی ہوا۔ نکاح کے بعد شوہر مجنون ہو گیا جسے عرصہ آٹھ

---

(۱) [مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر. ۱/۶۸۹]

(۲) [مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱/۴۴۱]

سال کا ہوا اس کی حالت جب سے اب تک ویسی ہی ہے، کچھ فرق نہیں ہوتا ہے، جگہ جگہ مارا مارا پھرتا ہے نہ اس کا کوئی وارث ہے نہ لڑکی کا کوئی وارث بجز نادر ضعیفہ کے لڑکی کے خورد ونوش کا کوئی انتظام نہیں ہے، لڑکی کی عمر ۱۸؍سال ہے، بہت ممکن ہے کہ اس کا قدم جادۂ استقامت سے پھسل جائے۔ تو ایسی صورت میں شرعاً رہائی کی جو صورت ہو تحریر فرمائی جائے، اور جہاں حاکم وقت مسلمان نہ ہو تو کس طرح یہ مقدمہ فیصل ہوگا سخت پریشانی ہے۔

از ہوڑہ کافور گلی ۴۲ مسجد انجمن تبلیغ الاسلام مرسلہ مولوی محمد علی آنولوی سلمہ و حافظ عبد المجید صاحب ۲۸؍محرم ۵۱ھ

الجواب

سیدنا الامام الاعظم والہمام الافخم اور حضرت سیدنا الامام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جنون (اگرچہ مطبق ہو اس) کے سبب عورت کو حق فرقت حاصل نہیں ہوتا، امام کا مذہب امام مذاہب ہے، اس سے سوائے ان صور کے جن کا علما نے استثنا فرمایا عدول جائز نہیں۔ نیز اور وجوہ کثیرہ سے اسی کو ترجیح حاصل۔ متون مذہب کا یہی مختار ہے، اکثر علمائے معتمدین کا اسی پر اتفاق ہے، کثیر فتاویٰ کا اسی پر اطباق ہے، شروح اسی کی دلیل کی ترجیح پر ہیں۔ امام اجل قاضی خاں وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کو مقدم فرمایا۔ تو ان کے نزدیک یہی معتمد وراجح ومؤید ہے۔

امام فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں:

”حق الفسخ بسبب العيب عندنا لا يثبت في النكاح فلا ترد المرأة بعيب ما وإن وجدت المرأة بزوجها جنوناً أو جذاماً أو برصاً،ليس لها حق الفرقة.“(۱)

ہمارے نزدیک عیب کے سبب نکاح میں حق فسخ حاصل نہیں ہوتا، لہذا کسی عیب کی وجہ سے عورت کو رد نہیں کر سکتی۔ عورت اگر اپنے شوہر میں جنون، جذام، یا برص کا مرض پائے تو اسے حق فرقت حاصل نہیں۔ (مترجم)

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

”(لا يتخير)أحد الزوجين(بعيب الأخر)ولا فاحشاً كجنون“(۲)

---

(۱) [الفتاوى الخانية مع الهندية :۱/۴۱۳]

زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے فسخ کا اختیار نہ ہوگا اگرچہ عیب فاحش ہی ہو جیسے جنون۔(مترجم)

امام فخر الدین زیلعی پھر امام کمال الدین ابن الہمام محقق علی الاطلاق نے اس مذہب مہذب کی تائید وترصیف اور دوسرے مذہب کی وہ تضعیف فرمائی جس کے بعد گنجائش کلام ہی نہ رکھی۔

"وإن شئت الإطلاع عليه فلتشرف بمطالعة التبيين وفتح القدير."

بے ضرورت ملجۂ مقبولۂ شرع اس مذہب امام سے عدول ناجائز وناروا۔ہاں اگر واقعی ضرورت ہو،ضرورت کا ادعا مکر وخداع اور نفس کے اتباع سے نہ ہو،حاجت واقعیہ متحقق ہوتو جب کہ عند الضرورۃ تقلید امام مذہب آخر بشروط جائز۔تو یہاں تو اپنے مذہب کے ایک امام امام محمد کا بھی مذہب وہی ہے جو ائمہ اسلام ثلاثہ امام مالک وامام شافعی وامام احمد کا ہے،اس صورت میں امام محمد کے قول پر عمل کی اجازت ہوسکتی ہے۔

امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے یہاں دعویٰ کرے،وہ بعد ثبوت جنون جس دن سے عورت نے دعویٰ کیا اس دن سے ایک سال کی مہلت دے،اس بیچ میں اگر جنون جاتا رہا اور شوہر سلیم الحواس ہوگیا تو ہوگیا،ورنہ ایک سال کامل گذر لینے پر عورت پھر رجوع کرے،اس وقت حاکم عورت کو اختیار دے کہ چاہے نفس کو اختیار کرے یا شوہر کو۔عورت اسی مجلس میں فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے،اگر مجلس بدلنے سے پہلے ہی اپنے نفس کو اختیار کرے تو حاکم تفریق کردے۔روز تفریق سے عورت عدت کرے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے۔اور اگر حاکم شرع کو ثابت ہو کہ جنون مطبق ہے تو ایک سال کی مہلت نہ دے گا،فی الفور عورت کو اختیار دے گا،عورت فوراً بے تبدیل مجلس اپنے نفس کو اختیار کرے گی تو تفریق کردے گا،بعد تفریق روز تفریق سے عورت عدت کرے گی۔

کافی میں ہے:

"قال محمد رحمه الله تعالیٰ: إن كان الجنون حادثاً يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ. وإن كان مطبقاً فهو كالجب، وبه ناخذ كذا في الحاوي القدسي."

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:اگر خاوند مجنون ہوجائے (جنون حادث ہو) تو حاکم شرع ایک سال کی مہلت دے،جیسے عنین میں،ایک سال کامل گزرنے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا جب کہ شوہر

حاوی قدسی میں لکھا ہے۔(مترجم)

جہاں مسلمان حکام نہیں وہاں حاکم شرع اعلم وافقہ علما اہل بلد ہے:"كما في الحديقة الندية"

وہ اگر حسب بیان بالا تفریق کردے گا تفریق ہوجائے گی۔

"هذا أكثره ماخوذ من العطايا النبويه"

یہ سب اس صورت میں ہے جبکہ نابالغہ کا نکاح اس سے نافذ ولازم ہو چکا ہو کہ باپ نے خود یہ نکاح کیا ہو، یا اس سے نکاح کردینے کی جسے اجازت دی ہو اس نے کیا ہو، شوہر لڑکی کا کفو ہو، مہر میں کمی فاحش نہ ہوئی، یا مہر میں باپ نے کمی فاحش کے ساتھ کیا، یا لڑکا کفو نہیں، تو ان دونوں صورتوں میں باپ معروف بسوء اختیار نہ ہو اور شوہر کا غیر کفو ہونا اسے پہلے سے معلوم ہو، اسے غیر کفو جانتے ہوئے اس نے اجازت دی ہو، یوں ہی اگر باپ نہ تھا دادا تھا، دادا نے یہ نکاح کیا، یوں ہی اگر کسی اور نے کیا اور شوہر کفو ہے اور مہر میں کمی فاحش نہ ہوئی اور باپ یا اس کے نہ ہوتے دادا نے اس نکاح کی خبر سن کر اسے جائز کردیا ہو، یا باپ یا باپ دادا کے علاوہ بھائی، وہ نہ تھا تو چچا، وہ نہ تھا تو دادا، پردادا کی اولاد سے کسی ولی اقرب نے کیا، یوں ہی اگر دادا پردادا کی اولاد میں کوئی نہ تھا تو ماں نے یہ نکاح کیا، بشرطیکہ ان لوگوں میں سے جس نے کیا کفو سے بے کمی مہر کیا، یا غیر ولی نے ایسا نکاح کیا اور جو ولی تھا اس نے جائز کردیا تو نکاح ہوگیا۔

باپ یا دادا یا ان کے وکیل نے جو نکاح کیا کفو سے بے کمی مہر، یا غیر کفو سے اور کھلی کمی مہر کے ساتھ کیا مگر باپ یا دادا معروف بسوء اختیار نہیں، یا غیر نے کیا اور اسے باپ دادا نے جائز کردیا تو یہ نکاح جائز ونافذ ولازم ہوگیا، اس صورت میں عورت کو کسی وقت خیار نہیں۔ یوں ہی اگر باپ دادا کے نہ ہوتے اور اولیاء سے کسی اقرب نے کیا اور لڑکی نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار نہ کیا، جس مجلس میں بالغہ ہوئی اسی مجلس میں یا اگر اسے خبر نکاح نہ تھی بعد بلوغ جس جلسہ میں اسے خبر ملی اسی جلسہ میں اپنے نفس کو اختیار نہ کیا تو بھی نکاح لازم ہوگیا اب عورت کو اختیار نہیں۔ یوں ہی اس صورت میں جبکہ غیر ولی نے کیا تھا اور ولی نے اسے جائز کردیا تھا۔ ہاں اگر ایسے باپ دادا نے یہ نکاح کیا جو معروف بسوء اختیار تھے اور یہ شوہر عورت کا کفو نہیں۔ یا یہ کفو ہے مگر مہر میں کمی فاحش کی۔ یا وہ معروف بسوء اختیار نہ تھے اور شوہر غیر کفو ہے، انھیں دھوکہ دیا اپنا کفو ہونا ظاہر کیا، اس بناء پر انھوں نے اس سے اس لڑکی کا نکاح کیا۔ یا غیر ولی نے کیا اور ولی نے اجازت نہ دی نہ قولا نہ فعلا تو عورت کی نابالغی تک وہ ولی کی اجازت پر موقوف تھا، بعد بلوغ خود لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگیا۔ ان صورتوں میں بربنائے جنون شوہر سے تفریق چاہنا بے معنی ہے کہ

بعض پہلی صورتوں میں نکاح ہوا ہی نہیں۔ اور بعض پچھلی صور میں وہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے، جائز کردے گی جائز ہوجائے گا۔ رد کردے گی باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر نے اپنی بیوی کے سوتیلے لڑکے سے ناجائز تعلقات کی تصدیق کردی تو اب یہ بیوی اس پر حرام ہوگئی

(۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی زوجہ اول مرگئی اور ایک لڑکا چھوڑ گئی جو کہ اب بالغ ہے۔ زید نے یکے بعد دیگرے دوعورتوں سے نکاح اور کیے۔ زید کی موجودہ عورتوں میں سے ایک نے زید کی زوجہ اول کے لڑکے اور موجودہ عورتوں میں سے دوسرے پر زنا کا الزام لگایا۔ لڑکا اور اسکی سوتیلی ماؤں میں برابر دشمنی چلی آرہی ہے۔ زید اپنی بیوی پر اس قدر فریفتہ ہے کہ وہ اس کو خوش کرنے کے لیے حق ناحق کرتا ہے لہٰذا بیوی کی منشا سے زید نے لڑکے کے الزام کو صحیح جانا، اور اس سے بالکل قطع تعلق کرلیا پھر چالیس یوم کے (بعد) لڑکے کو اس کے اخراجات دینا شروع کردیا۔ دونوں عورتیں کہتی ہیں کہ لڑکے نے زنا کیا یہ بالکل غلط ہے، محض یہ عداوت ہے لہٰذا مذکورہ بالا شخص کی بابت کیا حکم ہے صاف تحریر فرمادیں۔

الجواب

زید نے الزام کی جب تصدیق کرلی تو وہ عورت زید پر حرام ابدی ہوگئی جس کے ساتھ اپنے لڑکے پر الزام زنا صحیح جانا زید کو اس عورت سے جدا ہونا فرض ہے۔ اب ہزار کہا کرے کہ میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا۔ حلف سے کہے کہ یہ بات غلط ہے، ہرگز ایسا نہ ہوا، کچھ مسموع نہیں۔ وہ عورت جس نے الزام زنا کا رکھا اور زید اور اس کی وہ دوسری بیوی جواب تک بعد اس تصدیق الزام کے زید کے پاس ہے سب گنہگار ہیں توبہ کریں۔ اور اگر فی الواقع زید کے بیٹے نے سوتیلی ماں سے کالا منھ کیا تو اس کا اور اس کی سوتیلی ماں کا جس نے سوتیلے بیٹے سے کالا منھ کیا (کیا) پوچھنا؟ ظاہر ہے بہت سخت حرام کے دونوں مرتکب ہوئے دونوں پر توبہ فرض ہے۔ الزام زنا کے ثبوت کے لئے اقرار یا چار عادل ثقہ ایسے مردوں کی شہادت درکار جنھوں نے اپنی آنکھ سے سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا ہو اور وہ بالاتفاق ایسا بیان کریں، اس کے سوا ثبوت زنا نہیں ہوسکتا۔

"واللفظ للدر قيل له : ما فعلت بأم امرائتك؟ فقال: جامعتها، تثبت الحرمة ولا يصدق أنه كذب ولو هازلاً" (۱)

الفاظ "در" کے ہیں: مرد سے کہا گیا: تو نے اپنی خوش دامن کے ساتھ کیا کیا؟ بولا: میں نے جماع کیا ،تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی،اگر کہے میں نے جھوٹ کہا، تصدیق نہیں کی جائے گی،اگر چہ مذاق میں کہا ہو۔(مترجم)

خلاصہ وغیرہ میں فرمایا:

"والإصرار ليس بشرط في الإقرار بحرمة المصاهرة۔"(۲)

حرمت مصاہرت سے متعلق اقرار میں اصرار شرط نہیں ہے۔(مترجم)

درمختار میں ہے:

"تزوج بكراً فوجدها ثيباً وقالت : أبوك فضى۔إن صدقها بانت بلا مهر و إلا لا"(۳)

حقیقی بیٹے سے اس کی سوتیلی ماں کے ناجائز تعلق کا ثبوت ہو جائے تو شوہر پر عورت ہمیشہ کے لیے حرام

(۱۰) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی دو بیوی ہیں اس سے قبل ایک بیوی تھی جس سے ایک لڑکا بالغ موجود ہے اس نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا تو زید کی بیوی جس سے زنا کی نکاح سے خارج ہو گی یا نہیں، اگر نکاح سے خارج ہو گئی تو پھر نکاح میں لانے کی کوئی صورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

کسی نے کنواری سے نکاح کیا لیکن اسے ثیبہ پایا، عورت بولی: تیرے باپ نے میرا پردۂ بکارت زائل کردیا، مرد اگر اسے تسلیم کرے تو وہ بائنہ ہو جائے گی، بلامہر۔ ورنہ نہیں۔(مترجم)

---

(۱) [الدر المختار، كتاب النكاح،فصل في المحرمات: ٤/٩٢-٩٣]

(۲) [البحر الرائق شرح كنز الدقائق : فصل في المحرمات فى النكاح، ٢/١٠٩]

الجواب

بیٹے نے جس سے زنا کیا وہ بی بی زید پر حرام ابدی ہوگئی کہ کسی طرح اس پر کبھی حلال نہ ہوگی، نکاح سے خارج ہونا اور بات ہے اور حرام ہوجانا اور بات۔ حرام نکاح سے خارج ہو کے بھی ہوجاتی ہے اور کبھی نکاح میں رہتے ہوئے بھی۔ زید پر فرض ہے کہ جب بیٹے کا زید کی اپنی بیوی سے زنا ثابت ہو، یا بے ثبوت صحیح شرعی زید نے یہ سن کر تصدیق کر دی ہو تو اس عورت سے متارکہ کرے۔"

قال تعالیٰ:

﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾(۱)

بھلائی کے ساتھ روک لو۔ یا۔ نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو۔

اس صورت میں جب کہ امساک بالمعروف محال ہے تو تسریح باحسان ہی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حقیقی بیٹے سے اس کی سوتیلی ماں کے ناجائز تعلق کا ثبوت ہوجائے تو شوہر پر عورت ہمیشہ کے لیے حرام

(۱۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی زوجۂ اول ایک لڑکا چھوڑ کر مرگئی جو کہ اب بالغ ہے۔ زید نے یکے بعد دیگرے دو عورتوں سے "س"، و، "ذ" سے نکاح اور کیے۔ "س"، نے زید کے لڑکے "ذ"، کے ساتھ زنا کا الزام لگایا تو زید نے "س"، کی زبانی سن کر اس الزام کو صحیح مانا اور لڑکے سے بے زار ہو کر اس کو "س"، کے کہنے سے گھر سے نکال دیا۔ "س"، پندرہ دن پہلے سے زید کے چھوٹے بھائیوں کو اس الزام میں اپنا شریک اور موافق بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ چونکہ زید کے بھائیوں کو "س"، سے روپیہ پیسہ اور کھانے پینے میں بہت مدد ملتی ہے اس لیے انہوں نے "س"، کے لفظوں کا زید کو یقین دلانے کی کوشش کی۔ زید نے "ذ" سے پوچھا کہ آیا لڑکے نے زنا کیا یا نہیں؟ "ذ" منکر ہوئی۔ زید نے زدوکوب کیا تو "ذ" مقر ہوئی۔ دوسرے دن زید نے "ذ" کو پھر زدوکوب کیا تو وہ منکر ہوئی یعنی "ذ" نے مار کے ڈر سے جیسی زید کی منشا دیکھی ویسا ہی کہہ دیا۔ "س"

(۱) [illegible]

مطلق نہیں چاہتی ہے کہ لڑکا گھر میں رہے زید کو ''س'' کی خوشی درکار ہے شرعاً ممنوع ہی کیوں نہ ہو۔ زید اس واقعہ سے ''س'' کے بہکانے میں آ کر کہتا ہے کہ اب لڑکا بالغ ہے مجھ پر اس کا کچھ حق نہیں ہے میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے تو اس کو سن بلوغ تک پہنچا بھی دیا، دوسرے باپ تو دوسرا نکاح کرتے ہی پہلی کی اولاد کے ایک منٹ کے بھی روادار نہیں ہوتے، اس واقعہ سے پیشتر لڑکے مذکورہ کو سوتیلی ماؤں نے زید سے کہہ کر اور جھوٹے الزام لگا کر کئی مرتبہ لڑکے کو گھر سے نکلوا دیا تھا، گو کہ لڑکا بالکل بے خطا تھا، لہٰذا صاف صاف تحریر فرما دیجیے، متذکرہ اشخاص میں سے ہر ایک کے لیے حکم شرع شریف کیا ہے، زید کی دو بیویاں ہیں اور زید جانتا ہے کہ دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا میرا فرض ہے لیکن نہیں کرتا۔ زید کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب

زید بے قید سخت گنہگار ہے ظالم ستم گار خطا کار ہے۔ حق اللہ و حق العباد دونوں میں گرفتار ہے، اس پر توبہ لازم ہے۔ بالغ لڑکے کے نفقہ کا شرعاً وہ ذمہ دار نہیں مگر اس پر بے ہودہ الزام کے سبب ظلم و ستم کا ٹھیکے دار ہے اسے اس پر ظلم و ستم سزاوار ہے؟ **ولا حول ولا قوة إلا باللہ العلی العظیم**۔ جب اس نے اس ناپاک الزام کی تصدیق کر دی، اسے صحیح مان لیا تو ''ذ'' اس پر حرام ابدی ہو گئی اس پر فرض ہے کہ اس سے متارکہ کرے ''ذ'' پر فرض ہے وہ زید سے ایسا بھاگے جیسا شیر سے۔ زید نے ''ذ'' پر جو ظلم کیا کہ اسے اس بے ہودہ ناپاک الزام پر جو اس کی سوت کا تراشا ہوا تھا سن کر مارا پیٹا وہ بھی اتنا کہ بے چاری مجبور ہو کر اقرار کر بیٹھی پھر اس پر بھی صبر نہ آیا، دوسرے روز پھر زدوکوب کیا زید جو ''س'' کا ایسا حکم بردار ہے کہ اس کے حکم کے آگے اسے روا نا روا کچھ نہیں سوجھتا، شریعت کا نافرمان، فاسق فاجر جورو کا فرماں بردار ہے، جلد سے جلد توبہ کرے وہ مبتلائے قہر قہار مستوجب غضب جبار ہے والعیاذ باللہ العزیز الغفار، زید جس پر عدل فرض ہے جب وہ دونوں بیویوں میں عدل کا تارک رہا، تارک فرض ہے، جفا پیشہ ستم شعار ہے، ''س'' جس نے وہ ناپاک بہتان اٹھایا مستحق نار ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**۔

پاگل ہو جانے سے نکاح نہیں جاتا

مسئلہ: (۱۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندہ و زید کا باہم بحالت نابالغی نکاح کیا گیا، بعد بلوغ زید کامل نامرد ثابت ہوا۔ اس کے

تھوڑے عرصہ کے بعد زید پاگل بھی ہوگیا۔ اب بھی مجنون ہی ہے ہوش وحواس بالکل درست نہیں ہے۔ اور ہندہ جوان ہے وہ بغیر شوہر کے نہیں رہ سکتی۔ بنابریں اس کی زید سے گلوخلاصی کی کیا سبیل ہے، تو ایسی صورت میں ہندہ کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

ہمارے اور ہمارے مذہب بلکہ چاروں مذاہب کے ائمہ کے امام، عالی مقام، امام اعظم پھر حضرت سیدنا امام ابو یوسف کے مذہب مہذب پر تو جنون مطلقاً کہ حادث غیر ممتد ہو جسے عرصہ دراز نہ ہوا ہو یا مطبق ہو کہ جس پر ایک زمان طویل گذر لیا ہو کسی حال، سبب حصول خیار فسخ نہیں ہوسکتا۔ اس مذہب امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ پر تو ہرگز بوجہ جنون شوہر عورت کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں سوا صبر۔ زنہار اس کے لیے کوئی چارۂ کار نہیں۔ یہی مذہب مہذب ہر طرح مرجح ہے۔ یہی قول مرضی ومختار، معتمد ومؤید ومقدم واصح ہے، کہ اکثر ائمہ کا اسی پر اتفاق ہے، اکثر فتاویٰ کا اسی پر اطباق ہے، تمام متون مذہب نے جن کی بنائے کار ہی بیان مذہب ہے اسی کو اختیار فرمایا، شراح معتمدین نے شروح معتمدہ میں اسی کی دلیل کو مرجح ٹھہرایا، اکثر کتابوں میں اسی پر جزم کیا، اسی کو ذکر کیا، قول آخر ذکر نہ فرمایا۔ خانیہ میں امام فقیہ النفس نے اس کو مقدم کر کے راجح ومعتمد بتایا۔ اور اس کے راجح واصح ہونے کو یہی کافی کہ وہ قول امام الانام بعد الصحابۃ الکرام ہے کہ فتویٰ مطلقاً علیٰ قول الامام ہے:

"إلا لضرورة: ضعف دليله أو تعامل بخلافه كما نصوا عليه الأئمة الفخام والعلماء الأعلام، وقد أوضحه بما لا مزيد عليه حضرة شيخ المسلمين والإسلام، مجدد المائة الحاضرة مؤيد الملة الطاهرة حجة الله علىٰ أعدائه اللئام۔ معجزة باهرة لسيد الأنام، عليه الصلاة والسلام، مولانا الوالد العلام، أدخله الله دار السلام في العطايا النبوية في الفتاوىٰ الرضوية۔"

مگر کسی موجب کی وجہ سے، وہ یا تو دلیل امام کا ضعف ہے، یا تعامل اس کے برخلاف ہو، جیسا کہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ائمہ کرام نے اس کی صراحت فرمائی ہے، اس کی کامل اور انتہائی توضیح تو اسلام و مسلمین کے عظیم پیشوا، رواں صدی کے مجدد، پاکیزہ ملت کے مؤید، اللہ تعالیٰ کے رذیل وکمینے دشمنوں پر دلیل وحجت، سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روشن معجزہ، ہمارے سردار ومولیٰ والد ماجد اللہ تعالیٰ انھیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، نے العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویۃ، میں فرمائی ہے۔ (مترجم)

مشتے نمونہ از خروار چند کتابوں سے عبارات کا احضار کریں۔

فتاویٰ امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں نیز خزانۃ المفتین میں فرمایا:

"حق الفسخ بسبب العیب عندنا لا یثبت في النکاح، فلا ترد المرأة بعیب ما"(۱)

ہمارے نزدیک عیب کے سبب نکاح میں حق فسخ حاصل نہیں ہوتا، لہذا کسی عیب کو لے کر عورت کو رد نہیں کیا جائے گا۔(مترجم)

اسی میں ہے:

"إن وجدت المرأة بزوجها جنوناً أو جذاماً أو برصاً......لیس لها حق الفرقة اھ."(۲)

عورت اگر اپنے شوہر میں جنون، جذام یا برص کا مرض پائے تو اسے حق فرقت حاصل نہیں۔ (مترجم)

کافی پھر عالمگیری میں ہے:

"إذا کان بالزوجة عیب فلا خیار للزوج . وإذا کان بالزوج جنون أو برص أو جذام فلا خیار لها"(۳)

بیوی میں کوئی عیب ہے تو زوج کو خیار فسخ نہیں، اور جب خاوند میں جنون، برص یا جذام کا مرض ہو تو عورت کو خیار فسخ نہیں۔(مترجم)

درمختار میں ہے:

"لا یتخیر أحد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشاً کجنون" (٤)

زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے فسخ کا اختیار نہیں اگر چہ عیب فاحش ہی کیوں نہ ہو جیسے جنون۔(مترجم)

ہاں ہمارے مذہب کے امام ثالث سیدنا امام محمد جنون کے سبب عورت کو خیار فرقت دیتے

---

(۱) [الفتاوی الخانیة مع الهندیة.۱/٤١٣]

(۲) [الفتاوی الخانیة مع الهندیة.۱/٤١٣]

(۳) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنین:۱/٦٣١]

(٤) [الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة:٥/١٤٠]

ہیں، جنون مطبق میں مثل جب فی الحال اور نو پید میں روز مرافعہ سے بعد ایک سال عنۃ کی مثال۔ عورت خود فسخ نہیں کرسکتی، حاکم شرع کے حضور دعویٰ کرے گی، وہ بعد تحقیق کامل و تنقیح تام مرد کو ایک سال کامل کی مہلت دے گا، اسی بیچ میں اگر صحیح ہوگیا جب تو جھگڑا ہی چکا، نزاع ہی ختم ہوا، جڑ کٹ گئی، نخل آرزو کے سبب خیار فسخ و تفریق ہی نہ رہا، اب تفریق چاہنا محض بے معنی اور زبردستی چاہی بھی جائے تو تفریق کرنا کب روا؟ اور اگر صحیح نہ ہوگا تو عورت اگر پھر دعویٰ کرے گی قاضی شرع اسے اختیار دے گا کہ اپنے نفس کو اختیار کرلے یا شوہر کو، اگر عورت اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرلے گی تو حاکم شرع، قاضی تفریق کردے گا۔ یہ تفریق طلاق بائن شمار ہوگی، عورت پر عدت لازم ہوگی۔ بعد مرور عدت جس سے چاہے نکاح کرسکے گی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"قال محمد إن كان الجنون حادثاً يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ، وإن كان مطبقاً فهو كالجب۔"(۱)

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اگر جنون حادث ہو تو حاکم شرع ایک سال کی مہلت دے، جیسے عنین میں ہے، ایک سال کامل گزرنے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا، جب کہ شوہر کے حواس درست نہ ہوئے ہوں، اور اگر جنون مطبق ہو تو وہ مجبوب کی طرح ہے۔ (مترجم)

خانیہ پھر عالمگیریہ میں دربارۂ مجبوب ہے:

"لو وجدت المرأة زوجها مجبوبًا خيرها القاضي للحال ولا يؤجل"(۲)

اگر عورت نے اپنے خاوند کو مجبوب پایا تو قاضی شرع اسے فی الحال اختیار دے گا، مہلت نہ دے گا۔

حاشیۂ عالمگیریہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قوله حادثاً أي: لم يمتد ولم يمر عليه زمان طويل ليقابل المطبق، أما الحدوث بعد النكاح فشرط مطلقاً عند محمد، قوله: مطبقاً ممتدًا ملازماً كما في سجود التلاوة من رد المحتار عن الفتح، وذكر أن الممتد في الصلاة ما استغرق ست صلوات، وفي الصوم الشهر كله ليله ونهاره، وفي الزكاة الحول، قلت: والظاهر أن

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ۱/۶۳۱]

(۲) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثانی عشر فی العنين: ۱/۶۳۰]

المطبق ههنا لا يكون مالم يستكمل حولاً تاما والله تعالىٰ أعلم."

جنون حادث یعنی غیر ممتد ہو جسے عرصۂ دراز نہ ہوا ہوتا کہ مطبق کے مقابل ہو جائے، لیکن حدوث جنون اگر نکاح کے بعد ہوا ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں مطلقاً شرط ہے۔ان کا قول "مطبقاً"، یعنی ممتد جس پر زمان طویل گزر گیا ہو، جیسا کہ سجود تلاوت میں۔ فتح سے ردالمختار میں ہے، بیان کیا ہے کہ: نماز میں امتداد یہ ہے کہ: چھ نمازوں کا احاطہ کر لے، روزے میں پورے مہینے کا رات ودن۔ زکاۃ میں پورے سال کا۔ میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ مطبق سے یہاں مراد یہ ہے کہ: جب تک پورے سال کا احاطہ نہ کرے (مطبق نہ ہوگا) اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

عالمگیری میں ہے:

"إن جاءت المرأة إلى القاضي بعد مضي الأجل والزوج لم يصل إليها خيرها القاضي في الفرقة كذا في شرح الجامع الصغير لقاضي خان. إن اختارت الفرقة. فرق بينهما هكذا ذكر محمد رحمه الله تعالىٰ في الأصل كذا في التبيين، والفرقة تطليقة بائنة كذا في الكافي۔ ولها المهر الكامل وعليها العدة بالإجماع إن كان الزوج قد خلا بها اه"باختصار۔(١)

عورت پوری مدت گزرنے کے بعد قاضی کے پاس آئی اور شوہر نے وطی نہ کی، قاضی عورت کو تفریق نکاح میں اختیار دے گا، ایسا ہی شرح جامع صغیر قاضی خان میں لکھا ہے، اگر عورت تفریق نکاح اختیار کرے قاضی زوجین کے مابین تفریق کر دے گا۔ یہ تفریق طلاق بائن شمار ہوگی، ایسا ہی کافی میں لکھا ہے، اور وہ پورے مہر کی مالک ہوگی، نیز عدت لازم ہوگی، اگر شوہر نے خلوت کر لی ہے، اس پر علما کا اتفاق ہے۔ (مترجم)۔ اھ۔ (مختصراً)

اسی میں ہے:

"فإن اختارت زوجها أو قامت عن مجلسها أو أقامها أعوان القاضي أو قام القاضي قبل أن تختار بطل خيارها كذا في المحيط"(٢)

اگر عورت نے اپنے خاوند کو ترجیح دی۔ یا اس مجلس اختیار سے اٹھ گئی۔ یا قاضی کے اہل کاروں

(١) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني عشر في العنين: ١/ ٦٢٩]

ۃنے اسے وہاں سے اٹھادیا۔ یا قاضی عورت کے فیصلہ بتانے سے قبل چلا گیا تو عورت کا اختیار ختم ہو جائے گا۔ محیط میں ایسے ہی بیان کیا ہے۔ (مترجم)

در بارۂ عنین یہ حکم ہے کہ عورت حاکم کے حضور دعویٰ رجوع کرے، حاکم شوہر سے دریافت فرمائے اگر وہ اقرار کرے ایک سال کامل کی مہلت بغرض علاج دے۔ اور اگر انکار کرے تو عورت کا معائنہ کسی ثقہ پرہیزگار عورت سے کرائے، جب وہ بی بی شہادت دے کہ ہنوز عورت باکرہ ہے تو سال بھر کی مہلت دے، مہلت اگر اثنائے ماہ میں دے دی جائے گی، تو سال بھر کا شمار دنوں سے کیا جائے گا، یعنی پورے تین سو ساٹھ روز لیے جائیں گے، اور اگر ختم ماہ قمری پر مہلت دی جائے گی تو بارہ ماہ سے حساب ہوگا، مثلاً جمادی الآخرہ ۱۵ھ کی چاندرات کے دن مہلت یک سال دی گئی تو رجب ۵۲ھ کی چاندرات کو مہلت ختم ہوگی، اس بیچ میں جتنے دن عورت خود شوہر سے علاحدہ کہیں رہے گی۔ یا جتنے دن وہ شوہر کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوگا، کہ جس میں صحبت نہ ہو سکے وہ دن شمار میں نہ آویں گے، اتنے دن رجب ۵۲ھ کی چاندرات پر اور اضافہ ہوں گے، مثلاً پندرہ روز عورت خود مکان شوہر میں نہ رہی یا وہ شوہر پندرہ دن ایسے مرض میں مبتلا ہوا جس میں صحبت نہ ہو سکی تھی تو پندرہ رجب کو جا کر ایک سال کامل ہوگا۔ رمضان اور عورت کے ایام حیض اس حساب سے مجریٰ نہ ہوں گے۔ یوں ہی شوہر کے ایام غیبت۔ جب سال کامل گذر جائے اور شوہر صحیح نہ ہو، عورت پر قادر نہ ہو تو عورت پھر دعویٰ کرے۔ حاکم پھر شوہر سے پوچھے، مقر ہو تو اسے طلاق کا حکم دے۔ دیدے فبہا ورنہ تفریق فرما دے، اور اگر منکر ہو تو پھر کسی پاک پرہیزگار ثقہ بی بی سے معائنہ کرائے، وہ شہادت بکارت دے تو تفریق کردے، مگر تفریق سے پہلے عورت سے پوچھے کہ تو شوہر کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو، وہ اگر بے مجلس بدلے اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرے تو تفریق کردے۔ خلوت درمیان زن وشوہر ہو چکی تو عدت لازم ہوگی، اور مہر کامل دینا ہوگا ورنہ عورت پر عدت نہیں اور مہر ذمۂ شوہر نصف ہوگا۔ **وهذا المذكور كله مشهور، وفي كتب القوم مسطور ومزبور.**

جب یہ سب معلوم ہو چکا، اب صورت مستفسرہ کے جواب کی طرف رخ کیجیے۔ جب کہ شوہر عنین بھی ہے اور مجنون بھی، جنون حادث ہوگا تو وہی مہلت یک سال، اس میں بھی ہوگی۔ اس صورت میں مذہب امام سے عدول سردست خود بے کار ہوگا کہ کال یوں بھی نہ کٹے گا۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ بر بنائے عنّہ کسی سنی عالم اعلم علما بلد افقہ فقہائے شہر کے یہاں دعویٰ رجوع کرے۔ وہ حسب بیان بالا کارروائی کرے

صحیح ہو جائے گا یا نہیں، اگر علاج کارگر نہ ہو، اور پھر عورت رجوع لائے تو بربنائے عنہ تفریق کر دے۔ اور اگر وہ یوں تو تندرست ہو جائے مگر جنون باقی رہے تو عورت اب اگر ضرورت رکھتی ہو، اور اظہار حاجت بے مکر و فریب کرتی ہو، نفس کے اتباع و پیروی سے ضرورت، ضرورت نہ پکارتی ہو، واقعی سچی ضرورت متحقق ہو تو چوں کہ ہنگام ضرورت جب مذہب غیر پر بھی عمل کی اجازت ہو سکتی ہے تو یہ تو امام ہی کا ایک قول ہے جو امام محمد کا مذہب ہے تو یقیناً اولیٰ بالجواز ہے۔ ضرورت واقعیہ صادقہ پر وہ اس مذہب امام محمد کی رو سے اب بربنائے جنون دعویٰ کرے، وہ عالم حاکم شوہر کو ایک سال علاج کی مہلت دے صحیح ہو جائے فبہا ورنہ جب پھر عورت دعویٰ کرے حسب بیان بالا تفریق کر دے۔ ہاں اگر جنون مطبق ہو اور ضرورت صادقہ واقعی ہو تو اس صورت میں عورت مذہب امام محمد پر عمل کر کے عالم حاکم سے رجوع کرے، عالم بعد تحقیق مذہب امام محمد پر حسب بیان بالا تفریق کر دے، اور اگر قانوناً عالم ایسا فیصلہ نہ کر سکے یا کوئی عالم نہ مل سکے تو کسی اسلامی ریاست میں ایسے قاضی کے یہاں رجوع کریں جو منجانب رئیس صرف وہیں کے مقدمات طے کرنے کے لیے خاص نہ ہو۔

هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالىٰ أعلم وعلمه جل مجده أتم وأحكم۔

یہ وہ ہے جو مجھ پر منکشف ہوا، اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے، اور خدائے پاک و برتر ہی کو خوب علم ہے، اور اس مجد و بزرگ والے کا علم زیادہ تام اور محکم ہے۔ (مترجم)

شوہر کے مرتد ہو جانے سے نکاح ختم ہو جاتا ہے

مسئلہ: (۱۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص نے اپنی لڑکی اپنے بھانجے کے نکاح میں دی۔ دونوں مسلمان اہل سنت والجماعت تھے اور ان سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا، اب لڑکی کا خاوند ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا شہر چھوڑ کر چلا گیا اور ایسی بستی میں جا بسا جہاں کثرت سے شیعہ رافضی داؤدی رہتے ہیں اور وہ لڑکا ایک شیعہ داؤدی کے مکان میں ایک شیعہ کا لڑکا بن کر رہا، اور ان کے مذہب کے مطابق رہنے لگا، انہیں کا سا لباس اختیار کر لیا اور انہی کی سی عبادت کرنے لگا ہے، وہیں رہتا ہے کھاتا ہے، پیتا ہے۔ اور ایک سال سے اپنی بیوی بچہ کے پاس بھی آیا نہیں اور بیوی بچہ کا نان ونفقہ بھی بھیجا نہیں ہے، لڑکی باپ کے مکان پر رہتی ہے۔ لہٰذا اس صورت

مسئولہ میں لڑکی اپنے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں اور اگر نکاح ٹوٹ گیا تو اس کی عدت کیا ہے جواب باصواب سے جلد مطلع فرماویں۔ اللہ تعالیٰ اجر عطا کرے۔ راقم نیاز مند میمن عبدالغنی حاجی تار محمد چوک بازار سورت ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

الجواب

روافض زمانہ عموماً مرتدین ہیں۔ جب اس نے بے اکراہ، بے ضرورت ملجۂ اور بے فائدہ شرعیہ ان کی صورت بنائی، سیرت اختیار کی تو وہ انہیں میں کا ایک ہوگیا۔

حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من تشبه بقوم فهو منهم))(۱)

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کرلی وہ انہی میں سے ہے۔(مترجم)

فتاویٰ الصغریٰ پھر فقہ اکبر امام اعظم کی شرح ملا علی قاری میں ہے:

"من تقلنس بقلنسوة المجوس أي: لبسها وتشبه بهم فيها أو خاط خرقة صفراء على العاتق أي وهو من شعارهم أو شد في الوسط خيطا كفر إذا كان مشابهًا بخيطهم أو ربطهم أو سماه زناراً"(۲)

جس نے آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی اور اس میں ان سے مشابہت اختیار کی۔ یا کندھے پر زرد خرقہ سی لیا، یعنی وہ جوان کا شعار ہے، یا کمر میں باندھا تو کافر ہوگیا، جب کہ وہ ان کفار کے دھاگے یا ڈوری کے مشابہ ہو یا اس کو زنار کہے۔(مترجم)

یہاں تک کہ اگر چہ مزاح وہزل ہی سے پناہ بخدا کسی سے واقع ہو جب بھی یہی حکم ہے۔

اسی میں ہے:

"ولو شبه نفسه باليهود والنصارىٰ أي: صورة أو سيرة علىٰ طريق المزاح والهزل أي: ولو على هذا المنوال كفر."(۳)

اگر مزاح وہزل کے طور پر اپنے آپ کو یہود ونصاریٰ کے مشابہ بنائے ان کی صورت وسیرت

---

(۱) [مشكاة المصابيح، كتاب اللباس: ۱۷۸/۲]

(۲) [شرح الفقه الأكبر: ۳۰۳]

(۳) [شرح الفقه الأكبر: ۳۰۳]

میں، یعنی اس طرز وطریقے پر ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (مترجم)

ملتقط پھر شرح فقہ اکبر میں ہے:

”إذا شد الزنار أو أخذ الغل أو لبس قلنسوة المجوسي جاداً أو هازلاً يكفر“(۱)

جب کوئی زنار باندھے یا طوق ڈالے یا مجوسیوں کے طرز کی ٹوپی لگائے واقعی یا مذاق کے طور پر، اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

”من تزنر بزنار اليهود أو النصارىٰ وإن لم يدخل كنيستهم كفر.“(۲)

جو یہودی یا عیسائی کا زنار پہنے، اگرچہ ان کے کنیسہ میں داخل نہ ہو، کافر ہو جائے گا۔ (مترجم)

پھر اس کا کیا پوچھنا جو نہ صرف ان کی وضع سے ان کے کنیسہ میں جایا کرے بلکہ انہیں کی طرح عبادت بھی کرے۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم۔

نیز فتاویٰ خلاصہ میں امام ابوجعفر الاستروشنی سے ہے:

”لو شد الزنار إن فعل لتخليص الأ ساري لا يكفر. وإلا كفر.“(۳)

اگر زنار باندھا قیدیوں کے آزاد کرانے، نجات دلانے کے لیے، تکفیر نہیں کی جائے گی، ورنہ کی جائے گی۔ (مترجم)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

”يكفر بخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم ويكفر بوضع قلنسوة المجوس على راسه على الصحيح إلا لتخليص الأسير أو لضرورة دفع الحر والبرد عند البعض وقيل إن قصد به التشبيه يكفر وكذا شد الزنار في وسطه“(٤)

---

(۱) [شرح الفقه الأكبر: ٣٠٤]

(۲) [الفتاوى الخلاصة]

(۳) [الفتاوى الخلاصة]

(٤) [مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب السير والجهاد، ألفاظ الكفر أنواع: ٢/٣٣٧-٣٣٨]

مجوسیوں کی نوروز میں شرکت کے لیے نکلا اوران کے ساتھ وہ تمام امور انجام دیے جو وہ اس روز کرتے ہیں،اوران کی طرز کی ٹوپی سر پر لگائی تو اس کی تکفیر کی جائے گی،صحیح مذہب پر،لیکن اگر قیدیوں کو آزاد کرانے۔یا گرمی وٹھنڈ کے دفع کرنے کے لیے ٹوپی لگائی تو بعض کے نزدیک تکفیر نہیں کیا جائے گی،کہا گیا ہے کہ:اگراس سے مشابہت کا قصد کرے تکفیر کی جائے گی،اور یہی حکم کمر میں زنار باندھنے کا ہے۔(مترجم)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

”إن شد المسلم الزنار ودخل دار الحرب للتجارة كفر أي ؛ لأنه تلبس بلباس كفر من غير ضرورة ملجئة ولا فائدة مترتبة بخلاف من لبسها لتخليص الأسارى.وكذا قال أكثر العلماء في لبس السواد أي على منوال لبسهم المعتاد“(١)

مسلمان نے زنار باندھا اور تجارت کے لیے دارالحرب میں گیا کافر ہو جائے گا،یعنی اس لیے کہ اس نے بے ضرورت ملجئہ اور بے فائدہ شرعیہ کافروں کی سی صورت بنائی،ہاں اگر قیدیوں کو آزاد کرانے کے لیے پہنے تو کافر نہ ہوگا۔اسی طرح اکثر علما نے ان کے خاص لباس پہننے پر فتویٰ دیا ہے،یعنی ان کے عادۃً پہننے کے طریقے پر۔(مترجم)

اور جب وہ انہی میں کا ایک ہو گیا تو نکاح باطل ہو گیا۔

” فإن ارتداد أحد الزوجين فسخ في الحال۔“(٢)

زوجین میں سے ایک مرتد ہو گیا تو نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا۔

شرح فقہ اکبر میں خلاصہ وظہیریہ سے ہے:

”من شد على وسطه حبلاً وقال : هذا زنار كفر۔“(٣)

جس نے کمر پر ڈوری (رسی) باندھی اور کہا یہ زنار ہے کافر ہو جائے گا۔(مترجم)

اسی میں ہے:

”وفي الظهيرية وحرم الزوج“ (٤)

---

(١) [شرح الفقه الأكبر:٣٠٤]

(٢) [مجمع الأنهر،كتاب النكاح باب نكاح الكافر:١/٤٤١]

(٣) [شرح الفقه الأكبر:٣٠٤]

(٤) [شرح الفقه الأكبر:٣٠٤]

اور ظہیریہ میں ہے: اور زوج حرام ہوگا۔ (مترجم)

عورت پر اسے کوئی دسترس نہ رہی وہ مختار ہوگئی وہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے۔

وہ شخص ہزل ومزاح کا دعویٰ تو کر نہیں سکتا اور کرے تو بے کار کہ اس سے حکم نہیں بدل سکتا۔ جیسا کہ اوپر ثابت ہوا۔ نہ اکراہ ہی کا دعویٰ کر سکے گا کہ ہزل و اکراہ اگر ہوتا تو اتنے عرصۂ دراز تک اس کا انہی میں گھلا ملا رہنا معنی چہ؟ قید تو نہ تھا؟ کیا اسے وہاں سے چلے آنے کا موقع نہ تھا؟ کیوں یہ وہیں رہتا بستا؟ انہیں جیسا رہا؟ پھر اس کا ثبوت دیتے دیتے اوندھا ہو جائے گا کہ اکراہ شرعی ہوا، اور برابر سال بھر یا اس سے زائد جب سے اب تک بدستور رہا، تو یہ ادعا تو ہاں اگر چلے تو کسی ضرورت اور فائدہ کی راہ چلے گا۔ وہ اگر ایسا ادعا کرے تو اس سے ضرورت وفائدہ دریافت کیا جائے، اگر ضرورت وفائدہ نا قابل قبول شرع ہوگا اس کے منہ پر مارا جائے گا، اور حکم یہی رہے گا۔ اور اگر کوئی ضرورت شرعیہ فائدہ مترتبہ بتائے بھی تو اس سے اس کا ثبوت شرعی لیا جائے کہ وہ ضرورت جب سے اب تک برابر رہی؟ اگر کسی وقت وہ ضرورت نہ پائی گئی اور وہ بدستور روافض کا ہم طریقہ ہی اپنے آپ کو ظاہر کرتا رہا ہو تو بھی یہی حکم رہے گا۔

اور وہ جو ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا:

"لبس تاج الرفضة مكروه كراهة تحريم وإن لم يكن كفراً بناءً على عدم تكفيرهم لقوله عليه الصلاة والسلام: (من تشبه بقوم فهو منهم)"(١)

رافضیوں کا تاج پہننا مکروہ تحریمی ہے، اگرچہ یہ کفر نہیں، کیوں کہ علما نے تکفیر کا قول نہیں کیا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ انھیں میں سے ہے۔ (مترجم)

یہ مبنی بر اختیار عدم تکفیر بعض روافض ہے جیسا کہ خود اسی قول میں مصرح ہے۔ یہ اختلاف پہلے تھا کہ روافض میں فرق تھا بعض غالی ہوتے تھے اور بعض غیر غالی۔ غالی کی تکفیر پر اتفاق تھا اور غیر غالی کی تکفیر میں اختلاف۔ بہت لوگ سب کو کافر کہتے تھے اور محتاطین غیر غالی کی تکفیر نہ فرماتے تھے۔ آج یہ اختلاف نہیں کہ ہر رافضی غالی ہے۔ اور جو بالفرض خود ایسے عقائد کفریہ نہ رکھتا ہو جن کی بنا پر اس کی تکفیر قطعی ہو تو وہ ان کفریات کے معتقدین کو مسلمان جانتا بلکہ ان میں جو مجتہد مانے جاتے ہیں انہیں مجتہد وپیشوا مانتا ہے، اور ایسے کافر کو جو قطعاً حتماً جزماً کافر ہو مسلمان ہی جاننا کفر ہے نہ کہ امام ومجتہد وپیشوا ماننا۔

---

(١) [شرح كتاب الفقه الأكبر: ٣٠٤]

غالی روافض کا حکم اسی شرح فقہ اکبر میں دیکھیے:

"الغلاة من الروافض الذين يدعون أن جبرائيل عليه السلام غلط في الوحي ، فإن الله تعالىٰ أرسله إلىٰ عليّ رضي الله تعالىٰ عنه، وبعضهم قالوا: إنه إله وإن صلوا إلى القبلة ليسوا بمؤمنين" (۱)

غالی قسم کے روافض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ: جبرائیل علیہ السلام نے وحی پہنچانے میں غلطی کردی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس وحی بھیجی تھی۔ بعض روافض کہتے ہیں کہ: حضرت علی خدا ہیں۔ اور اگر وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں پھر بھی مسلمان نہیں ہیں۔

فتاویٰ بزازیہ پھر تنبیہ الولاۃ رسالہ علامہ شامی میں ہے:

"يجب إكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا وبنسخ الأرواح وانتقال روح الاله إلى الأئمة، وإن الأئمة الهة ـ وفي قولهم بخروج إمام ناطق بالحق وانقطاع الأمر والنهي وبقولهم: إن جبرائيل عليه السلام غلط في الوحي إلىٰ محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، دون عليّ كرم الله وجهه وأحكام هؤلاء أحكام المرتدين."(۲)

ترجمہ: روافض کو اس بنا پر کافر قرار دینا لازم کہ ان کا عقیدہ ہے کہ مردے دنیا میں ہی واپس آتے ہیں جیسے تناسخ (ہندوؤں کے آواگون) کا عقیدہ اور معبود کی روح کا اماموں میں حلول کر جانا، لہٰذا یہ امام معبود ہیں۔ نیز ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ایک حق پرست امام ظاہر ہوئے والد ہے اس وقت امر ونہی منقطع ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل سے وحی پہنچانے میں غلطی ہوئی کہ حضرت علی کے بجائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا دیں۔ ان روافض کا حکم مرتدین جیسا ہے۔۱۲م

غنیۃ المستملی میں ہے:

"يجوز الاقتدا به مع الكراهة إذا لم يكن ما يعتقده يؤدي إلى الكفر عند أهل السنة أما لو كان مؤدياً إلى الكفر فلا يجوز أصلاً كالغلاة من الروافض الذين يدعون الألوهية لعليّ رضى الله تعالىٰ عنه أو أن النبوة كانت له فغلط جبرئيل ونحوه ذلك

(۱) [شرح كتاب الفقه الأكبر:۲۷]

(۲) [الفتاوى البزازية مع الهندية.۶/۳۱۸]

مما هو كفر و كذا من يقذف الصديقة."(١)

ترجمہ: کسی ایسے فاسق کی اقتدا بکراہت جائز ہوگی جس کا فسق اہل سنت کے نزدیک کسی کفری عقیدے کی طرف نہ لے جائے۔ اور اگر کفر کی طرف لے جائے تو پھر اقتدا قطعاً ناجائز، جیسے غالی رافضی کہ حضرت علی کے لیے الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نبوت تو حضرت علی کے لیے تھی، یہ جبرئیل سے غلطی ہوئی، اسی طرح دوسرے کفریات بھی، نیز امام المومنین پر تہمت لگانا۔

اسی میں ہے:

"غلاة الروافض ومن ضاهاهم فإن أمثالهم لم يحصل منهم بذل وسع الاجتهاد فإن من يقول بأن علياً هو الاله أو بأن جبريل غلط ونحو ذلك من السخف إنما هو متبع محض الهوىٰ وهو اسوأ حالاً ممن قال:" ما نعبد هم إلا ليقربونا إلى الله زلفىٰ" فلا يتأتى من مثل الإمامين العظيمين أن لا يحكم بأنهم من أكفر الكفرة وإنما كلا مهما في مثل من له شبهة فيما ذهب إليه وإن كان ماذهب إليه عند التحقيق في حدذاته كفراً كمنكر الرؤية وعذاب القبر ونحو ذلك فإنه إنكار حكم النصوص المشهور والإجماع إلا أنهم شبهة قياس الغائب على الشاهد ونحو ذلك مما علم في الكلام و كمنكر خلافة الشيخين و الساب لهما فإن فيه إنكار حكم الإجماع القطعي إلا أنهم ينكرون حجة الإجماع باتهامهم الصحابة فكان لهم شبهة في الجملة وإن كان ظاهرة البطلان بالنظر إلى الدليل فبسبب تلك الشبهة التي ادى إليها اجتهادهم لم يحكم بكفرهم مع أن معتقدهم كفر احتياطاً بخلاف مثل ذكرنا من الغلاة فتأمل اه. مختصراً."(٢)

ترجمہ: غالی رافضی اور ان جیسے، کہ یہ لوگ طلب حق کے لیے حتی الامکان جد و جہد نہیں کرتے، کیوں کہ ان میں کے بعض تو حضرت علی کو معبود ٹھہراتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل سے وحی پہنچانے میں خطا ہوئی، اور اسی طرح کی بے ہودہ باتیں، یہ سب خواہش نفس کی پیروی ہے اور ان کا حال تو ان مشرکین سے بھی برا ہے جو یہ کہتے ہیں تھے کہ ہم بتوں کو صرف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے

---

(١) [غنية المستملي شرح منية المصلي: ص ٥١٥]

پوجتے ہیں، لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ امام اعظم اور امام شافعی جیسے ائمہ ان پر کفر وارتداد کا حکم نہ لگائیں۔ ہاں ان کا اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا ایسے لوگوں کے بارے میں ہے جن کے کفر میں شبہہ ہو اگر چہ ان کا مذہب فی حد ذاتہ تحقیق کے پیش نظر کفر ہو، جیسے رویت باری تعالیٰ اور عذاب قبر وغیرہ کا انکار، کہ اس میں نصوص مشہورہ اور اجماع کا انکار ہے۔ مگر ان کی طرف سے یہ شبہہ ہے کہ تم نے غائب کو حاضر پر قیاس کیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی شبہات ہیں جو علم کلام میں مذکور ہیں۔ اور جیسے خلافت شیخین کا منکر، ان پر تبرا کرنے والا، کہ اس میں اجماع قطعی کا انکار ہے۔ مگر یہ لوگ اجماع کا انکار اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک صحابہ متہم ہیں۔ تو یہ ان کی طرف سے ایک شبہہ ہوا اگر چہ یہ دلیل کی رو سے ظاہر البطلان ہے، لہٰذا ان کے اس شبہہ کی وجہ سے جس کی طرف ان کو ان کا اجتہاد لے گیا ان پر کفر کا حکم احتیاطاً نہیں لگایا گیا اگر چہ ان کا یہ اعتقاد کفر ہے، مگر غالی روافض میں ایسا نہیں (کہ وہاں اجتہاد نہیں محض خواہش نفس کی پیروی میں انھوں نے وہ قول کیا)، فتأمل

شفا قاضی عیاض ودر مختار وغیرہ معتمدات اسفار میں ایسے کے بارے میں جس کا کفر قطعی ہو فرمایا:

"من شك في كفره وعذابه فقد كفر."(۱)

جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔

تو اگر کوئی رافضی ایسا ہو جو خود ان کفریات قطعیہ کا معتقد نہ ہو ممکن ہے، مگر ان میں ایسا کوئی نکلے گا، جو ان عقائد کفریہ رکھنے والے کو کافر جانے اور ان اپنے مجتہدین کو جو ان کفریات کے معتقد ہیں امام وپیشوا اور مجتہد نہ مانے، یہ شخص اگر ان کفریات اور ان کے مثل مثلاً تحریف وتبدیل وتنقیص قرآن یا تفضیل مولیٰ علی واہل بیت اطہار بر انبیا علیہ وعلیہم السلام کا معتقد نہ مانا جاے، اور نہ یہ کہ وہ قذف حضرت سیدتنا عائشہ کا مرتکب ہوا نہ یہ کہ اس نے سب شیخین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یا انکار صحبت وخلافت کا ارتکاب کیا کہ پہلے کفریات کی بنا پر اجماعی قطعی کافر کہا جاتا اور سب وانکار صحبت وخلافت پر بھی اکثر فقہا کے طور پر کافر ٹھہرتا مگر جب وہ ان میں ایسا گھلا ملا تو لا اقل اس پر اتنا الزام ضرور آیا کہ وہ روافض کو کافر نہیں جانتا بلکہ ان کی طرح عبادت کا اختیار بھی بتاتا ہے کہ وہ انہیں کو حق پر مانتا ہے جب تو اپنا طریقہ چھوڑ کر ان کا پکڑتا ہے تو یہی اس کے کافر ہونے کو بس ہے۔

مگر ممکن ہے کہ وہ یہ ادعا کرے کہ مجھے روافض کے ان عقائد خبیثہ کفریات قطعیہ کا علم نہ تھا، اتنا ہی

جانتا تھا کہ روافض سب صحابہ کرتے اور خلافت شیخین سے انکار رکھتے ہیں وبس، اس ادعا سے اگر چہ اس پر اجماعی حکم نہ ہوگا مگر حکم رفض ضرور ہوگا کہ انہیں اہل حق مانا، اس حکم سے بینونت زوجہ میں کوئی فرق نہ ہوگا کہ سب وانکار صحبت وخلافت شیخین ضرور کفر ہے اگر چہ مرتکب کو شبہہ کا فائدہ دیا جاے، اور لفظ کافر کا اطلاق نہ کیا جاے، شبہہ کا فائدہ اتنا ہی ہے کہ وہ لفظ اسے نہ کہا جاے گا، مگر اس قول وفعل کی بنا پر جس کا وہ مرتکب ہوا، اس پر حکم توبہ وتجدید ایمان ونکاح یقیناً ہوگا۔

فتح القدیر وحاشیہ شامی علی التبیین وغنیۃ وغیرہ میں ہے:

"ذلك المعتقد في نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وإن لم يكفر."(١)

اس کا اعتقاد فی نفسہ کفر ہے، تو اس کا قائل کفر کا قائل ہے، اگر چہ تکفیر نہ کی جائے گی۔

مجمع الانہر وغیرہ میں ہے:

"مايكون كفراً بالاتفاق يوجب إحباط العمل كما في المرتد وتلزم إعادة الحج إن كان قد حج ويكون وطؤه حينئذ مع امرأته زنا والولد الحامل منه في هذه الحالة ولد زنا."(٢)

جو بالاتفاق کفر ہے وہ عمل کے برباد وضائع ہونے کا سبب ہوگا، جیسا کہ مرتد میں ہے، اور حج کا اعادہ لازم ہوگا، اگر حج کر چکا تھا، اور اس وقت بیوی سے وطی کرنا زنا ہوگا، اور اس وطی سے پیدا ہونے والا بچہ ولد الزنا ہوگا۔ (مترجم)

بلکہ جس کا کفر ہونا مختلف فیہ ہو ایسے کفر کے ارتکاب پر بھی علما حکم توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح فرماتے ہیں۔

اسی میں ہے:

"وما كان في كونه كفرًا اختلاف يؤمر قائله بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع من ذلك احتياطاً."(٣)

جس کا کفر ہونا مختلف فیہ ہو تو ایسے کفر کے ارتکاب کرنے والے کو احتیاطاً توبہ، تجدید ایمان اور

---

(١) [فتح القدير لابن الهمام : باب الامامة، ١/٣٥١]

(٢) [مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ١/٦٨٧]

تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔

اگر فی الواقع وہ ان کے عقائد کفریہ میں شریک نہیں، اسے وہ عقائد معلوم ہی نہیں اور معلوم ہونے پر وہ بے تکان انہیں کافر و مرتد جانے، نہ اس سے تبرا واقع ہوا، وہ تبرا کو ملعون جانتا اور تبرائی کو مذہب سے خارج مانتا ہے، نہ اس سے انکار خلافت وصحبت واقع ہوا، انکار کرنے والے کو گم راہ جانتا ہے، دل سے سنی مذہب کے علاوہ ہر مذہب کو باطل جانتا ہے، اب بھی قضاءً ضرور یہی حکم ہوگا کہ سبّ شیخین وانکار خلافت بلکہ قذف حضرت سیدتنا عائشہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ مشہور ومعروف اور روافض کا طریقۂ عبادت ان کا شعار اور بے اکراہ بے فائدہ اس کا اختیار اس حکم کے لیے کافی، اور عورت کالقاضی وہ ہرگز نہ مانے گی، بلکہ دیانۃً بھی۔

فإنه من كفر بلسانه طائعاً وقلبه مطمئن بالإيمان فهو كافر عند الله تعالىٰ كما صرح به العلماء في غيرما كتاب.(١) والله تعالىٰ أعلم بالصواب۔(١)

ایک شخص نے زبان سے حالت خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالاں کہ اس کا دل ایمان پر تھا، تو وہ کافر ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن نہیں۔ جیسا کہ علما نے متعدد کتابوں میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔ اور صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے۔

عدت وہی تین حیض کا بعد طلاق شروع ہو کر ختم ہو جاتا ہے جو عدت طلاق ہے وہی اس کی عدت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

طلاق کنایہ کے الفاظ خبر دینے کے لیے کہے تو ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوگی

مسئلہ: (۱۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے یہ کہہ کر کہ تو میرے نکاح سے باہر ہے، میری بیوی نہیں رہی، اور نہ میرے کام کی ہے، اور لفظ لعن تک کہے، اور تعلقات زن وشوہر منقطع کرکے اس کے والدین کے گھر بھیج دیا۔ اور زید نے خود ایک دوسری عورت بازاری سے تعلق کرکے اپنے پاس رکھ لیا۔ زید کی زوجہ جب سے اب تک جس کو زمانہ دو سال کا گزرتا ہے اپنے والدین کے پاس ہے، ایسی صورت میں زید کی زوجہ زید کے

---

(۱) [مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر: باب الصبي العاقل إذا ارتد، ١/٦٨٨]

نکاح میں رہی یا نہیں؟

از قصبہ آنولہ قلعہ ضلع بریلی مرسلہ جناب سید لائق علی صاحب ۱۴/ ربیع جمادی الاخریٰ ۵۲ھ

الجواب

زید کی زوجہ کو طلاق ہوگئی اور تین حیض گذرنے سے غیر حاملہ کی عدت گذر جاتی ہے دوبارہ نکاح بغیر حلالہ ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عزیز احمد قادری دار العلوم قادریہ بدایوں

من أجاب فقد أصاب عبیداللہ غفرلہ

قد أصاب من أجاب ابوالحمید محمد رضوان الرحمٰن الحنفی المدرس بالمدرسۃ القادریہ

الجواب الصحیح۔ محمد یٰسین عفی عنہ

الجواب صواب احدالدین عفی عنہ

الجواب

سوال اگرچہ بہت ہی گول (مول) تھا مگر سوال دیکھتے ہی یہ خیال ہوا کہ شوہر نے یہ الفاظ بطور انشا نہیں کہے ہوں گے، بلکہ اخباراً۔ سائل سے واقعہ کی تفصیل پوچھی تو یہی معلوم ہوا کہ اس نے یہ الفاظ اس لیے کہے تھے کہ عورت اس کی بے اجازت چلی گئی تھی، جاہلوں میں یہ غلط بات مشہور ہے کہ عورت اگر بے اجازت شوہر گھر سے قدم باہر نکالے تو وہ نکاح سے باہر ہو جاتی ہے، شوہر نے اس باطل بات پر وہ کہا نہ یہ کہ اسے طلاق دینا مقصود تھا، اور اس وقت طلاق دینے کے لیے یہ الفاظ کہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اصلاً طلاق نہ ہوئی اور اگر واقعہ یہ نہ بھی ہوتا بلکہ بطور خود اس نے یہ الفاظ کہے ہوتے جب بھی علی الاطلاق طلاق کا حکم صحیح نہیں ہوتا کہ یہ کنایات ہیں اور کنایہ محتاج نیت۔ وہ اگر بقسم کہہ دیتا کہ میں نے اس سے طلاق کا ارادہ نہ کیا طلاق کا حکم نہ ہوتا اگر اقرار نیت کرتا تو طلاق کا حکم دیا جاتا۔

فتاویٰ امام فقیہ النفس قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیز ہندیہ میں ہے:

”لو قال لها: لا نكاح بيني وبينك أو قال: لم يبق بيني وبينك نكاح يقع الطلاق إذا نوى.“(۱)

عورت سے کہا: میرے اور تیرے درمیان نکاح نہیں، یا کہا: میرے اور تیرے درمیان نکاح باقی

(۱) [الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الخامس

نہیں،طلاق واقع ہوجائے گی جب کہ طلاق کی نیت کرے۔(مترجم)

بلکہ فتاویٰ خانیہ میں فرمایا:

"لو قال: لها فسخت نكاحك يقع الطلاق إذا نوىٰ۔"(۱)

عورت سے کہا:میں نے تیرا فسخ کردیا،طلاق واقع ہوجائے گی،جب کہ طلاق کی نیت کرے۔(مترجم)

تو میری بیوی نہ رہی" تو ظاہر ہے کہ اخبار ہی ہے۔نہ میرے کام کی ہے" کنایہ ہے محتاج نیت تو علی الاطلاق حکم طلاق یقیناً محض باطل۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

سسر کا اپنی بہو سے زنا ثابت ہونے پر بیٹے کے لیے اس کی بیوی حرام ہوجاتی ہے

(۱۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنا لڑکا عمرو کی بی بی کے ساتھ زنا کیا اب وہ عورت عمرو کو حلال ہے یا نہیں؟اب زید کے لیے کیا حکم ہے؟بینوا بالدلیل توجروا عند الرب الجلیل۔

الجواب

اس صورت میں عمرو کی بیوی اس پر ابدی حرام ہوگئی اس پر فرض ہے کہ اس سے جدا ہوجائے،اور متارکہ کرے کہ جب امساک بمعروف ناممکن ہوگیا تو تسریح باحسان ہی فرض رہ گئی۔

قال تعالیٰ:

﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾(۲)

بھلائی کے ساتھ روک لینا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

عالمگیریہ میں ہے:

"تحرم المزني بها علىٰ آباء الزاني وأجداده وإن علوا وأبنائه وإن سفلوا كذا في فتح القدير"(۳)

---

(۱) [فتاویٰ قاضی خان کتاب الطلاق فصل فی الکنایات والمدلولات: ۱/۴۱۲]

(۲) [سورة البقرة:۲۲۹]

مزنیہ زانی کے آبا واجداد پر حرام ہے گرچہ اوپر تک ہوں، اسی طرح زانی کے بیٹوں پر حرام ہے گرچہ نیچے تک ہوں۔ (مترجم)

زنا تو زنا والعیاذ باللہ تعالیٰ مس وتقبیل بشہوت ہی سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے، مگر یہ حکم جب ہے جب کہ عمرو نے اس کو تسلیم کرلیا ہو اور اگر وہ اسے جھوٹ جانتا ہو اسے یہ مسلم نہ ہو تو وہ اس پر حرام نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"رجل تزوج امرأة علىٰ أنها عذراء فلما أراد وقاعها وجدها قد افتضت فقال: لها من افتضك فقالت: أبوك، إن صدّقها الزوج بانت منه ولا مهر لها، وإن كذبها فهي امرأته كذا في الظهيرية۔"(١)

کسی نے عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ باکرہ ہے، لیکن جب اس سے جماع کرنے کا قصد کیا تو اس کا پردۂ بکارت زائل پایا، پوچھا: کس نے تیرا پردۂ بکارت زائل کیا؟ بولی؟ تیرے باپ نے۔ خاوند اگر اس کی تصدیق کردے تو وہ بائنہ ہو جائے گی، اور اس کے لیے مہر بھی نہ ہوگا، اور اگر تکذیب کردے تو وہ علیٰ حالہا اس کی بیوی ہے، یوں ہی ظہیریہ میں مذکور ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"قبل الأب امرأة ابنه بشهوة وهي مكرهة وأنكر الزوج أن يكون بشهوة فالقول قول الزوج، وإن صدقه الزوج وقعت الفرقة ويجب المهر على الزوج ويرجع بذلك على الذي فعل إن تعمد الفاعل الفساد، وإن لم يتعمد لا يرجع، وفي الوطء لا يرجع وإن تعمد بالوطء الفساد، لأنه وجب الحد، والمال مع الحد لا يجتمع."(٢) والله تعالىٰ أعلم

باپ نے اپنے بیٹے کی بیوی کا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا، اور عورت کو یہ حرکت ناپسند ہو، زوج نے شہوت سے بوسہ لینے کا انکار کیا تو بات زوج کی مانی جائے گی، اور اگر زوج تصدیق کردے، فرقت واقع ہو جائے گی، اور زوج کو مہر دینا ضروری ہوگا، خاوند اس شخص پر رجوع کرے گا جس نے یہ کام فسادِ نکاح

(١) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات: ١/٣٥٤]

کے قصد سے کیا ہو، اور اگر فساد نکاح کا قصد نہ کیا ہو تو رجوع نہیں کرسکتا۔ اور وطی میں رجوع نہیں کرے گا گرچہ وطی سے فساد نکاح کا ارادہ کیا ہو، کیوں کہ یہ وطی موجب حد ہے، اور مال حد کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

وعدۂ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی

(۱۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بخدمت شریف جناب حضرت مولانا مولوی مفتی اعظم ہند قبلہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب

زید کی اہلیہ اپنے شوہر سے اکثر بدزبانی کرتی تھی چناں چہ ایک روز زید نے تنگ آکر اپنی اہلیہ کو تنبیہاً اور تاکیداً دھمکایا اور ڈرایا کہ تم ہمیشہ میرے خلاف جواب دیتی ہو اور نا ملائم گفتگو اور میری توہین کرتی ہو آئندہ اگر تم نے ایسی حرکت کی تو میں تم کو ایک دو اور تین بول کہہ دوں گا۔ بس صرف یہی الفاظ ہیں زید کے آیا اس طرح کہہ دینے میں کیا طلاق ہوگی؟

از نوساری ضلع سورت نزد جمعہ مسجد مرسلہ عبدالرحمٰن حاجی قادر بھائی صاحب میمن ۱۲/ذی قعدہ ۵۲ھ

الجواب

اس سے طلاق نہیں ہوگی بلکہ اگر وہ "بول" کی جگہ لفظ "طلاق" بھی کہتا جب بھی طلاق نہ ہوتی کہ تین بول کہہ دوں گا وعدہ طلاق ہے نہ کہ خود طلاق، وعدہ طلاق سے طلاق نہیں ہوسکتی۔

فتاویٰ خلاصہ وعالمگیری میں ہے:

"سئل نجم الدين عن رجل قال لإمرأته: اذهبي إلىٰ بيت أمك۔ فقالت: طلاق ده تا بروم فقال: تو برو من طلاق داده فرستم۔ قال: لا تطلق؛ لأنه وعد"(۱)

علامہ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا، جس نے اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے میکے چلی جا۔ بولی: طلاق دے دو چلی جاؤں گی، مرد نے کہا: تو جا میں طلاق دے کر بھیج دوں گا آپ نے جواب دیا: عورت مطلقہ نہ ہوگی، اس لیے کہ یہ تو وعدہ ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الجاني في إيقاع الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية: ۱/۴۸۵]

پھر اگر وعدہ نہ ہوتا جب بھی طلاق کا حکم جب ہوتا جب عورت پھر کوئی بے ہودہ گفتگو کرتی، جواب دیتی، توہین کرتی۔ اور تین بول سے طلاق ہی عرفاً مراد ہوتی ورنہ اس صورت میں بھی شوہر کی نیت معلوم کی جاتی کہ تین بول سے تیری کیا مراد تھی، اگر وہ طلاق مراد ہونے کا انکار کرتا جب بھی حکم طلاق نہ ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

طلاق دے کر اقرار کرنے سے طلاق ثابت ہو جائے گی خواہ زبانی دی ہو یا تحریری

(۱۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو کئی گواہوں کو ضامن کر کے صدق دل سے اپنی زبان میں تین چار مرتبہ کہا کہ میں نے طلاق دی جس کو عرصہ تقریباً اب تک دو سال کا گذر چکا ہے، اب زید مذکور دوبارہ اپنی زوجہ ہندہ مذکور کو طلب کر رہا ہے اور کہتا ہے: بلا تحریر کے طلاق واجب نہیں ہے، میں اپنی بیوی کو لینا چاہتا ہوں اور ہندہ عورت بھی اس وقت جوان العمر ہے۔ اس حالت میں مطابق شریعت مطہرہ مفصل طور پر تحریر فرما دیجیے کہ اس میں کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

از کریم اللہ خاں صاحب مدرس مدرسہ جامع مسجد بیسل پور پیلی بھیت

الجواب

جب تین بار اس نے زبانی طلاق دے دی اور اس کا اسے اقرار ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں صرف یہ شبہہ ہے کہ بلا تحریر دی ہیں، لہٰذا نہ ہوئیں تو عورت پر تینوں طلاقیں ہو جانے کا حکم ہے۔ عورت اب اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوگئی کہ بے حلالہ اب کبھی اس پر حلال نہیں ہو سکتی۔ یہ بے ہودہ عذر عدم تحریر محض باطل بالکل ناکارہ اور مردود ہے۔ طلاق ہو جانے کے لیے تحریر ہرگز لازم نہیں۔ طلاق گواہوں سے ثابت، اس کے اقرار سے یہ ثابت کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، لکھتا تو اس کے خط یا دستخط یا نشان انگشت سے تو اتنا ثبوت ہوتا بھی نہیں۔ طلاق دینے میں اصل تو زبان ہی سے طلاق دینا ہے، تحریر کرنے میں بھی طلاق ہو جاتی ہے، اور اس کی وجہ علما یہی بیان فرماتے ہیں: "القلم أحَدُ اللسانين(۱) واللہ تعالیٰ أعلم."

قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [رد المحتار على الدر المختار: فصل في البيع، ٦/٤١٠]

ثبوت طلاق کے لیے اقرار یا گواہوں کا ہونا ضروری ہے

(۱۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندہ کا نکاح نابالغی کی حالت میں اس کے ہم کفو زید سے ہوا تھا مگر عرصہ بعد زید نے اسے طلاق دے کر نکال دیا، اس لیے ہندہ مدت سے اپنے میکہ بیٹھی ہے اور زید طلاق دینے سے انکار کر کے ہندہ کا خواہش مند ہے، لیکن ہندہ کسی عنوان جانے پر راضی نہیں، اس معاملہ کو عرصہ گذرا، اب لڑکی کے والدین کو یہ معلوم ہوا ہے کہ ہندہ کا دوسرا نکاح کر دو ورنہ ہندہ مذہب تبدیل کر دے گی یا زانیہ ہو جائے گی، لیکن ہندہ کے والدین تحریری طلاق نامہ کے منتظر ہیں اور زید کہتا ہے کہ ہم طلاق نہیں دیں گے، اس لیے دریافت طلب امر ہے کہ اگر واقعی زید نے طلاق دے دیا ہو، اور اس کی کوئی تحریر نہ ہو تو کیا طلاق صحیح نہیں ہے، اور کیا طلاق نامہ کے انتظار میں ہندہ کو غیر مذہب، آریہ، عیسائیہ، یا زانیہ ہونے دیں، مگر اس کا نکاح کسی دوسرے سے نہ کیا جاوے۔ براہ نوازش جواب صاف تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

از بنارس سٹی مرسلہ عبدالرحمٰن

الجواب

تحریری طلاق ہونا کوئی ضروری نہیں، جب زید نے زبان سے طلاق دی طلاق ہوگئی، مگر ثبوت طلاق کے لیے گواہ درکار ہیں، یا زید کا اقرار۔ جب یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو صرف عورت کے کہنے پر حکم طلاق نہیں ہوسکتا، زید نے اگر دی ہے تو اس پر فرض ہے کہ اقرار طلاق کرے، اور حرام ہے کہ انکار کرے، جب تک وہ جھوٹ انکار کرے گا، حق اللہ وحق العبد میں گرفتار رہے گا۔ اللہ سے ڈرے اور عورت پر ظلم نہ کرے، عورت جس نے معاذ اللہ تبدیل مذہب کا ارادہ کیا کہ اگر دوسرا نکاح نہ کیا جائے گا تو وہ پناہ بخدا، آریہ یا عیسائیہ ہو جائے گی وہ اس ناپاک ارادہ سے فی الحال مرتدہ ہوگئی۔ اس پر توبہ فرض ہے اور تجدید ایمان لازم۔ از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اسلام لائے۔ وہ زنا سے بچنے کے لیے تبدیل مذہب چاہتی ہے حالانکہ مرتدہ ہو کر زنا سے کسی طرح نہیں بچ سکتی، جس سے وہ اپنا نام کا نکاح کرے گی زنا ہی ہوگا، اور اگر وہ زنا سے بچتی بھی تو زنا سے بچ کر کفر کے گڑھے میں گرنا اس سے بھی بدتر ہے کہ بوندوں سے بھاگ کر پرنالہ کے نیچے کھڑی ہو جاتی، خدا اسے عقل دے اور توبہ کی توفیق۔ اگر فی الواقع زید اسے طلاق دے چکا ہے تو وہ نکاح کا اقدام کر سکتی ہے، مگر اب بعد توبہ وتجدید ایمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الفاظ کنایہ سے مقصود خوف زدہ کرنا تھا تو طلاق نہ ہوئی

(۱۹) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میرے اور میرے لڑکے میں تکرار تھا جس کی وجہ سے میرے گھر میں میرے لڑکے کے ہمراہی ہوکر میرے سے لڑنے لگی اور لڑتے وقت یہ الفاظ منہ سے نکالے میں اب جورو بن کر رہنا نہیں چاہتی ہوں، ماں بہن بن کر رہ سکتی ہوں۔ اس پر میں نے کہا میں اس طریقہ سے رکھنا نہیں چاہتا۔ اس پر وہ اپنے لڑکے کے ہمراہی اپنی لڑکی کے ہاں چلی گئی۔ اس کے دو تین گھنٹہ کے بعد جب کہ میں کواڑ بند کر کے لیٹ گیا تھا لڑکا آیا اور کہا کہ کواڑ کھولو۔ میں نے جواب دیا کہ میں کواڑ نہیں کھولوں گا۔ لڑکے نے جواب دیا کیا میں تمہارا لڑکا نہیں ہوں، میں نے کہا میں ایسا لڑکا بنانا نہیں چاہتا ہوں۔ پھر کہا کہ کواڑ کھولو ورنہ میں کواڑ توڑ دوں گا، اور یہ کہہ کر کواڑ توڑ ڈالے۔ مجھ کو تو غصہ آہی رہا تھا، میں نے کہا اس کی رپورٹ پولیس میں لکھواؤں گا، اور پولیس کی طرف چلا، اور میرے ہمراہی لڑکا بھی چلا اور امیر احمد ہمسایہ بھی آ گیا۔ لڑکا اور امیر احمد خوشامد کرنے لگے، مگر میں نے نہیں مانا چلتے چلتے پیر جی رحم الٰہی کے مکان تک پہونچ گیا۔ یہاں پر پیر جی رحم الٰہی اور میرا داماد فضل احمد آ گئے، پیر جی رحم الٰہی اور امیر احمد نے میرے داماد فضل احمد سے کہا کہ تم لڑکے کو لے جاؤ ہم ان کو سمجھا کر لاتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے مجھ کو سمجھایا اور واپس میرے مکان کی طرف مجھ کو پیر جی رحم الٰہی اور امیر احمد لے کر آئے۔ مکان پر آ کر دیکھا تو لڑکا دروازہ پر کھڑا ہے دیکھ کر پھر غصہ آیا، اور میں نے کہا کہ دور ہو جا، اس وقت اس کی والدہ بھی آ گئی اور کہنے لگی کہ میں مکان میں جاؤں گی۔ میں نے کہا کہ میں بہن بنا کر رکھنا نہیں چاہتا ہوں۔ پھر لڑکے کی طرف اسی غصہ کی حالت میں برا کہنے لگا، اور جب مجھے زیادہ غصہ آیا تو میں نے کہا لو ایک دو تین کہا۔ نہ میرا مقصد پہلے کچھ تھا نہ اس وقت صرف میرا مقصد تنبیہ کرنے کا تھا جس کی وجہ سے یہ الفاظ نکلے اس کے بعد وہ دونوں لڑکا اور اس کی والدہ اپنی لڑکی کے یہاں چلی گئی، اس پر شرعی حکم کیا ہے۔ مکرر اس میں ہے کہ حاجی اللہ رکھا صاحب عرف مبارک حسین صاحب سے بعد نماز صبح دعا کی فراغت کے بعد مذاق میں میں نے یہ ضرور کہا کہ ہمارے اچھے پیش امام ہوئے کہ ہم کو بھی اپنے جیسے کر لیا۔ دوپہر کے وقت قاضی احسان الحق صاحب سے بھی ذکر کیا کہ میں آزاد ہو گیا۔

از سہارن پور معرفت مولوی شرف علی صاحب قادری رضوی بنگالی۔ ۳ر جمادی الاولیٰ ۵۴ھ

الجواب

اگر واقعی زید نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہ کیا تھا محض تخویف مقصود تھی طلاق دینا مقصود نہ تھا جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے تو اس صورت میں حکم طلاق نہیں دیا جا سکتا۔ اگر جھوٹ کہتا ہے تو وبال اس کے سر ہے کہ اگر واقع میں اس نے وہ لفظ بہ نیت طلاق کہے تھے، تو عورت پر طلاق مغلظہ ہوگئی، وہ ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو چکی جب تک حلالہ نہ ہو، اور یہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ بول کر اس حرام خدا کو اپنے لیے رہنے کا حکم کرانا چاہتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔

عالمگیریہ میں ہے:

"لو قال لها تراسه داده ونوى الطلاق يقع كذا في خزانة المفتين."(۱)

عورت سے کہا: تجھے میں نے تین طلاق دیں اور طلاق کی نیت کی، طلاق واقع ہو جائے گی، یوں ہی خزانۃ المفتین میں مذکور ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"لو قال: انت بثلاث، وقعت ثلاث إن نوى، ولو قال: لم أنو لا يصدق إذا كان في حال مذاكرة الطلاق وإلا صدق۔ ومثله بالفارسية "توبسه" على ما هو المختار للفتوىٰ."(۲)

اگر کہا: تجھے تین ہیں، (تو تین والی ہے) تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اگر تین کی نیت ہو، اور اگر کہا: میں نے نیت نہیں کی اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی جب کہ وہ حالت مذاکرۂ طلاق میں ہو، ورنہ تصدیق کی جائے گی، اسی طرح اگر فارسی میں "تو بسہ" کہا یہی حکم ہوگا۔ جیسا کہ یہی مختار للفتویٰ ہے۔ (مترجم)

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:-

"رجل قال لامرأته: ترا یکے، اوترا سہ، او قال تو یکے اوتو سہ، قال ابو القاسم الصفار: لا يقع شيء۔ وقال الصدر الشهيد: يقع إذا نوى، قال: وبه يفتى۔ قال القاضي: وينبغي أن يكون الجواب على التفصيل إن كان في حال مذاكرة الطلاق أو في حال الغضب

---

(۱) [الفتاوىٰ الهندية كتاب الطلاق الباب الثاني في ايقاع الطلاق الفصل السابع: ۱/۴۷۹]

(۲) [الفتاوىٰ لاهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق الفصل الأول في

يقع الطلاق، وإن لم يكن لا يقع إلا بالنية كما قال بالعربية: انت واحدة۔ ولو قال: این زن کہ مراست بسہ ،قال ابو نصر الدبوسي لايقع۔ وقال ابو بكر العياض إن نوى الطلاق يكون طلاقاً، ولو قال انت بثلاث، قال الشيخ ابو بكر محمد بن الفضل: إذا نوى يقع۔ وفي مجموع النوازل: امرأة طلبت الطلاق من زوجها فقال لها دادم یکے ودودوسہ يقع الثلاث بدون النية۔ وفي فتاوىٰ النسفي: امرأة طلبت من الزوج أن يحلف بطلاقها فحلف اگرفلاں کردم توسہ أجاب أنها لا تطلق۔ وفي فتاوى الفضلي قال لها: انت مني ثلاث إن نوى طلقت وإن قال: لم أنو، لم يصدق إذا كان الحال حال مذاكرة الطلاق، ولوقال: توسہ اي : ونوى الطلاق يقع . والله تعالىٰ أعلم۔"(۱)

مرد نے بیوی سے کہا: تیرے لیے ایک۔ تیرے لیے تین۔ یا کہا: تو ایک کے لیے یا تو تین کے لیے۔ ابو القاسم صفار فرماتے ہیں: اس صورت میں کچھ واقع نہ ہوگا۔ صدر شہید فرماتے ہیں: طلاق واقع ہوجائے گی جب کہ نیت ہو، فرمایا: یہی مفتی بہ ہے، قاضی نے کہا: جواب میں تفصیل ہونا چاہیے، اگر مذکورہ گفتگو مذاکرۂ طلاق کے دوران ہوئی یا غصہ کی حالت میں، طلاق واقع ہوجائے گی، اگر یہ نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی، مگر نیت ہو تو بہر حال طلاق واقع ہوگی۔ جیسے عربی میں کہا: "انت واحدة " "تو ایک والی ہے" اگر کہا: "یہ عورت جو میری ہے تین والی ہے" ابو نصر دبوسی کہتے ہیں: طلاق واقع نہ ہوگی، ابو بکر عیاض کہتے ہیں: اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ اگر کہا: تو تین والی ہے" شیخ ابو بکر محمد بن فضل فرماتے ہیں: جب نیت ہو طلاق واقع ہوگی۔ مجموع النوازل میں ہے: عورت نے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا، شوہر نے کہا: میں نے دے دی ایک، دو اور تین، تین طلاقیں واقع ہوں گی، اگر چہ نیت نہ ہو، فتاویٰ نسفی میں ہے: عورت نے شوہر سے طلب کیا کہ وہ اس کی طلاق کا حلف اٹھائے تو اس نے حلف اٹھالیا کہ: اگر فلاں کام کروں تو تجھے تین ہیں، جواب دیا: وہ مطلقہ نہ ہوگی، فتاویٰ فضلی میں ہے: عورت سے کہا: تجھے میری طرف سے تین ہیں، اگر نیت ہو طلاق ہوجائے گی۔ اگر کہے میں نے نیت نہیں کی ہے، تصدیق نہیں کی جائے گی جب کہ مذاکرۂ طلاق کے دوران ہوا ہو۔ اگر کہا: تو تین والی ہے اور طلاق کی نیت ہو۔ واقع ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [الخلاصة الفتاوى، ۱۰/۲۸۳]

شوہر کے پاگل ہو جانے سے نکاح ختم نہ ہوگا اور نہ تفریق ہو سکتی ہے

(۲۰) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید عرصہ چار یا پانچ برس سے بالکل مجنون ہو گیا ہے اور ہنوز کوئی صورت صحت کی نظر نہیں آتی ہے، اور اس کی زوجہ ہندہ جوان ہے اور زید کے پاس نہ کوئی جائداد اور نہ دوسری آمدنی ہے، نہ زوجہ ہندہ کے پاس کوئی ذریعہ معاش کہ جس سے گذر اوقات ہو سکے، اور بوجہ پردہ نشینی کے نہ باہر نکل کر محنت مزدوری کر سکتی ہے ان تمام باتوں پر خیال کر کے طرفین کی جماعت والوں نے درمیان زید اور ہندہ کے تفریق کرا دی اور بعد انقضائے عدت طلاق ہندہ نے نکاح ثانیہ دوسرے شخص سے کر لیا، آیا یہ تفریق موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب مع عبارت و ترجمہ کے جواب ارقام فرمائیں عند اللہ ماجور ہوں گے۔

از بمبئی محلّہ فارس روڈ ۸ بچو سیٹھ کی باڑی کے بغل میں شاکر علی روٹی والے کی دوکان

مرسلہ قاسم علی ولد محمد نسیم

الجواب

امام اعظم کے نزدیک اگرچہ جنون مطبق ہو تفریق نہیں ہو سکتی ہے، بے ضرورت ملجیہ مقبولہ شرعیہ اس مذہب مہذب سے عدول ناجائز و ناروا۔ ہاں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ، کا مذہب یہ ہے کہ تفریق ہو سکتی ہے اگر جنون مطبق اسے لاحق ہوا ہو، اور ہنگام ضرورت ملجیہ جب دوسرے امام کے مذہب پر عمل کی اجازت ہو سکتی ہے تو یہ تو اپنے ہی مذہب کے ایک امام کا قول ہے۔ مگر جو صورت کہ سوال میں مذکور ہوئی محض باطل ہے یوں نہ تفریق ہوئی نہ دوسرا نکاح۔ یوں جو نکاح کر لیا وہ باطل محض ہوا، امام محمد کا مذہب مہذب یہ ہے کہ عورت حاکم شرع کے حضور دعویٰ دائر کرے، حاکم بعد ثبوت اگر جنون مطبق ہو عورت کو اختیار دے، کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کر لے اور اگر جنون حادث غیر مطبق ہو تو روز دعویٰ سے ایک سال کامل علاج کے لیے مہلت دے، اس درمیان میں اگر شوہر صحیح ہو گیا تو ہو گیا، ورنہ عورت پھر دعویٰ کرے، حاکم شرع بعد ثبوت عورت کو اختیار دے، عورت اگر دونوں صورتوں میں اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرے حاکم شرع تفریق فرما دے گا، ورنہ نہیں۔ اسی مجلس میں اگر نفس کو اختیار کر لے گی اور تفریق ہو جائے گی تو روز تفریق سے عدت کرے گی، بعد عدت دوسرا نکاح کر سکے گی۔

صورت مستفسرہ میں سرے سے حاکم شرع نے تفریق ہی نہیں کی اور اگر تفریق کرنے والا حاکم شرع بھی ہوتا تو تفریق اس طور پر نہ ہوئی۔ پھر عدت بھی نہ دارد۔ یوں عدت کے بعد بھی ہوتا تو قبل تفریق عدت بے معنی ہوتی، غرض نہ تفریق ہوئی نہ نکاح۔ یہاں حاکم شرع اعلم وافقہ علمائے بلاد ہے۔ عورت اگر تفریق کرانا چاہتی ہے تو اپنے شہر کے اعلم وافقہ سنی عالم کے حضور دعویٰ رجوع کرے۔ وہ حسب بیان بالا مطبق وغیر مطبق جو صورت ہو اس کے ثبوت کے بعد ویسا حکم دے۔ عورت بعد تفریق عدت گذار کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

فتاویٰ امام فقیہ النفس قاضی خان میں ہے:

"وإن وجدت المرأة بزوجها جنوناً أوجذاماً أو برصاً قال أبو حنيفة وأبو يوسف۔ رحمهما الله تعالىٰ: ليس لها حق الفرقة۔ وقال محمد رحمه الله تعالىٰ: لها حق الفرقة."(۱)

اگر عورت شوہر میں جنون، جذام یا برص کا مرض پائے، شیخین فرماتے ہیں: عورت کو حق تفریق حاصل نہ ہوگا، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: عورت کو حق تفریق حاصل ہوگا۔ (مترجم)

عالمگیریہ میں ہے:

"إذا كان بالزوج جنون أو برص أو جذام فلا خيار لها كذا في الكافي۔ قال محمد رحمه الله تعالىٰ: إن كان الجنون حادثاً يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول إذا لم يبرأ، وإن كان مطبقاً فهو كالجب۔"(۲)

شوہر مجنون ہے، یا برص وجذام والا ہے تو عورت کو حق تفریق حاصل نہ ہوگا، یوں ہی کافی میں مذکور ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اگر جنون حادث ہو، قاضی اسے ایک سال کی مہلت دے گا، جیسے عنین میں۔ جب کامل سال گزر جائے، اور شوہر سلیم الحواس نہ ہو، قاضی عورت کو خیار دے گا، اور اگر جنون مطبق ہو تو مجبوب کی طرح ہے۔ (مترجم)

اسی میں دربارۂ مجبوب ہے:

"لو وجدت المرأة زوجها مجبوباً خيّرها القاضي للحال ولا يؤجل كذا في

---

(۱) [الفتاوى الخانية مع الهندية: ۱/۴۱۳]

فتاویٰ قاضي خان۔"(۱)

عورت نے شوہر کو مجبوب پایا، قاضی عورت کو اسی وقت خیار دے گا، مہلت نہیں دے گا۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے۔ (مترجم)

اعلیٰ حضرت قدس سرہ عالمگیریہ کے قول حادثاً پر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:

"أي إن لم يمتد ولم يمر عليه زمان طويل ليقابل المطبق۔ أما الحدوث بعد النكاح فشرط مطلقاً عند محمد۔"

جنون حادث، غیر ممتد ہو جسے عرصۂ دراز نہ ہوا ہو تا کہ مطبق کے مقابل ہو جائے، لیکن جنون اگر نکاح کے بعد ہوا تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں مطلقاً شرط ہے۔ (مترجم)

"مطبقاً" پر فرماتے ہیں:

ممتداً ملازماً كما في سجود التلاوة من رد المحتار عن الفتح، وذكر أن الممتد في الصلاة ما استغرق ست صلاة، وفي الصوم الشهر كله ليله ونهاره، وفي الزكاة الحول، قلت: والظاهر أن المطبق ههنا لا يكون مالم يستكمل حولاً تاماً. والله تعالىٰ أعلم."

یعنی ممتد جس پر طویل زمانہ گزر گیا ہو جیسا کہ سجدۂ تلاوت میں۔ ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے، بیان کیا ہے کہ: نماز میں امتداد یہ ہے کہ: چھ نمازوں کا احاطہ کرے، روزے میں پورے ماہ کا رات ودن۔ زکاۃ میں پورے سال کا۔ میں کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ مطبق سے یہاں یہ مراد ہے کہ: جب تک پورے سال کا احاطہ نہ کرے۔ (مطبق نہ ہوگا) (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ میں فرمایا:

"خيار العيب لا يثبت للزوج عندنا وكذلك لا يثبت للمرأة عند أبي حنيفة وأبي يوسف وعند محمد لها الخيار في العيوب الخمس الجنون والجذام الخ."(۲)

شیخین کے نزدیک خاوند کے لیے ایسے ہی عورت کے لیے خیار عیب حاصل نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو پانچ قسم کے عیوب میں خیار حاصل ہے، جنون اور برص۔ الخ۔ (مترجم)

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني عشر في العنين: ۱/ ۶۳۰]

اسی میں ہے:

”لا یکون التأجیل إلا عند سلطان یجوز قضائه ابتداء التأجیل للزوج من وقت المخاصمة“(۱)

تاجیل اسی حاکم کے یہاں ہوگی جس کی قضا جائز ہو، خاوند کے لیے تاجیل کا آغاز مخاصمت کے وقت سے ہوگا۔

اسی میں ہے:

”متی رفعت إلی القاضي یؤجله سنة من یوم الخصومة قمریة بالأهلة في ظاهر الروایة۔ وفي روایة الحسن عن أبي حنیفة شمسیة بالأیام وعلیه الفتویٰ۔ وهي تزید علی القمریة بأحد عشر یوماً وفي نکاح الأصل للإمام السرخسي قال: خیرها القاضي فإن اختارت زوجها أو قامت من مجلسها أو أقامها أعوان القاضي أو قام القاضي قبل أن تختار شیئاً بطل خیارها۔ وإن اختار الفرقة أمر القاضي للزوج بأن یطلقها فإن أبی فرق بینهما و کانت تطلیقة بائنة۔ وفي شرح الشافي إن اختارت نفسها بانت منه في ظاهر الروایة .واللّٰه تعالیٰ أعلم۔“(۲)

عورت قاضی کے یہاں مقدمہ کردے تو قاضی خصومت کے روز سے قمری تاریخ کے اعتبار سے پورے ایک سال کی مہلت دے، یہ ظاہر الروایہ میں ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے امام حسن کی روایت میں دنوں کا اعتبار شمسی تاریخ سے ہوگا، اسی پر فتویٰ ہے، اس صورت میں قمری تاریخ پر گیارہ روز زیادہ ہوں گے۔ امام سرخسی کی ”اصل“ کے کتاب النکاح میں ہے، فرمایا: قاضی عورت کو خیار دے گا تو قاضی کے اس اختیار پر عورت نے خاوند کو ترجیح دی، یا مجلس اختیار سے اٹھ گئی، یا قاضی کے عملے نے اسے وہاں سے اٹھا دیا یا قاضی عورت کو فیصلہ بتانے سے قبل چلا گیا تو عورت کا خیار باطل ہوجائے گا۔ اور اگر فرقت کو ترجیح دی، قاضی خاوند سے کہے گا: اسے طلاق دے دے، اگر طلاق دینے سے انکار کرے قاضی تفریق کردے گا، اور یہ فرقت طلاق بائن شمار ہوگی، شرح الشافی میں ہے: عورت اگر خود کو اختیار کرے (ترجیح دے)، بائنہ ہوجائے گی، یہ ظاہر الروایہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [خلاصۃ الفتاوی: ۱/۲۴۳]

(۲) [خلاصۃ الفتاوی: ۱/۲۴۳]

غصہ سے عقل زائل ہوگئی تو طلاق واقع نہیں ہوگی

(۲۱) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

(۱) اگر کوئی شخص غصہ کی حالت میں اپنی بی بی کو طلاق دیدے تو طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) طلاق کتنے قسم کی ہوتی ہے؟

(۳) جس عورت کا شوہر انتقال کر گیا ہے اور جس عورت کا شوہر طلاق دے دیا ہے تو یہ عورتیں کتنے دن کی عدت گذاریں پھر ثانی نکاح کریں۔

ازرائے بریلی مرسلہ شیخ چھدا صاحب ۲ محرم الحرام ۵۸ھ

الجواب

(۱) غصہ ہی اکثر طلاق کا باعث ہوتا ہے، اکثر غصہ ہی میں طلاق دی جاتی ہے، تو مطلقاً غصہ طلاق نہ ہونے کے لیے کیونکر عذر معقول ومقبول ہوسکتا ہے، ہاں اگر جوش غضب اس حال پر ہو کہ اس وقت عقل پر زوال، حواس میں اختلال ہو، زمین وآسمان کا اسے ہوش نہ ہو تو یہ زوال واختلال ضرور مانع وقوع طلاق ہوں گے۔ اس حال کا ایقاع معتبر نہیں۔ غیر عاقل کی طلاق کا اعتبار نہیں۔

حدیث میں فرمایا:

((کل طلاق جائز إلا طلاق المعتوه))(۱)

ہر طلاق واقع ہے مگر معتوہ (یعنی بوہرے) کی۔ (مترجم)

اصل کتاب میں یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے:

((کل طلاق جائز إلا طلاق المعتوه المغلوب علیٰ عقله))(۲)

ہر طلاق واقع ہے مگر معتوہ جس کی عقل مغلوب ہو چکی ہو۔ (مترجم)

نیز فرمایا:

((رفع القلم عن ثلاثة، عن النائم حتی یستیقظ، وعن الصبي حتی یبلغ و عن

---

(۱) [مشکاة المصابیح: کتاب النکاح باب الخلع والطلاق: ۱/۵۹۴]

(۲) [جامع الترمذي، کتاب الطلاق، باب ماجاء في طلاق المعتوه: ۲/۴۰۴]

المعتوہ حتی یعقل))(۱)

تین لوگوں سے قلم الٰہی کو اٹھالیا گیا: سونے والے سے، جب تک کہ بیدار نہ ہو، بچے سے، جب تک سن بلوغ کو نہ پہنچے، اور نا سمجھ سے، جب تک کہ سمجھ دار نہ ہو، اور معتوہ (بوہرے) سے، جب تک عقل نہ آئے۔ (مترجم)

عالمگیریہ میں ہے:

"یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغاً عاقلاً۔"(۲)

ہر خاوند کی طلاق جب وہ بالغ ہو، عاقل ہو، واقع ہو جاتی ہے۔ (مترجم)

(۲) طلاق تین طرح کی ہوتی ہے رجعی۔ جس میں عدت گذرنے سے پہلے پہلے رجعت کر سکتا ہے۔ اگر رجعت قول یا فعل سے کرلے گا تو عورت بدستور اس کے نکاح میں لوٹ آئے گی، نکاح جدید کی کچھ حاجت نہ ہوگی۔ ہاں عدت گذر جائے گی اور رجعت نہ کرے گا تو نکاح سے باہر ہوگی، اب رجعت نہ کر سکے گا، عورت پر اسے دسترس نہ رہے گی، وہ اگر راضی ہوگی تو اس سے نکاح جدید بمہر جدید کر سکے گا۔

بائنہ جس سے فی الحال بینونت ہو جائے گی شوہر کو اختیار رجعت نہ ہوگا، برضاء زن نکاح جدید بمہر جدید ہو سکے گا۔

مغلظہ۔ جس سے فی الحال بینونت کبریٰ واقع ہوگی۔ جس سے عورت شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی کہ بے حلالہ اس سے کبھی نکاح نہ کر سکے گا۔ یہ تو بلحاظ وقوع تین طرح ہوئیں اور باعتبار واقع کرنے کے بھی تین طرح ہے۔ احسن۔ حسن۔

بدعی یا یوں کہیں کہ دو طرح ہے: سنی۔ بدعی۔ پھر ان ہر دو کی بلحاظ عدد دو بلحاظ وقت دو، دو قسمیں ہیں طلاق سنی بلحاظ عدد۔ دوسری بلحاظ وقت دو نوع حسن اور احسن۔ احسن۔

ایک رجعی طلاق ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا۔ جدا ہی کرنا ہو تو پھر تا انقضائے عدت رجعت نہ کرے۔ اور حسن ایک طلاق ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا، پھر دوسرے طہر میں دوسری، پھر تیسرے طہر میں تیسری۔ بدعی کی دو نوعوں سے بدعی عددی یہ کہ ایک طہر میں بکلمہ واحدہ تین طلاقیں

---

(۱) [مجمع الزوائد، کتاب الحدود والدیات، باب رفع القلم عن ثلاثة:۶/۲۵۱]

(۲) [الفتاویٰ الهندیة، کتاب الطلاق الباب الأول في تفسیره ورکنه وشرطه، فصل ... طلاقه:۱/۴۴۷]

دے، یابکلمات جداگانہ، یاایک طہر میں دوطلاقیں جمع کرلے،ایک کلمہ سے یا دوعلیحدہ علیحدہ کلموں سے۔ بدعی وقتی یہ کہ مدخول بہا جو ذوات اقراء سے ہوا سے ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع کر چکا ہو،یا بحالت حیض۔طلاق بدعی سے طلاق تو ہوجائے گی مگر گنہگار ہوگا۔دوسری صورت جس میں تین طلاقیں نہیں رجعت واجب ہوگی۔جب کہ طلاق بائن نہ دی ہو۔

عالم گیری میں ہے:

"الطلاق نوعان: سني و بدعي، و كل واحد منهما نوعان: نوع يرجع إلى العدد و نوع يرجع إلى الوقت، أما الطلاق السني في العدد و الوقت فنوعان: حسن و أحسن، فالأحسن أن يطلق إمراته واحدة رجعية في طهر لم يجامعها فيه ثم يتركها حتى تنقضي عدتها أو كانت حا ملاً قد استبان حملها، والحسن أن يطلقها واحدة في طهر لم يجامعها فيه ثم في طهر آخر أخرىٰ، ثم في طهر آخر أخرىٰ (وأما البدعي)فنوعان: بدعي لمعنى يعود إلى العدد وبدعي لمعنى يعود إلى الوقت، فالذي يعود إلى العدد أن يطلقها ثلاثاً في طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمات متفرقة أو يجمع بين التطليقتين في طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمتين متفرقتين، فإذا فعل ذلك وقع الطلاق و كان عاصياً(والبدعي)من حيث الوقت أن يطلق المدخول بها وهي من ذوات الأقراء في حالة الحيض أو في طهر جامعها فيه و كان الطلاق واقعاً۔ و يستحب له أن يراجعها والأصح أن الرجعة واجبة."(۱)

طلاق دوطرح کی ہوتی ہے۔سنی۔بدعی۔ان میں سے ہرایک دوطرح کی ہے،بلحاظ عدد۔بلحاظ وقت۔پھر طلاق سنی کی بلحاظ عدد و بلحاظ وقت دوقسمیں ہیں۔حسن۔احسن۔احسن یہ ہے کہ ایک رجعی طلاق ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو،پھر اس کو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے،یا حاملہ ہوتو اس کا حمل ظاہر ہوجائے۔حسن:ایک طلاق ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو،پھر دوسرے طہر میں دوسری،پھر تیسرے طہر میں تیسری۔طلاق بدعی کی بھی دوقسمیں ہیں بلحاظ عدد و بلحاظ وقت۔طلاق بدعی عددی یہ ہے کہ ایک طہر میں بکلمۂ واحدہ تین طلاقیں دے،یابکلمات جداگانہ،جب یہ ایسا کرے تو

---

(۱) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق،الباب الأول في تفسيره وركنه وشرطه وحكمه ووضعه وتقسيمه:۱/۴۴۱۔۴۴۲]

طلاق ہو جائے گی، اور گنہ گار ہوگا۔ بدعی وقتی یہ کہ مدخول بہا جو ذوات اقرا سے ہو اسے ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع کر چکا ہو، یا بحالت حیض، اور طلاق واقع ہو جائے گی، مگر گنہ گار ہوگا۔ اس کے لیے مستحب ہے کہ رجعت کر لے، اصح یہ ہے کہ رجعت واجب ہے۔ (مترجم)

طلاق کی باعتبار الفاظ طلاق تین قسمیں ہیں: صریح، ملحق بالصریح، طلاق بالکنایۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عورت حرہ مدخولہ حائضہ (یعنی حیض والی) مطلقہ غیر حاملہ ہو اس کی عدت تین حیض ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ﴾ (۱)

اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔

اور جو غیر حاملہ متوفی عنہا زوجہا ہو اس کی عدت وفات چار ماہ دس روز ہیں۔

قرآن عظیم فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ أَزْوَاجاً یَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً﴾ (۲)

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

اور مطلقہ آئسہ مدخولہ (جو سن ایاس کو پہنچی) اور مطلقہ نابالغہ اور مطلقہ بالغہ غیر حائضہ (یعنی جو سن بلوغ کو پہنچی یوں بالغہ ہوئی اسے حیض نہ ہوا، یا ایک روز خون آیا پھر نہ آیا) جب کہ مدخولہ ہوں ان کی عدت تین ماہ ہے۔

قرآن عظیم فرماتا ہے:

﴿وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ أَشْهُرٍ وَالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾ (۳)

اور تمہاری عورتوں میں جنھیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمھیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔

حاملہ کی تا وضع حمل ہے، قرآن عظیم کا ارشاد کریم ہے:

---

(۱) [سورۃ البقرۃ:۲۲۸]

(۲) [سورۃ البقرۃ:۲۳٤]

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (۱)

اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

اور مطلقہ غیر حاملہ جواری کی عدت حائضہ کی دو حیض، غیر حائضہ کی ڈیڑھ ماہ، اور عدت وفات دو ماہ پانچ روز ہے۔ غیر مدخولہ عورت کے لیے عدت طلاق نہیں۔

عالمگیریہ میں ہے:

"أربع من النساء لا عدة عليهن: المطلقة قبل الدخول الخ. حرة ممن تحيض فعدتها ثلاثة أقراء. والعدة لمن لم تحض لصغر أو كبر أو بلغت بالسن ولم تحض ثلثة أشهر. وكذا لو رأت دماً يوماً ثم لم ترفعدتها بالشهور هو الصحيح. وعدة الأمة والمدبرة وأم الولد والمكاتبة في الطلاق والفسخ قرء ان، وإن كانت لا تحيض فعدتها شهر ونصف، وعدة الحامل أن تضع حملها سواء كانت المرأة حرة أو مملوكة الخ. عدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرة أيام سواء كانت مدخولاً بها أو لا، صغيرة أو كبيرة أو آئسة. إذا كانت المنكوحة أمة فمات عنها زوجها فعدتها شهران وخمسة أيام عند الجمهور الخ. طلقت وهي صغيرة لم تحضّ وقد دخل بها ومثلها يجامع فعدتها ثلاثة أشهر. والله تعالىٰ أعلم."(۲)

چار قسم کی عورتوں پر عدت نہیں۔ وہ عورت جسے دخول سے پہلے طلاق ہوئی، الخ۔ آزاد حائضہ کی عدت تین حیض ہے۔ جس عورت کو بچپن کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا۔ یا بالغہ ہوئی لیکن حیض نہیں آیا، اس کی عدت تین ماہ ہے۔ ایسے ہی اگر ایک روز خون دیکھا پھر نہیں دیکھا اس کی عدت بھی تین ماہ ہے، یہی صحیح ہے۔ باندی، مدبرہ، ام ولد اور مکاتبہ کی عدت طلاق اور فسخ میں دو حیض ہے۔ اگر حائضہ نہ ہوں تو ڈیڑھ مہینہ عدت ہے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، عورت خواہ آزاد ہو یا مملوکہ۔ وفات میں آزاد عورت کی عدت چار مہینہ دس روز ہے، خواہ مدخول بہا ہو، صغیرہ، کبیرہ ہو یا آئسہ ہو۔ جب منکوحہ باندی ہو اور اس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت دو ماہ پانچ دن ہے جمہور کے نزدیک۔ عورت صغیرہ ہو جسے حیض نہیں آیا اور اس سے دخول بھی ہو گیا، اور اس جیسی سے جماع کیا جاتا ہے وہ مطلقہ ہوئی، تو اس کی

---

(۱) [سورة الطلاق:٤]

عدت تین ماہ ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

ماضی اور حال کے صیغوں سے طلاق واقع ہوتی ہے

(۲۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص نے اپنی بی بی سے کہا کہ "تجھے طلاق دی، طلاق ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں" اور کچھ چھوڑنے کی نیت نہیں کی تو کیا حکم ہے، عورت نکاح میں رہی یا نہیں؟ اسے کیا کرنا چاہیے۔ دوسرا ایک شخص غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ سے لڑائی کررہا تھا اس لڑائی کے اندر اس نے اپنی بی بی کو کہا کہ "جا میں نے تجھ کو طلاق دیا، تجھے طلاق دی، میں تجھے طلاق دیتا ہوں" اور تو میری ماں ہے، ان دونوں سوالوں کے جوابات مفصل عطا ہوں، سوال اول میں صیغہ دیتا ہوں کا لفظ ہے اور چھوڑنے کی نیت نہیں۔ ملحوظ خاطر عالی رہے۔ ازمحمود آباد ضلع سیتاپور مسئولہ جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ۲۲؍رجب ۵۸ھ

الجواب

دونوں صورتوں میں تینوں طلاقیں ہوگئیں، ہر لفظ صریح ہے اور صریح محتاج نیت نہیں۔ خاص صیغہ حال "طلاق دیتا ہوں" تو تحقیق ہی ہے۔ صیغہ مضارع جو دائر بین الحال والاستقبال ہے اس سے بھی اس جگہ جہاں اس کا غالب استعمال حال کے لیے ہو تحقیق ٹھہرے گا۔ فارسی اور ہماری زبان میں تو حال کا صیغہ صیغۂ استقبال سے جدا ہے، عربی میں جدا نہیں مگر جب مضارع کا غالب استعمال حال میں ہو، قضاء حکم طلاق ہوگا، اور تحقیق ہی ٹھہرے گا۔ قضاء محتاج نیت نہ ہوگا، اور عورت مثل قاضی ہے، ایسی صورت میں اُسے اپنے آپ کو مطلقہ سمجھنا لازم ہوگا۔ اپنے نفس پر اسے قدرت دینا حرام ہوگا۔

ردالمحتار وغیرہ عامۂ اسفار معتبرہ میں ہے:

"الصريح لا يحتاج إلى النية" (١)

طلاق صریح میں نیت کی حاجت نہیں۔ (مترجم)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

---

(١) [ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق باب الصريح، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية: ٤/٣٤١]

"طلاق می کنم، طلاق می کنم، طلاق می کنم ثلث، لأن مي كنم يتمحض للحال وهو تحقيق بخلاف قوله كنم؛ لأنه يتمحض للاستقبال فلم يكن تحقيقاً مع الشك حتى أن في موضع غلب استعماله للحال كان تحقيقاً كقول الكافر أشهد أن لا اله إلا الله وقول الشاهد أشهد بهذا أو قول الحالف أشهد بالله."(۱)

میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، تین بار کہے، اس لیے کہ "می کنم" خاص حال کے لیے ہے اور یہ تحقیق ہے "کنم" کے برخلاف، یہ استقبال کے لیے ہے تو یہ صیغہ شک کے ہوتے ہوئے تحقیق نہیں ٹھہرے گا۔ مگر جب مضارع کا غالب استعمال حال میں ہو تو وہ تحقیق ہی ٹھہرے گا۔ جیسے کافر کا "أشهد أن لا إله إلا الله" کہنا۔ اور گواہ کا "أشهد، بهذا" (میں اس چیز کی گواہی دیتا ہوں) کہنا۔ یا۔ قسم اٹھانے والے کا "أشهد بالله" کہنا۔ (مترجم)

عالمگیریہ میں ہے:

"قال الزوج: طلاق می کنم، طلاق می کنم و كرر ثلثاً طلقت ثلثاً بخلاف قوله كنم؛ لأنه استقبال فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك."(۲)

خاوند نے کہا: میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، تین دفعہ تکرار کیا تو تین طلاقیں بیوی کو پڑیں گی برخلاف "کنم" کے۔ کیوں کہ یہ صیغۂ استقبال ہے، تو یہ صیغہ تشکیک کی وجہ سے تحقیق نہیں ٹھہرے گا۔

اسی میں محیط سے ہے:

"لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقاً إلا إذا غلب استعماله للحال فيكون طلاقاً" (۳)

اگر عربی میں کہا: "أطلق" (میں طلاق دیتا ہوں یا دوں گا) طلاق نہیں ہوگی، مگر جب مضارع کا غالب استعمال حال میں ہو تو پھر طلاق واقع ہو جائے گی۔

شامی میں ہے:

"المضارع إذا غلب في الحال مثلَ أطلقك كما في البحر، قلت: ومنه في

---

(۱) [المحيط البرهاني في الفقه الفصل السابع والعشرون: ۴۷۲/۳]

(۲) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ۴۸۴/۱]

(۳) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق: ۴۸۴/۱]

عرف زماننا تکوني طالقاً، ومنه خذي طلاقك، فقالت: أخذت فقد صحح الوقوع به بلا اشتراط نية كما في الفتح وكذا لا يشترط قولها أخذت كما في البحر۔"(۱)

جب مضارع کا غالب استعمال حال میں ہو، مثلاً: "أطلقك" جیسا کہ بحر میں ہے۔ میں کہتا ہوں: اسی قبیل سے ہمارے زمانے کے عرف میں یہ الفاظ ہیں: "تکوني طالقاً" اور اسی قبیل سے "خذي طلاقك" ہے جب خاوند کہے، عورت جواب میں کہے: "أخذت" (میں نے لے لی) تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی، نیت کی کوئی شرط نہیں۔ جیسا کہ فتح میں ہے۔ اور ایسے ہی عورت کا "أخذت" کہنا بھی شرط نہیں، جیسا کہ بحر میں مذکور ہے۔ (مترجم)

جد الممتار میں اعلیٰ حضرت شیخنا المجد دشیخ الاسلام والمسلمین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فرماتے ہیں:

"المضارع إذا غلب في الحال صريح۔ قلت: وصيغة الحال بلساننا علاحدة فينبغي أن يقع بها إذا كان صريحاً من دون نية۔"(۲)

میں کہتا ہوں: ہماری زبان میں تو حال کا صیغہ استقبال سے جدا ہے، تو طلاق واقع ہو جانا چاہیے، جب کہ صریح ہو، نیت کی ضرورت نہیں۔ (مترجم)

ومنها قوله "میں تجھے چھوڑتا ہوں" بخلاف قولہ میں تجھے چھوڑے دیتا ہوں۔

"فان غالب استعماله في العزم على الفعل دون تحقيقه فافهم وتأمل."(۳)

اسی قبیل سے شوہر کے یہ الفاظ ہیں: "میں تجھے چھوڑتا ہوں، میں تجھے چھوڑے دیتا ہوں" کیوں کہ اس کا غالب استعمال "کام کا پختہ ارادہ کرنے میں ہے" فعل کی تحقیق میں نہیں۔ سمجھ لو غور کرو۔ (مترجم)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"لو قال لها: أنت طالق، ونوى به الطلاق عن وثاق لم يصدق قضاء ويدين فيما بينه وبين الله تعالیٰ۔ وامرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك،

---

(۱) [ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب (سن بوش) يقع به الرجعي: ۴/۳۳۹]

(۲) [جد الممتار على رد المحتار: ۲/۴۸۶]

أو شهد به شاهد عدل عندها۔"(۱)

عورت سے کہا: تجھے طلاق ہے، اور اسی کے بندھن سے رہائی کی نیت کی، قضاء تصدیق نہیں کی جائے گی، دیانۃً تصدیق کی جائے گی۔ اور عورت مثل قاضی ہے، اپنے نفس پر اسے قدرت دینا حرام ہوگا جب یہ الفاظ اس سے سنے یا عادل گواہ اس کی گواہی دے۔ (مترجم)

شامی میں ہے:

"المرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدلٌ لا يحل لها تمكينه۔"(۲)

عورت مثل قاضی ہے، جب خود سنے یا اسے کوئی عادل خبر دے، تو اپنے نفس پر قدرت دینا حرام ہے۔ (مترجم)

اسی میں فتح القدیر سے ہے:

"المرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه إذا علمت منه ما ظاهره خلاف مدعاه."(۳)

عورت مثل قاضی ہے، اپنے نفس پر اسے قدرت دینا حرام ہوگا، جب کہ اس چیز کو جان لے جسے اس نے اپنے مدعا کے خلاف ظاہر کیا۔ (مترجم)

عورت کو حلال نہیں کہ وہ بعد اس کے اس کو نفس پر قابو دے، اس کے ساتھ رہے وہ اپنے آپ کو مطلقہ ثلث جانے گی اور جیسے ہوگا اس سے چھٹکارا حاصل کرے گی، اس سے دور بھاگے گی جیسے سانپ سے اور جیسے شیر سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني في إيقاع الطلاق الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۱/۴۴۹]

(۲) [ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق باب الصريح، مطلب، في قول البحر، إن الصريح يحتاج في وقوعه وديانة إلى النية: ۴/۳۴۲]

وہ غصہ جس میں ہوش باقی ہو طلاق ہو جائے گی

(۲۳) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی بی بی دیور اور بھائی بھاوج سے لڑ رہی تھی، زید پیٹ کے درد کی حالت میں باہر سے آیا، زید نے اپنی بی بی سے لڑنے کو منع کیا، زید نے غصہ کی اور تکلیف کی حالت میں طلاق دی، زید اور زید کی بی بی کا خیال یہ تھا کہ دو دفع کہا، مگر زید کی بھاوج اور بھائی نے کہا کہ تین دفعہ کہا ہے، بہر حال زید کی بی بی حاملہ کی صورت میں تھی، اس لیے لڑکے کی پیدائش ۵؍مبارک رمضان ۸؍مہینہ میں ہوئی، ۸؍مہینوں کی عدت کی اب دس مہینہ کا عرصہ ہو گیا، اب زید اور زید کی بی بی دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

فقط اختر حسین موضع مادھو پور پیلی بھیت

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کی بی بی پر طلاق واقع ہوگئی، بچہ پیدا ہونے سے عدت تمام ہوگئی، وہ آزاد ہے اور واقعی زید نے دو دفعہ طلاق دی ہے تو دو طلاق کا حکم ہوگا، مگر جب زید کے بھائی، بھاوج تین دفع طلاق دینے کا بیان دے رہے ہیں، تو اگر زید انھیں سچا جانتا ہے تو ان کی بات پر عمل کرے اور بغیر حلالہ اس عورت سے دوبارہ نکاح نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: قاضی محمد عبد الرحیم بستی غفرلہ، ۱۴؍ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔ وہ غصہ جس میں ہوش بجا ہو مانع وقوع طلاق نہیں۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری

(۲) طلاق مغلظہ کا بیان

(۲۴) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میری لڑکی جس کا نام قیصر ہے، جو ابھی تک نابالغ ہے، میں نے اس کا عقد دس ماہ ایک سال ہوا کہ حبیب کے ساتھ کر دیا تھا، عرصہ دو ہفتے کا ہوا، میرے داماد نے میری لڑکی کو طلاق دے دی، کہا میں نے تمہاری لڑکی کو تمہاری دادی کے سامنے طلاق دے دی، اب تمہارے سامنے طلاق دیتا ہوں، تم اپنی لڑکی کو لے جاؤ، لہٰذا طلاق تین بار کہا اور بہت سی عورتیں اور بہت سے مرد بھی تھے، ایسی صورت میں کیا طلاق ہوگی، مطلع فرمائیں۔ فقط

محمد حسین بان خانہ بریلی ۳۰؍نومبر ۶۸ء

الجواب

فی الواقع شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، عورت نکاح سے باہر ہوگئی، اب بے حلالہ شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔ حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت عدت گزار کر دوسرے سے عقد صحیح کرے، وہ بعد ہم بستری پھر طلاق دے دے، یا مر جائے، یا معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو عدت گزار کر دوبارہ شوہر اول سے نکاح کر سکے گی۔

قال تعالیٰ:

﴿فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ((لا هي تزوقي عسيلة ويذوق عسيلتك)) (۲)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ مظفر حسین غفرلہ رضوی دار الافتاء بریلی شریف

---

(۱) [البقرۃ: ۲۳۰]

(۲) [illegible]

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم ۸/رمضان المبارک ۸۸ھ

اس نے کہا ہے کہ میں نے تمہاری لڑکی کو دادی کے سامنے طلاق دے دی تھی، آخر جب دادی کے سامنے اس نے پہلے طلاق دے دی تھی تو جتنی جتنی طلاقیں دی تھیں وہ ہو چکیں، عدت کا حق اس وقت سے ملے گا۔

طلاق مغلظہ

(۲۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ....

زید کی لڑائی ساس سے ہو رہی تھی اور زید نے اپنی ساس سے کہا کہ میں نے طلاق دی ایک بار۔ اس کے بعد زید کی اور ساس کی لڑائی ہوتی رہی، پھر زید نے ساس سے کہا کہ تو بغیر لیے اس کو نہیں جائے گی، اور تو مجھے چین سے بھی نہیں بیٹھنے دے گی، اس پر ساس نے کہا دے دے، اس پر زید نے اپنی ساس سے کہا کہ جا میں نے دے دی۔ حکم شرع تحریر فرمادیجیے۔ فقط نیاز اللہ

الجواب

صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، وہ اس کے نکاح سے نکل کر اس طرح حرام ہوگئی کہ اب بے حلالہ اس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔

قال تعالیٰ:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾(۱)

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بعد عدت عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے، وہ اس سے ہم بستری بھی کرے، پھر جب وہ طلاق دے دے، یا مر جائے، یا معاذ اللہ مرتد ہو جائے، تو بعد عدت زید اس عورت سے بہ مہر جدید دوبارہ نکاح کر سکے گا اگر عورت راضی ہو۔

قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((لاحتی تزوقي عسيلتة ويذوق عسيلتك))(۲)

---

(۱) [سورة البرة: ۲۳۰]

(۲) [مجمع الزوائد، کتاب الطلاق [illegible]

الجواب صحیح: سوال لانے والوں کے ہمراہ یہ شخص بھی آیا جس نے سوال میں جو لفظ کہے ہیں اس نے اقرار کیا کہ میں نے طلاق دے دی، اپنی بی بی پر طلاق پڑنے ہی کی نیت سے کہا، جا میں نے دے دی، بھی اسی لیے کہا۔ اس صورت میں تین طلاقوں کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق مغلظہ

(۲۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

لڑکی قرآن شریف پڑھ رہی تھی اور بارش ہو رہی تھی کہ اچانک اس کا سسر آگیا اور اس کا ارادہ کچھ غلط ہوا، لڑکی نے فوراً قرآن شریف چھوڑ کر اور بھاگ کر پڑوس میں ایک مکان میں اپنی عزت بچانے چلی گئی، جب اس کا شوہر آیا تو اس نے اپنے شوہر کو سارا قصہ سنایا، اس پر لڑکا بولا تو میرے کام کی نہیں رہی، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، اس طرح تین بار کہا اور گھر سے نکال دیا، اس کے بعد خط بھی آئے اس میں بھی یہی لکھا کہ میں طلاق دے چکا گھر سے نکالنے کے آٹھ مہینے کے بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی، اپنی لڑکی کو لینے کے لیے آیا جس کو نہیں دیا۔ جب آیا تب بھی یہی کہا کہ میں طلاق دے چکا ہوں، اپنی لڑکی لینے آیا ہوں، ابھی نام نقشہ کی کوئی کارروائی نہیں کی ہے، یہ واقعہ دہلی میں ہوا ہے، جس لڑکے نے طلاق دی ہے، اس کا نام فیاض اللہ ہے، باپ کا نام سلیم اللہ ہے، اور جس لڑکی کو طلاق ہوئی ہے، اس کا نام چندہ بی ہے، باپ کا نام حبیب بیگ ہے، زیر غور ہے، اس واقعہ کو قریب ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو گیا۔ اس صورت میں وہ کوئی شادی کر سکتی ہے یا نہیں۔

سائلہ اکبری

الجواب

صورت مستفسرہ میں چندہ بی بنت حبیب بیگ کو تین طلاقیں ہو گئیں، وہ طلاق دینے والے فیاض اللہ بن سلیم اللہ پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو چکی کہ بے حلالہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی، جب بہ زمانہ طلاق چندہ حاملہ تھی، بہ حالت حمل طلاق ہوئی تھی، اس طلاق کی عدت وضع حمل تھی، جب لڑکی پیدا ہوئی عدت ختم ہو گئی، وہ اپنا نکاح دوسرے سے جس سے جائز ہو کر سکتی ہے، مگر ثبوت طلاق کے لیے محض عورت کا کہنا کافی نہیں، اس کا دعویٰ ہے اور ہر دعویٰ محتاج ثبوت ہے، ثبوت کے لیے اقرار درکار ہے، یا شہادت شرعی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(٢٧) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

عرصہ قریب تین سال کا ہوا کہ زید اپنی بیوی ہندہ کو ایک طلاق دی تھی، جس کا کوئی گواہ نہیں ہے، اس وقت سے آج تک زید اور ہندہ باہم بہ خوش رہتے ہیں۔ اب زید اور ہندہ میں کسی وجہ سے نااتفاقی ہونے کی وجہ سے زید نے ہندہ کو پھر ایک طلاق دے دی، اس لفظ پر بھاوج نے زید کو دھکا دیا اور کہا کہ یہ تم کیا کررہے ہو، زید خاموش ہوگیا، زید کی بیوی ہندہ پڑوس کے مکان میں چلی گئی، زید کی خالہ کو جب یہ بات معلوم ہوا تو وہ اپنی مسجد کے امام صاحب کو لے کر زید کے پاس پہنچی اور پوچھا: کہ یہ تم نے کہا، تو زید نے جواب دیا: کہ میں دومرتبہ پہلے کہہ چکا ہوں، اور دومرتبہ اب کہہ دیا۔ پھر ایک گھنٹہ کے بعد امام صاحب اور زید کے بھائی کو بلاکر زید نے کہا کہ مجھے خیال ہے کہ میں نے دومرتبہ کہا ہے، لیکن ہندہ قسم کھارہی ہے کہ انھوں نے ایک ہی مرتبہ کہا ہے، اس وقت زید کی بھاوج وہی موجود تھیں، وہ بھی کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ کہا ہے، پھر جب زید سے زید کی بیوی ہندہ نے کہا کہ تم مسجد میں اللہ رسول کو حاضر وناظر جان کر کہو کہ تم نے کتنی مرتبہ کہا ہے، تو زید نے مسجد میں ایک کا اقرار کیا، ہندہ نے زید کی اس بات کی تصدیق کی، اس تصدیق کے وقت یہ حضرات موجود تھے۔

عبداللہ، محبت حسین، نبی حسین، منظر احمد۔ بریلی، ٣/رمضان شریف ١٣٨٩ھ

الجواب

زید نے پہلے کیا الفاظ وقت طلاق کہے تھے، جن کا دوبار کہنے کا مقر ہوا، اور اب کن الفاظ سے طلاق دی جن کے لیے دوبارہ کہنے کا مقر ہوکر منکر ہوا، اگر پہلے کا لفظ بھی صریح کے تھے اور اب کے بھی، اور اب ایک کا ہی مقر ہوتا ہے، پہلے کے دو اور اب ایک کے صریح کے لفظ سے تین طلاق کا حکم ہے، عورت زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی کہ بے حلالہ کبھی حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق مغلظہ

(٢٨) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میں رحیم بخش ولد حسن خاں موضع کالا تالاب پوسٹ سوگریا ضلع کوٹہ (راجستھان) کا رہنے والا ہوں، میری دختر جمیلہ کی شادی تقریبا نو دس سال پہلے قیصر خاں کے لڑکے رزاق محمد حمید پورہ ضلع بوندی (راجستھان) کے ساتھ کی تھی [illegible]

بہت زیادہ خراب ہوگئی، میں نے اپنے بھتیجے کولڑکی کولانے کے لیے بھیجا، مگرانھوں نے لڑکی کونہیں بھیجا، پھر ایک ہندولڑکی کو بھیجا مگر پھر بھی نہیں بھیجا۔ پھر کچھ دن بعد ہمارے داماد صاحب لڑکی کو لے کرخود آئے، چار یا چھ گھنٹے بعد کہنے لگے کہ ہم واپس جائیں گے، ضرور آپ لڑکی کو بھی بھیجو میں ساتھ ہی واپس لے جاؤں گا۔ میں نے ان سے کہا کہ میرا بچہ بیمار ہے، یہاں پر ہم لوگ پریشانی کے عالم میں ہیں، گھر میں کوئی روٹی بھی پکانے والانہیں ہے، آپ جائیے بچے کوآرام ہو جائے گا، آپ آجائیے گا میں لڑکی کو بھیج دوں گا، اگر آپ نہ آسکو گے تو میں خودلڑکی کو آپ کے یہاں چھوڑ آؤں گا۔

یہ بات سنتے ہی وہ ناراض ہو گئے اور بولے کہ "کاغذ قلم لے آؤ میں اس کو طلاق دیتا ہوں" اس طرح سے اس نے تین مرتبہ کہا، اس وقت ہم چار آدمی تھے۔ میں اور میری بیوی، شرف الدین خاں اور چوتھا کشن لال ایک ہندو، یہ بات کہہ کر وہ وہاں سے اٹھا اور چلا گیا، کچھ عرصہ بعد موضع نینوا میں ایک عورت سے نکاح کرلایا، عرصہ چار سال ہو گیا، میں اپنے گاؤں سے پانچ آدمیوں کو لے کر اس کے گھر گیا، اس سے ہم لوگوں نے کہا کہ آپ دوسری بیوی لائے، لہذا میری لڑکی کا آپ فیصلہ کر دیں، تو صاف انکار کر دیا، کہہ دیا: میری مرضی، نہیں کرتا۔ میری لڑکی نوجوان ہے، اسے گھر بیٹھا نہیں سکتے۔ لہذا آپ حضرات سے گزارش ہے کہ آپ لوگ جیسا حکم صادر فرمادیں۔ اس پر ہم عمل پیرا ہوں۔ عین نوازش ہوگی۔

سائل رحیم بخش موضع کالا تالاب کوٹا

الجواب

صورت مسئولہ میں اس شخص کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں جس نے وہ کہا جو سوال میں خط کشیدہ ہے۔ بعد عدت اس کی بیوی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ اب دوسرے نکاح کے لیے اس سے فیصلہ کرنے کو کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر اب تک عدت گزر چکی ہے یعنی بعد طلاق تین حیض کامل آچکے ہیں، تو عورت فوراً جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، ۱۲/ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح: قلم لے آؤ، میں اسے طلاق دیتا ہوں، اب انکار کرتا ہے، طلاق زبان سے دی ہو چکی، لکھے یا نہ لکھے، لکھ دے گا تو اسے انکار کی گنجائش نہ رہے گی۔ وہ اگر اس طلاق سے جودی منکر ہوگا تو وہ سخت گنہ گار ہوگا۔ ظالم جفا کار حق اللہ اور حق اقربا میں گرفتار ہوگا۔ اسے لکھ کر دینا چاہیے، عورت دوسرے سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اس میں جھگڑا نہ ڈالے۔ واللہ تعالیٰ ھو الھادی وھو تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفے رضا قادری غفرلہ

(۲۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

آج بتاریخ ۵/جولائی ۱۹۷۳ء بروز جمعرات جناب حافظ عبد الحفیظ عرف نور حافظ محلّہ سلیم پورہ مکان نمبر ۹۱/۲۵ کی روبرو منی اور ان کی ماں، والدہ اور اس کے بھائی وکیل احمد کے سامنے یہ بیان ہوا کہ نیاز احمد نے اپنی بیوی سے پان مانگا، دیر ہونے پر اندر غصہ میں جاکر بیوی کو تھپڑ مارا، اور باہر آکر طلاق دیا، طلاق دیا، طلاق دیا، کہہ کر چلا گیا، منی ان کی بیوی اندر کھانا پکا رہی تھی، سامنہ نہ ہوا، نہ اس کی طرف کوئی اشارہ کیا، نہ نام ہی لیا، بیان قلم بند کردیا گیا کہ وقت پر کام آوے اور سندر ہے، عبد الحفیظ صابری عفی عنہ ہمارے سامنے بیان صحیح ہے وکیل احمد۔ ۵، ۷، ۳ کے اس بیان کی روشنی میں علمائے کرام کیا ارشاد فرماتے ہیں، ایک عالم صاحب کا خیال ہے کہ صرف ''طلاق دیا'' تین بار کہہ دینے سے طلاق نہ ہوگی، کیوں کہ طلاق میں اضافت اور خطاب ہونا ضروری ہے۔ اور دوسرے عالم صاحب فرماتے ہیں کہ طلاق ہوجائے گی، اگر چہ ظاہری طور پر اضافت اور خطاب نہیں لیکن معنوی طور پر اس کی بیوی ہی مراد ہے، امید ہے کہ شرعی حکم سے مطلع فرما کر اجر کے مستحق ہوں گے۔

سائل حکیم خدا بخش ہاشمی پوسٹ چوپن ضلع نراپور

الجواب

نیاز احمد سے دریافت کیا جائے کہ تم نے بیوی کو طلاق دینے کے لیے طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ کہا تھا، یا اور کوئی مقصد تھا، اگر وہ بیوی کو طلاق دینا مراد بتائے، تو تین طلاق واقع ہونے کا حکم ہوگا۔ اور بے حلالہ نیاز احمد کے لیے یہ عورت حلال نہ ہوگی، بعد عدت دوسرے سے نکاح کرسکے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہندیہ میں خلاصہ سے ہے:

((سکران هربت منه امرأته فتبعها ولم ينظر بها فقال بالفارسيه (بسه طلاق) إن قال عنيت امرأتي يقع، وإن لم يقل شيئا لا يقع))(۱)

کتبہ محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ، رجب المرجب ۹۳ھ

الجواب صحیح: ۸۶۷ تین طلاق کا حکم ہے، مگر اگر شوہر بقسم انکار کرے کہ اس عورت کو طلاق دینے

کی نیت سے یہ لفظ نہیں کہے تو اس کا قول بقسم معتبر ہوگا، عورت کے سامنے ہونا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

(۳۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہمارے بہنوئی مصطفیٰ علی نے اپنی بیوی کو آپس میں جھگڑا ہونے کے بعد تین عورتوں کے سامنے کہا: ''طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی'' جب مجھ کو خبر ملی تو میں اپنی بہن کے گھر گیا، تو تینوں عورتوں سے الگ الگ پوچھا تو تینوں عورتوں نے کہا تین طلاقیں دی ہیں، اس کے بعد اپنی ہم شیرہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بہنوئی نے جھگڑے کے بعد کہا: میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اب صورت مسئولہ پر حضرت کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کے حکم سے مطلع فرمایا جائے، اور اس میں جو شریعت کا حکم ہو مطلع فرمایا جائے۔

فقط والسلام احقر صدیق عامی شاہ جہان پور

الجواب

۸۹۶: اگر فی الواقع آپ کے بہنوئی نے آپ کی بہن، اپنی بی بی کو تین طلاقیں بلفظ صریح دی ہیں، جو کہ سوال میں مذکور ہے کہ جھگڑے کے بعد کہا: میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، تو آپ کی بہن ان کے نکاح سے فوراً باہر ہوگئی اور ہمیشہ کے لیے وہ ان پر حرام کہ بے حلالہ کبھی حلال نہ ہوگی کہ آپ کے ان بہنوئی صاحب کا کہنا ہے انھوں نے یہ لفظ کہے اور کئی بار کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق مغلظہ

(۳۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

رفیق احمد اور اس کی بیوی اور والدہ میں باہم لڑائی ہو رہی تھی تو رفیق احمد نے اپنی بیوی سے کہا کہ کیا میری اماں تجھ کو بری لگتی ہے جس پر بیوی نے انکار کیا، اس کے بعد رفیق احمد نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ اماں تم کو میری بیوی بری لگتی ہے، ماں نے اس پر جواب دیا کہ مجھے بری لگتی ہے۔ اس پر رفیق احمد نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، اور یہ کہہ کر کھڑا ہوا، اور صحن

باقاعدہ پنچایت ہوئی اور فتویٰ لکھوایا گیا۔ جواب فتویٰ میں بغیر حلالہ کے بیوی نہ ہونے کا حکم تھا، جس کو رفیق احمد اور اس کے سسر نے ناپسند کیا جس پر بہت سے لوگوں کی موجودگی میں رفیق احمد نے اپنی بیوی کو نقد مہر ادا کیے، اور جہیز ادا کیا، اور باقاعدہ اسٹامپ پر طلاق نامہ تحریر کرا کر چند معزز لوگوں کی گواہی کرا کر طلاق شدہ بیوی کو اس کے ماں باپ کے ہمراہ رخصت کردیا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ یا سوا ماہ گزرنے کے بعد ایک فتوی طلاق رجعی کا حاصل کر کے رفیق احمد اپنی اس عورت کو اپنی سسرال سے لے آیا اور رجوع کر کے اپنے پاس رکھے ہوئے ہے۔ برادری نے تحقیقات کی تو موجودہ گواہوں اور گاؤں کے لوگوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رفیق احمد نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی، یعنی اس نے یہ الفاظ ادا کیے کہ طلاق دی، دی، دی، واقعات پر موجود ایک مرد اور دو عورتیں تھیں، مرد سے جب برادری نے حلف لیا تو اس نے بتایا کہ واقعات وہی ہیں جو اوپر تحریر کیے ہیں، عورتوں میں ایک گواہ اس کی والدہ ہے جو کہ حج بیت اللہ شریف کو دوبار گئی ہوئی ہیں، اب اس عورت کو ان حالات میں رکھے ہوئے ہے، اس سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے، کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو ایسے فعل کے کرنے پر اس کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا چاہیے؟ اور جو شخص اس کی ہمدردی ایسے فعل میں کرتے ہیں یا کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ کیا رویہ عام مسلمانوں کو رکھنا چاہیے؟۔

انجمن خدام ملت کچھا

الجواب

صورت مسئولہ میں رفیق احمد کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اس کے نکاح سے نکل کر اس پر ایسی حرام ہوگئی کہ اب بے حلالہ اس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی ہے، جس نے رجعت کا فتویٰ دیا ہے، غلط فتویٰ دیا ہے، توبہ کرے آئندہ بے علم فتویٰ نہ دے، رفیق احمد پر لازم ہے کہ فوراً اس عورت سے علاحدہ ہو جائے اور توبہ کرے ورنہ ہر واقف حال مسلمان اس سے قطع تعلق کریں۔

قال تعالیٰ:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾(۱)

کتبہ محمد طاہر حسین غفرلہ، ۱۰/صفر المظفر ۸۹ھ

الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم

جس نے رفیق کا نکاح اس کی مطلقہ ثلثہ بیوی سے بے حلالہ کردیا واقف حال ہو تو وہ اشد گنہ گار

ہے، اس پر توبہ فرض ہے، فوراً توبہ کرے ورنہ اسے امامت سے معزول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق مغلظہ

(۳۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید اور اس کی بیوی میں کسی بات پر جھگڑا ہوا، اسی حالت میں زید کی بیوی نے کہا کہ میرا فیصلہ کردو، اس غصہ کی حالت میں زید نے کہا کہ چھٹی ہوئی، چھٹی ہوئی، چھٹی ہوئی، جب زید ظہر کے وقت مسجد میں گیا تو مولوی نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو زید نے کہا کہ ہاں چھٹی دے دی۔ شام کو گاؤں کے پھر چار چھ آدمی اکٹھا ہوئے تو زید کی بیوی نے کہا کہ میری غلطی ہوئی میں چھٹی نہیں چاہتی، میں توبہ کرتی ہوں اور اپنی خطا کی معافی چاہتی ہوں کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گی، اس پر زید نے کہا کہ جب تک فتویٰ نہ آجائے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، جب زید سے یہ پوچھا گیا تو زید نے خدا و رسول کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے طلاق کی نیت سے چھٹی نہیں دی، ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟۔ کیا حکم شریعت ہے۔

سائل محمد شاہ اینٹھ پور نواز ڈاکخانہ نیوریا پیلی بھیت

الجواب

۶۸۷: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل کر اس پر ایسی حرام ہوگئی کہ بے حلالہ اب اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ ریاض احمد چھپروی غفرلہ

الجواب صحیح

چھٹی ہوئی، یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کہنا طلاق ہوئی۔ عورت نے کہا: میرا فیصلہ کردے، فیصلہ کا لفظ بھی بعض لوگوں کے عرف میں طلاق ہی کے لیے بولا جاتا ہے، شوہر نے اسے سوال طلاق ہی سمجھا، چھٹی کا لفظ بھی بعض لوگوں کے عرف میں طلاق ہی کے لیے ہے، اسی لیے اس شخص نے اس سوال طلاق کے جواب میں کہا چھٹی ہوئی۔ یہ لفظ صریح ہے تو تین طلاق کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق مغلظہ

مسئلہ: (۳۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میرا داماد اور میری لڑکی نجمہ میرے مکان پر مقیم تھے، کسی وجہ سے دونوں میں جھگڑا ہو گیا، داماد لڑکی کو مارنے لگا، بچوں نے شور وغل مچایا، میرے پڑوسی شور وغل سن کر اندر آ گئے، پڑوسیوں نے اور میں نے داماد کو کھینچ کر لڑکی کو چھڑایا اور سمجھانے کی باتیں کیں، جس پر داماد نے یہ لفظ کہے کہ ''میں نے تجھ کو طلاق دے دی، اب تم اس کو سو، سو خصم کراتے پھرو، مجھ سے کوئی مطلب نہیں'' اس نے چند مرتبہ یہ الفاظ دہرائے کہ میں نے نجمہ کو طلاق دے دی، تم اس کو سو، سو خصم کراتے پھرو، جب اس نے چند مرتبہ یہی لفظ کہے تو میرے پڑوسیوں نے مجھے کہا کہ طلاق ہو گئی، تم لڑکی کو پردا کراؤ، میں نے داماد سے کہا کہ میں مفتی صاحب سے پہلے فتویٰ منگا لوں، تب تم سے بات کروں گا، اس پر میرے داماد نے جواب دیا کہ میں نے تو نجمہ کو طلاق دے دی، تم جو چاہو کرتے پھرو۔

مرسلہ: ماسٹر عبدالواحد خاں ایم۔اے، محلّہ نواب پورہ ڈاک خانہ نجیب آباد ضلع بجنور (یو۔پی)

الجواب

اگر فی الواقع آپ کے داماد نے خط کشیدہ جملہ کو طلاق کو تین دفعہ، یا، اس سے زائد کہا، تو آپ کی لڑکی پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں، نکاح سے باہر ہو کر ایسی حرام ہو گئی کہ اب بغیر حلالہ آپ کے داماد کے لیے حلال نہ ہو گی۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ بعد عدت آپ کی لڑکی کسی غیر سے نکاح صحیح کرے اور وہ اس سے وطی بھی کرے، بعد وطی جب وہ طلاق دے دے، یا مر جائے، یا معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو عدت گزار کر آپ کی لڑکی شوہر اول سے نکاح جدید بہ مہر جدید کر کے رہ سکتی ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتّٰی تنكح زوجا غيره﴾ (۱)

وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ((لا حتی تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك)) (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد طاہر حسین غفرلہ

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۲۳۰]

فی الواقع صورت مستفسرہ میں تین طلاقوں کا حکم ہے جب کہ اس نے وہ لفظ تین یا اس سے زائد بار کہے ہوں تین طلاق کے لیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق مغلظہ

مسئلہ: (۳۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مسماۃ رخصانہ بیگم بنت جھنڈا خاں کو اس کے شوہر حبیب خاں عرف منے نے دو بہ دو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دیں، یعنی حبیب خاں نے رخصانہ بیگم سے کہا کہ ''جا میں نے تجھے طلاق دی، جا میں نے تجھے طلاق دی، جا میں نے تجھے طلاق دی'' عورت کا بیان ہے کہ میں فوراً روتی ہوئی اپنی بیوہ نانی کے یہاں آگئی، تب سے وہیں ہوں، اب وہ مجھے میری نانی کے گھر چھ ماہ بعد ملاقات کے لیے آیا، اور کہا: کہ وہ تو میں نے غصہ میں ایسا کہہ دیا تھا، از روئے شریعت جو حکم ہو فرمائیے۔

فقط: جھنڈا خاں ساکن قصبہ سرولی تحصیل آنولہ ضلع بریلی

الجواب

صورت مسئولہ میں مسماۃ رخصانہ بیگم پر تین طلاقیں اسی وقت واقع ہوگئیں ہیں، وہ نکاح سے نکل کر شوہر پر ایسی حرام ہوگئی کہ اب بے حلالہ اس کے لیے کبھی حلال نہیں ہوسکتی۔

قال تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

طلاق اکثر غصہ ہی میں دی جاتی ہے، خوشی میں کون طلاق دیتا ہے؟ معمولی غصہ مانع وقوع طلاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ ۹۲ھ

الجواب صحیح:

جب اس نے بحالت صحت ہوش وحواس، اثبات عقل طلاق دی، واقع ہوگئی، تین دیں تو تینوں ہوگئیں، غصہ میں آدمی کسی کو زخمی کرتا ہے، کسی کو قتل کرتا ہے، تو کیا وہ سزا کا مستحق نہیں ہوگا۔ بے شک ہوش وعقل ثابت تو ضرور مستحق سزا ہوگا۔ یوں ہی تین طلاقیں واقع ہونے کا حکم سمجھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق مغلظہ

مسئلہ: (۳۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...
شفیع محمد کی لڑکی کا نکاح جس کا نام کنیز بانو ہے، اور محمد احمد صاحب کا لڑکا جس کا نام عابد حسن کے ساتھ ۲۸/اگست ۱۹۶۶ء میں ہوا تھا، اور رخصتی باقی تھی، اس اثنا میں لڑکی کے والد ولڑکے کے والد سے کشیدگی ہوگئی، اور رخصت نہیں ہوئی، عابد حسن کے والد والدہ نے لڑکی کے والد، بھائی وچچا پر رہزنی کا مقدمہ چلا دیا، پھر کچھ نے کوشش کی کہ ان حضرات کا باہم اتفاق ہوجائے، تو بہتر ہے، تو نواب صاحب کے مکان پر آدمی جمع کیے، اس پر لڑکے کی والدہ نے قسم کھائی، قرآن شریف درمیان کر کے میں اپنا مقدمہ واپس لوں گی، پھر لڑکی کے والد نے کہا کہ میں لڑکی کی رخصتی کردوں گا، پھر لڑکے کی والدہ اپنے وعدہ سے پھر گئی، کچھ عرصہ کے بعد محلّہ سیلانی پر نیاز احمد کی لڑکی کے ساتھ عابد حسن کی دوسری شادی مقرر کی اور رات میں عابد حسن کی برات لے گئے، برات کے جانے پر نیاز احمد نے یہ کہا کہ پہلی کو طلاق دو تب نکاح ہوگا، لہٰذا قرآن شریف عابد حسن کے ہاتھ پر رکھا گیا اور عابد حسن نے تمام حضرات کے سامنے یہ لفظ ادا کیا کہ میں نے اپنی پہلی بی بی کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اب میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں رہا، اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس واقعہ کے گواہ جن کا نام درج ذیل ہیں:
گواہ نمبر(۱) حافظ یار خاں۔ گواہ نمبر(۲) محمد جان صاحب۔ گواہ نمبر(۳) منے صاحب۔ اس شکل میں کنیز بانو کو طلاق ہوگئی، یا نہیں؟ اور کنیز بانو تو اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے، یا نہیں؟ حکم شرع سے مطلع فرمایا جائے، عین نوازش ہوگی۔

سائل: حاجی شفیع محمد، محلّہ نئی بستی بریلی

الجواب

طلاق ہوگئی۔ کنیز بانو دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے، پہلے کو اس پر کوئی دسترس نہ رہی، کنیز بانو اس کے نکاح سے فوراً نکل گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طلاق مغلظہ

(۳۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ایک شخص نے روبرو گواہان اپنے بی بی کو طلاق مغلظہ دے دی، طلاق کے بعد اور ایک سال تک لڑکی اپنے ماں باپ کے یہاں رہی، اور اس شخص نے کوئی توجہ نہیں کی، کیوں کہ طلاق دے چکا تھا، اب ایک سال کے بعد لڑکی نے دوسری جگہ نکاح کرلیا، تو لوگوں کے بہکانے سے یا خود بخود وہ شخص پریشان کرنے کی وجہ سے کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، اور گواہ اب بھی کہتے ہیں کہ: واقعی ہمارے سامنے طلاق دی، عورت بھی کہتی ہے کہ مجھے طلاق دے دی ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں شوہر کی بات مانی جائے گی، یا گواہوں کی بات مانی جائے گی۔ بینوا توجروا

عنایت حسین، موضع فطرگنج، ۱۰ر رمضان المبارک

الجواب

صورت مستفسرہ میں جب کہ گواہ طلاق کے موجود ہیں، تو طلاق ثابت ہے، اگر اس کی گواہی قابل قبول شرع ہے، جب ایسے گواہوں کی شہادت شرعیہ سے اس کا طلاق دینا ثابت، تو اس شخص کا طلاق سے انکار فضول ہے، اس کا انکار مردود ہے، وہ خود بھی گنہ گار ہوا، اور اوروں کے انکار کرانے سے انکار کیا، تو انکار کرانے والا بھی گنہ گار ہوا، وہ لوگ بھی طلاق مغلظہ کا دعویٰ عورت کرتی ہے، تو اگرچہ طلاق کسی وجہ سے ثابت نہ ہو، تو بھی عورت پر لازم ہے کہ وہ اس سے دور دور بھاگے، اسے اپنے اوپر قابو نہ دے، اس نے دوسرے سے نکاح کیا، اگر طلاق ثابت ہے اور بعد بلوغ عدت کیا ہے، تو نکاح درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق مغلظہ

(۳۷) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

کہ اگر تو میرا کہنا نہیں مانے گی تو جا تجھ کو طلاق طلاق طلاق۔ اور یہ کہہ کر زید چلا گیا۔

اشفاق علی خاں کانسٹبل ۳۸ رسول پولیس، پولیس لائن بریلی

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کی بی بی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، عورت فوراً اس کے نکاح سے باہر ہوگئی، اب بغیر حلالہ زید کے لیے حلال نہ ہوگی، حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت بعد عدت دوسرے سے نکاح کرے، وہ وطی کے بعد جب طلاق دے دے، یا مر جاے، یا معاذ اللہ مرتد ہو جائے، تو عورت عدت گذار کر زید سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾(۱)

وقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

((لا حتی تذوقي عسيلته ويذوق عسيلتك))(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: قاضی عبد الرحیم بستوی غفرلہ ۱۸ ربیع الاول ۶۸ھ

الجواب صحیح:

یہ اس صورت میں ہے کہ اس کی مراد اسی وقت ایقاع طلاق ہے، اور اگر تو میرا کہنا الخ سے مراد ایقاع طلاق ہے، تو جب وہ کہنا نہ مانے گی جب طلاق واقع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

غصہ میں تین طلاقیں دیں تو ہو گئیں

(۳۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے غصہ کی حالت میں اپنی زوجہ سے کہا تجھے طلاق طلاق طلاق دی۔ از روے شرع زوجۂ مذکورہ کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ بینوا بالكتاب والسنة توجروا بدخول الجنة۔

از مارواڑ دھوبی باوڑی سوتھ رواڑہ ماسٹر عاشق حسین خان مورخہ ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۵۴ھ یوم شنبہ۔

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۲۳۰]

(۲) [مجمع الزوائد كتاب الطلاق: ٤/٣٤٠]

الجواب

صورت مستفسرہ میں بے شبہ طلاق ہوگئی عورت مطلقہ بس۔ طلاق ہوگئی اب زید کو اس پر کوئی دسترس نہ رہی وہ دونوں اجنبی واجنبیہ ہوگئے۔ عورت اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوگئی اب بے حلالہ کبھی اس کے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔ طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے معمولی طلاق نہ ہونے کا سبب کیوں کر ہوسکتا ہے، ہاں اگر ثابت ہو کہ غصہ اسے اس وقت مجنون بنائے ہوئے تھا، جوش غضب اس درجہ تھا جس سے اس کی عقل میں خلل ہوگیا تھا تو اس صورت میں حکم طلاق نہ ہوگا۔ اللہ عزوجل سے کوئی بات چھپی نہیں، اگر جھوٹا ثبوت جوش غضب تا حد جنون کا پہنچا کر عورت کو اپنے قبضہ میں رکھے گا تو اس سے حرام اس کے لیے حلال نہ ہوجائے گا۔ وہ حرام حرام ہی رہے گا، اور اس جھوٹ فریب مکاری کا اس پر اور وبال عظیم ہوگا۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾(۱)

تین بار صریح طلاق دینے سے مغلظہ ہوجائے گی خواہ وہاں کوئی گواہ ہو یا نہیں

(۳۹) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ "اگر تم کہو تو میں طلاق دے دوں" عورت نے کہا کہ پھر دے کیوں نہیں دیتے۔ زید نے کہا بشرط تم میرا مہر معاف کردو، اور اپنی زبان سے تین مرتبہ کہہ دو کہ میں نے مہر معاف کردیا۔ عورت نے کہا کہ: میں نے مہر معاف کردیا۔ زید نے کہا کہ میں نے طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ اس پر اس عورت کی والدہ نے زید سے کہا کہ: آپ نے تو طلاق ہی دے دیا۔ زید کہنے لگا یوں طلاق مانا نہیں جائے گا، جب تک دو چار آدمی ہماری طرف سے اور دو چار آدمی تمہاری طرف کے موجود نہ ہوں۔ بعدہ زید نے اپنے ایک دوست سے یہ واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ اس صورت میں تو طلاق واقع ہوگئی۔ اس کے بعد ایک اور شخص سے اس نے یہ واقعہ بیان کیا، اس نے بھی یہی کہا: کہ اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی۔ آیا ان صور مذکورہ میں عورت مطلقہ ہوجائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اس صورت میں تین طلاقیں ہوگئیں۔ عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی کہ بے حلالہ اب کبھی

---

(۱) [سورۃ البقرۃ:۲۲]

اس پر حلال نہیں ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿الطَّلاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (۱)

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے۔یا۔نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىَ تَنكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ﴾(۲)

اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

طلاق ہو جانے کے لیے دو چار آدمی زوج کی طرف کے اور دو چار زوجہ کی جانب کے ہونا کیا معنی، ایک آدمی بھی ضروری نہیں، محض تنہائی میں اگر شوہر طلاق دے طلاق ہو جائے گی۔ جہاں طلاق دے وہاں اگر چہ زوجہ بھی موجود نہ ہو۔ نہ ثبوت طلاق کے لیے دو چار آدمی اس کے دو چار اس کے ہونا درکار۔ دو اہل شہادت درکار ہیں اگر چہ وہ نہ زوج کے ہوں نہ زوجہ کے۔ محض اجنبی ہوں۔ دونوں میں سے کسی ایک سے ذرا بھی علاقہ نہ رکھتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

طلاق مغلظہ

(۴۰) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی منکوحہ بیوی پر شک رکھتے ہوئے جب کہ بیوی کا کہنا تھا کہ مجھ پر کوئی شک مت کرو، میں اپنے داماد کے پاس بیٹھ کر اپنی اولاد کی طرح سمجھتے ہوئے بات چیت کر رہی تھی، میں شک کے قابل نہیں، لیکن زید غصے میں آکر روبرو گواہان طلاق دے چکا ہے۔ لیکن ابھی تک زید اور اس کی بیوی نے بڑی عزت سے زندگی گزاری، اور ایک دوسرے کی محبت میں رہتے ہوئے، اب یہ چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے مل کر زندگی گزار سکیں، ایسی حالت میں زید کو اپنی وہ عورت حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟۔

المستفتی جبار حسین بریلی روڈ ہلدوانی۔ ۱۹؍نومبر ۱۹۷۲ء

---

(۱) [سورة البقرة:۲۹]

(۲) [سورة البقرة:۳۰]

الجواب

اگر زید نے تین طلاقیں دی ہیں، تو بے حلالہ وہ عورت زید کے لیے حلال نہیں ہے، حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ بعد عدت عورت کسی دوسرے سے نکاح صحیح کرے، وہ بعد نکاح صحبت پھر طلاق دے دے۔ پھر عدت گزار کر عورت زید سے نکاح بہ مہر جدید کرے، اگر عدت پوری ہو چکی ہے، تو فوراً دوسرے سے نکاح کر سکے گی ورنہ عدت گزار کر، اگر عورت حائضہ ہے تو عدت تین حیض کامل بعد طلاق آنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد طاہر حسین نوری غفرلہ

فی الواقع تین طلاقوں کا یہی حکم ہے، سوال میں الفاظ طلاق نہ لکھے، شوہر نے کتنے الفاظ سے کتنی بار طلاق دی، وہ الفاظ بے کمی بیشی لکھ کر سوال کیا جائے۔ فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق مغلظہ

(۴۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی بی بی ہندہ کو ایک طلاق دی، پھر ثانیاً یوں کہا کہ: جا میں نے تجھے سات طلاقیں دیں، اور پھر ثالثاً: کہا کہ: اگر میں تجھے اپنے گھر میں رکھوں تو اپنی ماں سے زنا کروں۔ لہٰذا اس صورت میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مدلل ومستفید جواب تحریر کریں۔

حفیظ الدین سمیسر ڈاک خانہ سمیسر ہاٹ پورنیہ (بہار)

الجواب

صورت مسئولہ میں ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں، ہندہ فوراً زید کے نکاح سے باہر ہو گئی، اب بغیر حلالہ زید کے لیے دوبارہ حلال نہ ہوگی، حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت بعد عدت کسی دوسرے سے نکاح کرے، وہ بعد ہم بستری جب طلاق دے دے، یا مر جائے، یا معاذ اللہ مرتد ہو جائے، تو عدت گزار کر زید سے دوبارہ نکاح کر سکے گی۔

قال تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

اور حدیث میں ہے:

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۲۳۰]

((لا حتّٰی تذوقي عسیلته ویذوق عسیلتك))(۱)واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ ۷؍رمضان ۸۷ھ

صح الجواب ،واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سات طلاقیں دیں اور وہ بے ہودہ جو بات بکی اس سے توبہ کرے،طلاق بضرورت وجہ شرعی سے دے،مطابق سنت،ویسے طلاق ممنوع ہے۔

حدیث میں ہے:

((تزوّجوا ولا تطلقوا فإن الطلاق یهتز منه العرش))(۲)

اس نے خلاف سنت طلاق دی،اگر بے وجہ طلاق مطابق سنت بھی دیتا تو عرش الٰہی کو لرزہ دینے کی وجہ پیدا کرتا،اس نے تو سات دیں،یہ بے ہودگی شریعت کے ساتھ گویا معاذ اللہ استہزانہ شمار ہو۔ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ العلي العظیم،مطابق سنت دیتا تو عدت گذرنے سے پہلے پہلے رجعت کرسکتا،خلاف سنت بائن طلاق دیتا،جب بھی موقع تھا کہ اگر عورت راضی ہوتی اس سے نکاح جدید بہ مہر جدید کرلیتا۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

---

(۱) [مجمع الزوائد،کتاب الطلاق:۴/ ۳۴۰]

(۲) [عمدۃ القاري شرح صحیح البخاري،باب : وقول اللہ : یا یها النبي إذا طلقتم:۳/ ۲۲۲۶]

(۳) طلاق بائن

فیصلہ دیا، یہ لفظ طلاق کنایہ سے ہے

(۴۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید کی بیوی ہندہ سے کچھ حجت گھریلو معاملہ پر ہوگئی اور ہندہ اپنے ماں باپ کے یہاں چلی گئی، اس کے دوسرے روز ہندہ کی ماں اور اس کے بھائی آئے، اور کہا کہ تم نے ہندہ کو کیوں گھر سے نکالا، اس پر زید کے گھر والوں نے کہا کہ اس کو کسی نے نکالا نہیں، بلکہ وہ خود چلی گئی، اس پر ہندہ کے بھائی نے کہا کہ تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے، اور بہت سی باتیں تہذیب سے گری ہوئی کہیں، اس پر زید کے گھر والوں نے کہا کہ زید تم ان لوگوں کا فیصلہ کیوں نہیں کرتے، زید کو بہت غصہ آگیا اور اس نے کہا کہ فیصلہ دیا، دیا، دیا، تین مرتبہ کہا اور ہندہ وہاں موجود نہیں تھی، وہاں پر ہندہ کی ماں اور بھائی موجود تھے، اور زید کے گھر کے دو تین آدمی تھے، لہذا اس معاملہ میں ہم لوگوں میں کافی بحث ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ طلاق ہوگئی، اور کچھ لوگ کہتے ہیں طلاق نہیں ہوئی، لہذا آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر ہمیں جواب دیجیے تاکہ یہ خلفشار ختم ہوجائے۔ فقط

خادم محمد حلیم نیازی ۲۷/مارچ ۶۹ء

الجواب

زید سے پوچھا جائے کہ اس نے فیصلہ دیا، دیا، دیا۔ یہ لفظ کس کو کہا ہے، زید سے پوچھ کر پھر سوال بھیجیں، اور سوال میں اس کا بیان بھی لکھ دیں تاکہ حکم لکھا جائے، اور فیصلہ کا لفظ کس مطلب سے کہا ہے، فیصلہ کا لفظ وہاں اس کے عرف میں طلاق کے لیے بولا جاتا ہے؟ **واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ محمد اعظم غفرلہ

الجواب صحیح: فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق صریح رجعی کے ساتھ بائن طلاق مل جائے تو رجعی بھی بائن ہو جاتی ہے

(۴۳) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے ان الفاظ کو ادا کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو جو بدھا کی لڑکی ہے اور میرے نکاح میں تھی میں اس کو طلاق دیتا ہوں مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ وہ نکاح کرے یا رنڈی پیشہ کرے میرے نزدیک یہ رنڈی ہے۔ ازشہر بریلی محلّہ قرولان ۲۹ رشوال المکرّم ۱۳۵۰ھ

الجواب

عورت نکاح سے نکل گئی اس پر دو طلاقیں بائن ہوگئیں کہ اس کو طلاق دیتا ہوں طلاق صریح رجعی ہے، اور مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے الخ، کنایات طلاق سے اور بوجہ تقدم طلاق صریح محتاج تنقیح نیت نہیں۔ تو اس بائن نے اس رجعی سے مل کر اسے بھی بائن کر دیا کہ اس سے خیار رجعت نہ رہا۔ عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ زید ہی سے نکاح پر راضی ہو تو اس سے بھی کر سکتی ہے، کہ اس صورت میں زید صرف ایک طلاق کا مالک رہ گیا اب کبھی اگر ایک طلاق بھی اسے دیگا تو عورت اس پر ہمیشہ ہمیشہ کو بوجہ طلاق مغلظہ حرام ہو جائے گی کہ بے حلالہ کبھی حلال نہ ہو سکے گی، یہ تیسری ان دو سے مل کر تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

شوہر نے کہا: میں نے آزاد کیا، طلاق بائن واقع ہوگئی

(۴۴) **مسئلہ:**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید اپنی عورت سے یہ کہے کہ ''میں نے تجھ کو آزاد کیا اور تو بھی مجھ کو آزاد کر دے'' اس عورت نے جواب دیا کہ تم میرے خاوند نہیں، زید نے اس پر جواب دیا کہ ہوگا کوئی (گالی دے کر) تیرا خاوند نہ تو میری عورت نہ میں تیرا خاوند۔ ایک ماہ سے یہ نا اتفاقی متواتر رہی اور ابھی تک ہے مگر ایک جگہ دونوں رہتے ہیں معمولی گفتگو کسی وقت اشارۃً ہوتی ہے۔ اب وہ عورت چاہتی ہے کہ میں معافی اپنے قصور کی چاہ لوں۔ ایسی صورت میں زید کو کیا کرنا چاہیے، اور مذکورہ بالا مسئلہ پر کیا جواب دیا جاتا ہے؟ والسلام من اتبع الھدیٰ۔

الجواب

اگر مرد نے عورت سے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہے کہ "میں نے تجھ کو آزاد کیا" تو ایک طلاق بائن ہوگئی۔ جب وہ دونوں راضی ہوں تو نکاح جدید بمہر جدید کرلیں۔

فی الہندیہ:

"لو قال اعتقتك طلقت بالنية كذا في معراج الدراية."(۱)

اگر خاوند کہے: میں نے تجھے آزاد کیا، تو وہ عورت مطلقہ ہوجائے گی جب کہ اس نے بہ نیت طلاق کہا ہو۔ ایسا ہی معراج الدرایہ میں ہے۔ (مترجم)

اس کے دوسرے لفظ "نہ تو میری عورت نہ میں تیرا خاوند" بر مذہب مختار الفاظ طلاق سے نہیں۔ یہ اگر بہ نیت طلاق بھی کہے ہوں ان سے طلاق نہ ہوگی ہاں ان سے بظاہر اتنا پتہ چلتا ہے کہ پہلا لفظ بہ نیت طلاق کہا ہوگا۔ شوہر اگر بقسم کہہ دے گا کہ اس نے پہلے لفظ سے نیت طلاق نہیں کی تھی تو اصلاً طلاق کا حکم نہ ہوگا، اور اقرار کرے گا یا حلف نہ کرے گا تو ایک طلاق بائن کا حکم ہے۔

عالمگیریہ میں ہے:

"لو قال توزن من نی لا يقع وإن نوى هو المختار كذا في جواهر الأخلاطي۔"(۲)

اگر شوہر کہے: تو میری بیوی نہیں، تو بر مذہب مختار طلاق واقع نہ ہوگی، اگرچہ بہ نیت کہا ہو۔ ایسا ہی جواہر الاخلاطی میں ہے۔ (مترجم)

اسی میں مجموع النوازل سے ہے:

"امرأة قالت لزوجها"آخر زن تو ام" فقال الزوج:" نه تو ونه زني تو" لا يقع بهذا شيء كذا في المحيط۔"(۳)

عورت نے اپنے شوہر سے کہا: "آخر میں تیری بیوی ہوں" خاوند نے جواب دیا: "نہ تو ہے اور نہ تو میری بیوی ہے" تو اس قول سے کچھ واقع نہ ہوگا۔ ایسا ہی محیط میں مذکور ہے۔ (مترجم)

---

(۱) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني ايقاع الطلاق، الفصل الخامس:۱/٤٧٤]

(۲) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني في إيقاع الطلاق:۱/٤٨٧]

(۳) [الفتاوىٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني في إيقاع الطلاق:۱/٤٨٧]

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”لـو قال لإمرأته لست لي بامرأة. أو قال لها: ما أنا بزوجك، إن قالَ: نويت الطلاق يقع الطلاق في قول أبي حنيفة ـ رحمه اللّٰه تعالیٰ۔“(۱)

اگر بیوی سے کہے: تو میری بیوی نہیں، یا کہا: میں تیرا خاوند نہیں۔ اگر کہا: میں نے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوگی امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ صاحبین کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”لـو قـالـت الـمـرأة لـزوجها: لست لي بزوج، فقال الزوج: صدقت ونوى به الطلاق يقع في قول أبي حنيفة ـ رحمه اللّٰه تعالیٰ۔ كذا في فتاویٰ قاضي خان۔“(۲)

عورت اپنے خاوند سے کہے: تم میرے خاوند نہیں، خاوند نے کہا: تو نے سچ کہا اور اس سے طلاق کی نیت کرے تو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی۔ ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

”قـد اتـفـقـوا جـمـيعاً إنه لو قال: واللّٰه ما أنت لي بامرأة، أو لست واللّٰه لي بامرأة فإنه لا يقع شيء وإن نوى۔“(۳)

اگر کہا: ”خدا کی قسم“ تو میری بیوی نہیں، یا تو ”قسم خدا کی“ میری بیوی نہیں۔ کچھ واقع نہ ہوگا، اگر چہ بہ نیت کہا ہو۔ اس میں تمام علما کا اتفاق ہے۔ (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ میں ہے:

”لـو قـال لهـا لسـت لـي بامرأة عند هما لا يقع وإن نوى، وعند أبي حنيفة يقع إذا نوى۔“(٤)

اگر کہے: تو میری بیوی نہیں، صاحبین کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی اگر چہ بہ نیت کہے، اور امام

---

(۱) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ١/٤٧٣]

(۲) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ١/٤٧٣]

(۳) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق الباب الثاني في إيقاع الطلاق: ١/٤٧٣]

(٤) [illegible]

ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ بہ نیت کہا ہو۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"قال: تو زن من نيستي لا يقع وإن نوى هو المختار."(۱)

خاوند نے کہا: "تو میری بیوی نہیں ہے" تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ یہی مختار ہے۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"لو قال والله لست لي بإمرأة لا يقع وإن نوى."(۲)

اگر کہا: خدا کی قسم تو میری بیوی نہیں، طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ بہ نیت کہے۔ (مترجم)

فتاویٰ خلاصہ اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"قالت لهٗ: لست لي بزوج، فقال: هي صدقت فهذاوما لو قال: لست لي بامرأةسواء۔'(۳)'

خاوند سے عورت نے کہا: تم میرے خاوند نہیں، خاوند نے کہا: عورت سچی ہے تو شوہر کا یہ کہنا اور یہ کہنا کہ میری کوئی بیوی نہیں حکم میں یکساں ہے۔ (مترجم)

درمختار میں ہے:

"والقول لهٗ بيمينه في عدم النية۔"(٤)

نیت نہ ہونے کے بارے میں، قسم لے کر خاوند کی بات مان لی جائے گی۔ (مترجم)

عورت اس سے قسم لے لے اگر بقسم کہہ دے کہ اس نے طلاق کی نیت سے وہ لفظ نہ کہے تھے مان لے۔ جھوٹ کہے گا وبال اس پر ہوگا۔

درمختار میں ہے:

"يكفي تحليفهاله في منزله والله تعالٰى اعلم۔"(٥)

---

(۱) [خلاصة الفتاوى:۱/۲٤۳]

(۲) [خلاصة الفتاوى:۱/۲٤۳]

(۳) [خلاصة الفتاوى:۱/۲٤۳]

(٤) [الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات:٤/۳۹۹]

(٥) [الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الكنايات:٤/۳۹۹]

اور گھر میں قسم دے دینا کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

الفاظ کنایہ چند ہوں جب بھی ایک طلاق بائن ہوگی

(۴۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی بی بی کی عدم موجودگی میں ایک شخص کے سامنے یہ الفاظ اپنی بی بی کے متعلق کہے: میں اپنی بی بی کو مثل ماں کے سمجھتا ہوں مجھ سے اور اس سے کوئی واسطہ نہیں'' تو کیا حکم ہے؟

از جائس ضلع رائے بریلی، المستفتی منظور الحق

الجواب

اگر اس نے اپنے ان الفاظ سے کہ ''میں اپنی بی بی کو مثل ماں کے سمجھتا ہوں'' نیز اس کلمہ سے کہ ''مجھ سے اس سے کوئی واسطہ نہیں'' طلاق کا ارادہ کیا تھا ہر دو کلمہ سے علاحدہ علاحدہ طلاق کی نیت ہو یا ایک سے طلاق مقصود ہو بہر حال اس صورت میں کہ وہ کلمے بہ نیت طلاق ہی کہے ہوں ایک طلاق بائن ہوگئی کہ پہلا کلمہ نیز دوسرا ہر دو کنایات طلاق سے ہیں۔ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے، دونوں سے علاحدہ علاحدہ طلاق کی نیت ہو جب بھی ایک ہوگی، ایک لغو ہو جائے گی۔

”فان البائن لا يلحق بالبائن كما هو مصرح به في غير ما كتاب.“

عالمگیری میں ہے:

”لا يلحق البائن البائن بأن قال لها: أنت بائن، ثم قال لها أنت بائن، لا يقع إلا طلقة واحدة بائنة.“(۱)

طلاق بائن بائن کے ساتھ نہیں ملتی، عورت سے کہا: ''أنت بائن'' پھر کہا: ''أنت بائن'' صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ (مترجم)

اور اگر بہ نیت ظہار یہ کہا کہ: میں اپنی بی بی کو مثل ماں کے سمجھتا ہوں'' اور یہ لفظ کہ، مجھ سے اس سے کوئی واسطہ نہیں'' بہ نیت طلاق کہے تو ظہار بھی ہوا، اور طلاق بھی۔ بعد نکاح جدید بھی جب تک کفارہ نہ دے اس سے استمتاع حلال نہیں۔ اس سے صحبت حرام، اس کا بوسہ بشہوت لینا، یوں ہی ہاتھ لگانا اس کی

(۱) [الفتاوى الهندية كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۱/ ۴۷۵]

شرم گاہ دیکھنا حرام، اور اگر طلاق کی نیت نہ تھی ظہار ہی کی نیت تھی تو صرف ظہار ہوا، کفارہ اس پر لازم کہ ایک غلام آزاد کرے اور یہاں باندی غلام کہاں، جب اس پر قدرت نہیں تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے اور ان دو ماہ میں دن میں یا رات میں اس سے صحبت نہ کرے، اور اگر اس سے قبل ادائے کفارہ صحبت کرے گا تو یہی نہیں کہ گناہ ہوگا، بلکہ از سر نو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے۔ یوں ہی اگر بیچ میں کوئی روزہ چھوٹ جائے گا تو پھر سرے سے دو ماہ کے روزے لازم ہوں گے۔ اور اگر بیماری سے یا بڑھاپے سے ایسا ہوگیا ہے کہ لگاتار دو ماہ کے روزوں کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مساکین کو دونوں وقت بھر پیٹ کھانا کھلائے۔ اتنے مسکینوں کو سو روپے بھر سیر سے پونے دو سیر ایک اٹھنی بھر اوپر فی مسکین گیہوں دے یا اس قدر کی قیمت۔

اور اگر ظہار مقصود نہ تھا بلکہ لفظوں سے یہ مراد تھی کہ میرے نزدیک وہ میری ماں کی مثل عزت و کرامت و بزرگی رکھتی ہے میں اس کا اعزاز و اکرام ماں کی مثل سمجھتا ہوں تو اس صورت میں ظہار نہ ہوگا، نہ حکم وجوب کفارہ مگر بظاہر اس کے اگلے لفظ اس سے آبی ہیں، یوں ہی اگر اس کی کوئی نیت نہ تھی تو بھی علی قول الامام یہ لفظ کرامت ہی پر محمول ہوگا، اور ظہار کا حکم نہ ہوگا، اور اگر ان الفاظ سے نیت تحریم کی تھی تو بھی صحیح یہی ہے کہ ظہار ہوگا۔

عالمگیریہ میں ہے:

"لو ظاهر منها ثم طلقها طلاقاً بائناً ثم تزوجها لا يحل له وطوء ها والاستمتاع بها حتى يكفر۔"(۱)

بیوی سے ظہار کیا، پھر طلاق بائن دے ڈالی اس کے بعد اس سے نکاح کرلیا، اس کے لیے بیوی سے وطی واستمتاع حرام ہے، یہاں تک کہ کفارہ ادا کردے (تو حلال ہے) (مترجم)

اسی میں ہے:

"لو قال لها: انت عليّ مثل أمي، أو كأمي ينوي، فإن نوى الطلاق وقع بائناً، وإن نوى الكرامة أو الظهار فكما نوى هكذا في فتح القدير. وإن لم يكن له نية فعلى قول أبي حنيفة ـ رحمه الله تعالىٰ ـ لا يلزمه شيء حملاً للفظ على معنى الكرامة كذا في الجامع الصغير. والصحيح قوله ـ هكذا في غاية البيان. وإن نوى التحريم اختلفت

---

(۱) الفتاویٰ الهندية كتاب الطلاق الباب التاسع في الظهار ۱/۵۰۶

الروايات فيه، والصحيح أنه يكون ظهاراً عند الكل ـاه"(١)

اگر بہ نیت بیوی سے کہا کہ: تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے، یا میری ماں کی طرح ہے، اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہوگی، اور اگر عزت وکرامت یا ظہار کی نیت کی تو نیت کے مطابق حکم ہوگا، ایسا ہی فتح القدیر میں مذکور ہے۔ اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس پر کچھ لازم نہ ہوگا، کیوں کہ لفظ کو معنی کرامت پر محمول کیا جاسکتا ہے، ایسا ہی جامع صغیر میں مذکور ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ ایسا ہی غایۃ البیان میں لکھا ہے۔ اور اگر ''تحریم'' کی نیت کی تو اس باب میں روایتیں مختلف ہیں، صحیح یہ ہے کہ تمام حضرات کے نزدیک ظہار ہوگا۔ اھ، (مترجم)

العطایا النبویہ میں ہے:

"في رد المحتار عن البحر مني وعندي ومعي كعلى اه. أقول: وانت تعلم أن "سمجهتا هون" بلساننا يؤدي مودي عندي بلسان العرب اه."(٢)

ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ ''اگر تو مجھ پر'' کی بجائے ''مجھ سے، میرے ہاں، میرے ساتھ'' کے الفاظ کہے تو وہ بھی ''مجھ پر'' کے حکم میں ہوں گے۔ اھ۔ میں کہتا ہوں: ہماری زبان میں ''سمجھتا ہوں'' کا لفظ عربی زبان میں ''عندي'' کے قائم مقام ہے۔ (مترجم)

اسی میں تنویر الابصار ودرمختار سے ہے:

"يصير به مظاهراً فيحرم وطوءها عليه ودواعيه من القبلة والمس والنظر إلى فرجها بشهوة. والله تعالىٰ أعلم."(٣)

ان الفاظ سے ظاہر ہو جائے گا، لہٰذا اس پر وطی ودواعی وطی مثلاً: بوسہ، چھونا (ہاتھ لگانا) اور بہ شہوت سے عورت کی شرم گاہ دیکھنا حرام ہوگا۔ (مترجم)

---

(١) [الفتاوى الهندية. كتاب الطلاق، الباب التاسع في الطهارة:١/٦١٢]

(٢) [الفتاوىٰ الرضوية:٥/٦٢٦ـمطبوعه مبارکپور]

(٣) [... كتاب الطلاق، مطلب ماسه غ فيه الاجتهاد:٥/١٠٠ـ١٠١]

عدت کا حکم

مسئلہ: (۴۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

عورتوں میں یہ بات مشہور ہے کہ بیوہ دوران عدت اپنے گھر جس میں مردہ شوہر کے انتقال کے وقت تھی کسی دوسری جگہ پڑوس میں، یا شادی، یا موت میں کسی بھی عزیز کے یہاں نہیں جائے گی، نہ نیا کپڑا پہنے گی، نہ سر میں تیل ڈالے گی، نہ چوڑیاں پہنے گی، نہ سرمہ لگائے گی اور خواہ اس کی جان پر ہی کیوں نہ بن جائے کسی ڈاکٹر وغیرہ کو دکھانے نہیں جائے گی۔ براہ کرم عدت کے شرعی احکام سے نوازیں کہ آیا عدت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ریاست علی خاں محلّہ ذخیرہ بریلی شریف (عدت وفات)

الجواب

عدت طلاق ہو، یا عدت وفات، عدت کے اندر بے عذر شرعی عورت گھر سے نہیں نکل سکتی، عورتوں میں یہ مشہور ہے تو صحیح ہے، یہ بات غلط مشہور ہے کہ عدت کے اندر عورت گھر سے باہر قدم نکالے تو عدت ٹوٹ جاتی ہے، پوری تفصیل عدت کے احکام کی ''بہار شریعت'' میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

۷ر ربیع الآخر ۱۳۷۴ھ

عدت کا حکم

مسئلہ: (۴۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

ہندہ کے شوہر کا انتقال ایک ماہ ہوگیا، وہ عدت شوہر کے مکان پر کر رہی ہے، میکہ ہے اس کے باپ بیمار ہیں، وہ اپنے باپ کو دیکھنے عدت کی حالت میں آسکتی ہے، یا نہیں؟ حکم سے مطلع فرمائیے۔

سرتاج بیگم والدۂ ہندہ، محلّہ ملوک پور نالہ مسجد بریلی، ۴ر رجب المکرّم

الجواب

الجواب:۔ ہندہ معتدہ باپ کو دیکھنے کو میکہ نہیں آسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد طاہر حسین پورنوی غفرلہ

عدت کے اندر بیمار پرسی کو نہیں جاسکتی۔

الجواب صحیح. واللہ تعالیٰ اعلم.

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

بدفعلی کی وجہ سے عورت نکاح سے نہیں نکلی

(۴۸) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میں نے اپنی لڑکی کی شادی کردی جس کو قریب پانچ سال کا عرصہ ہوگیا، لیکن شادی کے بعد اب تک لڑکی میکہ واپس آکر جو ہم عمر لڑکیوں سے کہتی تھی، میں اس کو اب تک پس پردہ میں ڈالتا رہا، اور لڑکے والوں سے کہا کہ دیکھو میری لڑکی کو مندرجہ ذیل شکاتیں ہیں ان کو دور کرو اس پر ان لوگوں نے نہ کوئی غور کیا، بلکہ الٹے جواب دیا۔

شکایتیں:

(۱) رات کو ۱۲/۱ بجے تک گاؤں میں رہنا۔

(۲) جب گھر آیا اور لڑکی سوتی ہے، اس وقت اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کے ساتھ راستہ سے بے راستہ پیش آنا (یعنی لونڈے بازی کرنا)

(۳) لڑکی نے دو چار مرتبہ کے بعد یہ کہنا شروع کردیا کہ میں ماں باپ سے کہہ دوں گی اس پر وہ یہ کہہ دیتا ہے کہ اپنے باپ سے پیدا ہے تو میرے گھر آنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھ کو اسی طرح اپنا برتاؤ کرنا ہے، اب اس صورت میں مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ اس صورت میں نکاح رہا یا فسخ ہوگیا؟

حکیم اللہ دریلنگھرڈ پوسٹ

الجواب

اگر واقعی شوہر ایسی خبیث حرکت کرتا ہے تو وہ حرام کار ہے، بڑا ظالم وستم گار، اشد گنہ گار، حق اللہ اور حق زوجہ میں گرفتار ہے، اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ کرے، اور اپنی بیوی سے معافی چاہے، اور بیوی کو

عورت بعد عدت کسی اور سے نکاح کر سکے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾(۱)

ادھر میں لٹکا رکھنا حرام حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:﴿فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾(۲)

واقف حال مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس ظالم سے طلاق حاصل کروا کر اس ظالم سے توبہ کرائیں، اگر وہ ظالم توبہ نہ کرے طلاق نہ دے تو اس سے قطع تعلق کریں، نکاح بدستور قائم ہے، نکاح میں کوئی خلل واقع نہیں ہے، جب تک شوہر نہ رہے، یا طلاق نہ دے دے، یا معاذ اللہ مرتد نہ ہو جائے، عورت نکاح سے خارج نہیں ہو سکتی، اور جب تک نکاح سے باہر نہ ہو، اور عدت نہ گزر جائے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد طاہر حسین نوری غفرلہ، ۷ر رمضان المبارک

جو صورت لکھی ہے اس کا جواب یہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس ظالم جفا کار بدکار کو توبہ کی توفیق دے۔ یہ عورت جس کے ہاتھ پیر بند ھے ہوں اور منہ کھلا ہو تو شور وغل کیوں نہیں کرتی۔ اگر اس عورت نے اسے یہ ناجائز فعل کرنے دیا اور جو کوشش اس سے بچاؤ کی کر سکتی تھی نہ کی تو وہ بھی گنہ گار ہوئی، جو شخص لڑکی کی بات سن کر دوستی کرتا رہا وہ بھی ملزم ہوا، یہ سب بھی توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

(۴) طلاق رجعی

طلاق رجعی کا بیان

مسئلہ: (۴۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

مکرمی مولوی مفتی اعظم ہند صاحب بریلوی

گزارش یہ ہے کہ میری لڑکی اعجازی بیگم جس کے شوہر کا نام محمد عثمان خاں عرف رمضان، اس نے اس کو ۷/فروری ۱۹۷۱ء کو بذریعہ خط طلاق نامہ لکھ کر روانہ کر دیا، اس طلاق میں صرف ایک خط پر بغیر کسی گواہ کے ہے، طلاق لکھ کر روانہ کرنے کی وجہ اس نے یہ لکھی ہے کہ میری بی بی میرے حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، اس مرد نے لڑکی اعجازی بیگم کو ۲ رسال سے لڑکی کہ میرے گھر یعنی اس کے میکے چھوڑ رکھا تھا، اور ۲ رسال کے بعد طلاق نامہ دیا، میری لڑکی بغیر بھائی باپ کے رہتی، اب آپ سے گزارش ہے کہ آپ بتانے کی زحمت گوارہ فرمائیں، کہ ایسی صورت میں طلاق جائز ہوئی، یا کہ نہیں؟ امید ہے کہ جلد از جلد لکھ کر روانہ کریں۔ عین نوازش ہوگی۔

عنایتن بیگم، محلّہ فیل خانہ پیلی بھیت

الجواب

عثمان خاں کے اس بکنے سے کہ میرا کہنا نہ ماننے کی وجہ سے میں نے اپنی بی بی کو طلاق دیا، ایک طلاق رجعی اس بیوی پر واقع ہوگئی، وہ عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے، عدت کے اندر رجعت نہ کی تو بعد عدت تجدید نکاح بہ مہر جدید کرے اگر عورت راضی ہو، اور اگر طلاق نامہ میں دوسری وتیسری جگہ طلاق کا ذکر ہے، اس سے بھی نئی طلاق واقع کرنے کی نیت ہے تو تین طلاق کا حکم ہے، ورنہ نہیں۔ تین طلاق کی صورت میں عورت نکاح سے نکل کر عثمان خاں پر ایسی حرام ہوگئی کہ بے حلالہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: ریاض احمد نوری

الجواب:- اگر عثمان [illegible] طلاق نامہ کا مقر [illegible]

اس سے منکر ہو جب تک گواہان شرعی سے ثبوت نہ ہو جائے طلاق کا حکم نہ ہوگا۔ اگر وہ مقر ہو تو گواہ کی حاجت نہیں، وہ طلاق نامہ بے گواہ ہے، ہوا کرے، طلاق نامہ پر گواہوں کے دستخط ہونا کچھ ضروری نہیں، اس لیے جو وجہ طلاق لکھی اگر چہ وہ غلط ہو طلاق ہوگئی، اگر اس نے پرچہ لکھا، یا لکھوا کر بھیجا ہے، ظاہر یہی ہے کہ تیسری بار جو اس نے لکھا وہ انشائے طلاق کے لیے نہیں، اسی طلاق کا اخبار اس کا بیان مع وجہ ہے۔ دوسری بار جو لکھا ہے اس میں دونوں احتمال ہیں، اگر وہ بھی اخبار ہی کے لیے ہے تو ایک طلاق کا حکم ہے، اور اگر دوسری بار جو لکھا ہے اس سے دوسری طلاق دینا مقصود ہے، تو دو طلاق کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

طلاق رجعی کا بیان

(۵۰) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے اپنی بی بی کو دو اشخاص کے سامنے طلاق دو مرتبہ دی، اور اس طرح دی کہ "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی، میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی"۔ زید اپنے مکان چلا گیا، اور ھندہ اپنے ماں باپ کے یہاں چلی گئی، تمام لوگوں نے معلوم کیا کہ تم نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی، سب سے یہ ظاہر کیا کہ طلاق میں دل سے دے چکا ہوں، دے دی ہے، زید کو خود بھی اقرار ہے کہ میں نے دو مرتبہ طلاق دی ہے، عدت کے اندر رجعت نہیں کی، پانچ سال گذرنے پر تمام لوگوں نے بوجھ سمجھ کر زید اور ھندہ کو سمجھایا کہ تمہارے نکاح ہو جانے میں گنجائش معلوم ہوتی ہے، لہٰذا دونوں کو راضی ہو کر نکاح کر دیا، نکاح ہو جانا جائز ہوا، یا نہیں؟ امام اور قاضی اور تمام اشخاص نکاح میں موجود تھے، تفصیلات کر کے شریعت مطہرہ کے تحت جواب ممنون فرما دیجیے۔

حافظ امام صدیق درو، کچھا، نینی تال

الجواب

صورت مستفسرہ میں دو طلاقیں ہو چکی ہیں، اور جب عدت کے اندر رجعت نہیں کی، تو بائنہ ہوگئی، تو عورت بائنہ ہوگئی، اس کو بے جدید نکاح نہیں رکھ سکتا تھا، لوگوں نے پھر اس سے نکاح کر دیا، تو وہ پھر سے اس شخص کی بی بی ہوگئی۔ اگر ان دونوں طلاقوں سے پہلے طلاق دی ہو اور تین طلاقیں ہوگئی ہوں، تو

وہ عورت ہمیشہ کے لیے حرام ہے کہ بے حلالہ کبھی حلال نہ ہوگی، دو ہی طلاقیں ہوئی تھیں تو یہ دوسری بار جو اس سے نکاح کیا درست ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دو مرتبہ صریح طلاق سے رجعی ہوگی

(۵۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید وہندہ میں لڑائی ہو رہی تھی تھوڑے عرصہ کے واسطے رک گئی تھی کہ اس عرصہ میں میرے خالہ زاد بھائی ارشاد علی آئے اور انہوں نے پھر چھیڑ دیا، شروع ہوگئی کہ زید نے دل میں خیال کر کے بغرض دھمکی غصہ کی حالت میں میں نے ایک مرتبہ کہا: ایسی ہندہ کو تو طلاق دے دے'' یہ نہیں کہا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔ ہندہ نے اس لفظ کو نہیں سنا۔ دوبارہ پھر چار پانچ منٹ کے بعد کہا کہ طلاق دی طلاق دی۔ اس کا خیال نہیں رہا کہ اخیر میں ایک مرتبہ کہا یا دو مرتبہ۔ یہ نہیں کہا کہ میں تم کو طلاق دیتا ہوں، کیوں کہ بھائی ارشاد علی سے معلوم ہوا کہ اول ایک مرتبہ یہ لفظ کہا کہ ایسی ہندہ کو تو طلاق دے دے دوبارہ دو مرتبہ کہا۔ ہندہ سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ کہا، اور اب اس سے مکرر نکاح ہو سکتا ہے اور اس کا کفارہ کیا ہوگا۔ پہلا قصور معافی چاہتا ہوں۔ الفاظ خط میرے مکان میں ہندہ کا مزاج گرم ہے اس وجہ سے مجھ سے غلطی ہوئی معافی چاہتا ہوں۔

از لکھنؤ ۳۲ لاٹوش روڈ منشی ہردے نرائن مرسلہ ایس محمد عاشق علی مہرکن رضوی

مورخہ ۲۶/ جمادی الاولیٰ یوم شنبہ ۵۵ھ

الجواب

صورت مستفسرہ میں طلاق رجعی ہونے کا حکم ہوگا۔ لفظوں میں اضافت نہ ہونا اصلاً اضافت نہ ہونا نہیں۔ یہاں لفظوں میں اگر چہ یہ نہیں کہ ''تم کو'' یا ''اس کو'' فلاں کو طلاق دی مگر جب پہلے وہ یہ لفظ کہہ چکا ہے کہ ''ایسی ہندہ کو تو طلاق دیدے''۔ نیز خط میں لکھا ہے کہ میرے مکان میں ہندہ کا مزاج گرم ہے اس وجہ سے مجھ سے یہ غلطی ہوئی معافی چاہتا ہوں۔ ان جملوں سے معلوم ہوگیا کہ ان الفاظ سے اپنی عورت ہی کو طلاق دینا مقصود ہے۔ اب رہا یہ کہ ایک ہوئی یا دو، اگر اسے شک ہو اور وہاں جو شخص موجود ہو اس کے بیان سے اسے ایک کی طرف گمان غالب ہو تو ایک ہوئی اور اگر اسے دو کا گمان غالب ہو خود یا وہاں جو ہو اس کے بیان سے تو دو سمجھے، اور اگر خود اپنا گمان زیادہ کا ہو اور حاضرین جو عادل ہوں ان کا بیان کم کا ہو تو

ان کا صدق اس کے دل پر جمے تو ایک ہی سمجھ سکتا ہے۔

درمختار میں ہے:

"ذشك أطلق واحدة أو أكثر بنى على الأقل."(۱)

شک ہے کہ ایک طلاق دی یا زیادہ تو اقل پر محمول ہوگا۔ (مترجم)

ردالمحتار میں ہے:

"قوله: بنى على الأقل أي: كما ذكره الإسبيجابي إلا أن يستيقن بالأكثر أو يكون أكبر ظنه۔ وعن الإمام الثاني إذا كان لا يدري أثلاث أم أقل يتحري وإن استويا عمل بأشد ذلك عليه۔ أشباه عن البزازية قال ما: وعلیٰ قول الثاني اقتصر قاضي خان ولعله؛ لأنه يعمل بالاحتياط خصوصاً في باب الفروج اه.قلت ويمكن حمل الأول على القضاء .والثاني على الديانة۔ ويؤيده مسئلة المتون في باب التعليق لو قال:إن ولدت ذكراً فأنت طالق واحدة، وإن ولدت أنثى فأنت طالق ثنتين، فولدتهما ولم يدر الأول تطلق واحدة قضاء وثنتين تنزهاً أي: ديانة هذا۔وفي الأشباه أيضاً وإن قال عزمت علیٰ أنه ثلاث يتركها وإن أخبره عدول حضروا ذلك المجلس بأنها واحدة وصدقهم أخذ بقولهم."(۲)

قوله:بنى على الأقل: یعنی جیسا کہ اسے اسبیجابی نے بیان کیا،ہاں اگر یقین ہو یا ظن غالب ہو کہ ایک سے زیادہ طلاق دی ہے تو ایک سے زیادہ واقع ہوگی،امام سے ثانی منقول ہے: جب نہیں جانتا کہ تین دی ہیں یا کم،تو تحری کرے۔ اگر تحری برابر ہو تو اس اشد پر عمل کرے۔اشباہ میں بزازیہ سے ہے،فرمایا:امام قاضی خان نے دوسرے قول پر اقتصار کیا ہے،شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ امام موصوف احتیاط پر عمل کرتے ہیں،خصوصا باب فروج میں اھ۔میں کہتا ہوں:ممکن ہے اول کو قضا پر اور دوسرے کو دیانت پر محمول کیا جائے،اس کی تائید "باب تعلیق" میں مسئلہ متون سے بھی ہوتی ہے،اگر کہا: تو لڑکا جنے تو تجھے ایک طلاق،اور اگر لڑکی جنے تو دو۔عورت نے دونوں بچے جنے،یہ معلوم نہیں پہلا کون سا ہے،قضاء ایک اور دیانۃ دو طلاقیں واقع ہوں گی،نیز اشباہ میں ہے:اگر کہا: میرا گمان ہے کہ وہ تین طلاقیں ہیں تو عورت کو

---

(۱) [الدر المختار، کتاب الطلاق،مطلب في قول الامام:۴/۳۷۹]

(۲) [الدر المختار ،کتاب الطلاق ،مطلب في قول الامام:۴/۳۷۹]

چھوڑ دے۔اور اگر چند عادل حضرات نے خبر دی جو اس مجلس میں موجود تھے کہ وہ ایک طلاق ہے اور اس بات پر اس کا دل جمے تو ان کی بات پر عمل کرسکتا ہے۔(مترجم)

عالمگیریہ میں ہے:

”في نوادر ابن سماعة عن محمد ـرحمه اللّٰه تعالیٰـ إذا شك في أنه طلق واحدة أو ثلاثاً فهي واحدة حتى يستيقن أو يكون أكبر ظنه على خلافه۔ فإن قال الزوج: عزمت علیٰ أنها ثلاث أو هي عندي على أنها ثلاث أضع الأمر علیٰ أشده فأخبره عدول حضروا ذلك المجلس وقالوا: كانت واحدةً قال: إذا كانوا عدولاً وصدقهم أخذ بقولهم كذا في الذخيرة.“واللّٰه تعالیٰ أعلم(۱)

نوادر میں ابن سماعہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں: جب ایک یا تین طلاق میں شک ہوتو وہ ایک ہی ہوگی، ہاں اگر تین طلاق پر یقین یا ظن غالب ہوتو تین واقع ہوں گی، خاوند نے کہا: میرے گمان میں وہ تین ہیں، مگر اس مجلس میں جو لوگ موجود تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک دی تھی اگر یہ لوگ عادل ہوں اور اس بات میں انھیں سچا جانتا ہو، تو اعتبار کرلے، یوں ہی ذخیرہ میں مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔(مترجم)

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في ايقاع الطلاق: ۱/۴۵۹

(۵) وقوع طلاق

غصہ اور حالت حمل میں طلاق ہو جاتی ہے

(۵۲) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

حضرت مفتی اعظم ہند گزارش یہ ہے کہ

ایک عورت اپنے شوہر کی بغیر اجازت میکے گئی اور وہاں سے پکچر دیکھنے گئی، اور پھر شوہر نے بلوایا تو نہیں آئی، پھر غصہ میں خود بلانے گئے تو انھوں نے آنے سے انکار کیا تو انھوں نے بدحواسی میں کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی، کھانا بھی دو وقت سے نہیں کھایا تھا، تین بار کہہ دیا، ان دو کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا، تین مہینہ کا حمل ہے۔تو یہ بتایئے کہ طلاق مانی گئی یا نہیں؟۔اور کچھ لڑکے پر اثرات بھی ہیں۔

نسیم میاں ولد انور میاں کنگھی ٹولہ بریلی شریف

الجواب

وقت طلاق ہوش وحواس بجا تھے، تو غصہ کتنا ہی تھا تین طلاقیں ہوگئیں، حالت حمل میں طلاق دینا منع ہے مگر طلاق تو ہوگئی، بے حلالہ وہ عورت اس شخص کے لیے کبھی حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وقوع طلاق

(۵۳) مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید اپنی بی بی ہندہ سے کئی بار کہہ چکا ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی، جہاں چاہو جاؤ، ان الفاظ کو کہے ہوئے سات ماہ ہوگئے، اس عرصہ میں زید نے اپنی بی بی سے کسی قسم کا کوئی تعلق بھی نہ رکھا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ اپنا عقد ثانی دوسری جگہ کر سکتی ہے، یا نہیں؟ ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی، یا نہیں؟۔

فقط: علاؤالدین بریلی

الجواب

[illegible]

تین طلاقیں ہوگئیں،عدت گذار کر عورت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے،زید پر وہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، کہ بے حلالہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی،اور اگر دو بار لفظ کہے ہیں تو دو طلاقیں ہوگئیں، کہ عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے،اور بعد عدت عورت کی رضا سے پھر نکاح کرسکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

دیوانہ کی حالت افاقہ میں طلاق ہوجائے گی

مسئلہ: (۵۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید دیوانہ ہوگیا،وہ ہر بات اپنی عادت سے خلاف کرنے لگا،مثلاً: بلا وجہ ہنسنا،شہر میں بلا وجہ گھومنا،رات کو مکان سے نکل جانا،ماں باپ کا ادب نہ کرنا،اور کارخانہ سے ملے ہوئے روپیوں کا چیک پھاڑ دینا،یہ حالت تقریباً سات مہینے رہی،اسی دوران میں زید نے اپنی عورت کو زبانی مورخہ ۳،۶،۶۷ء ماں،،بہن کہا،پھر دس بارہ روز کے بعد خطوں کے ذریعہ طلاق لکھ بھیجا،خط کی تاریخ ۶/۲۵،۶۷ء۔زید نے لکھا: میں اپنی بی بی فلانہ بنت فلاں کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں۔دوسرا خط ۴،۷،۶۷ء میں نے تجھے طلاق دے دی۔اگر تو حاملہ ہو تو ڈاکٹری کے ذریعہ حمل کو ضائع کردے،اس وقت عورت کے گود میں تین مہینے کا بچہ تھا،ابھی تقریباً دو مہینے سے زید کا دماغ قدرے ٹھیک ہے،اب اس سے پوچھا جاتا ہے،تو وہ ان باتوں سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔دریافت طلب بات یہ ہے کہ زید کے عورت کو طلاق ہوئی،یا نہیں؟

الجواب

اگر واقعی زید اس وقت ہوش وحواس میں نہ تھا،پاگل تھا،اس نے ایسی حالت میں طلاق نامہ لکھ کر بھیجا،تو اس کی بی بی پر طلاق واقع ہونے کا حکم نہ ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ ۱۴ ذی الحجہ ۸۷ھ

الجواب صحیح: اگر حالت افاقہ میں طلاق نامہ لکھ کر بھیجا ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔اللہ علیم وخبیر سے کچھ چھپا نہیں،حکم اسی کا ہے،﴿واللہ یعلم المفسد من المصلح .إن الحکم إلا للہ﴾(۱) مفتی کو فریب دے کر اپنے مطلب کا حکم لکھوا لینے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔یہ اور زیادہ موجب عتاب ہی ہوگا۔والعیاذ باللہ ذی العز والجلال وھو تعالیٰ أعلم. فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ

---

(۱) ... [illegible]

(٦) ایقاع طلاق

فاسقہ عورت کوطلاق دے سکتے ہیں

(۵۵) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

میری بیوی بے پردہ ہے، میں مزدوری کو جاتا ہوں اور وہ مکان سے باہر نکل جاتی ہے، اور جب میرے آنے کا وقت ہوتا ہے، اس سے ایک گھنٹہ پہلے آجاتی ہے، میں منع کرتا ہوں تو کہتی ہے کہ میں اپنی ہم شیر کے گھر گئی تھی، اور ایک روز میں چارپائی پر لیٹا تھا، میرے اوپر چھری لے کر کھڑی ہوگئی اور کہتی ہے کہ میرے چھری ماردے، میں خاموش پڑا رہا، مگر اس نے میرا بازو پکڑ کر کہا کہ بدمور کے بچے میرے چھری مار گدھے پڑا سو رہا ہے، اور یہ کہہ کر مکان سے باہر اپنے میکے چلی گئی، اور یہ کہا کہ تو نہیں مارے گا تو میں ماروں گی، یا دوسرے سے تجھ کو مروادوں گی مجھ کو تو طلاق دے دے چار بچے ہوئے ہیں دو مر گئے دو ہیں، ان کو میرے مکان پر پہنچا گئی، میکے والے اس کی ہمدردی کرتے ہیں، لہذا اس صورت میں اس عورت کے لیے کیا حکم ہے، اس عورت کو ہمیں رکھنا چاہیے یا نہیں؟۔ جو حکم ہو صادر فرمایا جائے۔

المستفتی جمیل احمد محلہ چھوٹا دروازہ بریلی شریف

الجواب

بعون الملک الوہاب: یہ عورت فاسقہ فاجرہ سخت گنہ گار ظالم جفا کار حق اللہ اور حق شوہر میں گرفتار ہے، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: عورت بغیر اجازت شوہر کے گھر سے نہ جائے، اگر اس نے ایسا کیا تو جب تک توبہ نہ کرے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں، عرض کی گئی: اگر چہ شوہر ظالم ہو، فرمایا: اگر چہ شوہر ظالم ہو۔ اب ایسی عورت کو طلاق دے سکتے ہیں مگر مہر دینا لازم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ محمد یامین غفرلہ

الجواب صحیح:

وہ جب طلاق چاہتی ہے مہر معاف کرے، طلاق لے لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ

(۷) خلع

شوہر کی مرضی کے بغیر خلع نہیں ہوسکتا

(۵۶) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے عمرو کی لڑکی سے بقاعدہ شرعی نکاح کیا چنانچہ وہ قاضی نکاح خواں کے رجسٹر میں مفصل درج ہے۔اب عرصہ پانچ سال کا ہوگیا نئے نئے حیلے نکال کر ایام گزاری کررہا ہے۔آخری فیصلہ اس کا یہ ہے کہ نیا موٹر قبل رخصت زید کے نام خرید دیا جاوے اور جوڑے کے کپڑے اس کی مرضی کے موافق دہلی سے خریدے جائیں تو تاریخ رخصت مقرر کی جاسکتی ہے۔عمرو کو اس قدر وسعت نہیں کہ اس کی حسب منشاء اس کی فرمائشیں پیش کرسکے۔زید نے آج تک اس کے نان نفقہ کے خرچ کے لئے ایک پائی نہیں دی ہے نہ اس کی گلوخلاصی کرتا ہے،یوں ہی معلق ڈال رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک میری فرمائشیں نہ پوری کی جائیں گی یوں ہی پڑا رکھوں گا۔عمرو کی لڑکی یہ بھی خیال کرتی ہے کہ زید ایک ضدی اور لالچی ہے اس سے پورا اندیشہ ہلاکی اور ایذا کا ہے میں مہر معاف کرتی ہوں جس کی تعداد پچاس ہزار ہے،پچیس ہزار معجّل اور پچیس ہزار موجل معہ نان نفقہ وہ میری گلوخلاصی خلع کرکے کردے۔زید اور عمرو دونوں حنفی المذھب ہیں۔ ایسی صرت میں خلع ہوسکتا ہے یا نہیں فقط۔از شہر کہنہ مسئولہ ڈاکٹر نوشے علی صاحب ۳ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ

الجواب

خلع تو جب چاہے ہوسکتا ہے مگر خلع بھی تو شوہر ہی کی رضا سے ہوگا،وہ اگر خلع پر راضی نہ ہوتو کیونکر ہوگا؟ وہ شخص گنہگار حق اللہ اور حق زن میں گرفتار ظالم جفا کار ہے۔اس پر توبہ لازم۔یا عورت کو رخصت کرائے اس کے ساتھ بمعروف پیش آئے بھلائی کرے اور یہ نہ کرے تو لازم ہے کہ اسے بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے۔

"قال تعالیٰ:

﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا.﴾ (۱)

بھلائی کے ساتھ روک لو۔یا۔نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو،اور انھیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو۔اور جو ایسا کرے وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھانہ بنالو۔

احد الامرین فرض ہے:رکھنا ہے تو بھلائی کے ساتھ رکھنا،ورنہ بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے،اُدھر میں لٹکانا حرام ہے۔

قال تعالی:

﴿لَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾(۱)

تو یہ نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری کو اُدھر میں لٹکتی چھوڑ دو۔

نقصان رسانی اور تنگی میں ڈالنا حرام ہے۔اس کو رخصت کرا کے بھلائی کے ساتھ رکھے۔

﴿أَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ﴾(۲)

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انھیں ضرر نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔

نقصان رسانی مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے۔

حدیث میں ہے:

"ولا ضرر ولا ضرار في الإسلام۔"(۳)

اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔(مترجم)

کسی مسلمان کو اپنے قول سے یا فعل سے ناحق ایذا دینا اللہ و رسول کو ایذا دینا ہے۔

حدیث میں ہے:

((من أذى مسلماً أذاني، ومن أذاني فقد أذى الله))(٤)

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی،اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ رب العزت کو ایذا دی۔(مترجم)

باپ اگر اس کی قدرت بھی رکھتا ہو جب بھی اسے یوں مجبور کرنا شرعاً عقلاً ہر طرح سخت مذموم و ممنوع و معیوب ہے کہ:ایسی صورت میں کہ وہ اس کے وسعت (سے) باہر ہے۔باپ پر کچھ بھی دینا لازم

---

(۱) [سورة النساء:۱۲۹] (۲) [سورة الطلاق:٦]

(۳) [نصب الراية لأحاديث الهداية كتاب الجنايات،باب ما يحدثه الرجل في الطريق:٤/٣٨]

(٤) [الجامع الصغير:٢/٥٠٠:حديث:٨٢٦٩]

نہیں۔ہاں کچھ جہیز دینا مسنون ہے۔عورت نے اگر مہر معاف کردیا تو مہر معاف ہوگیا۔باپ اگر گنجائش رکھتا ہو اور اس نے وعدہ بھی کیا ہوتا جب بھی اس کے ذمہ لازم نہ ہوتا، ہاں بے وجہ معقول وعدہ خلافی ہر طرح مذموم ومعیوب ہوتی۔اور اگر صورت یہ ہوتی کہ وہ شوہر یا شوہر کے والدین سے کہتا اوپر سے موٹر اور یہ اور سامان جہیز میں دوں گا بشرطیکہ تم اس قدر بری لاؤ، اتنا چڑھاوا چڑھاؤ، یا اتنا روپیہ لڑکے یا لڑکی کو دو۔ یا اس قدر جائداد لڑکے یا لڑکی کے نام کردو تو صرف اس صورت میں اسے ایفائے وعدہ کی تاکید کی جاتی مگر اس میں لڑکی کا کیا قصور، رخصت نہ کرانے سے جو ناحق ایذا اور نقصان ہورہا ہے۔واللہ تعالی اعلم۔

(۸) لعان

لعان جبھی ہوگا جب نکاح صحیح ہوا ہو اور زوجیت قائم ہو دیگر شرائط بھی ہیں

مسئلہ: (۵۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

لعان مابین زن وشوہر کن کن وجوہات سے حد شرعی میں آتا ہے جس کی وجہ سے زن وشوہر کے تعلقات قطع ہوجاتے ہیں۔ جواب مفصل مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب

لعان نہ ہوگا مگر زوجین میں جن کا نکاح صحیح اور زوجیت قائم ہو اگرچہ عورت بحالت عدت رجعی ہو۔ دونوں مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، غیر محدود فی حد القذف، مسلمان پر ادائے شہادت کے اہل ہوں، عورت عفیفہ ہو یعنی زنا وتہمت زنا وطی حرام، اگرچہ ایک ہی بار بشبہہ یا نکاح فاسد سے بالکل بری پاک وصاف ہو، ایک بار بھی اس مہلکہ میں نہ پڑی، اور اس پر ایسی تہمت نہ دھری گئی ہو۔ اور نہ اس کے کوئی بچہ بلا اب معروف ہوا ہو۔ عورت وقت قذف زندہ اور محصنہ ہو، وہ لعان کا مطالبہ نزد قاضی یا بصورت نفی ولد خود قاذف مطالبہ عند القاضی کرے، دونوں میں سے کوئی گونگا نہ ہو۔ عورت وجود زنا سے منکر، مرد اپنے صدق پر بینہ نہ رکھتا ہو۔ اور صراحۃً زنا کی دار الاسلام میں اس نے عورت پر تہمت دھری ہو، نسب ولد کی نفی بھی بمنزلہ صریح زنا ہے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

"اللعان لا يجري إلا بين زوجين حرين مسلمين عاقلين بالغين غير محدودين في قذف؛ لأن اللعان عندنا شهادات مؤكدات بالأيمان فلا يجري إذا لم يكونا من أهل الشهادة، أو لم يكن أحدهما من أهل الشهادة مع أهلية الشهادة يراعى العفة والاحصان في جانب المرأة."(۱)

لعان نہ ہوگا مگر زوجین میں جن کا نکاح صحیح اور زوجیت قائم ہو، دونوں آزاد، مسلمان،

---

(۱) [فتاویٰ قاضی خان برہامش عالمگیری ...]

عاقل، بالغ اور غیر محدود فی القذف ہوں، کیوں کہ لعان ہمارے نزدیک ایسی شہادت کا نام ہے جو ایمان (یمین) سے مؤکد ہو، لہذا جب دونوں یا ایک ادائے شہادت کے اہل نہ ہوں اہلیت شہادت کے ہوتے ہوئے، لعان نہ ہوگا، نیز عورت عفیفہ اور پاک دامن ہو۔ (مترجم)

درمختار میں ہے:

"(اللعان) هو شرعاً (شهادات) أربعة كشهود الزنا (مؤكدات بالأيمان مقرونة شهادته) باللعن وشهادتها بالغضب (قائمة) شهاداته (مقام حد القذف في حقه) وشهاداتها (مقام حد الزنا في حقها) (وشرطه قيام الزوجية وكون النكاح صحيحاً) لا فاسداً (وسببه قذف الرجل زوجته قذفاً يوجب الحد في الأجنبية) خصت بذلك؛ لأنها هي المقذوفة فتتم لها شروط الاحصان ـ وركنه شهادات مؤكدات باليمين (واللعن وحكمه حرمة الوطء والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل التفريق بينهما) وأهله من هو أهل للشهادة) على المسلم (فمن قذف زوجته الحية بنكاح صحيح ولو فى عدة الرجعي (العفيفة عن) فعل (الزنا) وتهمته، بأن لم تؤطا حراماً ولو مرة بشبهة ولا بنكاح فاسد ولا لها ولد بلا أب (وصلحا لأداء الشهادة) على المسلم (أو) من (نفى نسب الولد) منه أو من غيره (وطالبته) أو طالبه الولد المنفي (به) عند القاضي (لاعن) اه مختصراً""(۱)

لعان شرع میں چار شہادتوں کا نام ہے، شہود زنا کے مثل، جو مؤکد بالیمین مقرون باللعن ہوں، عورت کی شہادت بالغضب مرد کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے۔ اور اس کی شہادت اپنے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہے۔

لعان کی شرط: رشتۂ زوجیت کا قائم رہنا۔ دونوں کے درمیان نکاح صحیح کا ہونا۔ نکاح فاسد نہ ہو۔

لعان کا سبب: مرد کا اپنی بیوی پر ایسی تہمت لگانا کہ اگر اجنبیہ کو لگاتا تو حد قذف واجب ہوتی۔ یہ بات اس کے ساتھ خاص کی گئی! وجہ یہ ہے کہ یہ عورت ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے تو اب اس کے لیے پاک دامنی کی شرطیں مکمل ہونا چاہیے۔

لعان کا رکن: شہادتیں یمین ولعان سے مؤکد ہوں۔

لعان کا حکم: لعان کے بعد وطی واستمتاع حرام ہے اگرچہ ابھی تفریق نہ ہوئی ہو۔ اہل لعان

---

(۱) [الدر المختار کتاب الطلاق باب اللعان: ج۵۔ ۱۱۷/تا ۱۲۱]

وہی ہے جو مسلم پر اہل شہادت ہے۔

تو وہ شخص لاعن ہے (لعان کرنے والا ہوگا) جس نے اپنی بقید حیات بیوی پر زنا کی تہمت لگائی جب کہ دونوں کے درمیان نکاح صحیح ہو، اگرچہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو۔ اور وہ فعل زنا اور تہمت زنا سے پاک دامن ہو، اس طرح کہ اس سے وطی بالشبہ بھی ایک بار نہ ہوئی ہو، اور نہ نکاح فاسد کے ذریعے وطی ہوئی ہو، اور نہ اس کا کوئی ولد ہو جو اس ''اب معروف'' کے علاوہ سے ہو، اور وہ دونوں مسلم پر ادائے شہادت کے اہل ہوں، یا نسب ولد کی نفی کی ہو خواہ اپنا ولد ہونے کا انکار کیا (کہ یہ میرا ولد نہیں) یا اس کے اپنے باپ کے ولد ہونے کی نفی کی (کہ میری زوجہ کا ولد اپنے باپ کا نہیں) اور عورت قاضی سے مطالبہ کرے یا وہ ولد جس کے نسب کی نفی کی گئی مطالبہ کرے۔ اھ۔ مختصراً۔ (مترجم)

اور ردالمحتار میں ہے:

''قوله (وشرطه قيام الزوجية) فلا لعان بقذف المنكوحة فاسداً أو المبانة ولو بواحدة بخلاف المطلقة رجعية، ولا يقذف زوجته الميتة، ويشترط أيضاً الحرية والعقل والبلوغ والإسلام والنطق وعدم الحد في قذف وهذه شروط راجعة إليهما۔ ويشترط في القاذف خاصة عدم إقامة البينة علىٰ صدقه۔ وفي المقذوف خاصة إنكارها وجود الزنا منها، وعفتها عنه، ويشترط أيضاً كون القذف بصريح الزنا، وكونه في دار الإسلام، ونفي الولد بمنزلة صريح الزنا، قوله (بصريح الزنا) كيازانية أو يا زاني؛ لأنه ترخيم قد زنيت قبل أن أتزوجك جسدك أونفسك زان۔ وخرج الكناية والتعريض نحو لست أنا بزان۔ وخرج بذكر الزنا اللواط فلا لعان فيه عنده، وعندهما يثبت فيه۔ وخرج أيضاً'' وجدت معها رجلاً يجامعها'' لأن الجماع لا يستلزم الزنا'' بحر''قوله (في دار الإسلام) أخرج دار الحرب لا نقطاع الولاية قوله (الحية)؛ لأن الميتة لم تبق زوجة، ولأنه لا يتأتى منها اللعان. قوله (بنكاح صحيح) هو إيضاح للتقييد بالزوجية؛ لأن المنكوحة فاسداً غيرزوجة ولو دخل بها فيه لم تبق عفيفة أيضاً فلا يحد قاذفها. قوله (ولو في عدة الرجعي) خرجت المبانة فلا لعان فيها، لكنه يحد كالأجنبي۔''(۱)

(۱) [ردالمحتار کتاب الطلاق، باب اللعان: ۵/۱۱۸ تا ۱۲۱]

وہ عورت جس سے نکاح فاسد ہوا، یا طلاق بائن والی ہو، مطلقہ رجعیہ کے برخلاف، تو اس پر زنا کی تہمت لگادینے سے لعان نہ ہوگا، اور نہ اپنی مردہ بیوی پر تہمت لگانے سے لعان ہوگا، اور نیز آزاد ہونا، عاقل بالغ، مسلمان، ناطق اور غیر محدود فی القذف ہونا بھی شرط ہے، اور ان شرطوں کا زوجین میں پایا جانا ضروری ہے، قاذف کے لیے خاص طور پر یہ بھی شرط ہے کہ اپنے صدق پر بینہ نہ رکھتا ہو، اور مقذوف میں خاص کر یہ شرط ہے، کہ وہ زنا کا انکار کرے، اور زنا سے پاک دامنی کا اظہار کرے، نیز یہ بھی شرط ہے کہ تہمت صریح زنا کی ہو، اور یہ کہ دار الاسلام میں ہو۔ ولد کی نفی صریح زنا کے قائم مقام ہے۔ مصنف کا قول: "بصريح الزنا" جیسے کہے اے زانیہ، یا اے زانی، کیوں کہ زانی، زانیہ کی ترخیم ہے۔ تو نے شادی سے قبل زنا کیا، تیرا جسم یا تیرا النفس زانی ہے۔ اس صورت میں کنایۃً اور تعریضاً کہنا خارج ہوجائیں گے، جیسے: "لست أنا بزانٍ" (میں زانی نہیں ہوں)، اور قید زنا سے لواطت بھی خارج ہوگی، لہذا امام ابو حنیفہ کے نزدیک لعان نہ ہوگا، البتہ صاحبین کے نزدیک ہوگا، نیز اس جملے کے سبب بھی لعان نہ ہوگا۔ "وجدت معها رجلاً يجامعها" (میں نے اس سے ایک شخص کو جماع کرتے ہوئے پایا) کیوں کہ جماع زنا کو مستلزم نہیں۔ "بحر"۔

مصنف کا قول: "في دار الإسلام" اس قید سے دار الحرب خارج ہوگیا، کیوں کہ وہاں ولایت حاصل نہیں۔ مصنف کا قول: "الحية" اس لیے کہ مردہ بیوی نہیں رہی اور وہ لعان کر بھی نہیں سکتی۔ مصنف کا قول: "بنكاح صحيح" یہ قید زوجیت سے مقید کرنے کو واضح کرنے کے لیے ہے کیوں کہ منکوحہ بہ نکاح فاسد زوجہ نہیں، اور اگر اس سے دخول کرلیا نکاح فاسد کی صورت میں، تو وہ عفیفہ بھی نہ رہی، تو اب اس کے قاذف کو حد بھی نہیں لگائی جاسکتی، مصنف کا قول: "ولو في عدة الرجعي" طلاق بائن والی نکل گئی، لہذا اس میں لعان نہیں ہاں حد لگائی جائے گی، جیسے اجنبی میں (حد لگائی جاتی)۔ (مترجم)

"قوله: (العفيفة) امرأة بريئة من الوطئ الحرام والتهمة . قوله: (بأن لم توطأ الخ) بيان للعفة الشرعية ولو مرة بشبهة ، أي: ولو كان بشبهة كوطئ معتد ته من بائن وإن ظن حله . وقوله :(ولا بنكاح فاسد) الأولى "أو بنكاح فاسد" عطفاً على قوله :"بشبهة" ؛ لأنه من الوطئ الحرام . وقوله(ولا لها ولد الخ) الاولى "ولم يكن لها ولد" عطفاً على قوله: "لم توطأ" ؛لأنه بيان لقوله: "وتهمته" "فإنها تتهم بالزنا بوجود ولدلها بلا أب" أي: بلا أب معروف . قوله:(وطالبته)قيد به ؛ [illegible] فلا لعان؛ لأنه حقها لدفع العار عنها، ومراده طلبها إذا كان

القذف بصريح الزنا ، أما بنفي الولد فالطلب حقه أيضاً ، لاحتياجه إلى نفي من ليس ولده عنه . قوله :(أو طالبه الولد المنفي)هذا سبق قلم ولم أره لغيره، والصواب أن يقال أو طالب النافي للولد۔ وعبارة الفتح "ويشترط طلبها بخلاف ما إذا كان القذف بنفي الولد ، فإن الشرط طلبه لاحتياجه إلى نفي من ليس ولده عنه" وعبارة الزيلعي : لابد من طلبها إلا أن يكون القذف بنفي الولد ، فإن له أن يطالب لاحتياجه الخ ، ولا يخفى أن الضمير في "طلبه" راجع للقاذف لا للولد ، نعم طلب الولد شرط لوجوب حد القذف إن كان ولد غير القاذف وكانت الأم ميتة وإلا فشرط طلبها كما سيأتي في بابه، والكلام في الطلب الذي هو شرط وجوب اللعان ولا يكون بعد موتها ، وهذا ظاهر جلي اه مختصراً۔"(۱)

مصنف کا قول: ''العفيفة'' ایسی عورت جو وطی حرام اور تہمت سے پاک وصاف ہو۔ مصنف کا قول: ''بأن لم توطأ '' عفت شرعیہ کا بیان ہے گرچہ وطی بالشبہ ایک بار بھی نہ ہوئی ہو، یعنی وطی بالشبہ جیسے طلاق بائن کی عدت گزارنے والی سے کرنا گرچہ حلال سمجھتا ہو۔ اور مصنف کا قول: ''ولا بنكاح فاسد '' بہتر یہ ہے کہ: ''أو بنكاح فاسد '' مصنف کے قول: ''بشبهة'' پر معطوف ہو، اس لیے کہ یہ بھی وطی حرام ہے۔ مصنف کا قول: ''ولا لها ولد. بہتر ہے کہ: ولم يكن لها ولد ''مصنف کے قول: ''لم توطأ'' پر معطوف ہو، کیوں کہ یہ ان کے قول: ''وتهمته'' کا بیان ہے، کیوں کہ اس پر بلا باپ کے ولد ہونے کی بنا پر تہمت رکھی گئی ہے، ''اب'' سے مراد اس معروف اب کے علاوہ ہے۔ مصنف کا قول: ''وطالبته'' اس سے اس لیے مقید فرمایا کہ اگر مطالبہ نہ کرے تو لعان واقع نہ ہوگا، کیوں کہ یہ اسی کا حق ہے، تاکہ عار ختم کی جائے۔ مراد یہ ہے کہ مطالبہ جبھی کر سکتی ہے جب صریح زنا کی تہمت رکھی ہو، لیکن اگر نسب ولد کی نفی کر کے تہمت رکھی ہو تو اب مرد کو بھی مطالبہ کا حق ہوگا، کیوں کہ اسے بھی اس بات کی حاجت ہے کہ دوسرے کے ولد کو اپنا ولد نہ ہونا ثابت کر دے۔ مصنف کا قول: ''أو طالبه الولد المنفي '' یہ سبقت قلم ہے، اور میں اس کے علاوہ کے لیے گمان نہیں کرتا۔ صواب یہ ہے کہ کہا جائے: ''أو طالب النافي للولد '' (یا نسب ولد کا انکار کرنے والا مطالبہ کرے)۔ فتح کے الفاظ میں: لعان میں عورت کا مطالبہ کرنا شرط ہے، ہاں اگر نسب ولد کی نفی کر کے تہمت رکھی ہو، تو مرد کا مطالبہ کرنا بھی شرط

---

(۱) [ردالمحتار کتاب الطلاق، باب اللعان: ۱۱۸/۵ تا ۱۲۱]

ہوگا، کیوں کہ اسے بھی اس بات کی حاجت ہے کہ دوسرے کے ولد کو اپنا ولد نہ ہونا ثابت کرے، اور زیلعی کے الفاظ یہ ہیں: عورت کا مطالبہ کرنا ضروری ہے، ہاں اگر شوہر نے نسب ولد کی نفی کر کے تہمت رکھی ہو تو شوہر کو بھی مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، اس لیے کہ اسے بھی اس بات کی حاجت، الخ۔ خیال رہے کہ ''طلبہ'' میں ضمیر کا مرجع قاذف ہے، ولد نہیں۔ ہاں حد قذف کے وجوب کے لیے ولد کا مطالبہ کرنا شرط ہوگا، اگر وہ ولد قاذف کا نہ ہو اور ماں انتقال کر گئی ہو، ورنہ عورت کا مطالبہ کرنا شرط قرار دیا جائے گا، جیسا کہ عن قریب تفصیل آئے گی۔ اور کلام اس مطالبہ میں ہے جو وجوب لعان کی شرط ہے، اور یہ عورت کی وفات کے بعد ممکن نہیں، یہ بات نہایت واضح، روشن ہے۔ اھ۔ مختصراً۔ (مترجم)

رکن لعان: شہادات مؤکدات بالیمین مقرون باللعن والغضب ہے۔ لعان لفظ شہادت پر موقوف ہے اگر بجائے۔ أشهد بالله أحلف بالله کہا جائے گا لعان صحیح نہ ہوگا۔ یوہیں مرد اگر اسے مؤکد باللعن عورت مؤکد بالغضب نہ کرے گی لعان نہ ہوگا۔

سبب لعان: مرد کا اپنی بی بی منکوحہ بنکاح صحیح کی طرف صراحۃ زنا کی نسبت کرنا مثلاً اسے زانیہ کہنا یا یوں کہنا کہ تو نے زنا کیا وغیرہا۔ غرض ایسی بات کہنا کہ اگر اجنبیہ عورت کو کہتا تو حد قذف کی موجب ہوتی۔

شرط لعان: زن و مرد کا بہ نکاح صحیح زن و شوہر ہونا اور قیام زوجیت ہے۔

اہلیت لعان: اہل لعان وہی ہے جو اہل شہادت ہے۔ دونوں کا اہل ہونا ضروری ہے۔

حکم لعان: لعان سے فارغ ہوتے ہی وطی و استمتاع کی حرمت ہے۔ مگر نفس لعان سے فرقت نہ ہوگی جب تک قاضی تفریق نہ کرے گا۔ وہ دونوں زن و شوہر رہیں گے بے طلاق یا تفریق قاضی فرقت نہ ہوگی۔ زوجیت قائم رہے گی۔ لعان بعد وجوب بہت وجوہ سے ساقط و باطل بھی ہو جاتا ہے۔ جب تک حکم لعان باقی ہے اور طلاق یا تفریق قاضی سے قبل حرمت وطی و استمتاع ثابت شدہ باقی رہے گی۔ جو فرقت ہوگی طلاق بائن ٹھہرے گی۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہنا حرام ہو جائے گا تا بقاء بر حالت لعان انہیں نکاح حرام ہوگا۔

عالم گیری میں ہے:

"حكمه حرمة الوطء والا ستمتاع كما فرغا من اللعان، ولكن لا تقع الفرقة بنفس اللعان حتى لو طلقها في هذه الحالة طلاقاً بائناً يقع۔ و كذا لو أكذب نفسه حل له الوطء من غير تجديد النكاح، كذا في النهاية، قال أبو

حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ: الفرقة الواقعة في اللعان فرقة بتطليقة بائنة فيزول ملك النكاح، وتثبت حرمة الاجتماع والتزوج مادام على حالة اللعان۔"(١)

لعان کا حکم یہ ہے کہ وطی واستمتاع حرام ہوگا جیسے ہی لعان سے فارغ ہوں گے، ہاں نفس لعان سے فرقت واقع نہ ہوگی، جب تک کہ شوہر اس حالت میں طلاق بائن نہ دے دے۔ اور اسی طرح اگر شوہر نے اپنی تکذیب کردی تو وطی حلال ہوگی، نکاح جدید کی ضرورت نہیں۔ ایسا ہی نہایہ میں مذکور ہے۔ طرفین فرماتے ہیں: لعان میں جو فرقت ہوگی طلاق بائن ٹھہرے گی۔ ملک نکاح ختم ہوجائے گی۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہنا حرام ہوجائے گا، تا بقائے برحالت لعان انھیں نکاح حرام ہوگا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"اللعان يقف على لفظ الشهادة عندنا حتى لو قال: أحلف بالله إني لمن الصادقين، أو قالت: هي ذلك لم يصح اللعان، كذا في السراج الوهاج: إذا التعنا فرق الحاكم بينهما ولا تقع الفرقة حتى يقضي بالفرقة على الزوج فيفارقها بالطلاق، فإن امتنع فرق القاضي بينهما۔ وقبل أن يفرق الحاكم لا تقع الفرقة والزوجية قائمة يقع طلاق الزوج عليها وظهاره وإيلاؤه ويجرى التوارث بينهما إذا مات أحدهما الخ والله تعالىٰ اعلم۔"(٢)

لعان لفظ شہادت پر موقوف ہے، أشهد بالله کی جگہ أحلف بالله إني لمن الصادقين۔ (میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں میں اپنے بیان میں سچا ہوں) یا اس طرح عورت کہے، تو لعان صحیح نہ ہو۔ ایسا ہی سراج وہاج میں مذکور ہے۔ جب دونوں لعان کرلیں گے قاضی ان کے درمیان تفریق کردے گا، فرقت نہ ہوگی جب تک قاضی شوہر پر تفریق کا فیصلہ نہ کرے گا، تو وہ طلاق دے کر جدا کردے گا، اگر طلاق نہ دے، قاضی تفریق کردے گا۔ بے تفریقِ قاضی فرقت نہ ہوگی، زوجیت قائم رہے گی، شوہر کا طلاق دینا ظہار کرنا اور ایلا یہ سب واقع ہوں گے، اور جب کوئی ایک انتقال کرجائے تو وراثت جاری ہوگی۔ (مترجم)

---

(١) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق باب في اللعان: ١/٦٢١]

(٢) [الفتاویٰ الهندية، كتاب الطلاق باب في اللعان: ١/٦٢١]